الوقف لله الكريم

فہرست سورتہای تفسیر فتح العزیز سیارۂ عمّ

الوقف لله الاکرم

فہرست فوائد تفسیر فتح العزیز سپارہ عم

الوقف لله الكريم

فہرست فوائد تفسیر فتح العزیز سپارۂ عم

الوقف لله الكريم

فہرست فوائد تفسیر فتح العزیز سپارۂ عم

فہرست: فوائد تفسیر فتح العزیز سپارہ عمّ

الواثق بالله الکریم

فہرست فوائد تفسیر فتح العزیز سپارۂ عم

الوقف لله الكبير

فہرست فوائد تفسیر فتح العزیز سپارۂ عم

الوقف لله الکریم

فہرست فوائد تفسیر فتح العزیز سپارہ عم

تمام ہوئی فہرست
ترجمہ تفسیر فتح العزیز کے سپارہ
عم یتساءلون کی

افوض امری الی اللّٰه ان اللّٰه بصیر بالعباد



HYDERABAD STATE LIBRARY



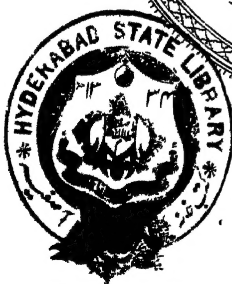
هو

ترجمۂ تفسیر فتح العزیز

سیپارۂ عم

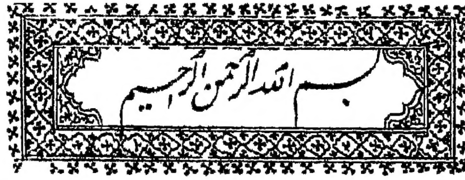
١٢٦١

تصنیف جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نفعنا اللّٰہ و سائر المسلمین بفیوضاتہم و برکاتہم



HYDERABAD STATE LIBRARY

شہر بمبئی کی مطبع محمدی میں اہتمام سے خاک نعلین رسول الثقلین محمد حسین ابن المرحوم محمد سلیم و عبدالملک ولد مولوی محمد صادق مغفور کے
چھاپا گیا



الحمد للہ الذی وفق عبادہ الصالحین لاستماع انواع الخیرات المبرات ویسرلہم سلوک طرق الباقیات الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی افضل المخلوقات وعلی آلہ واصحابہ ذوی المقامات والکرامات

امابعد سب بھائیوں دیندار اور مومنین تقوی شعار اور مشتاقان کلام ربانی و متفحصان احکام یزدانی پر روشن اور ہویدا ہو جیو کہ افضل الذکر فرض الٰہی کے ادا کرنیکے بعد تلاوت قرآن مجید اور قرات فرقان حمید ہی کہ پڑھنے والا اُسکا بلا واسطہ اپنے مالک اور خالق سے ہمکلام ہوتا ہی اور ہر ہر حرف پر ثواب پاتا ہی چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من قرا حرفا من کتاب اللہ تعالیٰ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشرۃ امثالہا لا اقول الٓمٓ حرفٌ ولکن اقول الفٌ حرفٌ ولامٌ حرفٌ ومیمٌ حرفٌ یعنے ترمذی میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ کہا اُنھوں نے کہ سنا میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو شخص پڑھے قرآن سے ایک حرف تو اُسکے واسطے اس پڑھنے کے سبب سے ثواب نیک ہی اور ہر نیکی کے عوض میں دس گنا ثواب ملتا ہی نہیں کہتا ہوں میں کہ الٓمٓ ایک حرف ہی لیکن کہتا ہوں میں کہ الف ایک حرف ہی اور لام ایک حرف ہی اور میم ایک حرف ہی سو بغیر معنے سمجھنے اور مطلب بوجھنے کے اسکی لذت سے بے بہرہ رہتا ہی اور جب تک معنوں کو نہ سمجھیگا تب تک عمل کرنا بھی اُسکے نصیب نہوگا اور قرآن کے نازل ہونے سے مقصود اصلی یہی ہی کہ اُسپر عمل کیجئے اور سعادت دارین اور کرامت کونین حاصل کیجئے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من قرا القرآن وعمل بما فیہ البس والداہ تاجا یوم القیٰمۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیہ فما ظنکم بالذی عمل بہ ابوداؤد حضرت سہل بن معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان

قرآن کو پڑھے اور اسپر عمل کرے تو پہنائے جاینگے ماباپ اسکے تاج قیامت کے دن جسکی چمک بہتر ہوگی
آفتاب کی روشنی سے جو تمہارے کسی گھر میں ہو دنیا کے گھروں میں سے پھر کیا گمان ہے تمہارا اُسکے ساتھ
جس نے عمل کیا اُسپر یعنے جب اسکے سبب سے اسکے ماباپ کو یہہ رتبہ اور بزرگی حاصل ہوگی تو اسکے واسطے اللہ تعالیٰ ہی کو
معلوم ہے کیا کچھ ہوگا علی الخصوص ہندوستان کے عوام لوگ بالکل اس نعمت سے محروم ہیں اور قرآن شریف کا مطلب
سمجھنا اُنپر نہایت دشوار ہے اگرچہ بعضے دیندار عالموں نے ہندوستانی زبان میں ترجمہ کیا ہے لیکن بعضوں نے
محض لفظی ترجمہ کیا ہے جس سے قرآن شریف کا مطلب عوام لوگ بوجھ نہیں سکتے اور بعضوں نے اس قدر طول کیا ہے
کہ اکثر ذہنوں کی پریشانی کا سبب پڑتا ہے مگر تفسیر فتح العزیز تصنیف کی ہوئی حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
اسوۃ الاولیا خلاصۃ الاصفیا رئیس العلما افضل الفضلا جامع کمالات انسانی مورد مراحم یزدانی ذو الشرف
المجید والتمیز حضرت مولنا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی قدس سرہ کی کہ عام فہم خواص پسند ہے اور بموجب مضمون
حدیث شریف خیر الامور اوسطہا کے درجہ متوسط میں واقع ہے اختصار مخل اور اطناب لاطائل سے بری ہے
اور کوئی چیز جو موقوف علیہ مطلب کی ہے اسمیں رہ نہیں گئی گویا جامع التفاسیر ہے اور مرغوب طبع ہر صغیر و کبیر
اور اسکی خوش اسلوبی اور خوش بیانی پر تمام علما متفق ہیں لیکن فارسی عبارت کے سبب سے اکثر لوگ اسکے فائدے سے
محروم ہیں اور ہر چند کہ سوا تین سپارے کی تفسیر ہے لیکن اگر کسی کو بخوبی یاد ہو تو تمام قرآن شریف کے واسطے
کافی ہے ان سب وجہوں پر نظر کر کے جامع حسنات مصدر خیرات مجمع فیوضات منبع برکات محسن دوران
فیاض زمان جواد جہان عالی قدر قدر دان علما و شرفا جناب نواب محمد علی ابن محمد حسین صاحب
رو گھے دام اقبالہ نے اس امر شریف کو باقیات صالحات سے سمجھکر ایک روز فرمایا کہ اگر اسکا ترجمہ
ہندوستانی زبان میں ہو کر چھپے تو بہت لوگوں کو فائدہ ہو سو جناب ممدوح کے فرمانے کے بموجب اس فقیر
سراپا تقصیر قلیل البضاعت قصیر الاستطاعت خادم علماء زمان احقر العباد محمد حسن خان مصطفی آبادی
عرف رامپوری نے اس امر شریف کو سعادت دارین اور فخر کونین سمجھکر کوشش کی اسکے سرانجام دینے میں
مضبوط باندھی اور حق تعالیٰ کے فضل اور کرم سے اور بانی موصوف کی خوش نیتی کے سبب سے تھوڑے ہی دنوں میں
اختتام کو پہنچایا چنانچہ ۱۲۶ سنہ ہجری میں شہر ربیع الاول عشرہ متوسط میں ابتدا ترجمہ کے تحریر کی اور اسی

چھپنے مین جناب ناخدا صاحب ممدوح کے بحکم کے بموجب چھپنا بھی شروع ہوا اور بحمد الله ستائیسوین[٢٧] تاریخ رمضان المبارک سنہ مذکور کی بتحریر اور طبع نے حلۂ اختتام کا پہنا

فائدہ معلوم کیا چاہئے کہ اس ترجمے مین کئی چیزون کی رعایت کی گئی ہے تو اسکا دریافت کرنا مطالعہ کرنیوالے کے واسطے ضرور ہی اول تو یہہ کہ اسکا ترجمہ لفظاً بلفظ نہین کیا گیا بلکہ ہندی محاورے کے موافق ہی تاکہ مطلب سہل فہم مین آوے دوسرے یہہ کہ التزام اس امر کا کیا ہی کہ کچھ زیادتی یا کمی اصل مطلب سے نہونے پاوے تاکہ اعتبار کے پایۂ سے خارج نہو جاوے لیکن تشریح اور توضیح کے طور پر کسی مجمل مطلب کی تصریح مین ایک دو کلمے بڑھ گئے ہین تیسرے یہہ کہ جہان کوئی مطلب دقیق اور مشکل آگیا ہی کہ اسکا سمجھنا کسی اور علم کی مہارت پر موقوف ہی جیسے کوئی قاعدہ علم ریاضی یا ہندسہ وغیرہ کا تو اسکا فقط ترجمہ کر دیا ہی اسواسطے کہ اسکا سمجھنا بغیر اس علم کے مصطلحات کے دریافت کرنیکے ہو نہین سکتا اور اسکی تشریح فیما نحن فیہ سے خارج ہی اس واسطے کہ یہان پر قرآن شریف کی تفسیر عوام فہم منظور ہی حکما کے قواعد کی تحقیق چوتھے یہہ کہ یہہ ترجمہ کلکتے کی چھپی ہوئی تفسیر عزیزیہ کی عبارت کے موافق ہی اس واسطے کہ وہان کے علمانے اسکو بہت تصحیح سے چھاپا ہی

اب صاحبان ذی عقل اور تمیز کی خدمت مین عرض یہہ ہی کہ انصاف کی نظر سے اس ترجمے کو ملاحظہ فرماوین اور اگر کوئی بھول چوک نظر مین آوے تو اپنی والا ہمتی پر نظر فرماکے اصلاح دینے مین دریغ نفرماوین کہ بموجب اس قول کے اَلاِنسانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الخَطاءِ وَالنِّسیان کوئی شخص بھول چوک سے خالی نہین ہی

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیعُ العَلِیمُ حَسْبِیَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ العَرْشِ العَظِیمِ

قطعہ تاریخ فارسی طبعزاد سید فرزند علی صاحب

تفسیر عزیزی در فارسی که بود دست　　آورده اش باردو چون مولوی حسن خان
صد گوہر معانی آری بردن تاریخ　　ابنست بہر ناظر تفسیر بحر عرفان
١٢٦١

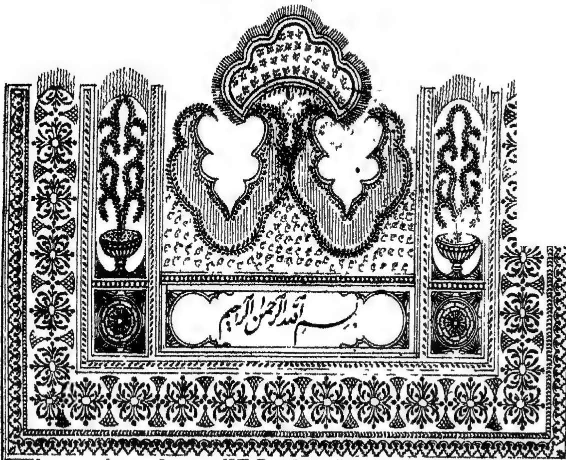
ایضاً از سید صاحب موصوف

محمد علی ناخدا کے لئے　　حسن خان مترجم ہوئے باتمیز
جو اردو مین ترجمہ یون کہہ　　بنی آج تفسیر قرآن عزیز
١٢٦١

ترجمہ

تفسیر فتح العزیز کے

سپارہ عمّ کا





اِس سورت کا نام تساول ہی آور اِسکو سورۂ نبا بھی کہتے ہیں مکّی ہی یعنے قبل ہجرت کے نازل ہوئی ہی آیتیں
چالیس ۴۰ آیتیں اور ایک سو تہتر ۱۷۳ کلمے اور سات سو ستّر ۷۷۰ حرف ہیں آور ربط اِس سورت کا سورۂ مرسلات سے اِس وجہ سے
واقع ہی کہ اِن دونوں سورتوں میں جزا اور سزا کے اعمال کو یوم الفصل کے آنے پر وابستہ کیا ہی اور تھوڑا سا احوال
یوم الفصل کا بیان فرمایا آور کافروں کا تعجب کرنا قیامت کے آنے میں اِسی مقدمے سے دفع کیا کہ قیامت کا
آنا بدون یوم الفصل کے نہیں ہوسکتا اور یوم الفصل بدون خراب کرنے اِس عالم کے اور منقطع کرنے
نوع اِنسانی کے ممکن نہیں ہی پھر قبل اِس دن کے طلب جزا و سزا کی کرنا ایسا ہی جیسے کوئی گرمی کے
دنوں میں جاڑوں کا میوہ طلب کرے یا جاڑوں میں میوہ گرمیوں کا کہ سوائے محنت بے فائدہ اور
حماقت کے کچھ حاصل نہیں ہی اِسی سبب سے مضمون میں بھی اِن دونوں سورتوں کے بہت مشابہت
واقع ہی جیسے اُس سورت میں وَ اذا السماء فرجت و اذا الجبال نُسفت واقع ہی آور اِس سورت میں و
فتحت السماء فکانت ابوابا و سیرت الجبال فکانت سرابا آور اُس سورت میں الم نجعل الارض کفاتا
جعلنا فیہا رواسی شامخات واسقیناکم ماء فراتا واقع ہی آور اِس سورت میں الم نجعل الارض
مہادا و الجبال اوتادا و انزلنا من المعصرات ماء ثجاجا واقع ہی آور اُس سورت میں سوزش دوزخ کی
اور بھڑکنا اور شعلے مارنا اسکا مذکور ہی آور اِس سورت میں قحط سرد پانی کا اور پینا بہت گرم پانی کا دوزخ میں

مذکور ہی اور اُس سورت مین هذا یوم لا ینطقون مذکور ہی اور اِس سورت مین یوم یقوم
الروح والملائكة صفا لا يتكلمون ہی اور اُس سورت مین ان المتقين فی ظلال وعيون وفواكه مذکور
ہی اور اِس سورت مین حدائق واعنابا متقیون کے واسطے وعدہ دیا گیا ہی اور اُس سورت مین ارشاد فرمایا ہی
کہ اگر کافرون کو دنیا مین کہا جاوے کہ خدا کے واسطے ایک مرتبہ جھکو اور سجدہ کرو تو کبھی نکرین اور اِس
سورت مین ارشاد ہوا ہی کہ قیامت کو کافر آرزو کرینگے کہ کاش مٹی ہو جاوین اور دوزخ کے عذاب سے
خلاصی پاوین اُس تکبر اور غرور کو اِس گریہ وزاری اور ذلت وخواری سے کیا نسبت رہی اور اِس
سورت کا سورۂ تساءل نام رکھنے کا سبب یہہ ہی کہ تساءل عرب کی لغت مین کسی چیز سے آپس مین بہت
سوال کرنے کو کہتے ہین اور اِس سورت مین بیان کرنا اسبات کا منظور ہی کہ بہت پوچھ پاچھ آخرت کے کامونکی
حقیقت سے اور بحث اور تکرار ذات اور صفات الٰہی مین کرنا اور قضا اور قدر اور جبر اور اختیار اور
توحید وجودی اور شہودی کے مسئلے مین زیادہ مباحثہ کرنا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپسمین
جھگڑے بیان کرنا اور شرعی حکمون کی وجہون مین غور کرنا جنکا عوام کی فہم اور بوجھ مین آنا محال ہی اور انکی
عقل ان چیزون کے فہم کی گنجایش نہین رکھتی ایسی چیزون کی بحث اور تکرار نہایت قبیح اور بد ہی اس
واسطے کہ اکثر بحث کرنا ایسی چیزونمین نافہمی کے سبب سے ان چیزون کی حقیقت کے انکار کا سبب ہو جاتا ہی
اور اگر انکار نکی تو اکثرون کے دلونمین شبہہ پڑجانے مین تو کچھ شک ہی نہین ہی اور حال یہہ ہی کہ ایمان فقط
ان چیزون کے یقین لانے پر موقوف ہی انکی وجہون اور تفصیلون کے دریافت کرنے اور زیادہ تفتیش کرنیکے
واسطے حکم نہین کیا گیا تاکہ ان چیزون کا حقیقت حال دریافت کرنا دین کی ضروریات سے ہو سو ایسی کٹھن
اور لاعلاج بیماری اس اُمت مین عقیدون کے فاسد ہونیکا اور گمراہ فرقون کی جدائی کا سبب ہوئی ہی
اور ایمان ایک عالم کا بالکل برباد کیا ہی سو اللہ تعالی نے اس سورت مین اسکی برائی بیان فرمائی تاکہ
آدمی اُس سے ڈرتے رہین اور گمراہی کے بھنور مین ڈوب نجاوین اور اِس سورت کو سورۂ نبا اس
واسطے کہتے ہین کہ نبا عرب کی زبان مین خبر کو کہتے ہین اور خبر قیامت کی اس مرتبے کو بزرگی اور بڑائی رکھتی ہی
کہ گویا سوا اُسکے کوئی خبر نہین ہی جسکو پوچھے اسیواسطے اس خبر کو نبا عظیم فرمایا ہی کہ یہہ اپنی

ذات مین بھی عظمت اور بزرگی رکھتی ہی اور اسکے ہونے مین بھی عظمت اور بزرگی ہی اور سمجھ بوجھ مین بھی
اسکی عظمت ہی اور یہہ بات ظاہر ہی کہ بزرگی خبر کی یا باعتبار اسکی ذات کے ہوتی ہی کہ اسکو عمدہ
شخص بیان کرتا ہی یا وہ عظمت اس خبر کے مضمون واقع ہونیکے اعتبار سے ہوتی ہی کہ ایک بڑے حادثے پر
دلالت کرتی ہی یا وہ عظمت اسکے احوال اور حقیقت سمجھنے اور بوجھنے کے اعتبار سے ہوتی ہی
کہ کسی کی سمجھ مین نہین آتی اور نہایت دقت سے سمجھی جاتی ہی اور جو یے تینون صفتین اس خبر مین جمع
ہوئی ہین یعنے یہہ خبر اسنے دی ہی جو سب سے بڑا ہی وہ اللہ تعالی ہی کہ سوا اسکے اس خبر کو
کوئی کہہ نہین سکتا اور یہہ بھی ہی کہ ایک ایسے بڑے حادثے کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہی
کہ کسی کی سمجھ اور خیال مین نہین آتا اور سمجھنا بھی اسکا نہایت مشکل ہی کہ آدمی کی عقل بغیر انوار غیبی کی
مدد کے اسکو بوجھ نہین سکتی تو ان سببون سے اس خبر نے نہایت بزرگی پیدا کی ہی تو اس ایسی چیز مین دعوی
کرسکتے ہین اور کہہ سکتے ہین کہ خبر اسی کا نام ہی اور سب خبرین ہیچ ہین اور جب آپس مین کہا جاوے کہ خبر
کیا چیز ہی تو گویا یہی خبر پوچھی جاتی ہی تو جس سورت مین یہہ خبر بیان ہووے اسکا نام بھی نبا رکھنا چاہئے
اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب یہہ ہی کہ جب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے اور قیامت کا حال
بیان فرمایا تو کافرون کو یہہ بات انوکھی معلوم ہوئی اور آپس مین تعجب اور ہنسی سے کچھ بکھیڑا ابساط کا
شروع کیا بعضے کہتے تھے کہ کیف یحیی العظام وھی رمیم یعنے کیون کر زندہ ہونگین ہڈیان جب سڑ گل گئین
اور بعضے کہتے تھے کہ متی ھذا الوعد یعنے کب ہوگا یہہ وعدہ اور بعضون کو شبہ تھا اور کہتے تھے کہ
وما اظن الساعۃ قائمۃ یعنے ہرگز یہہ بات ہونیوالی نہین ہی ان ھی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیا
وما نحن بمبعوثین کچھ نہین مگر یہی زندگانی دنیا کی مرتے ہین ہم اور زندہ ہوتے ہین اور ہم بعد مرنیکے اٹھنے والے
نہین ہین پھر آخر کلام انکی سمجھ اور بوجھ کا یہہ تھا کہ اگر یہہ بات ہونے والی ہی تو کس واسطے ایک مرتبہ ہمارے
سامھنے نہین ہوتی اور بدلا دینے مین اچھے اور برے کے انکے کامون کے موافق انتظار اسدن کا کس واسطے ہی دنیا
مین کیون نہین دیتے کہ آدمیون کو اسکے دیکھنے سے عبرت اور نصیحت ہو جاوے اور بد کام چھوڑ دین اور نیک کام
کرنے لگین اللہ تعالی نے یے سب باتین انکی رد کرکے جزا اور سزا کا دینا قیامت کے دن پر موقوف رکھنے کا سبب بیان فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ یعنے کس چیز سے لوگ آپسمین پوچھتے ہیں اور کس چیز کے کھوج مین ہین کیا وہ چیز قابل اُن کے سوال کرنیکے ہی اور اُسکے سمجھنے کا استعداد رکھتے ہین کہ بہت پوچھ پاچھ کرنے سے اُنکی سمجھ مین آجاویگی یا ایسی چیز ہی کہ لایق جستجو کے نہین اور جس قدر اُسمین چھیڑ چھاڑ کرینگے مطلب سے دور پڑینگے اور اِس طور کے پوچھنے مین کہ کس چیز سے سوال کرتے ہین اِس بات کا اِشارہ ہی کہ عاقل کو چاہئے کہ کھوج کسی چیز کا سمجھ بوجھ کے کرے اور پہلے یہہ سوچ لے کہ یہہ بات میری بوجھ مین آنے کے لایق ہی یا نہین اگر ہو تو اُسمین ہاتھ ڈالے اور اگر نہو تو ایسا نکرے کہ محنت اُس کی ضایع ہو جاوے اور کچھ فائدہ حاصل نہووے اور مطلب برباد ہو جاوے مثل مشہور ہی کہ محنت برباد گنہ لازم آور عم کا لفظ اصل مین عما تھا الف بخفیف اور کثرت اِستعمال کے سبب سے گر گیا اور عرب کا قاعدہ ہی کہ ما موصولہ کے الف کو آٹھ حرفونکے بعد گرا دیتے ہین اِن لفظون کی کثرت اِستعمال کے واسطے اور وہ حرف یے ہین عَن و مِن و با و لام و فی و علٰی و الٰی و حتی اور جب بنا کلام کی سوال و جواب پر رکھی اور جواب اِس سوال کا ظاہر اور کھلا تھا تو آپ ہی جواب فرمایا کہ **عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ** یعنے آپس مین سوال کرتے ہین ایک بڑی خبر سے کہ باعتبار اپنی ذات کے بھی بزرگی رکھتی ہی اور باعتبار واقع ہونے اپنے مضمون کے بھی بڑی ہی یعنے جو چیزین کہ اُسمین واقع ہونگین وہ بہت پُرخوف ہین کہ نہ آنکھ اُنکو دیکھ سکے اور نہ کان اُنکو سن سکے اور باعتبار سمجھنے اور دریافت کرنے کے بھی بڑی ہی کہ کسی بشر کی عقل کو یہہ طاقت نہین کہ اُسکی حقیقت کما حقہ دریافت کر سکے پس وہ خبر **الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ** وہ چیز ہی کہ وے اُسمین کئی طرف ہو رہے ہین ہرچند کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اِس دم تک حق تعالی انبیا اور رسولون کے واسطے سے یہہ خبر پے درپے اپنے بندون کو پہنچاتا رہا اور انبیا اور رسول اِس خبر کے ثابت کرنے مین دلیلون اور مثالون کے ساتھ دل اور جان سے کوشش کرتے رہے ہین اور علامتین اور نشانیان اُسکی مفصل اور مجمل کھلی کھلی بیان کرتے رہے ہین کہ اُسمین کسی طرح کا دھوکھا باقی نہین رہا لیکن باوجود اِن سب باتون کے بنی آدم کا شبہ ہرگز دفع نہین ہوتا

چنانچہ بعضے تو بالکل اسکا انکار ہی کرتے ہین کہ قیامت کا وجود ہی نہین ہی اور بعضے کہتے ہین کہ مجازات عقلی ہوگا اور بس اور بعضے کہتے ہین کہ خیالی ہی اور بعضے کہتے ہین حسی ہی یعنے ظاہر مین ہوگا اور بعضے ایک اور طرح سے کہ سوائے عقلی اور خیالی اور حسی کے ہی بوجھتے ہین ہو اور بعضے معاد کو منحصر تناسخ کے طریقے مین جانتے ہین یعنے ایک مرنا ہی وہی روح دوسرے جسم مین آتی ہی اور اسی عالم دنیا کو جزا اور سزا کی جگہہ جانتے ہین اور خراب ہونا تمام عالم کا کہ رسولون اور نبیون کی زبانی سنتے آئے ہین آدمی کے بدنکی خرابی کے احوال پر کہ موت کے وقت ہوتی ہی سمجھتے ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ باوجود ایسے بیان واضح کے جو اختلاف اس مسئلہ مین ہی اور کسی مسئلہ مین نہین ہی اور یہی اختلاف انکار اور شک کا سبب پڑا ہی جو اکثر ذہنون مین واقع ہی طریقہ اسلام اور نشان ایمان کا یہہ ہی کہ جب ایسی کوئی بات مشکل کہ عقل مین نہین آتی اور آدمی اُسکے کنہ اور حقیقت دریافت نہین کرسکتا پیغمبرون کی زبان سے یقیناً سنے تو بمجرد سننے کے اُسپر ایمان لاوے اور اُسے مان لے اِسی کا نام ایمان اجمالی ہی کہ ہمیشہ کی نیک بختی کا سبب اور موجب نجات کا ہی اور زیادہ کھوج اور تلاش اُسکے احوال اور خصوصیات مین نکرے والا اپنے مطلب اصلی کو کہ ایمان مجمل ہی ہاتھ سے دیگا اور خرابی مین پڑیگا اور کچھ حاصل نہوگا اور جو اِس کلام کے مضمون سے ظاہر ہوا کہ اِس مسئلہ مین پوچھ پاچھ بہت اور سوالات بے فائدہ لوگون مین جاری ہین اور یہہ سب مضر اور بے فائدہ ہین سو اب اِس تفتیش اور تحقیق بے محل پر خفگی فرماتے ہین کہ کَلَّا یعنے ایسا کرنا نچاہئے اور زیادہ جستجو ان چیزون مین کرنا مناسب نہین اِسواسطے کہ ایسی چیزون سے ایمان اجمالی مین بڑا خلل پڑتا ہی سَیَعۡلَمُوۡنَ سو قریب ہی کہ کیفیت مجازات اُخروی کو اِس طرح سے جانینگے کہ کچھ شک اور شبہ باقی نرہیگا ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ پھر ہم کہے دیتے ہین کہ ایسا نچاہئے کرنا اور نزدیک ہی کہ جان لینگے اور تکرار اِس کلام کی صرف زجر اور توبیخ کی تاکید کے واسطے ہی گویا بار بار ایسے بُرے کام سے منع فرماتے ہین اور اُسکے معلوم کرنے کے زمانے کو بہت قریب بتاتے ہین اسواسطے کہ جو چیز آنے والی ہی وہ قریب ہی اور بعضے مفسرون نے اوّل بار کے سیعلمون کو عالم برزخ کے دریافت ہونے پر حمل کیا ہی اسواسطے کہ مجازات یعنے جزا اور سزا وہان پر مانند خیال کرنیکے

واقع

واقع ہوگی اور دوسرے بار کو قیامت کے دریافت ہونے پر کہ وہان جزا اور سزا حقیقی ہوگی اِس واسطے
کہ وہان روح کو بدن سے تعلق ہوجاویگا اور باوجود اِس تعلّق کے معنے تجرّد کے روح پر غالب ہوگے اور
کیفیت تعلّق کی باوجود غلبہ تجرّد کے اُس روز کھل جاویگی اِسواسطے کہ دُنیا کا تعلّق تجرّد کے مغلوبیّت کا سبب ہی
اور عالم برزخ مین اسکے برعکس ہوگا یعنے تجرّد غالب اور تعلّق مغلوب ہوگا پس مُطّلع ہونا تعلّق کی
جامعیت پر اور تجرّد کے غلبے پر قیامت کے آنے سے پہلے کسی طرح ممکن نہین آب اِس جگہہ ایک سوال
جواب طلب باقی رہا وہ یہہ ہی کہ سورۂ تکاثر مین کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون واقع ہوا ہی
اور اِس سورت مین سیعلمون واقع ہی اور سوف تاخیر اور مہلت پر دلالت کرتاہی اور سین شتابی
اور جلدی پر آب اگر قیامت کے آنے کو قریب اعتبار کرین تو لفظ سوف کو سورۂ تکاثر مین کیون لائے اور اگر دور
اعتبار کرین تو اِس جگہہ حرف سین کے کیا معنے ہونگے جواب اس سوال کا یہہ ہی کہ سورۂ تکاثر مین
کفار مخاطب ہین اور اُن کے نزدیک قیامت بہُت دور ہی اِس واسطے اُس جگہہ اُن کے گمان کے مُوافق
خطاب فرمایا اور حرف سوف کا کہ دوری اور بُعد پر دلالت کرتاہی لائے اور اِس سورت مین ایمان والے
مخاطب ہین کہ قیامت کے آنے پر ایمان لائے ہین اور جو چیز یقیناً آنے والی ہی وہ بہت نزدیک ہی اسواسطے یہان
اُنکے یقین کے موافق خطاب فرمایا اور حرف سین کا جو نزدیکی پر دلالت کرتاہی لائے بموجب اِس
آیۃ کے انّہم یرونہ بعیدًا ونرٰہ قریبًا گویا کہ مومنون کو ارشاد ہوتاہی کہ یہ کافر عنقریب قیامت کے آنیکو
سب احوال اور واقعات کے ساتھ جان لینگے اور جب اِن سوالات بے فائدہ کی توبیخ اور تنبیہ سے فراغت
پائی تو اب اِستفہام تقریری کے طور سے کئی چیزون سے پوچھا جاتاہی اور اقرار کرایا جاتاہی اور وہ
سب نو چیزین ہین کہ عوام الناس کے ذہنون مین قرار و مدار دنیا کا اُن نو چیزون پر ہی اگر کوئی
اُن نو چیزون سے محروم رہے تو گویا وہ دنیا مین نہین ہی تو جو کوئی دنیا مین زندہ ہی ضرور ہی کہ
اِن نو چیزون مین شریک ہوگا اور باوجود اِن نو چیزون کی شرکت کے بالکل جدائی آدمیون کی آپس مین
حاصل نہین ہوسکتی پھر جدائی اور فرقت کا چاہنا اِن نو چیزون کی شرکت کے ساتھ ویسا ہی کہ جیسے ایک
گھر کے رہنے والے آدمی چاہین کہ سب کے سب کھانے اور پینے اور لباس اور گھر اور فرش اور سب

باتوں مین ملے رہین اِس طرح پر ایک دوسرے سے لگاؤ اور میل نرکھے کہ یہہ بات صریح تعنت ہی اور
دعویٰ بلا دلیل ہی اور اُسکا ہونا محال ہی بلکہ اجتماع ضدّین کا اِسمین لازم آتا ہی اَلَمْ نَجْعَلِ
الْاَرْضَ مِهٰدًا کیا ہمنے زمین کو فرش اور بچھونا تمھارے واسطے نہین بنا دیا کہ اُسپر رہا کرو اور کھیتی اور سوداگری
کیا کرو اور جینے اور مرنے مین تمھارے ٹھہراو کی جگہہ وہی ہی اور اِس بات مین نیک اور بد مسلمان
اور کافر سب شریک ہین کسی طرح جدائی نہین رکھتے اور قیامت کے دن چاہئے کہ نیکون کی جگہہ بہشت ہو اور
بدون کی جگہہ دوزخ ہو تا کہ جُدائی اور فرقا اچھی طرح سے ثابت ہووے جیسا کہ ایک جگہہ فرمایا ہی
ومن عمل صالحا فلانفسهم یمهدون اور دوسری جگہہ فرمایا لهم من جهنم مهاد وَالْجِبَالَ
اَوْتَادًا اور کیا ہمنے پہاڑون کو میخون کی مانند نہین کیا کہ اپنے بوجھ اور بھاری پن سے زمین کو ہوا سے
ہلنے نہین دیتے جس طرح میخین خیمون کو ہلنے نہین دیتین سو اِس منفعت مین بھی سب آدمی شریک ہین جدائی
اور فرق آپس مین نہین رکھتے اور قیامت کے سبب سے چاہئے کہ بہشتیون کے رہنے سہنے کی جگہہ بہشت
مین محل اور مکان سنہری جڑاؤ ہون اور دوزخیون کو دوزخ مین زنجیرین اور طوق لوہے کے بسبب گرمی کے
آگ کی مانند جلتے بھنتے رہین وَخَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجًا اور ہمنے تمکو جوڑے جوڑے نر اور مادہ پیدا
کیا تو آپس مین صحبت کرو اور نسل جاری ہووے اور نسبتین اور ناتے باپ بیٹے اور سُسر داماد کے
تمھارے آپس مین ثابت ہون اور بسبب اُسکے آپس مین اُلفت اور جمعیت اور معاونت اور مدد ایک
دوسرے سے حاصل ہو اور دنیا کی زندگانی رونق پکڑے آور یوم الفصل کو کہ قیامت کا دن ہی چاہئے کہ
یہہ علاقے بالکل نرہین اِسواسطے کہ ایک ناتے والے کا رنج تمام ناتے والون کے رنج کا باعث ہوتا ہی پھر اگر دنیا مین
کسی نیک شخص کے قرابت والے کو دُکھ دیوین تو اُس نیک کو رنج ہو تو گویا یہہ دونون اُس عذاب مین
شریک ہوئے اور اگر بدون کے اقربا پر انعام و بخشش کرین تو وہ نیک بدون کو بھی بسبب قرابت کے
اپنے ساتھ شریک کرینگے اور اگر ایسا نہو تو احسان قرابت کا اُن سے فوت ہو جاوے اور اُنکی
نیکی مین قصور پڑ جاوے اور اِس مین بخشش بدون پر لازم ہوتی ہی اور اختلاف جزا کا حاصل نہو تا بخلاف
یوم الفصل کے کہ اُسدن اِن ناتون رشتون کا نام نرہیگا اور بالکل یہہ علاقے ٹوٹ جاوینگے جیسا کہ

دوسری جگہہ فرمایاہی فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینهم اور دوسری جگہہ فرمایا ولایسئل حمیم حمیما وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور ہمنے دُنیا مین تمہاری نیند کو آرام وچین کا سبب اور کام سے فراعت کا باعث کیا ماندگی اور مشقت دور ہو اور خوشی اور تر و تازگی حاصل ہووے اور یوم الفصل کو چاہئے کہ نیند نہو اس واسطے کہ اگر آدمی نیک ہی اُسکو خوشی اور خرّمی کے سواے اور کچھ نہو گا جیسا کہ دوسری جگہہ بہشتیون کے حق مین فرمایاہی لا یمسهم فیها نصب ولا یمسهم فیها لغوب پھر حاجت نیند کی بھی نہوگی بلکہ اگر وہان نیند ہووے تو بڑے فائدے پہنچنے سے بے نصیب ہونے کا سبب ہووے اور ہمیشہ کے ثواب سے نقصان کا باعث ہووے۔ اور اگر آدمی بد ہی تو اسکو ہمیشگی کا رنج اور رلا اور فریاد اور شور رلا لازم ہی رنج اور عذاب سے اُسکو کب فرصت ہوگی کہ ایک دم آرام سے گذار اور وہان سواے صُراخ اور زفیر اور شہیق اور واویلا کے کچھ نہو گا جیسا کہ دوسری جگہہ ان معنون کو تصریح سے بیان فرمایاہی وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا اور ہم نے رات دنیا والون کے واسطے لباس اور پردہ بنایا کہ جو چیز چھپانے کے لایق ہی اُس مین کیا کرین جیسے صحبت داری عورتون سے اور مشورے پوشیدہ اور بھاگنا دشمنون سے اور چوری اور خیانت اور عیش و عشرت اور ناچ رنگ اور تہجد اور مُراقبہ اور سواے اُسکے فائدے کی بہت باتین ہین کہ تعلق پردہ پوشی اور چھپنے سے رکھتی ہین اسیواسطے کہاہی شاعر نے اللیل للعاشقین ستر ٭ یالیت اوقاته تدوم یعنے رات عاشقون کے واسطے پردہ پوش ہی کیا اچھا ہو تاکہ رات ہمیشہ رہتی اور قیامت کو چاہئے کہ احوال اُسکے ہر کسی خاص و عام پر ظاہر اور کھلے ہون چھپے اور پوشیدہ نہون وگرنہ عظمت اور بزرگی نیکون کی اور فضیحت اور رسوائی بدون کی ثابت نہووے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ عقد نکاح کی مجلس رات کو کرنا چاہئے یا دن کو آپ نے فرمایا رات کو اسواسطے کہ اللہ تعالی نے رات کو لباس فرمایاہی اور نکاح والی عورتون کو بھی لباس فرمایاہی هن لباس لکم اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے ساتھ پوری مناسبت ہی وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور ہمنے دن کو دنیا کے آدمیون کے واسطے روزی تلاش کرنے کا وقت کیا اور قیامت کے دن ہرگز تلاش نہوگی اس واسطے کہ نیکون کو آپہی آپ

نعمتین مہیا اور موجود ہونگی کیونکہ اگر انکو وہان بھی تلاش کرنا ضرور پڑے تو عین عذاب مین ہون اور بدون کو بھی وہان تلاش کرنا نہین ہی اسواسطے کہ اُن کے پیرون مین زنجیر اور گردن مین طوق پڑا ہوا ہی دوزخ کے نگہبانون کے ہاتھ مین گرفتار ہونگے اور بھوکھ اور پیاس کے عذاب مین بیقرار ہونگے تا پوری جدائی دونون فرقون کی معاش کے درمیان ظاہر ہووے اور دُنیا کی طرح ایکسان رنج اور گرفتاری مین نہون وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور ہم نے تمہارے اوپر سات طبقے سخت اور مضبوط بنائے کہ ہرگز کبھی پُرانے نہین ہوتے اور اُنمین سات ستارے پھرنے والے بنائے کہ اُنمین حرکتین ایک دوسرے کے مخالف کرتے ہین اور نئی نئی طرحین ظاہر کرتے ہین اور ہر ہر طرح مین ایک تاثیر ان سے ظاہر ہوتی ہی اور ہر مومن اور کافر اور نیک اور بد اُس تاثیر کے نفع اور نقصان مین شریک ہی قیامت کے دن کے برخلاف کہ وہان نیکون کو درجے جنت کے مانند چھت کے ہین اور روحین نورانی نبیون اور پیشوایون کی درجے بدرجے نیچے والون کے حق مین مدد فرماوینگی اور نیچے والے اُنکی امداد سے ترقی حاصل کرینگے اور بدونکو نیچے سے درکات دوزخ کے گھیرے ہوئے ہونگے اور روحین خبیث اور اُنکے پیشوا اپنی اندھیریون کی کیفیات سے اوپر والونکے عذاب کو دونا کرینگے وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا اور بنایا ہم نے دُنیا والون کے نفع کے واسطے ایک چراغ چمکتا ہوا تیز روشنی والا کہ آفتاب ہی اور گرمی اور روشنی اکٹھی اُس مین پائی جاتی ہی اور ہر کوئی شخص نیک ہو یا بد اُسکی روشنی اور حرارت سے نفع اور نقصان مین برابر ہین بخلاف قیامت کے دن کے کہ جمال الٰہی کی روشنی بہشت مین نیکون کو منوّر کریگی اور جلال الٰہی کی تجلی کہ حدیث مین اس معنے سے قدم کا لفظ آیا ہی دوزخیون کو سخت حرارت اور نہایت گرمی سے جلاویگی وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ اور ہم نے اُتارا ٹپکنے والے بادلون سے مَاءً ثَجَّاجًا پانی بہت بہنے والا لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا کہ ہم اُس پانی سے اناج نکالین کہ کھانا تمہارا ہووے وَنَبَاتًا اور بہت سا سبزہ گھاس کہ بعضے کو بھاجی بناتے اور بعضے کو مصالح کرتے ہو اور بعضے دانا اور چارا تمہارے جانورون کا ہوتا ہی تا اُس سے دودھ دہی گھی اور پنیر لیکے اپنے کام مین لاؤ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا اور گنجان درختون کے باغ تا تم کو میوہ کھانے اور لذّت اُٹھانے کے کام آوین اور اُن باغون کے میوون کو طرح طرح کی ترتیب دیکے مانند اچار

اور مربا

اور مربا اور سرکا اور رس اور شراب وغیرہ بنا کے کھاؤ اور اس منفعت مین تم سب نیک اور بد مسلمان اور کافر شریک ہو کسی طرح کی جدائی نہین ایسا نہین کہ پانی ایک جگہہ برسے اور دوسری جگہہ نہ برسے اور کھیتی ایک جگہہ پیدا ہووے اور دوسری جگہہ نہو اور باغ ایک جگہہ جمے اور دوسری جگہہ نہ جمے اور میوہ نہ لگے بخلاف دن قیامت کے کہ وہان نیکون کے عمل اور اعتقاد اور احوال درجے کاٹے ہوئے بدلیون کی مانند دودھ اور شہد اور شراب مزیدار اور پانی صاف برساوینگے اور اُس سے نہرین جاری ہونگی اور درخت بہشت کے اس پانی کی قوت سے اور پانی کی نہرون کی طراوت سے کہ انکی جڑون مین پہنچتی ہی لذت والے مزیدار میوے خود بخود دینگے اور جس وقت کوئی پھل کسی شاخ سے توڑ کے کھایا جاویگا تو اُسی وقت دوسرا میوہ ہوا کی تری و تازگی اور کمال نشو و نما کے سبب اُس جگہہ پیدا ہو جاویگا اور تلذذ اور میوہ دینا وہان کے درختون کا کدھی منقطع نہوگا اور بدون کے عمل اور اعتقاد اور برے خلق دھوئیں کی مانند اُٹھینگے اور چنگاریان برساوینگے اور اُن کے جسمون کو جلاوینگے جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا ہی وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ انطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ اور زقوم اور دوسرے درخت خاردار اور بدمزہ اور بری شکل کے پیدا ہونے کا سبب ہوگا تو اتفاق اور جدائی دونون فرقون کی گذران مین خوب طرح سے حاصل ہووےگی تو معلوم ہوا کہ یوم الفصل دنیا مین نہین ہوسکتا ہی اس واسطے کہ جدائی اور ملاپ آپس مین ایک دوسرے کی ضد ہین ایک جگہہ پا نہین سکتے تو قیامت کا دن ہونا باوجود ان چیزون کے باقی رہنے کہ اُنمین شراکت اور اتفاق واقع ہی تصور کر نہین سکتے بلکہ اس عالم کے خراب ہونے اور اس دنیا کے انعامات اور شراکت کے اصول و ارکان درہم برہم کرنے کے بعد البتہ اُسکی امید رکھی جائے اور قیامت کے آنے کا وقت اِس عالم کی خرابی کی شروع سے بوجھا چاہئے جیسا کہ فرمایا ہی اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ یعنے البتہ جدائی کا دن اور نیکون کا بدون سے امتیاز اور فرق کر دینا اور آپس مین نیکون کے مرتبے علٰحدہ کرنا اور بدون کے مرتبے ایک دوسرے سے علٰحدہ کرنا كَانَ مِيقَاتًا ہی ایک وقت ٹھہرایا گیا کہ اُس سے آگے پیچھے نہین ہوسکتا اور دنیا مین کافرون کے جلدی کرنے سے اُس وقت کے لانے مین جلدی نہین کرتے اس واسطے کہ اُس وقت کو کئی چیزین لازم ہین پہلے یہہ کہ روح کا تعلق بدن کے ساتھہ کہ اب حاصل ہی بعد جدا ہونیکے پھر ملے اسیواسطے عالم برزخ مین بھی یہہ امر ممکن نہین اس واسطے کہ وہان روح کو بدن سے ہرگز علاقہ نہین

قیامت کو کئی چیزین لازم ہین

اور روح کو پہلے بدن سے تعلق رکھنے کے سوائے اِس بدن کے کئے ہوئے کامون کی جزا اور سزا دیکھنا ممکن
نہین ہی اِسواسطے کہ روح کو بے تعلق بدن کے سیر تمام عالم کی کرنا مثل خیال کرنے کے ہی اور کچھ نہین مانند
ایک لکھنے والے کے کہ اُسکے ہاتھ کاٹ ڈالین اور وہ اپنی انگلیان ہلاوے اور اپنے خیال مین گویا لکھتا ہی
بس یہہ حقیقت مین کچھ لکھنا نہین خیال محض ہی دوسرے یہہ کہ روحین اور بدن سب تعلق مین جمع ہووین اِس
واسطے کہ فرق اور جدائی بدون جمع ہونے کے ممکن نہین مثلاً ایک گروہ کے ساتھہ ایک جگہہ پر ایک طرح کا معاملہ
کیا امتیاز اُس گروہ کا حاصل ہوگا جب تک کہ اور جماعتون کے ساتھہ اُسی جگہہ اُسی وقت دوسری
طرح کا معاملہ نکرین والا گمان اِس بات کا ہوتا ہی کہ شاید یہہ معاملہ بمقتضاے اُس وقت کے اِس
مکان مین ہوا اگر اور جماعتین اُس وقت اِس مکان مین ہوتین تو اُن کے ساتھہ بھی یہی معاملہ ہوتا جیسا کہ
دُنیا والے عزت اور ذلت اور رزق کی کشادگی اور تنگی کو زمانے کی گردش کے تقاضے سے سمجھتے ہین اور
اور اپنے دل کو سمجھاتے ہین کہ اگر اگلے اِس وقت مین ہوتے تو اِسی حالت مین گرفتار ہوتے اور اگر ارزانی کے
مُلکون کے رہنے والے قحط والے مُلکون مین ہوتے تو بھوکھ بھوکھ پکارتے اِس واسطے ضرور ہی کہ قیامت کا دن
نوع اِنسانی کی تمام ارواح اپنے بدن سے جدا ہونے کے بعد واقع ہووے تا ایک وقت مین ایک جگہہ پر
سب روحون کا اُنکے بدنون سے تعلق ہووے تیسرے یہہ کہ مُشترک نعمتین جو فقیر اور غنی مومن اور کافر نیکبخت
اور بدبخت نعمت والا اور عذاب والا تندرست اور بیمار کے درمیان دُنیا مین برابر ہین کچھ باقی نرہین
والا برابری اور شراکت لازم آتی ہی اور مقصود اصلی کہ تفرقہ اور امتیاز ہی حاصل نہو چوتھے یہہ کہ اِس
آسمان اور زمین کے بدلے ایک اور مکان چاہئے اور جب وہ مقام اور وہ جگہہ اِس عالم مین آسمان و
زمین کے نیچے چھپی ہوئی ہی تو اُسکے ظاہر کرنے مین آسمان و زمین کا نیست کرنا بھی ضرور رہا تا کہ نیکون کو
بہشت آسمان پر سے ظاہر ہووے اور بدونکو دوزخ زمین کے نیچے سے بھڑکے اِسیواسطے وہ روز نہ آویگا
مگر * يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ یعنے جس دن پھونکا جاوے صور اور یہان مراد دوسری بار کا صور
پھونکنا ہی کہ اُسی سے قیامت کے دن کی شروع ہی اور اُس پھونکنے کے سبب سے روحین ہر ہر فرد انسانی کی
اپنے اپنے بدنون سے ملکر ہر مذہب والا علحدہ علحدہ اُٹھیگا اور فرشتے تزک کی طرح سب آدمیون کے

علیحدہ علیحدہ جتھے کر دینگے جیسے یہود اور نصاریٰ اور مجوسی اور ہندو اور انکے سوا سب کی صفین جدا جدا ہونگی اور مسلمانون کی صف علیحدہ ہوگی پھر ہر پیغمبر کی امت علیحدہ اور ایک پیغمبر کی امت مین بھی ہر مذہب والا علیحدہ اور اسیطرح ہر عمل والا نیک ہو یا بد علیحدہ ہوگا جیسے نمازی علیحدہ اور روزہ دار علیحدہ اور حرام کار علیحدہ اور چور علیحدہ اور شرابی علیحدہ اسیطرح ہر خلق والا علیحدہ ہوگا جیسے متکبر اور بدخلق علیحدہ اور رحم دل اور محبت والے علیحدہ اسیطرح ہر رتبے والا علیحدہ ہوگا جیسے حمد کرنیوالے علیحدہ اور صبر کرنے والے علیحدہ اور شکر کرنے والے علیحدہ اور متوکل یعنے خدا پر بھروسا کرنیوالے علیحدہ کھڑے کئے جاوینگے بڑے لشکر کے رسالون اور پلٹنون کی مانند کہ پہلے امیرون کے سبب سے پہچانے جاتے ہین کہ یہہ لشکر فلانے امیر کا ہی پھر رسالہ دارون سے کہ یہہ رسالہ فلانے رسالدار کا ہی اور یہہ لوگ فلانے جمعدار کے ساتھ کے ہین پھر فرشتے ان سبکو اسی انتظام سے حشر کے میدان مین لیجاینگے فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا یعنے پھر آوگے تم سب غول غول اور فوج فوج ہوکر کہ ہرگز ایک گروہ کے لوگ دوسرے گروہ سے ملنے نہ پاوینگے اور ان معنون کو بہت آیتون اور حدیثون مین بیان فرمایا ہی انہین سے ایک یہہ آیت ہی وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۲۴ ج ۷ ع اور دوسری جگہہ فرمایا ہی وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ۲۰ ج ۲ ع اور سوا اسکے بہت سی آیتین ہین کہ ان سبکے ذکر کرنے مین کلام بڑھ جائیگا اور بعضی صحیح حدیثون مین نشان اور علامت ہر فوج کی بھی بیان فرمائی ہی جیسے دغابازون اور عہد شکنونکی مقعد پر ایک نشان یعنے جھنڈا ہوگا اس طرح سے کہ بڑے معاملے کے دغابازون پر بڑا جھنڈا اور چھوٹے مقدمے کے دغابازون پر چھوٹا جھنڈا اُسی مکان پر ہوے گا اور جنھون نے غنیمت کے مال مین دغابازی کی ہی اور کوئی چیز اپنے سردار کی بے خبری سے لے لی ہی وہ چیز اسکی گردن پر لدی ہوئی لاوینگے اگر اونٹ یا بکری یا گاے ہی تو وہ آواز کریگی اور اگر تھان یا کوئی کپڑا ہی تو پھریرے کی مانند اڑیگا اور شہیدون کو خون بھرا ہوا اٹھاوینگے اور انکی زخمون سے مشک کی بو آویگی اور رُلانیوالی عورتکا کرتا گندھک کا ہوگا اور بدن اسکا خارشتیون کا سا ہوگا اور بے احتیاج سوال کرنیوالے کا منہہ زخمی اور چھلا ہوا ہوگا علیٰ ہذا القیاس صحیح حدیثون مین تلاش کرنے سے اس طرح کی نشانیان بہت سی پائی جاتی ہین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مین معہ سند بیان کیا ہی اگرچہ سند اسکی

بہت معتبر نہین ہی اور روایتین اُسکی بہت مضبوط نہیں ہین وہ یہہ ہی کہ ایک روز صحابہ نے انحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے اِن فوجون کا حال جو اِس سورت مین مذکور ہی پوچھا تھا آپ نے فرمایا کہ دس فرقے اِس اُمّت سے
دس جتھے ہوکر آوینگے ایک فرقہ بندرون کی شکل ہوگا وہ چغل خور ہونگے دوسرا فرقہ سور کی شکل ہوگا وہ حرام خور
اور رشوت لینے والے ہونگے تیسرا فرقہ اوندھا یعنے سر نیچے اور پانون اوپر ہونگے اور فرشتے اُنکو مُنہہ کے بل کھینچینگے وہ
بیاج کھانے والے ہونگے چوتھا فرقہ اندھے ہونگے وہ قاضی اور مفتی ہونگے کہ ناحق حکم کرتے تھے اور جھوٹھا فتویٰ دیتے تھے
پانچوان فرقہ گونگے بہرے ہونگے وہ وہ لوگ ہونگے کہ اپنی عبادت اور بندگی پر گھمنڈ کرتے ہین اور اپنے برابر دوسرے کو
نہین جانتے چھٹا فرقہ زبانین اپنی چباوینگے اور اُنکی زبانین مُنہہ سے نکل نیچے اُنکی چھاتیون پر پڑی ہونگی اور لہو پانی
اور پیپ اُنکے مُنہہ سے بہتا ہوگا کہ سب محشر والے اُنکے دیکھنے سے کراہت کرینگے یہ لوگ عالم اور مشائخ ہونگے کہ
اُن کے عمل اُنکے قول کے مخالف ہونگے کہینگے کچھ اور کرینگے کچھ ساتوان فرقہ ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہونگے وہ وہ لوگ
ہونگے کہ بے زبان جانورون کو ایذا دیتے ہین اور ہمسایہ کو رنج دیتے ہین آٹھوان فرقہ آگ کی سولیون پر کھینچے ہونگے
وہ وہ لوگ ہونگے کہ لوگونکے بھید ظالم حاکمون سے ظاہر کرکے ایذا رسانی کرتے ہین نوان فرقہ وہ لوگ ہونگے
جنکی بدبو مردار سڑے ہوئے کی بدبو سے زیادہ ہوگی اور سب محشر والون کو اُس بدبو سے ایذا پہنچیگی وہ وہ لوگ
ہونگے کہ اپنی شہوتون اور دنیا کے مزون مین گرفتار رہے ہوئے ہونگے اور اپنے مال سے اللہ کا حق نہ دیا ہوگا اور وہ
مال اپنے جی کی خواہشون مین خرچ کیا ہوگا دسوان فرقہ وہ لوگ ہونگے کہ گندھک کے کُرتے پیرون تک اور اُنکے
بدنون پر چپکے ہوئے ہونگے یہ لوگ تکبر اور غرور کرنے والے ہونگے یہہ سب بدبخت اور گنہگار اِس امت کے
ہین لیکن ایماندار اور نیک بخت سو بعضے اُن مین سے چودھوین رات کے چاند کے مانند اور بعضے آسمان کے
ستارون کے جیسے چمکتے ہونگے اور بعضے نور کے منبرون پر بیٹھے ہونگے اور بعضے جڑاؤ کرسیون پر اور بعضے
مشک اور زعفران کے ٹیلون پر وعلیٰ ہذا القیاس وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ اور کھولا جاوے آسمان پھٹنے سے تا فرشتے
نامۂ اعمال لیکے اُترین اور اُن عملون کی صورتین کہ آسمان پر چڑھنے کے بعد پیدا ہوئی تھین ظاہر ہووین اور بہشت
کہ جائے قرار اُسکا ساتون آسمان کے اوپر ہی ظاہر ہووے گویا کہ آسمان مانند سرپوش کے خوان سے اٹھا
لیا ہی فَکَانَتْ اَبْوَابًا یعنے پھر ہو جاوے آسمان دروازے کہ اُسی راہ سے بہشت مین داخل ہونا ہوگا

ف بہشت ساتون آسمانون کے اوپر ہی

اور بعضے

اور نعمتین بہشت کی دیکھینگے وَسُیِّرَتِ الۡجِبَالُ اور چلائے جاوینگے پہاڑ کہ زمین کے میخون کے مانند تھے
فَکَانَتۡ سَرَابًا پھر ہو جاوین وہ پہاڑ جیسے اڑتی ریت کہ دور سے پانی کی طرح نظر آتی ہی اور حقیقت مین
ریت ہی اسیطرح سب پہاڑ چلنے کے وقت دور سے ایسے معلوم ہونگے کہ پہاڑ ہین اور حقیقت مین ٹکڑے ٹکڑے
ہوکر ریت کی مانند ہو چکے ہین جیسا کہ دوسری جگہہ فرمایا ہی وکانت الجبال کثیبا مہیلا ۲۹ ۱۴ اور دوسری
جگہہ فرمایا ہی وکانت ہباء منبثا ۲۷ ۱۴ اور جب زمین کی میخون کی یہہ حالت ہوگی تو زمین بطریق اولی
درہم برہم ہوگی اور ٹھکانا دوزخ کا کہ اُسکے نیچے تھا کھل جاویگا تا آسمان کی جگہہ بہشت ٹھہرے اور زمین کی جگہہ دوزخ
اور جدائی نیکون اور بدون مین اور تابعدار اور نافرمانون مین ثابت ہوا اور جب آسمان اور زمین بیچ سے اُٹھ گئے
تو سورج اور برسات اور دوسری نعمتین کہ کافر اور مسلمان اُسمین شریک ہین سب فنا ہو جاوینگی اور کسی طرح شرکت
اور برابری نیکون اور بدون مین نرہیگی اس واسطے کہ نیکون کی جگہہ اور ٹھہری اور بدون کی جگہہ دوسری ٹھہری اِنَّ
جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادًا بے شک دوزخ ہی تاک مین اور مکان دھر پکڑ کا کہ اُسکے کنارے پر فرشتے گرز
اور زنجیر اور طوق آگ کے لئے ہوئے کھڑے ہونگے اور دوزخیون کو پکڑ کے لیجاوینگے لِلطَّاغِينَ مَآبًا
شریرون کا ٹھکانا اور مسلمانون اور نیکو کارون کو سوائے اُس پر گذرنے کے اور اُسکے دیکھنے کے خوف کے اور
کوئی رنج اور اذیت نپہنچیگی بعضے اُنسے بجلی کی طرح تڑپ کے اُس پل سے پار ہو کر بہشت مین پہنچیگے اور بعضے آندھی کی
طرح اور بعضے دوڑتے گھوڑے کی طرح اور علی ہذا القیاس یہان تک کہ ادنی سے ادنی مسلمان کہ بہت
گناہون مین آلودہ ہوگا گرتے پڑتے سات ہزار برس مین اُس پل پر سے پار ہوگا اور حضرت فضیل
ابن عیاض رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہی کہ مسافت پل صراط کی تین ہزار برس کی راہ ہی بال سے زیادہ
باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہی ہزار برس چڑھاؤ اور ہزار برس اُتار اور ہزار برس برابر کی راہ ہی یہہ سب
ایماندارون کا حال ہی اور کافر دوزخ کے موکلون کے ہاتھ مین گرفتار ہو کر دوزخ مین ڈالے جاوینگے لَّابِثِينَ
فِيهَآ أَحۡقَابًا رہینگے اُسی دوزخ مین بے شمار قرنون اور ہلال ہجری سے منقول ہی کہ اُنھون نے حضرت علی کرم اللہ
وجہہ سے حقبے کے معنے پوچھے تھے سو آپ نے فرمایا کہ حقبہ ستر ہزار برس کا ہوتا ہی اور برس بارہ مہینے کا
اور مہینا تیس دن کا اور ایک ایک دن دنیا کے برس کے برابر ہ اور یہان مراد ہی بے شمار مدت سے اور بعضے

نادان اس آیت میں فہم کی غلطی سے کہتے ہیں کہ اس آیت سے دوام اور ہمیشگی بوجھی نہیں جاتی جیسا کہ اور
آیتوں سے معلوم ہوتا ہی اور حال یہہ ہی کہ اس آیت میں احقاب کی تعیین نہیں فرمائی ہی تا کہ عذاب کا منقطع ہونا
معلوم ہووے بلکہ کثرت سے ہی بوجھا جاتا ہی کہ احقاب غیر متناہیہ مراد ہیں اوران نادانوں کو اس بات کا
شبہہ ہوا کہ جو حقبہ کی مدت معین ہی تو احقاب بھی معین ٹھہرے اور یہہ نہیں بوجھتے ہیں کہ ایک حقبہ کی مدت کا
معلوم ہونا احقاب کی مدت معلوم ہونے کا سبب نہیں ہوسکتا ہی اور بعضے مفسروں نے کہا ہی کہ اس آیت میں
دوزخیوں کے دوزخ میں ٹھہرنے کی مدت کا بیان کرنا منظور نہیں بلکہ منظور یہہ ہی کہ دوزخیوں کے ٹھہرنے کی مدت
دوزخ میں جگون سے اندازہ کیا چاہئے قرنوں اور برسوں اور مہینوں اور دنوں اور ساعتوں سے اسواسطے
کہ اگر مدت کسی چیز کی کم ہوتی ہی تو ساعتوں سے گنتے ہیں اور اس سے زیادہ ہو تو دنوں سے اور جو اس سے بھی
زیادہ ہو تو مہینوں سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہووے تو برسوں سے اور اس سے بھی زیادہ ہو تو قرنوں سے
گنتے ہیں اور جو شمار میں نہ آسکے تو جگون سے بولتے ہیں جس طرح تھوڑے مال کو روپیوں سے شمار کرتے ہیں
اور جو کچھ زیادہ ہو تو پچون اور دہون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو سیکڑوں سے اور اس سے بھی
زیادہ ہو تو ہزاروں سے اور جو شمار میں نہ آسکتا ہو تو لاکھوں اور کروڑوں سے تعبیر کرتے ہیں اور قرا ایک
بڑے عالم کا نام ہی اُسنے کہا ہی کہ لفظ احقاب کی اُس صفت کے ساتھ موصوف ہی جو آگے آتی ہی
یعنے لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا یعنے وہاں کچھ مزہ ٹھنڈھک کا نہ چکھینگے اور نہ کچھ پینے کو ملیگا
جو کچھ بھی سرد ہو لسے باہر کے بدن کو اور سرد پینے سے اندر کے بدن کو تھوڑی تخفیف اُس جلنے کے
عذاب سے حاصل ہووے جیسا کہ دنیا میں تپ والے کو ایسی چیزوں سے تخفیف ہوتی ہی تو گویا یوں ارشاد
ہوا کہ اتنی مدت دراز میں سردی کے نام سے واقف نہونگے بعد اُسکے انکو زمہریر کے طبقے میں لیجاوینگے
اور سردی کے عذاب میں گرفتار کرینگے یہانتک کہ انکی رگیں اور پٹھے سردی کی زیادتی سے جم جاوینگے
پھر دوزخ کی آگ میں ڈالینگے اور جتنی مدت کا پہلے ذکر ہوچکا اتنی مدت اُسی طرح جلاوینگے اسیطرح ابدالآباد عذاب میں
رہینگے کبھی گرمی میں کبھی سردی میں اور جو اس آیت میں حکم ہوا کہ اتنی مدت دوزخ میں کچھ پینے کی چیز نہ چکھینگے اور
حال یہہ کہ دوسری جگہہ فرمایا ہی لهم شراب من حميم ٧ ج ١٤ ع اسیواسطے اس جگہہ بطور استثنا کے

فرمایا اِلَّا حَمِیۡمًا مگر پانی گرم کھولتا ہوا کہ اُنکی انتڑیان کاٹ ڈالیگا اور اندر کی گرمی دونی چوگنی کر دیگا
تخفیف کا تو کیا ذِکر ہی وَّ غَسَّاقًا اور پیپ اور زرد پانی کہ دوزخیوں کے ہر ہر جلے ہوئے بندون
سے نِکلکے گڑھون مین جمع ہوگا اور پیاس کی نہایت بیقراری سے اُسکو پانی سمجھ کر پی جاوینگے
اور وہ انکے اندر کو ایسی بُری طرح سے خراب کر دیگا کہ اُسکا زہر تمام بدن مین پھیل جاویگا اور اگر
دوزخیون کے دوزخ مین رہنے کی مدت دور و دراز سُنکر کسی کے دِل مین شُبہ آوے کہ کافرون نے
کفر اور گُناہ دُنیا مین تھوڑے دِنون کیا تھا یعنے عُمر بھر کہ وہ مدت مقرر ہی اور اُسکے عوض مین ہمیشگی کے
عذاب کی سزا دینا ظلم صریح ہی اُسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ تمھاری غلط فہمی ہی بلکہ تجویز کرنا ہمیشگی کے
عذاب کا اُنکے واسطے عین اِنصاف ہی اور اِس عذاب مین جزا نہ دیجاویگی مگر جَزَآءً وِّفَاقًا یعنے بدلا پورا
مُوافِق اُنکے عملون کے نہ زیادہ اُس سے اِسواسطے کہ بعد تأمل اور غور کرنے کے معلوم ہوتا ہی کہ عمل اُنکے
بھی اَبدی اور غیر متناہی تھے اِسواسطے کہ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا لَا يَرۡجُوۡنَ حِسَابًا وہ ہرگز حساب کی
توقع نرکھتے تھے اور جب اُمید حساب کی نہ تھی تو اُنکے کامون کا موقوف ہونا لاچاری سے اور اِس
بات کے گم ہونے سے تھا نہ عذاب الٰہی کے خوف سے اور ثواب نہ مِلنے کے سبب سے اِسواسطے کہ یہ
دونون باتین حساب کی توقع کی صورت مین ہوتی ہین اور اُنکے عمل نہ کرنے کی وہ مثل ہی کہ عصمت
بی بی از بے چادری اور اُنکے دِلون مین محبت گُناہ کی ایسی کھبی تھی کہ اُنکی روحون کی رگ و ریشون
مین رِل گئی تھی اور ایک خاص طبیعت کا حکم پیدا کیا تھا اور روح تو ابدی ہی ہمیشہ رہیگی اور اُسمین
خاص طبیعت کا حکم اُس سے جدا ہونا محال ہی تو وہ خاص طبیعتین بھی جب تک روح ہی اُسکے ساتھ
ہین اور سبب اُسکے عذاب کا اور جب سبب ہمیشہ رہا تو مسبب کے پائے جانے مین کیا تعجب ہی اور بھی یہہ
بے اعتمادی حساب آخرت سے عمل جوارح پر کفایت نکی تھی بلکہ وہ عمل کہ اُنکی روح کی ذات سے
تعلق رکھتے تھے اور ہرگز اسباب اور جوارح کو اسمین دخل نہ تھا اُنسے صادر ہوئے تھے تو وہ فعل
ہمیشہ روح کے ساتھ ہین اِسواسطے کہ یہ کفر کرتے تھے وَّكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا اور جھٹلائین ہماری
آیتین جو جزا اور حساب کے ہونے پر دلالت کرتی تھین كِذَّابًا مکرر کر کے اُنکے دِلون مین اُنکے سچے

ہونے کا کمان بھی نہ تھا اور اِس طرح کا مکُر جانا کام روح کا ہی نہ بدن کا تو بعد جدا ہونے روح کے بدن
سے برزخ مین اور پھر بعد ملنے روح کے بدن سے عالم حشر و نشر مین ہمیشہ وہی انکار باقی ہی مانند بدمزاجی
سخت کے کہ دمبدم سبب رنج کا ہوتا ہی اِسیطرح یہہ انکار بھی دمبدم زیاتی عذاب کا سبب ہوگا اور
پھر اگر کسی کی خاطر مین شبہہ گذرے کہ گناہوں کی محبت اور آیتون کا انکار اور دوسرے روح کے برے عمل اسطرح کے
تھے کہ کسی پر ظاہر ہوتے پھر اُسکے بدلے مین اِس طرح کا عذاب کرنا ظاہر مین کہان سے درست ہوگا اور
جب تک گناہ ظاہر مین ثابت ہو مواخذہ اور پکڑ اُس پر درست نہین ہی اور جو اُن لوگون کے گناہ آدمیون کے
سامنے ظاہر ہوتے تھے ہی عمل بدن کے تھے کہ بسبب جدا ہونے روح کے بدن سے موقوف ہووے اِس
شبہہ کا جواب یہہ ہی کہ برائی کا حال حاکم کو معلوم ہونا ضرور ہی کسی کو معلوم ہو یا نہو اور اُنکے اعمال
روحیہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی بلکہ اُنکے خفیہ نویس یعنے کراما کاتبین نے بھی لکھ رکھا ہی اور قول اور فعل
اُنکے بھی اُسپر دلالت کرتے ہین وَكُلَّ شَيْءٍ اور ہر چیز بدن اور روح کے عملون سے اور وہ قول اور فعل
کہ اُن پر دلالت کرنے تھے أَحْصَيْنَاهُ ہم نے انکو گن رکھے ہین اور ہم نے فقط اپنی گنتی پر اعتماد نہین کیا
بلکہ كِتَابًا یعنے لکھ کر تا قیامت کے کارکنون کو ہر وقت یاد رہے اور عمل غیر متناہی کی جزا بھی غیر متناہی
چاہئے فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا اب چکھو کہ ہم نہ بڑھاتے جاوینگے تم پر مگر مارا اور عذاب
کرنا بخلاف ایماندار گناہگارون کے کہ انکا عذاب صرف اعضا کے عملون پر ہوگا اور موقوف ہو جاویگا اِسواسطے
کہ اُنکی روحین ایمان کے سبب بدی سے پاک تھین یعنے بدی نرکھتی تھین اور تنبیہ الغافلین مین لکھا ہی کہ جب
دوزخی بہت پیاسے ہونگے اور پانی مانگینگے تو ایک سیاہ بادل پیدا ہوگا اور اُس سے سانپ اور بچھو بختی
اونٹون کی گردنون کے جیسے برسینگے اور انکو پھاڑ پھاڑ کھاوینگے اور انکا زہر ایسا ہوگا کہ ہزار
سال تک اُسکی تاثیر انکے بدنون سے نجاویگی اور یہی معنے ہین اِس آیت کے کہ زدناهم عذابا فوق
العذاب ۱۴ج ۱۸ع اور اِس آیت مین بھی کہ فذوقوا فلن نزیدکم الا عذابا اور اِس جگہہ ایک
شبہہ اکثر آدمیونکی خاطر مین گذرتا ہی وہ یہہ ہی کہ جو چیز مخالف مزاج کے ہو تو دوام اور ہمیشگی کے سبب
سے اُسکی تاثیر معلوم نہین ہوتی اور کچھ رنج اور دکھ نہین ہوتا جس طرح دق والے کو گرمی سے کچھ ایذا

نہین

نہین ہوتی ہی اِسکا جواب یہہ ہی کہ اِس طرح کا معلوم نہونا بدمزاجی متفق کی صورت مین ہی نہ بدمزاجی مختلف مین اور دوزخ والون کو طرح طرح کے عذاب سے دُکھ دیوینگے اور ہر قسم کے عذاب کو وہ لوگ قوت سے دریافت کرینگے جیسا کہ اِس آیت سے معلوم ہوتا ہی اور دوسرا جواب یہہ بھی ہی کہ دریافت کرنے کا واسطہ آدمی کے بدن مین جلد ہی یعنے بدنکی چمڑی اور دوزخیون کی جلد جلنے کے بعد پھر نئے سرے سے پیدا ہوگی اور اُس جلد کی دریافت کی قوت تازگی کے سبب سے بہت قوی ہوگی جیسا کہ جب زخم پر نئی کھال جمتی ہی تو اُسکی دریافت کی قوت قوی ہوتی ہی اور ادنی سے ادنی سردی اور گرمی اس سے معلوم ہوجاتی ہی اور دوزخیون کے عذاب کی زیادتی کا سبب ایک یہہ بھی ہوگا کہ اُنکے مخالف اور دشمن طرح طرح کی نعمتون سے نوازے جاوینگے جیسا کہ فرمایا ہی اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا بے شک ڈرنے والون کو مراد ملنی ہی اور اُنکا مرتبہ بے حکمون نافرمانون کے مرتبہ سے جُدا اور ممتاز ہی حَدَآئِقَ باغ ہین میوون سے بھرے اور گرداگرد اُن باغون کے دیوار ہی محافظت کے واسطے اور حدیقہ عرب کی لُغت مین اُسی باغ کو کہتے ہین جسکے چارون طرف دیوار ہو وَّاَعْنَابًا اور انگور بہت ٹٹیون سے لگی ہوئی اور یہہ باغ دوزخیون پر مانند دوسری دیوار کے ہوگا اور جو انگورون کی ٹٹیان مکان جیسے ہوتی ہین کہ اُسکے سایے مین بیٹھتے ہین اور مانند چھت کے اُسکو بناتے ہین اور ایک طرح سے وہ درخت ہین کہ مقصود اُس سے میوہ کھانا ہی اسیواسطے اِسکو خاص کرکے ذکر کیا والا یہہ بھی بعضے سب میوون مین داخل ہی کہ حدائق کی لفظ اُن سبکو شامل ہی تو گویا ارشاد ہوتا ہی کہ اُن باغون مین سایہ بان انگور کے ٹٹیون کے ہونگے بجاے بارہ دری اور بنگلے کے وَّكَوَاعِبَ اور نوجوان عورتین اَن بیاہی کہ اُنکی چھاتیان اُٹھی ہوئی سخت ہونگی بلوغت کے حد کو پہنچی ہوئی یہہ اسواسطے کہ سیر باغ و بہار کی بے یارون اور خوبصورت آشناؤن کے اور بغیر پونٹا کے بے لُطف اور بے مزہ ہی اَتْرَابًا یعنے وہ سب عورتین ہم سن ایک عمر کی ہونگی اور پرہیزگارون کی عمر کے برابر اسواسطے کہ سبکی روحون کا بدن سے ملنا ایک ہی وقت مین ہوگا وہ وقت جب دوسرے مرتبے صور پھونکا جاویگا کہ صور کے پھونکنے کے ساتھہ ہی سب روحین اپنے اپنے بدن سے مل جاوینگی تو گویا ایک ہی وقت کے سب پیدا ہوئے جیسا دوسری جگہہ فرمایا ہی انا انشانا ھن انشاء فجعلنا ھن ابکارا



عرباً اتراباً لاصحاب الیمین ۲۷ ج ۴ ع اور یے عورتین دنیا کی ہونگی کہ منقبون کو ہمجنسی کے سبب اُنکی
صحبت سے محبّت اور خوشی خاطر خواہ حاصل ہوگی اور اُنکا ہم عمر ہونا اُلفت اور محبّت کا زیادہ تر سبب ہوگا اور
یہی سبب ہی بوڑھون کو جوانون کی صحبت سے اور جوانون کو بوڑھون کی صحبت سے نفرت ہوتی ہی آور اکثر
تفسیرون مین مذکور ہی کہ بہشت مین مرد اور عورتین تینتیس ۳۳ سال کی ہونگی اسواسطے کہ کمال ہر قوت کا اور
خوشی اُسی عمر مین زیادہ ہوتی ہی وآلا پیدایش اُنکی دوسرے صور پھونکنے کے وقت ہوگی اور اُس وقت سے
بہشتین داخل ہونے تک مدت بہت ہی آور جو بعضی روایتون مین آیا ہی جیساکہ تفسیر زاہدی اور
تفسیر واحدی مین مذکور ہی کہ عورتین سترہ اٹھارہ برس کی عمر کی ہونگی اور مرد تینتیس ۳۳ برس کی عمر کے
ہونگے اُسکا مطلب یہہ ہی کہ عورتونکی صورت اور جوڑ بند جنّت مین دُنیا کی عورتون کے موافق ہونگے اِس
واسطے کہ عورتون مین خوبصورتی کا کمال اسی عمر مین ہوتا ہی اور اُسکے بعد نقصان شروع ہوتا ہی اور
چھاتیان جننے اور دودھ پلانے کے سبب ڈھل جاتی ہین اور اُنکی مزاج یعنے زنانہ مزاج کہ نہایت تر ہی
اسوقت مین خشکی کے سبب اِعتدال پر ہو جاتا ہی اور بدن کا سُڈول خوش تختی ہونا اور سادہ
پن اور ناسمجھ ہونا کہ مجنّون اور معشوقون مین مرغوب ہی اس عمر مین بہت ہوتا ہی بخلاف مردون کے کہ
کامل ہونا عقل کا اور ہر کام مین آزمودہ کار ہونا مردون مین بہتر اور پسندیدہ ہی مانند میوے کے کہ
پکا ہوا میوہ بہتر ہوتا ہی کچّے سے اور عورتین مانند اُس میوے کی ہین کہ کچّا اُسکا بہتر اور مزیدار ہوتا ہی پکے
میوے سے جیسے ککڑی کھیرا وَ کَاْسًا اور پیالے شراب کے دِھَاقًا بھرے چھلکتے ہوئے ایک پر ایک
دئے گئے آور دِہاق کی لغظ سے عرب کی اِستعمال کے موافق دونون باتین بوجھی جاتی ہین بھرا ہونا اور
پے در پے دینا اور پرہیزگارونکو شراب پلانا خوشی اور مزے کی زیادتی کے واسطے ہوگا اسواسطے
کہ شراب پینے سے ایسی سُبکروحی اور خوشی اُنکو حاصل ہوگی کہ بے باک اور بیحجاب ہوکے عورتون سے
مزیداریان کرینگے اور باغون کی سیر کا لطف بخوبی پاوینگے اور تمکین اور وقار اِن مزیداریون کے حاصل
کرنے مین کچھ مانع نہوگا جیساکہ دُنیا مین محبّت اِلٰہی کی شراب سے مست ہوکے احوال اور مقامات اور
انکا رلوامع و طوالع و وارِدات کے باغون سے پھل اور لذّتین حاصل کی تھین لیکن وہان کی شراب مین

بہشتیون کی عمر کا بیان

کہ صحبت

کر صحبت الٰہی کے معنون کی تمثال ہی کوئی فساد کی بات اور کچھ برائی نہوگی جیسے دُنیا کی شراب
مین ہوتی ہی اسیواسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہی کہ بہشت کی چیزون کے
نام دُنیا کی چیزون کے مانند ہونگے اور حقیقتین سب کی مختلف ہونگی اسواسطے کہ دُنیا کی چیزون کا خاصہ موادِ
عنصریہ کثیفہ مین صورت نوعیہ کے درآنے سے ہوتا ہی اور بہشت کی چیزون کا خاصہ اسماءِ الٰہیہ اور حقائقِ
قدسیہ کی تجلیات کی تاثیر سے کہ مادہ لطیفہ مثالیہ مین حاصل ہوگی پایا جائگا ہرچند دُنیا اور آخرت مین
اسماءِ الٰہیہ اور ظہور تاثیرات اُن اسماکے غلبے کے بوا کوئی دوسرا سبب نہین ہی لیکن کمال ظہور اور
طہارت نشاط اور لطافت مواد کے لحاظ سے اور ناپاکی برائیون کے دور ہونے سے دونون کے درمیان مین
تفاوت آسمان اور زمین کا ہی وہ آگ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکی روشنی طور پر دیکھی تھی
اُسکو چقماق کی آگ سے کہ گدھے اور گاے کی لید سے حاصل ہوتی ہی کیا نسبت ولنعم ما قیل یعنے کیا اچھی
بات ہی کسی شاعر کی ٭ ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد ٭ گر فرق مراتب نکنی زندیقی ٭ ہر مرتبے کو ہستی کے
ایک حکم ورہی ہی اُسمین جدائی جو نکرے وہ بے دستور ہی بس بہشت مین شراب کی مجلس ایسی برائیون سے پاک ہوگی
کہ ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا﴾ یعنے اُس شراب کے پینے مین نہ بیہودہ بات سُنینگے
اور نہ جھوٹھ تو لڑائی اور گالی اور بدزبانی اور بک بک بے فائدہ کا کیا ذکر ہی جس طرح انکی مجلس
دُنیا مین بھی ایسی نکمی باتون سے پاک تھی اور جھوٹھ اور ٹھٹھے بازی اور مسخرگی اور عیب گیری انکی
صحبت مین دخل نرکھتی تھی اسی طرح بہشت مین بھی ہوگی اور یہ نعمتین اور لذتین کہ وہان اُنکو حاصل
ہونگی اِس طور پر نہین ہین کہ اُس عالم کی آب وہوا کے تقاضے سے ہوئی ہون جیسا کہ دُنیا مین ولایتون کے
اختلاف سے سردی اور گرمی اور قحط اور ارزانی ہوا کرتی ہی بلکہ یہ چیزین اُنکو ملینگے ﴿جَزَاءً مِّن
رَّبِّكَ﴾ ٭ بدلا تیرے پروردگار کی طرف سے کہ کامل ہی اور کامل جو دیگا تو پورا دیگا اور اگر
کسی کے دل مین گذرے کہ بدلے مین دو چیز کا لحاظ ضرور ہوتا ہی ایک مرتبہ دینے والے کا دوسرے
قدر اُس کام کی جسکے عوض مین یہہ دیا ہی اور یہان ہرچند کہ جزا دینے والا نہایت اعلیٰ مرتبے کا ہی
لیکن اُنکے کام سب مل کے اِسقدر کامل نہین رکھتے ہین اُسکے جواب مین کہینگے کہ یہ نعمتین اور لذتین حقیقت مین

جزا نہین ہین بلکہ عَطَآءً بخشش اور انعام ہی لیکن بخشش اور انعام ابتدائی نہین بلکہ حِسَابًا موافق اُنکے عملون کے دیا ہی نہ عمل کے اندازے پر مثلاً جیسے کسی بادشاہ کو انعام اور بخشش اپنے نوکرونکو دینا منظور ہو تو حکم دے کہ جو ہماری جلو مین حاضر رہتے ہین اُنکو اتنا دو اور جو فلانے قلعے پر متعین ہی اُسکو اتنا دو اور جو فلانی خدمت پر مقرر ہی اُسکو اتنا دو تو ایسی جگہہ انعام کی تقسیم مین لحاظ کام کا اور انعام دینے والے کے قدر کا نہین ہوتا ہی بلکہ فقط کام والونکے شمار کے نشان اور پہچان کے واسطے ہی اور بس لیکن جو انعام او بخشش کو عملون پر مقرر فرمایا ہی اسواسطے جزا کے ساتھہ بہت مشابہت پیدا کی اور اسی سبب سے اسکا نام جزا رکھا ہی اور بھی جو یہہ جزا دینے والا ایسا شخص ہی جسکی صفت یہہ ہی رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا پروردگار آسمان اور زمین کا اور جو کچھہ اُن دونون کے درمیان مین ہی اور آسمان اور زمین پر اور جو کچھہ اُنکے درمیان مین ہی اُس سب پر بخشش اور انعام ابتدائی بدون تکلیف اور بے اگلے وعدہ اور بے مستحق ہونے کے نہایت اعلیٰ مرتبے پر کیا ہی تو یہہ انعام اور بخشش اپنی ان لوگون کے حق مین جو تھوڑی سی لیاقت بھی رکھتے ہین اور وعدہ بھی اُن سے ہوا ہی اور مکلف بھی ہین کس طرح پوری نہ کرے اسیواسطے اُسکا نام یہہ ہی اَلرَّحْمٰنِ یعنے بخشنے والا مطلق اور جو یہہ نام رکھتا ہی سبے وعدہ ہزارون احسان کرتا ہی تو جس سے وعدہ کیا ہو کیون کر نہ پورا کریگا لیکن باوجود اُسکی ایسی رحمت کے کہ ماباپ سے زیادہ اپنے فرمان بردار بندون پر شفیق اور مہربان ہی بزرگی اور جلال بھی اُسکا نہایت مرتبہ اعلیٰ پر ہی یہان تک کہ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ قدرت نرکھینگے اُس سے باوجود اس قدر توجہ اور عنایت اور نزدیکی اور مرتبے کے خِطَابًا بات کہنے کی بدون وسیلے کے اپنے مقدمے مین یا کسی کی شفاعت مین قریب ہو یا اپنا آشنا ہو اور یہہ عظمت اور بزرگی ہرچند کہ اُسکی ذات کو لازم ہی لیکن ظہور کامل اُسکا نہو گا مگر يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ جس دن کھڑی ہووےگی روح اور روح نام ہی ایک لطیفہ دراکہ منبسطہ کا کہ ہر مخلوق کو دی ہی آسمان ہو یا زمین پہاڑ ہو یا دریا درخت ہو یا پتھر اور اسی کو دوسری جگہہ پر مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ کر کے تعبیر فرمایا ہی جیسا کہ سورۂ یٰس کے اخیر مین ہی اور اُنہی لطیفہ دراکہ کے سبب ہر مخلوق کو اپنے پروردگار کی تسبیح اور عبادت میسر ہی وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ١٥ اج ٥ع كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ١٨ اج ١٣ع

روح کا احوال

اور حقیقت

اور حقیقت مین وہ لطیفہ ایک جوہر ہی نورانی کہ جواہر اور اعراض سے تعلق رکھتا ہی اور انہی جواہر روحانی کے سبب سے قرآن کی سورتین اور نیک عمل جیسے نماز اور روزہ اور کعبہ معظمہ عالم برزخ مین اور قیامت مین شفاعت کرینگے اور گواہی دینگے اور آسمان اور زمین اور دن اور رات سب گواہ ہونگے اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ موذنون کے واسطے ہر پتھر اور ڈھیلا اور درخت اور لکڑی جہان تک اذان کی آواز پہنچتی ہی قیامت کے دن گواہی دیگا اور اُسدن وہ جوہر نورانی اپنے اپنے مناسب شکلین پکڑکے حشر کے میدان مین کھڑے ہونگے اور گواہی دینے مین اور شفاعت کرنے مین مشغول ہونگے اور فرق آدمیون اور جاندارونکی روحونکے تعلق مین اور دوسری مخلوقات کی روحون کے تعلق مین یہہ ہی کہ تعلق پہلا دائمی ہی اور حلول سریانی سے مشابہت رکھتا ہی جو سب قواے طبیعیہ اور نباتیہ اور حیوانیہ مین درآکے اپنے حکم کا تابع کیا ہی اور دوسرا تعلق دائمی نہین ہی اور حلول طریانی سے مشابہ ہی اسیواسطے دنیا مین بھی بعضے وقت اثر اُس تعلق کا ظاہر ہوتا ہی اور پتھر اور درخت نبیون سے کلام کرتے ہین اور اُنکے حکم پر کام کرتے ہین اور اُنکو سلام کرتے ہین اور قیامت کے نزدیک یہہ تعلق بھی نزدیک ہیئنگی کے اور سریانی کے ہو جایگا اور یہی سبب ہی جو احادیث مین آیا ہی کہ قیامت کے نزدیک ایسے ایسے عجائبات بہت پائے جاوینگے اور اُسکا بھید یہہ ہی کہ اِس تعلق کے اثر کا ظہور ایسے وقت مین ہوتا ہی کہ حکم روحانی غالب ہو جاوین تو قیامت کے قریب کہ احکام روحی غلبے کا وقت ہی زیادہ تر ظاہر ہونگے اور نبیون اور ولیون کی ہمت سے اُنکے سامنے بھی روحیہ کے حکم غالب ہوتے ہین اور دوسرے مفسّرون نے روح کی تفسیر مین باتین مختلفہ لکھی ہین لیکن حق بات یہہ ہی جو اِس جگہہ مذکور ہوئی وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا اور کھڑے ہووین فرشتے ساتون آسمان اور زمین کے صفین باندھکر تا اُسدن کے کامون کے جاری کرنے مین جیسے جزا اور سزا دینا اور عملون کو تولنا اور نامۂ اعمال کو دکھلانا اور پل پر صراط سے اُتارنا اور سوال کے اور کامون مین مستعد اور تیار رہین لَا يَتَكَلَّمُونَ اس وقت مین بات نکرینگے بلکہ دم نمارینگے اگرچہ وقت شفاعت اور شہادت کا ہی اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر جسکو پروانگی دی رحمن نے اور حکم ہووے کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو یا گواہی دو اور یہہ حکم رحمت کے تقاضے سے ہوگا اس شخص کے حق مین وَقَالَ صَوَابًا اور کہیگا وہ شخص بات سچی اور خلاف قاعدہ کے عرض نکریگا مثلاً کافر اور بدعقیدون کے واسطے شفاعت نکریگا بلکہ جو شخص ایمان کے سبب سے لائق بخشش کے ہوگا اُسکے گناہ کی بخشش طلب کریگا اور اسیطرح

شہادت مین احتیاط کریگا کم و زیادہ نہ کہیگا اسواسطے کہ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ وہ دن حق کا دن ہی
جھوٹھہ اور نکمّی بات اُسدن پیش نجاویگی اور سرسبز ہو ویگی دُنیا کے دِنون کے برخلاف کہ یہان
سچ اور جھوٹھہ اور بھلائی و برائی سب ملی ہوئی ہی کچھ فرق نہین ہی اور ان معنون کا بھی احتمال ہوسکتا ہی
کہ وہ روز وہ ہی کہ جُدائی اور تفرقہ نیکون اور بدون مین اور امتیاز کرنا مُسلمان اور کافرین حق اُسدن کا
ہی اور وہ دِن اِسی کام کے قابل ہی نہ مانند دُنیا کے دِنون کے کہ فریب اور دغا اور برابری نیک و بد کی
اور شریک ہونا فرمانبردار اور گنہگار کا یہان سب جاری ہی فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا
پھر جو چاہے بنالیوے اپنے پروردگار کے یہان ٹھکانا کہ اُسدن اسکو امتیاز ہو اور عزّت ہمچشمون اور
اور برابری والون مین حاصل ہووے اور طرح طرح کے عذاب سے کہ نافرمانی اور بے پروائی کے
سبب حق تعالی کی طرف سے اُس دِن تیار ہوئے ہین خلاصی پاوے اور رجوع الی اللہ کا فائدہ اُس
عذاب کی خلاصی مین کہ قیامت کو نافرمانون کے نصیب ہو گا منحصر نہین ہی بلکہ إِنَّا أَنذَرْنَاكُمْ
ہم نے بارہا قرآن مجید مین اور پیغمبرون کی زبانی تمکو ڈرادیا ہی کہ تم رجوع الی اللہ مین قصور کرتے ہو
اور اُسکے حُکم کی اطاعت سے سرکشی کرتے ہو عَذَابًا قَرِيبًا ایک نزدیک کے عذاب سے کہ ہر شخص کو
مرنے کے بعد عالم برزخ مین پیش آویگا اور اُس عذاب مین اصل ارکان عالم کے خراب کرنیکی احتیاج
نہین ہی بلکہ عالم صغیر انسانی کو خراب کرنا اور اُسکے ارکان اور بنیاد کو گرا دینا کفایت کرتا ہی اِس واسطے
کہ اُس عذاب کی حقیقت بدعملون کی بُری اور کالی شکلون کا ظاہر ہونا ہی جو بدعمل مردے کی ذات پر
غالب تھے بدصورتون اور نورانی شکلون سے اُسکی قوّت خیالیہ مین اِس طرح سے کہ وہ قوّت
انکے اثر سے بھر جائیگی بغیر اسباب کے کہ نامۂ اعمال کھولے جاوین اور تھوڑے بہت پرا گاہ کرین
اور گواہ اور شاہدون کو حاضر کرین اور وہ مالک علی الاطلاق بے پردہ تجلّی فرماوے اور اپنے اپنے
حقون کے دعوی کرنے والے جمع ہووین اور سب اگلے اور پچھلے لوگ جمع ہواوین اور ایک اچھی جگہہ
نیکون کے واسطے اور دوسری خراب جگہہ بدون کے واسطے علیحدہ علیحدہ مقرّر کی جاوے اِسی واسطے
وہ عذاب قریب واقع ہو گا يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ جسدِن ہر شخص دیکھیگا جو اُسکے

دونون ہاتھون نے یہان دوہاتھون سے مُراد ہی عمل کرنے والی دوقوتین یعنے نیک عمل کی قوت اور بدعمل کی
قوت اور تقدیم دلیل ہی اسبات کی کہ ہیئت نورانی اور ہیئت ظلمانی اُن عملون کی اُسکی ذات مین پیدا ہوئی
اسواسطے کہ تقدیم اور ترجیح عمل کی بدون جم جانے اُس عمل کی محبت کے اُسکے دل مین متصور نہین ہی اور وہ ہیئت ایک
صورت رکھتی ہی عالم مثال مین اُسکے مناسب تو جب نفس انسانی ادراکات اور تصرفات اِس عالم سے فارغ ہوکے
بالکل متوجہ ادراکات اُس عالم کا ہوگا اُسوقت اُن صورتون کو دیکھیگا اور یہہ عذاب اس قسم کا ہی کہ حکما اور فلاسفہ
بھی اسکے قائل ہین اور عالم خواب پر قیاس کرکے اسکو واقعی جانا ہی مگر اتنا فرق ہی کہ خواب کے عذاب کے سبب
متوجہ ہونے نفس کے ساتھ ادراکات اِس عالم کے جاگنے کے وقت خلاصی اس عذاب سے متصور ہی اور برزخ کے
عذاب سے اس طرح سے خلاصی متصور نہین ہی اسواسطے کہ وہ خواب اپنے پیچھے بیداری نہین رکھتی ہی بخلاف عذاب
قیامت کے کہ کسی کی عقل اُسکو دریافت نہین کرسکتی تو یہہ عذاب بھی قریب ہی زمانے وقوع کے اعتبار سے
اور بھی قریب ہی عقل کے باعتبار تصور اور تصدیق کے لیکن ایمان اور اعتقاد کی درستی کے سبب اس عذاب قریب سے
بھی نجات ہوگی اسواسطے کہ ہرچند اُسکے بدعملون نے شکلین تاریک اس شخص کی ذات مین پیدا کی تھین لیکن ایمان صحیح
اور اعتقاد درست نے بھی بڑی شکل نورانی اُسمین پیدا کی تھی بعد کھینچ کھانچ کے دونون طرفون سے نور ایمان کا
گناہ کے اندھیرے پر غالب ہوگا اور وہ شکل تاریک مانند بدلی سیاہ تہ بتہ کے شدت روشنی آفتاب سے
پھٹ جاویگی اور کافر کو سوا اُس شکل تاریک کے کوئی چیز دوسری پاس نہوگی تا اُسکے نور سے اُس اندھیرے کو
دور کرے لاچار حسرت کریگا **وَيَقُولُ الْكَافِرُ** اور کہیگا کافر جب وے صورتین بُری بُری اپنی کفر اور
گناہ کی دیکھیگا اور اُسکے مقابل مین کوئی صورت نورانی ایمان کی اپنے پاس نہ پاوے گا **يَا لَيْتَنِي كُنْتُ
تُرَابًا** کیا اچھا ہوتا کہ مین مٹی ہوتا اور کاش کہ انسان کی شکل پیدا نہوتا تو یہہ مجھ سے بری صورتین ظاہر نہوتین
اور مٹی کو خاص اسواسطے یاد کریگا کہ اصل آدمی کی خاک ہی اسواسطے کہ اگر نطفہ ہی تو غذا سے پیدا ہوتا ہی اور غذا یا زمین کی
اُگنے والی چیز سے پیدا ہوتی ہی یا حیوانات سے اور یے دونون چیزین خاک سے پیدا ہوتی ہین اور گوشت اور کھال
اور خون اور خلط بھی غذا اور دوا اور میوے سے پیدا ہوتا ہی اور پھر آخر کو یہہ سب خاک ہوجاتا ہی اور جو خاک کے
بعد کوئی مادہ دوسرا اُسکے خیال مین نہین ہی لاچار وقت جاگنے کے صورت انسانیہ سے ابعد مادے کو

کہ خاک ہی آرزو کرتا ہی جس طرح کسی کو سفر مین رنج پہنچتا ہی تو کہتا ہی کیا اچھی بات ہوتی کہ گھر سے مین باہر نہ نکلتا اور یہہ نہین کہتا کہ مین راہ سے پھر جاتا یا راہ مین رہ جاتا اسواسطے کہ اس کہنے سے کمال دوری اس بلا سے معلوم نہین ہوتی اور یہہ بھی جان لیگا کہ یہہ سب گرفتاری میری روح کے باقی رہنے کے سبب سے ہوئی اگر مین صرف بدن ہوتا اور خاک ہو جاتا تو اس عذاب مین گرفتار نہوتا اور حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوعًا اور موقوفًا روایت ہی کہ قیامت کے دن جانورون سے حساب لیکے بعد جیسے جو جانور کسی دوسرے جانور کو سینگھ یا کھر مارا ہو گا وہان قصاص اسکا لیکے حکم ہو گا کہ سب کے سب خاک ہو جاؤ اسوقت کافر ان کے حال کو دیکھ کر غبطہ کریگا اور کہیگا کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ مجھکو خاک ہونے کا حکم ہوتا اور اس بری آدمیت سے کہ میری اس خرابی کا سبب ہوا ہی دور رہتا اور بعضے صوفیہ نے فرمایا ہی کہ مراد خاک ہونے سے یہہ ہی کہ مانند خاک کے عاجزی اور فروتنی کرتا مین اور تکبر اور غرور اور نافرمانی نکرتا اور بعضے واعظون نے کہا ہی کہ مراد کافر سے ابلیس ہی کہ گو مین سب سے بڑھکے ہی سو جب حضرت آدم اور انکی اولاد پر طرح طرح کی بخششین اور نوازشین دیکھے گا آرزو کریگا کہ کیا خوب ہوتا کہ مین بھی خاک ہوتا اور خاک سے پیدا ہوتا اور آگ سے نہ پیدا ہوتا کہ اسی سبب سے فخر کیا مین نے اور کہا خلقتنی من نار وخلقته من طین

سورۃ النازعات



یہہ سورت مکی ہی اسمین چھیالیس ۴۶ آیتین اور ایک سو نواسی ۱۸۹ کلمے اور سات سو ترپن ۷۵۳ حرف ہین اور ظاہر نظر مین اس سورت کا ربط سورۂ مرسلات سے قوی معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ ابتدا اس سورت کی اس سورت کی ابتدا سے بہت مشابہت رکھتی ہی بلکہ تمام قرآن مین اس قسم کی ابتدا پانچ سورتون مین واقع ہوئی ہی پہلے صافات دوسرے ذاریات تیسری مرسلات چوتھی نازعات پانچوین عادیات اور صافات مین تین صفتین بیان کی گئی ہین اور ذاریات مین چار صفتین اور باقی تین سورتون مین پانچ پانچ صفتین مذکور ہین لیکن عادیات کی سورت دو سبب سے مشابہت مین ان دونون سورتون سے کم ہی اول چھوٹا ہونا اسکا اور بڑا ہونا ان دونون کا دوسرے یہہ کہ دو صفتین وہان فعل کے صیغے سے مذکور ہین جیسے فاثرن به نقعا فوسطن به جمعا اور ان دونون سورتون مین

پانچون صفتین اسم فاعل کے صیغے سے مذکور ہوئی ہین سوان دونون سورتون کو شروع کے روش اور انداز مین بہت مناسبت ظاہر ہی لیکن باریک بین صحابیون نے بہت غور کر کے دریافت کیا ہی کہ مدار سورۂ والمرسلات کا قیامت اور اسکے حکمون کے بیان پر ہی اور سورۂ عم یتساءلون بھی اسی قیامت کے وقایع اور احوال کی شرح ہی تو گویا کہ سورۂ تساؤل شرح اور تتمہ مرسلات کی ہی اسیواسطے دونون کو ایک جگہہ پر لکھا ہی بعد اسکے ابتدا کی مناسبت رعایت سے اس سورے کو لائے اور بعد خوب غور کرنے کے بھی معلوم ہوتا ہی کہ اس سورے کے مضمونون کو سورۂ تساؤل کے مضمونون کے ساتھہ اس قدر مناسبت واقع ہی کہ نوبت اتحاد کی پہنچی ہی اور باوجود اس مناسبت کے رعایت مناسبت مطلع کی چندان ضرور نہین ہی تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ اُس سورت کے اول مین آپسمین سوال کرنا کافرون کا قیامت سے مذکور ہی اور اس سورت مین سوال کرنا کافرون کا آنحضرت صلی الله علیه وسلم سے مذکور ہی جیسا کہ یسئلونك عن الساعة ایان مرسٰها اور اُس سورت مین ہی الم نجعل الارض مهادًا اور اس سورت مین والارض بعد ذلك دحٰها اور اُس سورت مین والجبال اوتادًا اور اس سورت مین والجبال ارسٰها اور اُس سورت مین واللیل لباسًا والنهار معاشًا اور اس سورت مین واغطش لیلها واخرج ضحٰها اور اُس سورت مین سبعًا شدادًا اور اس سورت مین ءانتم اشد خلقًا ام السماء بنٰها اور اُس سورے مین بارش کے پانی کا ذکر ہی کہ آسمان سے نیچے آتا ہی اور سبزہ کو اُگاتا ہی اور اس سورے مین چشمون کے پانی کا ذکر ہی کہ زمین سے نکلتا ہی اور سبزے کے اُگانے مین مدد کرتا ہی اخرج منها ماءها ومرعٰها اور اُس سورت مین یوم ینفخ فی الصور اور اس سورے مین تتبعها الرادفة اور اُس سورے مین جہنم کے حق مین فرمایا ہی للطاغین مٰابًا اور اس سورے مین فاما من طغٰی واثر الحیوة الدنیا فان الجحیم هی المأوٰی اور اُس سورے مین درنگی ٹھہراو دوزخیون کی دوزخ مین اس عبارت سے ارشاد ہوئی کہ لابثین فیها احقابًا اور اس سورے مین کم ٹھہراؤ دوزخیون کا دنیا اور برزخ مین اس عبارت سے فرمایا کہ لم یلبثوا الا عشیة او ضحٰها اور اس سورت مین جنت اور اسکی نعمتون کے حق مین یون فرمایا ہی للمتقین مفازًا اور اس سورے مین واما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوٰی فان الجنة هی المأوٰی ط۔ اور سوا اسکے اور بہت سی مناسبتین مذکور ہین کہ خوب

پانچون صفتین اسم فاعل کے صیغے سے مذکور ہوئی ہین سوان دونون سورتون کو شروع کے روش اور انداز مین بہت
مناسبت ظاہر ہی لیکن باریک بین صحابیون نے بہت غور کر کے دریافت کیا ہی کہ مدار سورۂ والمرسلات کا قیامت
اور اسکے حکمون کے بیان پر ہی اور سورۂ عم یتساءلون بھی اسی قیامت کے وقایع اور احوال کی شرح ہی تو گویا کہ
سورۂ تساؤل شرح اور تمامی مرسلات کی ہی اسیواسطے دونون کو ایک جگہہ پر لکھا ہی بعد اسکے ابتدا کی مناسبت
رعایت سے اس سورے کو لائے اور بعد خوب غور کرنے کے بھی معلوم ہوتا ہی کہ اس سورے کے مضمونون کو سورۂ
تساؤل کے مضمونون کے ساتھ اس قدر مناسبت واقع ہی کہ نوبت اتحاد کی پہنچی ہی اور باوجود اس مناسبت کے
رعایت مناسبت مطلع کی چندان ضرور نہین ہی تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ اس سورت کے اول مین آپسمین سوال
کرنا کافرون کا قیامت سے مذکور ہی اور اس سورت مین سوال کرنا کافرون کا آنحضرت صلی الله علیه وسلم سے
مذکور ہی جیسا کہ یسئلونك عن الساعة ایان مرسٰها اور اس سورت مین بھی الم نجعل الارض
مهادا اور اس سورت مین والارض بعد ذلك دحٰها اور اس سورت مین والجبال اوتادا
اور اس سورت مین والجبال ارسٰها اور اس سورت مین والليل لباسا والنهار معاشا اور اس سورت
مین واغطش ليلها واخرج ضحٰها اور اس سورت مین سبعا شدادا اور اس سورت مین ءانتم
اشد خلقا ام السماء بنٰها اور اس سورے مین بارش کے پانی کا ذکر ہی کہ آسمان سے نیچے آتا ہی
اور سبزہ کو اگاتا ہی اور اس سورت مین چشمون کے پانی کا ذکر ہی کہ زمین سے نکلتا ہی اور سبزے کے اگانے
مین مدد کرتا ہی اخرج منها ماءها ومرعٰها اور اس سورت مین يوم ينفخ في الصور اور اس
سورت مین تتبعها الرادفة اور اس سورت مین جہنم کے حق مین فرمایا ہی للطاغين مآبا اور اس سورے
مین فاما من طغىٰ وآثر الحيوة الدنيا فان الجحيم هي المأوىٰ اور اس سورت مین درنگی ٹھہراو دوزخیون کی
دوزخ مین اس عبارت سے ارشاد ہوئی کہ لابثين فيها احقابا اور اس سورت مین کم ٹھہراو دوزخیون کا
دنیا اور برزخ مین اس عبارت سے فرمایا کہ لم يلبثوا الا عشية او ضحٰها اور اس سورت مین جنت اور اسکی
نعمتون کے حق مین یون فرمایا ہی للمتقين مفازا اور اس سورت مین واما من خاف مقام ربه و
نهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هي المأوىٰ ۔ اور سوا اسکے اور بہت سی مناسبتین مذکور ہین کہ خوب

اور بے رنج اور مشقت کے وہ کام اُس سے ہوا کرے اور بسبب کثرت کے اُس کام مین ملکہ حاصل ہو جاوے اور اِس حالت کو ساتھ سباحت کے جو شناوری کے معنون مین ہی تعبیر کیا ہی اسواسطے کہ تیرنے والا بے تکلف اور بے رنج پانی مین سیر کرتا ہی اور اہل سلوک کے عرف مین اِس حالت کو سیر احوال در مقامات کہتے ہین اور کمال کا اوّل سرا یہہ حالت ہی کہ پہلے اِسکے سوا طلب اور تلاش کے کچھ حاصل نہ تھا اور حصول مطلب کا اِس حالت سے شروع ہوا چوتھا درجہ یہہ ہی کہ اِس کام مین برابر والون سے آگے بڑھ جاے اور جو اورون سے اِس صنعت اور فن مین نہو سکے یہہ شخص اُسی سہولت اور آسانی سے کر لے اور یہہ حالت سب سے اعلیٰ ہی اور اِسکو سبقت کہتے ہین اور اِصطلاح صوفیہ مین اِس حالت کو طیران اور عروج کہتے ہین اور پانچوان درجہ وہ ہی کہ کمال کی سب حدون کو طی کر کے تکمیل کے رتبے کو پہنچے اور اِس کام کا پیشوا اور اُستاد ہو جاوے کہ اور لوگ اِس سے اپنی حل مشکل کرین اور اِس صنعت مین بے تدبیر اور مشورے اِس شخص کے کام نہ کر سکین اِسی حالت کو اِس عبارت سے تعبیر فرمایا ہی **فالمدبرات امرا** اور صوفیہ کے اِصطلاح مین اِس مرتبے کو مرتبہ رجوع اور نزول در دعوۃ الخلق الی الحق اور مرتبہ تکمیل اور ارشاد کا کہتے ہین اور یہہ پانچو مرتبے ہر کام مین خیر ہو یا شر اور ہر حال مین احوالون سے نیک ہون یا بد آدمی کو آگے آتے ہین سو بعضے نفوس کم استعدادی سے یا آگے آنے کسی موانع سے اِن پانچو مرتبے کے حاصل کرنے مین قاصر اور محروم رہتے ہین اور کوئی ایک یا دو یا تین یا چار مرتبے پر قناعت کرتے ہین اور بعضے توفیق الٰہی سے سب مرتبے طی کر کے مقتدا اور پیشوا ایک عالم کے ہوتے ہین اور بعضے بُرائی مین یکتا ہو کے ابلیس کے بھی اُستاد بن جاتے ہین اور جو سورۂ عم یتساءلون مین مجمل اشارہ نفس انسانی کے اِن مرتبون سے واقع ہوا تھا جیسے **فتاتون افواجا** اسواسطے اِس سورۃ کی شروع سے تفصیل اِن مرتبون کی منظور ہوئی لیکن قسم کے طور پر اُنھین مرتبے والون کے نام سے تا کہ اُنکے نام سے قسم کھانا اُنکی بزرگی پر دلالت کرے اور بھی اشارہ ہوا اِس بات پر کہ قیامت کا آنا اُن مرتبون کے آثار ظاہر ہونے کے واسطے بہت ضرور ہوا اِسواسطے کہ دُنیا مین اُنکے آثار کا ظاہر ہونا ممکن نہ تھا اِسواسطے کہ دُنیا کا عالم اُسکے ظاہر ہونے کا بوجھ نہین اُٹھا سکتا ہی پھر قسم کو ظرف زمان سے کہ دن قیامت کا ہی مقید کیا تا معلوم ہو جاوے کہ قسم کھانا اُن مرتبون اور اُن مرتبے والون کے ساتھ اُسی وقت مین ہی

اُسی قید سے اسواسطے کہ قبل آنے اُس وقت کے اور بے لحاظ کرنے اُس قید کے قابل قسم کے نہین ہین تو یوم ترجف الراجفۃ ظرف ہی اور قسم کے فعل کا متعلق ہی کہ حرف قسم کا اُس فعل پر دلالت کرتا ہی اور مجموع اِس ترکیب کا مانند والقمر اذا اتسق اور واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی کی ترکیب کے ہوا تو گویا اِس کلام کے معنے یہہ ہوئے کہ قسم کھاتا ہون مین اُن لوگون کی جن مین یہ وصف پائے جاتے ہین کہ جبدن قیامت قائم ہوگی اور نشان اِن صفتون کے ظاہر ہونگے تو پہلی صفت والون کا غول علٰحدہ ہوگا اور حکم اُن کے ایک طرح کے ہونگے اور دوسری صفت والون کا غول علٰحدہ اور حکم اُن کے دوسری طرح کے اِسیطرح اور صفت والون کا حال بوجھا چاہئے اور جن مین دو صفتین یا تین یا چار یا پانچ مل کے اکٹھی پائی جاوینگے اُنکے غول علٰحدہ علٰحدہ ہونگے اور حکم اور طرحین اُنکی آپس مین مختلف ہونگی کہ دیکھتے ہی ہر ایک کا مرتبہ محشر والون کو معلوم ہو جاوے اور کارخانہ امتیاز اور جدائی کا آپس مین ہر ایک کا ظاہر ہو جاے اِس مضمون کو یون سمجھا چاہئے کہ جیسے کوئی شخص کسی امیر کے لشکر کی تعریف مین کہے کہ قسم ہی فلانے امیر کے لشکر کی کہ لڑائی کے دن جسوقت نقارہ ہوا اور نقیبون نے پکارا اُسیوقت ہر ایک رسالہ اپنے اپنے مثل سے غول باندھکر سوار ہوتے ہین یا کوئی شخص کسی کی کچہری کی تعریف مین کہے کہ قسم ہی فلانے سردار کے دربار کی کہ جس دن کچہری ہوتی ہی اور لوگ جمع ہوتے ہین اور قلمدان اور بستے کھلتے ہین تو ہر ایک اپنے قرینے سے ہوتا ہی مثلاً متصدی خالصہ اور تن والے علٰحدہ اور بیوتات اور خانسامانی والے علٰحدہ اور اِسیطرح اِستیفا اور تقسیم اور بازیافت والے ہر ایک علٰحدہ علٰحدہ اپنے اپنے مرتبے اور قرینے سے بیٹھتے ہین اور اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتے ہین اب جاننا چاہیے کہ جو پایا جانا اِن پانچو مرتبونکا یا دو یا تین یا چار مرتبونکا اِنھین مرتبون سے آدمیون مین باعتبار استعداد کے مختلف اور فرق سے ہی جیسے بعضون کو نیک کام مین زیادتی حاصل ہوتی ہی جیسے للٰہی ہو جانا یا کمال علم کو حاصل کرنا یا تقویٰ اور طہارت مین کامل ہونا یا اللہ کی راہ مین کافرون سے لڑنا اور جو مانند اِن صفتون کے ہین اُنکو حاصل کرتے ہین اور بعضے برے کام جیسے فسق اور فجور اور کفر اور بدعت اور گمراہی اور اِلتی لوجہ اور اِسی قسم کی اور برائیان حاصل کرتے ہین تو ضرور ہوا کہ ہر نیک

اور بد کافر اور مسلمان کسی ایک مرتبے میں ان مرتبوں میں سے اٹھائے جاوین اور اسی گروہ میں گنے جاوین
چنانچہ کہ حدیثین صحیح اسی پر دلالت کرتی ہین جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہی بعثہ اللہ فقیہا اور دوسری جگہہ فرمایا
فی زمرۃ الشھداء آور جو لوگ وبا مین مرتے ہین اُنکا جھگڑا اور کشاکش آپسمین مشہور ہی کہ اُن کو شہدا
اپنی طرف کھینچینگے کہ یے لوگ شہید ہین ہمارے غول مین آوین اور جو اپنے فرش پر مرے ہین وہ لوگ اپنی
طرف کھینچنگے کہ یے اپنے فرش پر مرے ہاین ہم مین آوین اِنکو مرتبہ شُہدا کا کہان سے ملا اور بُرائی مین
بھی اسیطرح کی کشاکش اپنی اپنی طرف ظاہر اور معلوم ہی آور سب یہہ مرتبے والے کسی قسم سے ہو وین
اچھے یا بُرے رُکن یوم الفصل کے ہین آور اس سبب سے کہ ظاہر ہونا عدل اور جزاء الٰہی کا اِنھین ہوگا اسواسطے
قابل اس قسم کے ہوئے اگرچہ بعضے بعضے اُنمین سے حقیقت مین مردود اور ملعون شقی اور بدبخت ہین ؛
اس واسطے کہ اس جگہہ پر فقط بیان کرنا جزا اور سزا کے تعلق کا اُنکے وجود سے منظور ہی نہ حقیقت حال
اُنکی ذات یا صفات کے کہ انجام کا اُنکا یہہ ہی اِس نکتہ کو خوب سمجھنا چاہئے کہ بہت باریک بات ہی ؛
اور اُسکے مان لینے مین تردد اور بھٹکنا نچاہیے آور قرآن کی لفظ مین کہ دوسری جگہہ پر فرمایا ہی ؛؛
وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ خوب غور کرکے اسبات کو بوجھا چاہئے تاکہ وہ شبہہ جو اِس بات مین
حاصل ہوا ہی بالکل دفع ہو جاوے جب یہہ مقدمہ درست ہو چکا تو اب یہان سے تفسیر شروع ہوتی ہی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ؛ قسم ہی اس جماعت کی کہ کھینچتے ہیں اپنے تئین کام مین سخت کھینچنا اور غرق کی
لفظ اِس جگہہ اغراق کے معنون مین لائے ہین جس طرح مصدر مجرد کو مزید کے مقام پر لاتے ہاین جیسے
فانبتہ اللہ نباتا آور اغراق عرب کی لغت مین سخت کھینچنے کو کہتے ہین نکالا گیا ہی کمان کھینچنے سے کہ جب
کمان کو خوب کھینچتے ہین تو پیکان کمان کے اندر ہو جاتی ہی گویا غرق ہو جاتی ہی وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا
اور قسم اُس جماعت کی کہ شوق اور خوشی پیدا کرتے ہین کام مین یعنے کام ہنسی خوشی سے کرتے ہین وَ
السّٰبِحٰتِ سَبْحًا ؛ اور قسم اُس جماعت کی جو تیرتے ہین کام کرنے مین تیرا کرکے اور بے رنج اور

مشقت کام مین مشغول ہوتے ہین فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا پھر قسم انکی جو اپنے برابر والون سے کام مین بڑھ جاتے ہین فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا پھر قسم ہی انکی جو تدبیر کرنے والے ہین کام کی کہ جتنے پہلے مذکور ہو چلے سب اپنے اپنے کامون کی تدبیر پوچھتے ہین اور مشورے لیتے ہین انکی طرف رجوع کرتے ہین اور اپنے اپنے کامون کی تدبیرین ان سے پوچھتے ہین اور حرف فے کے لانے کا سبب ان دو قسمون کے آخر مین یہہ ہی کہ ان دونون فرقون کا مرتبہ بہت بلند ہی پہلے تینون فرقون کی نسبت سے اسواسطے کہ یہہ خود بھی کامل ہین اور دوسرے کو بھی کامل کر دیتے ہین اور آخر والے کا مرتبہ چوتھے سے بھی زیادہ ہی اسواسطے کہ چوتھے رتبہ والے کی سبقت اپنے ہمچشمون سے ان ہی کے تدبیر بتلانے سے ہوتی ہی اور گویا کہ عالم دُنیا مین قائم رکھنے والے اِس کام کے یہی ہین اور اعلی اور ادنی کی قسم کھانے مین فرق ضرور ہی اسواسطے فے تعقیب کی لائے تاکہ اشارہ ہو اِسبات کی طرف کہ اعلی کی سوگند ادنی کی سوگند کے بعد ہی اور ترقی ادنی سے اعلی کی طرف کرتے ہین ہم + يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ یعنے قسم اُن جماعتون کی اُس دن ہی کہ کانپنے کانپنے والا یعنے زمین اور پہاڑ جُنبش مین آوینگے پہلی صور پھونکنے سے اور روحین بدنون سے جُدا ہو جاوینگی اور اِنتظام دُنیا کا درہم برہم ہو جاویگا تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ بعد اسکے آدے پیچھے آنے والا مُراد پیچھے آنے والے سے دوسرے مرتبے کا صور پھونکنا ہی کہ اُسکے سبب سے پھر ارواح مین قالب مین رجوع کرینگی اور نئے سرے سے یہہ عالم دوسرے رنگ پر پیدا ہو ویگا اور اِس قسم کے جواب کو مذکور نہین فرمایا ہی اسواسطے کہ قسم خود جواب پر دلالت کرتی ہی یعنے اِن مرتبے والون کے دِل اُسدِن مختلف ہونگے پھر جن لوگون نے اﷲ تعالی کی رضامندی مین اُن مرتبون کو حاصل کیا ہی + آرام اور چین مین ہونگے اور ہنستے خوشیان کرتے چہرے تازے چلکتے ہوئے اُٹھینگے اور جن لوگون نے خِلاف مرضی الٰہی کے اُن مرتبون کو حاصل کیا ہی حیران اور پریشان ہونگے کہ ہمارا کیا اکارت گیا اور جو آج کے دِن کام آوے وہ ہم سے ہوا جیسا کہ اِرشاد فرمایا ہی + قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ + کتنے دِل اُسدِن دھڑکتے ہونگے مارے بیقراری اور گھبراہٹ کے اور وہ گھبراہٹ اِس طرح کی ہوگی کہ اُسکو تھام نہ سکینگے بلکہ انکے چہرون سے ظاہر ہوگی کہ مُنہہ پر ہوائیان اُڑتی ہونگی اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ

انکھین اُن دلون والون کی تاریک اور حیران ہونگی اور آرام اور چین والون کے دلون کا حال اسجگہہ بیان نفرمایا اسواسطے کہ یہان خوف دلانا قیامت کے دن سے اور ڈرانا اسکی حال سے منظور ہی اور جب معلوم ہوا کہ کتنے دل اُس دن بے قرار اور بے چین ہونگے دہشت سے تو ڈرا چاہئے ایسا نہو کہ ہمارا دل بھی اُنھین مین سے ہووین اور اپنے دلون کو مطمئنہ اور آرمیدہ سے یقیناً نجانا چاہئے اسواسطے کہ یہہ بات یقینی نہین ہی بلکہ شکی ہی اور شک پر توقع اور امید نرکھا چاہئے اس واسطے کہ خوف کی جگہہ شک بھی کافی ہی اور امید کے واسطے ظن غالب ضرور ہی اور بعضے مفسرون نے راجفہ کی لفظ سے زمین اور پہاڑ مراد لئے ہین جیسا کہ دوسری آیت مین مذکور ہی یوم ترجف الارض والجبال اور رادفہ کی لفظ سے آسمان اور ستارے مراد لئے ہین اسواسطے کہ زلزلے کے بعد زمین پھٹ کے منتشر ہو جائیگی اور بعضے کہتے ہین کہ راجفہ پہلے زلزلہ کا نام ہی کہ زمین اُسکے سبب سے ہل جاویگی اور رادفہ دوسرے زلزلے کا نام ہی کہ ہر جز زمین کا اُسکے سبب سے ریزہ ریزہ ہو جائیگا اب اسجگہہ جاننا چاہئے کہ مفسرون نے اختلاف کیا ہی تعین ما صدق علیہ مین اُن پانچون صفتون کے کہ اس سورت کے شروع مین مذکور ہین یعنے اسباتمین اختلاف ہی کہ مراد ان پانچون صفتون سے کیا ہی بعضون نے ایک ہی چیز مراد لی ہی اور بعضون نے کئی چیزین مراد لی ہین لیکن مناسبت کا لحاظ کر کے یعنے آپسمین اُنکے تعلق اور ربط ہو اور ایک ہی کام مین سب مشغول ہون اور بعضون نے اس مناسبت کا لحاظ نہین کیا ہی اور مختلف اور متفرق چیزین مراد لی ہین اور اسیطرح جس سورت کا شروع مثل اس سورت کے ہی جیسے والعادیات اور والمرسلات اُسمین بھی یہی اختلاف ہی اب اُس اختلاف کا بیان شروع ہوتا ہی حضرت صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہین کہ والنازعات غرقا سے اہل سلوک کے دل مراد ہین کہ اپنے نفسون امارہ کو جو خواہشون مین غرق ہو گئے ہین زور سے کھینچتے ہین اور ناشطات سے بھی اُنکے دل مراد ہین جو درگاہ الٰہی مین پہنچنے کے مشتاق ہین کہ روک اور موانع عبادت کے اُن کے نفسون سے دور ہو گئے ہین اور نہایت خوشی اور سرور سے عبادت مین فرض ہو یا نفل اپنے اوقات مشغول رکھتے ہین اور سابحات سے بھی دریائے معرفت کے تیرنے والون کے دل مراد ہین اسواسطے کہ اُس دریائے بے پایان مین غوص کرنا اور غوطہ لگانا ثمرہ مجاہدی کا ہی اور پھل اس کوشش کا اُن احوال اور مقامون کو پہنچ جانا؛

بیان مفسرون کے اختلاف کا

سابقات سے وہ دل مراد ہین جو اپنی مراد کو پہنچے ہین یعنے سلوک کی منزلون کے قطع کر نیکے بعد
قرب اور وصال کے انتہا کے مرتبہ کو پہنچ گئے ہین اور نزدیکی اور وصال کے میدانون مین ایک دوسرے سے سبقت
کرتے ہین آور مدبرات امرا سے کاملون اور مکملون کے دل مراد ہین کہ بعد پہنچنے کے درگاہ الہی مین صفات الہی
سے موصوف ہو کے خلق کی دعوت خالق کی طرف کرنے کے واسطے پھر اس طرف رجوع کرتے ہین آور قسم کا
جواب اس صورت مین یوم ترجف الراجفة کے پہلے مقدر ہی یعنے لترجعن الی الله مرضین ان اتصفتم
بهذہ الصفات او مطرودین ان اتصفتم باضدادها یعنے پہنچو گے اللہ کی طرف ہنسی خوشی سے
اگر متصف ہو گے ان صفتون سے اور اگر اُسکے خلاف کروگے تو راندے جاؤگے آور علما ظاہر کے
کہتے ہین کہ مراد مرات سے کامل کرنا قوت علمیہ کا ہی اور نازعات غرقا سے طالب علم مبتدی مراد ہے
ہین کہ معنی مشکل کو اپنی فکر کے زور سے متنون اور شرحون اور حاشیون کی عبارت سے کھینچ کر نکالتے ہین اور ناشطات
طالب علم متوسط حال کے مراد ہین کہ سخت مطلب کو حل کرتے ہین اور مشکل کو آسان کرتے ہین آور نشط کی
لفظ نکالی گئی ہی نشط البعیر سے یہہ مثل عرب مین مشہور ہی یعنے اونٹ کے پانون کھول دئے آور سابحات
سے منتہی طالب علم مراد ہین کہ ہر علم کے مسئلون کو خوب دریافت کر کے علم کے دریا مین تیرتے ہین آور
سابقات سے بڑے بڑے فاضل باریک بین مراد ہین کہ انکا ذہن مشکل مطلب اور باریک بات کی طرف
سبقت کرتا ہی آور مدبرات امرا سے کتابون کے تصنیف کرنیوالے اور قاعدون کے بنانے والے اور اصل
اور فرع کے ٹھہرانے والے مراد ہین آور جواب قسم کا یہان بھی اُسی جگہہ پر مقدر ہے یعنے لتبعثن بعد نفخ
الرجفة فیکشف لکم عن حسن الاشیاء وقبحها ویعرفون الحق عن الباطل والهدی من الضلال یعنے البتہ اُٹھائے جاؤ
گے بعد مین کانپیگا کانپنے والا پھر کھل جاویگی تمپر نیکی اور بدی سب چیزونکی اور پہچانوگے سچ اور جھوٹھ اور ہدایت اور
گمراہی اور مجاہد لوگ کہتے ہین کہ ان صفتون سے موصوف ہین غازی اور مجاہدین اور اُنکے گھوڑے اور ہتھیار چنانچہ نازعات
غرقا سے غازیون کے ہاتھہ مراد ہین کہ کمانون کو زور سے کھینچتے ہین اور ناشطات سے بھی غازیون کے ہاتھہ مراد ہین کہ تیرون کو
کافرون کی طرف چھوڑتے ہین من نشط الدلو اذا اخرجه بسهولة یعنے نشط الدلو یہہ مثال ہی عرب کی جب ڈول کو
آہستگی سے نکالتے ہین تو بولتے ہین یا وہ گروہ غازیون کے مراد ہین کہ خوشی اور اٹکھیلی سے لڑائی کے

میدانون مین آتے ہین اور سابحات سے غازیون کے گھوڑے مُراد ہین کہ دشمنون کی صفون مین تیرتے ہین اور سابقات سے قراول کے غول یا انکے گھوڑے مُراد ہین اور مدبرات امراسے بادشاہ اور امیر اور وزیر مُراد ہین کہ لڑائی کے کام اُن کی صلاح اور حسن تدبیر سے سرانجام پاتے ہین اور کوچ اور مقام اور چلنا اور ٹھہرنا اُنکی تجویز سے ہوتا ہی اور نجومی کہتے ہین کہ مراد اس جماعت موصوفہ سے ستارے ہین کہ پہلے مانند تیر کمان سے چھوٹے ہوئے کے فلک الافلاک کی حرکت کی تبعیت سے بہت جلد حرکت کرتے ہین نہ اور دوسرے خاص اپنی حرکت سے ایک برج سے دوسرے برج مین نقل کرتے ہین اور اس حرکت کو نزع کرکے تعبیر کیا ہی نکالا ہی اس لفظ کو ایک مثل سے کہ عرب مین بولتے ہین جب بیل بھاگتا ہی قد نزع ناشط یعنے نکلا بیل ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف اور سباحت سے حرکت اُنکے مرکزون کی مُراد ہی کہ مچھلی کی مانند اُس حرکت مین تیرتے نظر آتے ہین اور جمع ہونے حرکتوں سے اور مخالف ہونے اُنھین حرکتون کے آپسمین ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہین اور وضعون کے اختلاف سے کہ اس حالت مین اُنکو حاصل ہوتا ہی عالم کی تدبیر کرتے ہین اور ہر ستارہ اُس کام مین کہ اُس سے متعلق ہی دخل رکھتا ہی اور بلنا اور جُدا ہونا اور بدلنا فصلون کا اور وقتون کا اور پہچاننا دُنیا کی ہونے والی چیزون کا اور آنے والے واقعون کا اُن سے سمجھا جاتا ہی اور حضرت ابی النصر الحسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی اسیطرح منقول ہی اور واعظ اور نصیحت کرنے والے کہتے ہین کہ اِن سے مُراد وہ فرشتے ہین جو کافرون کی روحون کو نہایت سختی سے کھینچتے ہین تو نازعات غرقا اُنپر صادق آتا ہی اور مُسلمانونکی روحون کو آہستگی سے نکالتے ہین تو ناشطات نشطا ہو جاتے ہین اور بعد قبض کرنے روحون کے اُن روحونکو لیکر عالم برزخ کی سیر کراتے ہین تو سابحات سبحا ہو جاتے ہین اور آپس مین اُس جگہہ ایک دوسرے سے آگے ہو جاتے ہین اور سوال اور جواب اور عذاب اور بہتری قبر کی تدبیر کرتے ہین اور جواب اس قسم کا دونون صورتون مین اسیطرح محذوف ہی یعنے لتبعثن بدلیل انقلاب الحرب وانقلاب الحوادث بتدابیر الکواکب وشہادۃ الموت یعنے ہر آینہ اٹھائے جاؤگے لڑائی اور حادثون کے انقلاب کی دلیل سے بسبب تدبیر ستارون اور گواہی موت کے اور بعضے اُن سے کہتے ہین کہ نازعات اور ناشطات وہ فرشتے ہین جو مسلمانون اور کافرون کی روحین قبض کرنے پر مقرر ہین اور سابحات

(حاشیہ: سے مُراد بعضے کہتے ہین موج کہ آگے پیچھے جاتی ہین اور اُنکو)

اورسابقات وہ فرشتے ہین جو رسالت اور کامون کے جاری کرنے پر مقرر ہین آور مدبرات امر سے بڑے
اور بڑے مرتبے کے فرشتے ہین جیسے حضرت جبرئیل اورحضرت میکائیل اورحضرت اسرافیل اورحضرت عزرائیل
علیہم السلام معہ اپنے لشکر اور اُنکے سردارون کے کہ ہرایک کو اُنہین سے ہونے والے کامون کی تدبیرون کے
واسطے مقرر فرمایا ہی جیسے حضرت جبریل علیہ السلام کہ انتظام ہوا اور لڑائی اور وحی اُتارنا رسولون پر اِن سے
متعلق ہی آور حضرت میکائیل علیہ السلام سے پانی کا برسانا اور زمین سے اُگانا اور رزق کا پہنچانا اُن سے
تعلق رکھتا ہی آور حضرت اسرافیل علیہ السلام سے صور کا پھونکنا اور آدمیون اور جانورون مین روح کا ڈالنا
اور لوح محفوظ اور اندازہ کرنا رزق اور عمر ہرشی کا متعلق ہی اور حضرت عزرائیل علیہ السلام مردونکی روحین
قبض کرنے پر اور بیماریون اور آفتون پر مقرر ہین آور بعضے کہتے ہین کہ نازعات سے غازیون کی کمانین مُراد
ہین کہ تیرون کو کمان کے اندر کھینچتے ہین اور ناشطات سے اُونٹ اور بیل مراد ہین کہ کنوؤن سے پانی کو
کھینچتے ہین آور سابحات سے کشتیان مراد ہین کہ دریا مین تیرتی ہین آور سابقات سے گھوڑے دوڑنیوالے
مُراد ہین آور مُدبرات امر سے عقل والے اور حکمت والے مراد ہین کہ ہر مقدمے مین اپنے عقل کے زور سے تدبیر
نکالتے ہین اور اڑے کام کے واسطے حیلے بناتے ہین آور جواب قسم کا وہی ہی جو ذکر ہو چکا اور مناسبت اِن
قسمون کی مقسم علیہ سے یعنے جسپر قسم کھائی گئی کہ قیامت کا دن ہی ادنی تأمل سے معلوم ہو سکتی ہی
جیسا کہ یہہ بات ظاہر ہی کچھ چھپی نہین ہی آور جب اس کلام سے ظاہر ہوا کہ قیامت کے دن کتنے دل نہایت
بے چین اور بے قرار ہونگے اور آنکھین اُنکی تاریک اور پتھرا جاوینگی تو گمان اِس بات کا ہوا کہ شاید
سُننے والے کے دل مین یہ گذرے کہ اِس بات کے سُننے سے کہ نہایت پرخوف اور مُہلک ہی کافرون نے
کیا کہا ہوگا آیا دہشت اِس واقعہ یقینی آنے والے سے کوئی فکر اور تدبیر کرتے ہین یا ابھی تک اُسیطرح غافل اور
بے خبر ہین ؛ اُسکے جواب مین ارشاد ہوا کہ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ کہتے ہین کافر کیا پھر
پھیرے جاینگے ہم اپنی پہلی حالت پر یعنے بعد مرنے کے کیا پھر زندہ ہونگے ہم آور حافر لغت عرب مین راہ کا تینے کو ؛
کہتے ہین اسواسطے کہ حافر اور حافرہ بیل کے کھُر کو کہتے ہین اور جس راہ مین وہ چلتا ہی اُسکے کھُر کے نقش
بن جاتے ہین تو گویا کھُر کے نشان کو کھُر کا نام رکھا پھر راہ کو کہ اُس مین سم کے نشان ہوتے ہین مجاز در

مجازکے

مجاز کے طور پر حافرہ کہا اور غرض اس سے یہہ ہی کہ کافر قوت کے جینے کا انکار کرتے ہین اس شبہ سے
کہ اگر بعد موت کے پھر زندگی ہوتی تو اُسی اپنی پہلی حالتون پر رجوع کرنا ہوتا اور رجوع اس حالت اول پر
خلاف واقع کے ہی والا نطفہ لازم آوے اور جوان ہونا بدھے کا اور لڑکا ہونا جوان کا اور لڑکے کا ماکے
پیٹ مین پھر جانا سب درست ہو جاوے اور پھر اپنے شبہ کے قوت اور مضبوط کرنے کے واسطے ایک
اور استفہام انکاری اور تعجبی سے پوچھتے ہین ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا پھر زندہ ہونگے ہم جب کہ ہو جاینگے
ہم ہڈیان کھوکھلا سڑے کہ ہوا کے اندر جانے سے اُن ہڈیون مین سے آواز نکلتی ہی اور نخیر لغت عرب
مین ہوا کی آواز کو کہتے ہین کہ جو چیز اندر سے خالی ہی اُس مین سے ہوا نکلتے وقت ہوتی ہی اور اُنکے
شبہ کو اس مقدمہ کے بڑھانے سے قوت دینے کی وجہ یہہ ہی کہ جب کسی چیز مرکب کی ترکیب بگڑ گئی اور اُسکے
جز آپس مین جدا جدا ہوگئے اور صورت ترکیبی اُسکی باطل ہوگئی تو اگر اُسی وقت بے ڈھیل چاہین کہ پھر اُسی
صورت پر کردین تو ہو سکتا ہی اسواسطے کہ اجزا اصلی اُسکے ابھی سب موجود ہین کوئی متفرق اور
پریشان نہین ہوا اور کسی طرح کا نقصان اُن اجزاؤن مین پہلی صورت پر پھر جانیکے واسطے پیدا نہین
ہوا اور جب زمانہ بہت گذرتا ہی اور اُسکے جز اصلی متفرق اور پریشان ہو جاتے ہین اور اُن کے
جزؤن مین نقصان آجاتا ہی یا بعضے جز بالکل خراب ہو جاتے ہین پھر اُس چیز کا پہلے طور پر ہونا مشکل
بلکہ محال ہو جاتا ہی جیسے کہ اپنی ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزون مین یہہ بات دیکھی ہوئی ہی اور بارہا تجربہ مین
آچکی ہی پھر دعوے پھیرنے اور زندہ کرنے مُردون کا مسلمان کرتے ہین اگر اُسی وقت بعد موت کے
ہونا تو شاید ہو سکتا اور جب یہہ وعدہ بعد گذر جانے قرنون اور زمانون کے کرتے ہین کہ ہڈیان
سڑ گل جاوینگی ++ اور رطوبت اور تری کہ شرط زندگی کی ہی بالکل خشک ہو جاویگی تو کس طرح
یقین کیا جاوے اور اگر کافرون کو ظاہر دلیلون سے ثابت کیا جاوے اور اس استفہام کے جواب مین
کہا جاوے کہ البتہ پھرنا پہلی حالت پر ان معنون سے ہو سکتا ہی کہ ایک حالت جو پہلی حالت سے مشابہت
رکھتی ہی تعاقب کی تمثال کی طرز پر حاصل ہوگی نہ پہلی حالت پر پھرنا بعینہا اور تعاقب امثال مین کچھہ جگہہ
تردد اور انکار کی نہین ہی اسواسطے کہ پے درپے آنا نیند اور ہوشیاری کا دن اور رات مین اور

سفسطہ یعنی کام بیفایدہ

تعاقب امثال یعنے آگے پیچھے آنا ایک کا مانند دوسرے کے ۱۲

چاند کا بدلنا نئی شکل پر ہر روز اور مختلف ہونا فصلون کا ہر مہینے مین بہ سبب جانے آفتاب کے نئے
برج مین اور بدل جانا موسم جاڑے اور گرمی کا ہر سال مین ہر شخص پر ظاہر ہی ہرگز جگہہ شبہ
اور تامل کی نہین اور کسی چیز کو بگاڑ ڈالنا اور بعد ایک مدت دراز کے پھر اسکو اُسی طرح کا
بنا دینا کچھ موجب تعجب کا نہین ہی خصوصا جو وقت بنانے والا بڑی قدرت والا کامل بلکہ اکمل ہووے
تو اُسکے نزدیک بگاڑ کر اُسی وقت بنانا اور بعد گذرنے ہزارون سال کے بنانا یکسان ہی
قَالُوْا پھر دوسری مرتبہ ہنسی اور تعجب سے کہتے ہین کہ تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یہہ جینا دوسری
مرتبہ کا بعد جدا ہونے ہر عضو کے اور خشک ہو جانے سب رطوبات کے ٹوٹا ہی اسواسطے
کہ بعضے چیزون اپنے کو نیا وینگے اور بہت سی چیزین ہم سے گم ہو جاوینگی اور مال اور اسباب اپنا کمایا
ہوا آپ سے جدا ہو جاویگا تو پھرنا ہمارا دوسرے مرتبے اِس جہان مین مانند پھرنے اُس مسافر کے ہوا
کہ اپنے گھر سے مال اور اسباب بہت سا لیکر صحیح اور سلامتی کے ساتھہ مسافرت کو گیا اور سب چیز
اُسکی لٹ گئی اور آپ تن تنہا سب بدن زخمون سے چور ہوکر بلکہ ہاتھہ پانون کٹوا کر اپنے گھر کو پھر آیا
تو یہہ پھرنا بالکل نقصان کا ہی حق تعالیٰ جل شانہ اُنکے تعجب کرنے کے جواب مین فرماتا ہی کہ یہہ تعجب
تمھارا اِس سبب سے ہی کہ اللہ تعالیٰ کے کام اور تاثیر کو اپنے کام اور تاثیر پر قیاس کرنے ہوا اور
اُس قادر علی الاطلاق کو اپنی طرح کا پابند اسباب کا جانتے ہو کہ بے آلات اور اسباب کے کوئی چیز بن
نہین سکتی اور یہہ فہمید کی غلطی ہی اسواسطے کہ اس مالک الملک کا فعل اور تاثیر کسی چیز پر موقوف
نہین ہی کہ جب وہ چیز پائی جاوے تو وہ کام ہو سکے اور نہ پائی جاے تو نہو سکے بلکہ اُسکے حکم کن
مین سب چیز ہو جاتی ہی اور آلات اور اسباب بھی اُسیکے حکم سے جمع ہو جاتے ہین فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ
وَّاحِدَةٌ پھر نہین ہی یہہ زندگی مگر ایک جھڑکی اور مراد اِس جھڑکی سے دوسرے مرتبہ کا صور پھونکنا
ہی کہ بمجرد اُس آواز کے سب روحین اپنے بدلون سے مل جاوینگی اور ملنا روح کا بدن سے زندگی کے
سب شرطون اور اسباب کو جمع کر دیگا اور اِس تعلق کے سبب سے زندگی کامل حاصل ہوگی نہ مانند زندگی
اُس بچے کے جو ماں کے پیٹ مین زندہ ہی یا ابھی پیدا ہوا ہی کہ اُسکی عقل اور دریافت ضعیف ہوتی ہی

اور بڑی مشکل سے ہلنا اور جنبش کرتا ہی اِسواسطے کہ وہ سب مجرد سنتے اُس آواز کے زور سے جلدی حرکت کرینگے اور زمین کے نیچے سے ہلینگے فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ پھر تبھی وہ سب آگئے برابر میدان میں اور ساہرہ لغت میں سفید اور برابر زمین کو کہتے ہین اور حشر کے میدان کا نام ہی اِسواسطے کہ اُس دن اُس زمین کی یہی حالت ہوگی اور یہہ بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ ساہرہ اِس جگہہ جاگنے کے معنون مین ہو سہر کی لفظ سے نکالا گیا ہو جو بیخوابی کے معنون مین ہی مانند کاذبہ اور خاطیہ کے اور اِس آیت کے معنے اِس احتمال پر یہہ ہونگے کہ جو کافر مسلمانون کو الزام دیتے ہین کہ بعد مرنے کے قیامت تک کہ وہی وعدہ پھر جینے کا ہی ہزارون سال کا فاصلہ اور دوری ہی اور اِس عرصے مین ہڈیان گل سڑ جاوینگی اور بدن کے سب جز اور رطوبتین نیست اور نابود ہو جاوینگی پھر دوسرے مرتبے اُس شکل کا درست ہونا کہ زندگی اُسی پر موقوف ہی کس طرح سے ہووے گا اور مسلمان کہتے ہین کہ باوجود اِن سب باتون کے پھر زندہ ہونگے اِسواسطے کہ اصلی جزون کا باقی رہنا شرط ہی دوسری زندگی کے واسطے سب چیزون کا باقی رہنا کچھ ضرور نہین ہی اور اصلی جزون کو حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے محفوظ رکھے گا پھر دوسری مرتبے کافرون نے کہا کہ تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یعنے اِسطرح کا زندہ ہونا کہ سب جز باقی نرہینگے ناقص ہی اسواسطے کہ سب جز زندہ نہووین تو دوسری زندگی کہ اصلی جزونکے سبب سے باقی گئی وہ بھی ناقص ہوگی جیسے پیٹ کے بچے اور جنے ہوئے لڑکے کی زندگی ناقص ہوتی ہی اور تم دعوی کرتے ہو کہ وہ زندگی اِس دُنیا کی زندگی سے بہت زور آور اور کامل ہوگی تو تمھارے مذہب اور دعویکے خلاف ثابت ہوا حق تعالیٰ نے اُن کافرون کے جواب مین یہہ فرمایا ہی فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ یعنے پھر نہین ہی وہ جینا دوسرے مرتبے کا مگر اثر ایک جھنگھار کا بس تبھی ہیںے سب بیخوابی اور بیداری یعنے کچھ غفلت اور کچھ ہوشیاری مین آوینگے حاصل کلام کا یہہ ہی کہ زندگی کا کمال قوت روحانیہ کے کامل ہونے پر ہی اور اُسکا نقصان اُسکے نقصان پر کچھ بدن کے جزون کی کمتی زیادتی پر نہین ہی اور پیٹ کے بچے اور جنے ہوئے لڑکے کی زندگی کے نقصان کا سبب یہہ ہی کہ قوت روحانی اُنکی ابھی اپنے کمال کو نہین پہنچی ہی بلکہ روز بروز ترقی پر ہی بخلاف ارواح موتی کے کہ اپنے اپنے کمال کو پہنچ کے اِس جہان سے مرگئے ہین اور اُنکی روح کا اُنکے بدنون سے جدا ہونا بعد موت کے باعث نقصان قوت روحانیہ کے کمال کا نہین ہوا ہی

تاکہ جینے کے وقت ناقص اُتھین بلکہ اِس جینے کو بعد مرنے کے جاگنے پر بعد نیند کے قیاس کیا چاہئے اِسواسطے کہ
وقت سونے کے تعلق روح کا ظاہر بدن سے بالکل منقطع ہو جاتا ہی اور حس و حرکت ہلنا اور بوجھنا باطل ہو جاتا ہی
اور ایک آواز سخت کرنے مین وہ تعلّق جیسا تھا ویسا ہی پھر ہو جاتا ہی اور اُسکے قوت روحانیہ مین کچھ نقصان
نہین پایا جاتا اور پھر محتاج حاصل کرنے کسی کمال کا نہین ہوتا کہ مانند چھوٹے لڑکے اور پیٹ کے بچے کے اِنتظار
بالغ ہونے کا کھینچے اور رفتہ رفتہ کمال کو پہنچے اور یہہ بھی احتمال ہی کہ ساہرہ کی لفظ اسم فاعل ہی سہر کے
لفظ سے نکلی ہی جو بیخوابی کے معنون مین ہی یعنے فاذاهم متلبسون بالابدان الساهرة یعنے پھر یکایک
اُنکی روحین دراز نیگی جگے ہوئے بدنون مین کہ صور کے پھونکنے کے پہلے بسبب تعلّق نفوس سماویہ قویۃ الادراک کے
اور دراز اُنکے قواکے مستعد اور تیار زندگی کے قبول کرنے کے ہو رہے تھے یہان تک کہ قابل خواب کے بھی نرہے
اِسی سبب سے وہان کی زندگی دُنیا کی زندگی سے کامل ہوگی اِسواسطے کہ دُنیا کی زندگی تھوڑا سا میل موت کا بھی
رکھتی ہی جیسے نیند کہ موت کے برابر ہی اور وہان کی زندگی نیند بھی نہین رکھتی ہی اِسقدر موت اور جو مشابہت
موت سے رکھتی ہی اُتنے دور ہی اِسیواسطے بہشتیون کو بہشت مین اور دوزخیون کو دوزخ مین نیند نہ آویگی
جیسا کہ فرشتے اور نفوس سماویہ کو نیند نہین ہی اور جب کافر باوجود ایسے بیان واضح اور مثالون کے آخرت کے
جینے کو یقین نہین کرتے اور اپنے ہی ضد پر قائم ہین اور کہتے ہین کہ اِن دلیلون اور تمثیلون سے ہماری خاطر نشان
نہین ہوتی اِسواسطے کہ ایسی ہڈیان سوکھی بلکہ گلی اور سڑی کہ ہرگز زندگی کے قبول کرنیکی لیاقت نہین رکھتین
ایک ہی دن مین سب زندہ ہو جاوین اِس طرح کا پھر آنا زندگی کا بعد گذرنے ایک مدت دراز کے ہرگز
ہماری عقل مین نہین آتا جب تک اپنی آنکھ سے اِس طرح کی کوئی چیز نہ دیکھین ہم اور ایک مرتبہ کسی مُردے کو
زندہ ہوتے نہ دیکھین مسلمان عاجز اور رنجیدہ ہو کے اپنے دلون مین کہتے تھے کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ حق تعالیٰ
ایک مُردے کو جسپر صدہا برس گذرے ہوتے اِنکے سامنے زندہ کر دیتا تو سب اِنکا اِنکار ٹوٹ جاتا اور حجت
اِلزام کھا جاتے اِسواسطے حق تعالے ہر ایک مسلمان سے خطاب کر کے فرماتا ہی اور بطریق اِستفہام کے
پوچھتا ہی هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى کچھ پہنچی ہی تجھکو خبر موسیٰ کے قصے کی کہ فرعون کے سامنے جو
بڑا سرکش بادشاہ تھا اور ہزارہا آدمی اُسکے دربار مین حاضر ہوتے تھے بارہا اپنے ہاتھ کی لکڑی کو زمین پر

ڈال دیا بمجرد زمین پر گرنیکے وہ عصا ایک بڑا اژدہا ہو جاتا تھا اور اپنے منہہ کو پسارتا تھا اور آواز سخت کرتا تھا پھر بعد
واقع ہونے ایسی زندگانی پر درپی کے ایک لکڑی مین کچھ لیاقت زندگانی کی نہ رکھتی تھی اور تر بھی نہ تھی کون
جگہہ تردد اور شک کی باقی رہی تھی لیکن فرعون باوجود دیکھنے ایسی زندگی کامل کے کہ ایک لکڑی بمجرد زمین
مین پہنچنے کے اژدہا ہو جاتی تھی معتقد روزجزا کا اور قائل عموم قدرت مالک ارض وسما کا نہوا تو یہ کافر بھی
اگر ایک مُردے کو زندہ ہوا دیکھین گے تو بھی راہ پر نہ آوینگے اور اپنے انکار سے باز نہ رہینگے بلکہ اور مستحق عذاب کے
ہو جاوینگے اسواسطے کہ عادت الٰہی یون ہی جاری ہی کہ بعد دیکھنے معجزے کے اگر کافر ایمان نہ لاوین اور اُسی کفر اور انکار
پر اصرار کیئے جاوین تو اُسی وقت عذاب الٰہی مین گرفتار ہووین اور ایک دم کی بھی فرصت نہ پاوین اور اگر وہ قصہ حضرت
موسیٰ کا تفصیل سے ہر مسلمان نے نہ سُنا ہو تو مجمل وہ قصہ تھوڑا یہان بیان ہوتا ہی اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ
بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ یعنے ابتدا اُس قصے کی اُس وقت سے ہی کہ پکارا اُسکو اُسکے رب نے پاک
میدان مین جسکا نام طوی ہی اور کیفیت اس قصے کی جس طرح سورۂ طٰہٰ اور سورۂ قصص اور دوسری
سورتون مین مذکور ہی وہ یہہ ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر مصر سے کہ جگہہ پیدائش اور سکونت
آپ کی تھی ایک قبطی ظالم کے خون کے سبب سے کہ آپکے ہاتھہ سے بے قصد دھوکھے مین ہوگیا تھا اور فرعون
آپکے قتل کی فکر مین ہوا تھا بھاگ کے شہر مدین کی طرف گئے اور اُس شہر مین حضرت شعیب علیہ السلام
مکان تھا اُنکا قصہ بھی قرآن شریف مین کئی جگہہ بیان فرمایا ہی وہان جاکر اُترے اور حضرت شعیب کی خدمت مین
مشغول ہوئے اور حضرت شعیب ع نے اپنی بیٹی کو آپکے نکاح مین دیا جب دس برس یا آٹھہ برس اسمین
اختلاف ہی وہان گذرے تب حضرت شعیب سے رخصت چاہی کہ اگر حکم ہو تو مین اپنے وطن کو جاؤن اور
اپنے قبیلے کو ساتھہ لئے جاؤن اور اپنی ماکی زیارت کرون اور اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون سے ملاقات کرون
اسواسطے کہ اتنی مدت گذرنے مین فرعون اور اُسکے لوگ قبطی کے خون کو بھول گئے ہونگے حضرت شعیب نے
راضی ہوکر آپ کو رخصت کیا اور آپ کی بی بی کو بھی آپ کے ساتھہ کر دیا اور اپنے دو غلامون کو آپ کے
ساتھہ کیا کہ مصر مین پہنچا کر پھر آوین حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کو ساتھہ لیکر وہان سے روانہ ہوئے
اور آپکے مزاج مین غیرت بہت تھی اپنی بی بی کو لے چلنا قافلہ کے ساتھہ گوارا نکیا کہ شاید سواری پر چڑھتے

ف قصے موسیٰ کے بیان

اُترتے یا نکلتے بیٹھتے کسی نامحرم کی نظر اُنپر نہ پڑ جاوے اِسواسطے وہان سے تنہا آپ اپنی بی بی کو لیکر روانہ ہوئے
اور شام کے درّے کو چھوڑ کر دریا کے کنارے کی راہ لی اِسی لحاظ سے کہ ایسا نہو کوئی فرعون کی طرف کا حاکم
پہچانے اور خون کی علّت سے گرفتار کرے یا کُچھ ایذا پہنچاوے اور آپ کے ہمراہ ایک خچر تھا اُسپر خورجی اپنے
اسباب کی لادکے ایک غلام اُسپر مقرر کیا اور کُچھ بکریان آپ کے ساتھ تھین دوسرے غلام کو اُنکی نگہبانی
اور ہانکنے پر مقرر کیا اور آپ اپنی بی بی کی سواری کے ساتھ ہو لیئے چلتے چلتے ایک دن راہ بھول گئے اور کوہ طور کی طرف
جا نکلے کتنا ہی راہ ڈھونڈھی ٹھکانا نہ ملا اور دِن آخر ہوا اور رات نمودار ہوئی وہ رات جُمعہ کی تھی ذی قعدہ کی آٹھوین
تاریخ اور موسم جاڑے کا اِتفاقاً بکریان جنگل مین مُتفرق ہوگئین دونون غلام اُنکے جمع کرنے مین مشغول
ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کے پاس ایک جگہہ پر بیٹھ گئے کہ یکایک آپ کی بی بی کو راہ
چلنے کی سختی اور سواری کی حرکت سے دردِ زہ شروع ہوا اور حمل کی مُدت بھی تمام ہو چکی تھی تب آپ کی
بی بی نے آپ سے اِس حال کو ظاہر کیا اور کہا کہ اگر کہین آگ مِلے تو خوب ہی کہ تاپنے کے کام آوے اور
روشنی بھی ہووے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلامون سے فرمایا کہ دیکھو تو کہین اِس جنگل مین آگ کا
بھی نِشان ہی غلامون نے چارون طرف دور کے دیکھا کُچھ پتا آگ کا اور آبادی کا معلوم نہوا تب حضرت
موسیٰ علیہ السلام آپ اُٹھے اور آگ کی تلاش کو تشریف لے گئے آپ کو ایک پہاڑ پر کہ آپ کے
سیدھے ہاتھ کی طرف تھا کُچھ روشنی معلوم ہوئی آپ نے بی بی اور غلامون سے فرمایا کہ تم اِسی
جگہہ پر ٹھہرو کہ مین نے پہاڑ پر روشنی دیکھی ہی وہان جاکر آگ لے آتا ہون اور جو وہان ہو گا اُس
سے راستے کا پتا بھی پوچھتا آؤن تاکہ منزل پر پہنچے یہہ کہکے آپ چلے جون ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام
قریب اُس مکان کے پہنچے دیکھا کہ وہ آگ نہین ہی بلکہ تجلّی قُدرتِ الٰہی کی ہی کہ دور سے مِثل آگ کے
معلوم ہوتی تھی اور حقیقت مین وہ ایک نور ہی بہت بڑا کہ عوسج کے درخت کو گھیر لیا ہی عوسج ایک
درخت ہی عُناب کے درخت کے مُشابہ شام کی طرف پہاڑون مین بہت ہوتا ہی اور وہ درخت جڑ سے
چوٹی تک تر و تازہ ہو رہا ہی اور اُس روشنی مین اِس قدر چمک اور تابندگی ہی کہ اُسپر آنکھ ٹھہر
نہین سکتی ہی اور گرد اگرد اُسکے آواز فرشتون کی تسبیح کی آرہی ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام

باوجود

باوجود دیکھنے ان سب چیزون کے گھاس پھوس اُس میدان سے جمع کرکے ایک پولنا باندھکے
چاہا کہ اُس نور آتشی رنگ سے جلالیوین یہہ ارادہ کرکے جونہی اُسکے نزدیک ہوئے کہ یکایک وُہ
آگ اُنکی طرف لپکی گویا چاہتی تھی کہ اُنکو جلا دیوے حضرت موسیٰ علیہ السلام یہہ حالت دیکھکر خوف
کھاکے پیچھے ہٹے آگ بھی درخت پر ہٹ گئی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا جلانے کا پھر وُہ آگ
اُنکی طرف دوڑی پھر پیچھے ہٹے اسی طرح کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اِس
طرح کے ماجرے کو دیکھکر حیران و متحیر کھڑے ہوگئے اور اُس اعجوبہ کارخانہ الٰہی کا تماشا دیکھنے لگے
کہ یکایک ایک نور بڑا اُس سے بلند ہوا اور زمین سے آسمان تک سبکو روشن کردیا اور روشنی اُس
نور کی یہانتک غالب ہوئی کہ حضرت موسیٰ کی آنکھمین تاریکی آگئی اور آنکھ دیکھنے سے رہگئی اور اُنھون نے
اپنے ہاتھ اپنی آنکھ پر رکھ لیئے اور آواز فرشتون کے تسبیح کرنے کی بہت بلند ہوئی اور حضرت موسیٰ نے
اُس وقت اُس آگ سے ایک آواز سُنی کہ یا موسیٰ انی انا ربك فاخلع نعليك یعنے ای موسیٰ
مین ہون پروردگار تیرا کہ آگ کی مانند تجلی کی ہی مین نے اور دونون جوتیون کو پانون سے اپنے دور
کرو ہواسطے کہ اس مکان نے تجلی الٰہی اور حاضر ہونے فرشتون کے سبب سے کہ اُس تجلی کے خادم ہین حکم کعبہ
اور مسجد الحرام کا پیدا کیا ہی پھر کلام یعنے بات کرنا شروع ہوا اور اُن سے پوچھا کہ تمھارے سیدھے ہاتھ
مین کیا ہی اُنھون نے عرض کی کہ لاٹھی ہی مین اپنے ہاتھ مین رکھتا ہون حکم ہوا کہ اسکو زمین پر ڈالدے
اُنھون نے زمین پر ڈالدیا بمجرد گرنے کے زمین پر ایک اژدہا ہوکے دوڑنے لگا حضرت موسیٰ ع اُس سے
ڈرکے بھاگے ارشاد ہوا کہ ڈرومت اور اُس اژدہے کو اپنے ہاتھ سے پکڑلو وہی لکڑی ہوجائیگی پھر حکم ہوا
کہ اپنے ہاتھ کو اپنے بغل مین رکھو اور پھر نکالو اُنھون نے اُسیطرح کیا اُنکا ہاتھ مانند آفتاب کے روشن
ہوگیا کہ آنکھ اُسکی روشنی پر ٹھہر نہین سکتی تھی حضرت موسیٰ ع نے فرمایا کہ مین نے بمجرد سُننے اُس آواز کے
معلوم کیا کہ یہہ آواز حق تعالیٰ کی ہی اسواسطے کہ چھو طرف کون سے سُنتا تھا مین اور سب جسم اپنے سے سُنتا تھا
مین یہانتک کہ ہر ہر عضو اور جوڑ بند میرا کان ہوگیا تھا حاصل کلام کا یہہ ہی کہ بعد دکھلانے اُس کرشمے کے
اور تعلیم کرنے توحید کی حقیقتین اور عبادت کے آداب کے اور بیان قیامت کے آنیکے سوا اُسکے

جو جو ضرور رسالت کے واسطے تھے سب تعلیم کرکے حکم ہوا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ جا فرعون کی طرف تا کہ اُسکے بہتری کی تدبیر کر اور وُہ مرتبہ سابقین اور مقربین کا کہ تجھکو اوسوقت حاصل ہوا ہی اُس سے اور آگے بڑھکے مدبرات امرا کے مقام کو پہنچ آ اور تجھے واسطے تدبیر اصلاح فرعون کے اِسی سبب سے بھیجتے ہین ہم کہ اِنَّهٗ طَغٰى بے شک فرعون حد سے بڑھ چلا ہی فساد کرنے مین یہان تک کہ دعوی خدائی کا کرتا ہی اور جب تو فرعون کے پاس پہنچے فَقُلْ پھر پہلے اُسکو اِسی قدر کہہ کہ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى کیا ہی تجھکو رغبت پاک ہونے کی نفس کی برائیون سے کہ وے تیری سرکشی اور خرابی کے سبب تیری ہین اور مین تیری برائیان کھو دینے ہی پر کفایت نکرونگا کیونکہ اپنی بات سب نیک بختون اور حکمت الٰہی کے واقفون سے ہو سکتی ہی بلکہ مین تجھکو بڑے مرتبے کو پہنچا دونگا اور ولی کامل اور عارف واصل کر دونگا وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ اور راہ دکھلاؤنگا تجھکو تیرے پروردگار کی طرف تا کہ پہچان ذات اور صفات اور افعال پروردگار کی تجھکو یقین کی آنکھ سے حاصل ہووے فَتَخْشٰى پھر تو ڈرے اور تیرا نفس مر جاوے اور ایسی پوری فنا تجھکو حاصل ہو کہ پھر کبھی خوف تجھکو پھر آنے سرکشی کے مرض کا نرہے بموجب اِس قول کے کہ الفانی لا یرد یعنے فنا ہوئی چیز پھر نہین آتی یہان پھر باقی رہا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان ہوتا ہی یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون تک پہنچے اور حکم حق تعالیٰ جل شانہ کا پہنچایا فرعون نے اُسکے جواب مین پہلے یہہ کہا کہ تو وُہ شخص نہین ہی کہ بچپن سے مین نے تجکو پالا اور پرورش کیا اور مدتون تک ہمارے پاس رہا پھر وُہ کام کرکے تو یہان سے نکل گیا کہ تو ہی اُسکو خوب جانتا ہی یعنے قبطی کو مار ڈالا اور ہماری نعمتون کی ناشکری کی اب تجھکو یہہ مرتبہ کہان سے حاصل ہوا کہ میرا ہادی اور مرشد بن کر آیا حضرت موسیٰؑ نے اُسکے جواب مین فرمایا کہ سچ ہی مین وہی شخص ہون اور وُہ کام کہ مجھسے ہوا تھا اُسوقت مین نادان اور ناسمجھ تھا پھر جب مین تم سے ڈر کے یہان سے بھاگا اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مجھکو علم اور حکمت مرحمت فرمایا اور مرتبہ ہدایت اور رہنمائی کا عطا کیا اور رسالت اور ایلچی گری کے طور پر تمھارے پاس بھیجا ہی فرعون نے کہا اب تو تو نے دعوا رسالت کا کیا کہ اللہ کا بھیجا ہوا ہی اگر اِس دعوے مین تو سچا ہی تو کوئی دلیل پیش

لے آیۃ فَاَرٰىهُ الْاٰیَةَ الْکُبْرٰی پھر دکھلائی موسیٰ نے فرعون کو ایک نشانی بڑی اگرچہ حضرت موسیٰ
پاس دو نشانیاں تھیں ایک عصا کہ اژدہا ہو جاتا تھا اور دوسرے آپ کا ہاتھ کہ مانند آفتاب کے روشن
ہو جاتا تھا لیکن ایک ہی مجلس میں ایک ہی مطلب کے ثابت کرنیکے واسطے تھیں اسواسطے دونوں کو ایک ہی نشانی
اعتبار کیا اور ایک وجہ اور بھی ہی کہ ید بیضا تابع تھا عصا کے ڈالنے کے یعنے جب پہلے عصا کو زمین پر ڈالتے تھے
اور وہ اژدہا ہو جاتا تھا تب ہاتھ بغل میں ڈالنے سے مثل آفتاب کے چمکنے لگتا تھا تو گویا اصل نشانی وہی عصا
تھا اور نکتہ اسمیں یہہ ہی کہ جب نبی اور رسول بھیجے جاتے ہیں تو پہلے قہر اور غضب سے مخالفوں اور منکروں کی
طرف مشغول ہوتے ہیں بعد اسکے ہدایت اور رہنمائی طالبوں اور مسترشدوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں
سو عصا قہر کی شکل تھا اور ید بیضا نمونہ تھا ہدایت اور رہنمائی کا اور بھی عصا میں زندگانی غیبیہ خوفناک اور
ڈرانی شکل سے ظاہر ہوتی تھی اور ید بیضا میں نور غیبی تھا کہ پرلے درجے کی روشنی اور چمک سے جلوہ گر
ہوتا تھا اور قہر اور سیاست ظاہر نبوت سے متعلق ہی اور نور اور تجلی باطن نبوت سے متعلق ہی کہ وہ مرتبہ
ولایت کا ہی اور فرعون کو لہ کا فر ازلی تھا اسپر لازم کرنا حجت کا اور خوف دلانا غرض تھا تو اسکے حق میں
آیت کبریٰ عصا تھا نہ ید بیضا اور عصا میں دوسرا اور بھی معجزے تھے ایک یہہ کہ پانی کھینچنے کے وقت موافق
گہرائی کنوئے کے بڑھ جاتا تھا اور اسکی لڑیں ڈول سے بندھ جاتی تھیں اور دوسرے یہہ کہ تاریکی میں دونو
شاخیں اسکی مانند مشعل کے روشن ہو جاتی تھیں اور تیسرے یہہ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سو جاتے
تھے تو وہ کھڑا ہوا نگہبانی کرتا تھا اور اگر بکریوں پاس چھوڑ آتے تھے تو کسی درندہ کو مثل بھیڑئے وغیرہ کے آنے
نہیں دیتا تھا یہاں تک کہ بعضوں نے کہا ہی کہ عصا میں ہزار معجزے تھے چنانچہ دو معجزے عمدہ کلام اللہ میں
بھی مذکور ہیں ایک دریا کا پھٹنا اسکی ضرب سے دوسرے پتھر میں سے جاری ہونا پانی کے چشموں کا اسکے
ضرب سے تو آیت کبریٰ وہی عصا ہوا نہ ید بیضا اور بعضوں نے کہا ہی کہ ید بیضا بہت بزرگ تھا اسواسطے کہ حضرت
موسیٰ ع کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور نبی کی ولایت افضل ہوتی ہی اسکی نبوت سے اور بھی فرعون کے
جادوگر ید بیضا کی نقل نہ کرسکے اور عصا کی نقل کی اور حق بات یہہ ہی کہ یہ دونوں معجزے بڑے تھے اور
آیت کبریٰ میں داخل ہیں اور یہ دونوں حکم ایک نشانی کا رکھتے ہیں اور معجزوں کی نسبت سے جو حضرت

لے آیہ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى پھر دکھلائی موسیٰ نے فرعون کو ایک نشانی بڑی اگرچہ حضرت موسیٰ پاس دو نشانیاں تھیں ایک عصا کہ اژدہا ہو جاتا تھا اور دوسرا آپ کا ہاتھ کہ مانند آفتاب کے روشن ہو جاتا تھا لیکن ایک ہی مجلس میں ایک ہی مطلب کے ثابت کرنیکے واسطے تھیں اسواسطے دونوں کو ایک ہی نشانی اعتبار کیا اور ایک وجہ اور بھی ہی کہ ید بیضا تابع تھا عصا کے ڈالنے کے یعنے جب پہلے عصا کو زمین پر ڈالتے تھے اور وہ اژدہا ہو جاتا تھا تب ہاتھ بغل میں ڈالنے سے مثل آفتاب کے چمکنے لگتا تھا تو گویا اصل نشانی وہی عصا تھا اور نکتہ اسمیں یہہ ہی کہ جب نبی اور رسول بھیجے جاتے ہیں تو پہلے قہر اور غضب سے مخالفوں اور منکروں کی طرف مشغول ہوتے ہیں بعد اُسکے ہدایت اور رہنمائی طالبوں اور مسترشدوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں سو عصا قہر کی شکل تھا اور ید بیضا نمونہ تھا ہدایت اور رہنمائی کا اور بھی عصا میں زندگانی غیبیہ خوفناک اور ڈرانی شکل سے ظاہر ہوتی تھی اور ید بیضا میں نور غیبی تھا کہ پرلے درجے کی روشنی اور چمک سے جلوہ گر ہوتا تھا اور قہر اور سیاست ظاہر نبوت سے متعلق ہی اور نور اور تجلی باطن نبوت سے متعلق ہی کہ وہ مرتبہ ولایت کا ہی اور فرعون کو کہ کافر ازلی تھا اُسپر لازم کرنا حجت کا اور خوف دلانا غرض تھا تو اُسکے حق میں آیت کبریٰ عصا تھا نہ ید بیضا اور عصا میں دوسرا اور بھی معجزے تھے ایک یہہ کہ پانی کھینچنے کے وقت موافق گہرائی کنوئے کے بڑھ جاتا تھا اور اسکی لڑیں ڈول سے بندھ جاتی تھیں اور دوسرے یہہ کہ تاریکی میں دونو شاخیں اسکی مانند شمع کے روشن ہو جاتی تھیں اور تیسرے یہہ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سو جاتے تھے تو وہ کھڑا ہوا نگہبانی کرتا تھا اور اگر بکریوں پاس بھیڑئے آتے تھے تو کسی درندہ کو مثل بھیڑئے وغیرہ کے آنے نہیں دیتا تھا یہاں تک کہ بعضوں نے کہا ہی کہ عصا میں ہزار معجزے تھے چنانچہ دو معجزے عمدہ کلام اللہ میں بھی مذکور ہیں ایک دریا کا پھٹنا اُسکے ضرب سے دوسرے پتھر میں سے جاری ہونا پانی کے چشموں کا اُسکے ضرب سے تو آیت کبریٰ وہی عصا ہوا نہ ید بیضا اور بعضوں نے کہا ہی کہ ید بیضا بہت بزرگ تھا اسواسطے کہ حضرت موسیٰ ع کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور نبی کی ولایت افضل ہوتی ہی اُسکی نبوت سے اور بھی فرعون کے جادوگر ید بیضا کی نقل نہ کر سکے اور عصا کی نقل کی اور حق بات یہہ ہی کہ یے دونوں معجزے بڑے تھے اور آیت کبریٰ میں داخل ہیں اور یے دونوں حکم ایک نشانی کا رکھتے ہیں اور معجزوں کی نسبت سے جو حضرت

عام پر خاطرداری اور خدمت گذاری مین اور دوسرے یہہ بھی ہی کہ ربوبیت حق تعالی کی آنکھ سے غائب
ہی اور عقل مین نہین آتی اور میری ربوبیت ظاہر ہی کہ تم سب دیکھتے ہو اور بھی ایلچی حق تعالی کا کہ حضرت موسیٰ
ہین میرے ایلچیون کی طرح طمطراق یعنے ظاہر کا اسباب درست نہین رکھتے نہ سونے کے کنگن ہاتھون مین ہین
اور نہ خزانہ اور لشکر ساتھ ہی تو اسکی ایلچی گری مین نقصان ہوا اور اسکے نقصان سے اسکے بادشاہ کا
نقصان جسکی طرف سے یہہ آیا ہی صاف بوجھا گیا حاصل کلام کا یہہ ہی کہ فرعون قبل آنے حضرت موسی کے
ان تدبیرون اور حیلہ سازیون سے بچا تھا اور مرتبے سابقات مین داخل ہو کر گمراہی صریح مین پھنسا تھا اور
بعد آنے حضرت موسیٰ کے کہ انکا جھوٹھ کرنے کی تدبیر مین پڑا تو مدبرات امرا کے درجے کو پہنچا تو دونون شخص
ہدایت اور گمراہی کے مرتبے مین کمال کو پہنچے یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہدایت کے کمال کو پہنچے اور فرعون
گمراہی کے انتہا کو پہنچا لیکن عنایت حضرت پروردگار بہ حق کی حضرت موسی کی تدبیر کو شامل ہوکے اعلی
درجے کو پہنچایا اور وہ ملعون خسر الدنیا والاخرہ ہوا فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى پھر پکڑا اسکو
اللہ تعالی نے عذاب پچھلے اور اگلے مین یعنے دنیا مین پانی مین ڈبو کر رسوا کیا اور آخرت کو دوزخ مین ڈالے گا
جس طرح دوسری جگہہ فرعون اور اسکے لشکر کے حق مین فرمایا ہی کہ اُغْرِقُوا فَاُدْخِلُوا نَارًا اور اگرچہ دنیا کا
عذاب مقدم ہی آخرت کے عذاب پر لیکن یہان اسواسطے آخرت کو مقدم فرمایا کہ مقصود اصلی وہی ہی اور
دنیا کا عذاب اسکا وسیلہ ہی اور یہہ بھی ہی کہ عذاب آخرت کا جاودانی ہی اور ہزارون مرتبے سخت
ہی عذاب دنیا سے اسواسطے مقدم ذکر کرنا اسکا اولی ہوا اور ہرچند کہ دنیا دارالجزا نہین ہی لیکن ایسے
فرعونون کو اور شریرون کو دنیا مین بھی بعد الزام حجت کے اورون کی عبرت کے واسطے انکے بدکامون کی سزا
دی جاتی ہی چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى بے شک اسمین سوچ کی جگہہ ہی
اسکو جو حق تعالی سے ڈرتا ہی کئی وجھون سے پہلی وجہ یہہ ہی کہ گمراہی کے پیشواؤن کی تدبیر چل نہین سکتی
اور ایک نہ ایک وقت انکا کیا برباد ہو جاتا ہی اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ حق تعالی اگر اپنی صفت حلیمی
سے گمراہون کو ڈھیل دیتا ہی لیکن مہمل نہین چھوڑتا بلکہ ایک نہ ایک دن سزا قرار واقعی دیتا ہی
تیسری وجہ یہہ ہی کہ معجزون کا دیکھنا اس شخص کو مفید ہوتا ہی کہ کفر کی جڑ اسکے دل مین نہ جم گئی ہو اور اس

جڑ کے ریشے پھیل نہ گئے ہون والا ہر معجزے کو کسی حیلہ اور مکر سے دفع کر دیگا اور ہر دلیل در حجت کو مغالطے سے دور کریگا یعنے دھو کا دیکے مقابلہ کریگا چوتھی وجہ یہہ ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام ایسے کافر سرکش سے کہ دعویٰ خدائی کا کرتا تھا نہایت نرمی اور بردباری سے بات کہتے تھے پھر آخر کو اُسپر فتح اور ظفر پائی تو پیغمبرون اور اُنکے فرمان بردارون کو چاہیئے کہ بے ادبی اور کفر کے کلمات سنکر غصے مین نہ آجاوین اور غمگین نہووین تاکہ آخر کو فتح پاوین اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے مین ثابت ہو چکا کہ فیضان غیب کی زندگی کا جسم کی لیاقت پر موقوف نہین ہی اور البتہ زندگانی غیب کا بار بار آنا اور جانا ہو سکتا ہی چنانچہ عصا مین ظاہر ہوا اب کافرون کو اِس دلیل مین بات کہنے کی گنجایش تھی کہ زندگی حیوان کی ناقص ہی اگر کوئی پتھر یا لکڑی مین یہہ زندگی پائی جاوے تو ہو سکتا ہی اور اسیطرح بار بار آنا اِس زندگی کا بھی کچھ بعید نہین ہی اسواسطے کہ ایام بہار اور برشکال مین ہم خود دیکھتے ہین کہ اِس قسم کے جانور جیسے سانپ بچھو مینڈک خود بخود دبے جوڑے کے پیدا ہو جاتے ہین اور زمین خشک ہو پاتر اُن حیوانون کی صورت قبول نہین کرتی ہی پھر جب وہ موسم گذر جاتا ہی وہ صورت اپنے مادّے سے جدا ہو جاتی ہی اور جب پھر وہی موسم آتا ہی وہی اجزاے مادیہ کہ اُس مکان مین پڑے رہ گئے تھے پھر اسی صورت پر ہو جاتے ہین اور اُنہین جان آجاتی ہی لیکن پیدایش آدمی کی اِس طور پر ہرگز نہین ہو سکتی اُسکی تمثیل بیان کیا چاہیئے تاکہ ذہن نشین ہو جاوے اُسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہی کہ ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا کیا تم زیادہ سخت ہوتے ہین اور پیدایش تمھاری زیادہ سخت ہی اَمِ السَّمَآءُ یا آسمان زیادہ سخت ہی بتے ہین اور پیدایش اُسکی تمھاری نظر وںمین مشکل معلوم ہوتی ہی اور جواب اِس سوال کا ظاہر ہی کہ آسمان اندازے مین بھی آدمی سے بہت بڑا ہی اِس حد کو کہ اصلا اُسکو اِس سے کچھ مناسبت نہین اور تفصیل اجزا کے اعتبار سے بھی جیسے بروج اور ستارے مختلف تاثیرون اور حکمون والے اور حدود جدا جدا اُسکے آدمی سے بہت زیادہ ہین اور قوت جسمانیہ بھی اُسکی آدمی کی قوت جسمیہ سے بہت زیادہ ہی کیونکہ حق تعالیٰ نے بَنٰهَا بنایا اُسکو ایسی سخت بنا کہ ہرگز باوجود گذرنے قرنون کے اور سدا پھرنیکے پُرانا ہی نہین ہوتا اور ٹوٹتا پھوٹتا بھی نہین اور قوت روحانیہ بھی اُسکی آدمی کی قوت روحانیہ سے بہت



غالب ہی اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے رَفَعَ سَمْکَهَا اونچی کی ہی بلندی اُسکی بغیر تکیون اور دیوارونکے
اور سمک لغت مین اُس امتداد کو کہتے ہین کہ طول و عرض پر اُس امتداد کو قائم اعتبار کرین اگر نیچے سے
اوپر کو نظر کرین تو اس امتداد کو سمک کہتے ہین اور ارتفاع بھی بولتے ہین چنانچہ مشہور ہی کہ ارتفاع یعنے بلندی اِس دیوار
یا چھت کی اِس قدر ہی اور اگر اوپر سے نیچے کو دیکھین تو اُس امتداد کو عمق کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین کہ عمق یعنے
گہراپن اِس دریا کا یا اِس کوئے کا اِسقدر ہی اور اہل تفسیر اور اہل حدیث نے یون روایت کی ہی کہ دنیا کے
آسمان کی بلندی روے زمین سے پانسو برس کی راہ ہی اور اِسی طرح سے ساتون آسمانون کے درمیان
مین فاصلہ ہی اور مُتایہ او دَل بھی ہر آسمان کا اسی قدر ہی اسی بات سے بلندی اور چوڑائی ساتوین آسمانکی
قیاس کیا چاہئے کہ کیا کچھ ہوگی اور اہل ہیئت کو علم ابعاد اور اجرام مین آسمانون کی مُٹائی دریافت کرنے کے واسطے
ایک اور ہی طریقہ ہی کہ علم ہندسہ کی دلیلین اُسپر قائم کی ہین ۔ اور جو راہ پانسو برس کی کہ
روایتون مین وارد ہی کچھ مقرر نہین ہی کہ کون سے چلنے والے کی راہ ہی اور کون سی چال مُراد ہی اور یہہ بھی
ہی کہ قطع کرنا چڑھائی کی مسافت کا ہموار زمین کی مسافت قطع کرنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہی اور جتنی دیر
کہ اُسکی مسافت قطع کرنے مین لگتی ہی اُس سے دونی اسمین ہوتی ہی چنانچہ ہموار زمین کے چلنے مین اور پہاڑ کی
چڑھائی مین تجربہ ہو چکا ہی اور اہل ہیئت نے کوسون سے اندازہ اِنکے بُعد کا کیا ہی اور اِس صورت مین
ہوسکتا ہی کہ روایات شرعیہ اور براہین ہندسیہ دونون مطابق ہو جاوین لیکن اہل ہیئت کے نزدیک
افلاک کے سطوح آپس مین ملے ہوئے ہین اور اُنکے درمیان مین مفاصلہ نہین اور روایات شرعیہ کے موافق
مفاصلہ بھی ثابت ہوتا ہی لیکن اہل ہیئت کے نزدیک ایک دوسرے آسمان کا چسپیدہ ہونا اِس مین
لا فصل فی الفلکیات کے قاعدے پر مبنی ہی اور قاعدہ ظنی ہی کوئی دلیل قطعی اُسکے واسطے نہین اور اِس
بات کے ساتھ یہہ بھی ہی کہ اہل ہیئت کی نظر مین حاجت مفاصلے کی اسمانون مین متحقق نہین ہوئی اِس
جہت سے مفاصلے کو ثابت نہین کیا اور شرع والون کو دو رویہ فرشتون کا دونون آسمانون کے درمیان
مین معلوم ہوا تو مفاصلے کو ثابت کیا ہی بس کِسی طرح کی مخالفت نہین رہی مگر یہی کہ براہین ہندسیہ سے بیان مین
ابعاد فلکیات کے ثابت ہوتا ہی کہ بے فرجہ کے معلوم کیا ہی اُس چیز سے کہ روایات شرعیہ سے ثابت ہی لیکن

ف بیان آسمونکی بلندی کے

یہہ مخالفت لفظی ہی کیون کہ جس مقدار کو کہ اہل ہیئت نے آسمان کے مُٹاپے مین داخل کیا ہی شاید کہ بعض کو
اُنہین سے اہل شرع نے فرجہ اعتبار کیا ہوا اور باقی کو مُٹاپا فَارْتَفَعَ النِّزَاعُ پس جھگڑا اُٹھہ گیا اب
حاصل کلام کا یہہ ہی کہ آسمان کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ کا زیادہ ہونا آدمی کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ سے
اظہر من الشمس ہی اور اگر آدمی کو اسبات کا فخر ہی کہ میرا مزاج کمال اعتدال پر واقع ہوا ہی کہ نفس ناطقہ
مجردہ کے تعلق کے قابل ہوا ہون جواب اسکا یہہ ہی کہ آسمان بھی کمال اعتدال اور لطافت مین واقع ہوا ہی
چنانچہ فرماتے ہین فَسَوّٰىهَا پھر معتدل المزاج کیا ہی اُس آسمان کو اور نفوس کاملہ کو اُسکے اجرام سے
متعلق کیا ہی کہ لطافت اور تجرد مین نفوس انسانیہ سے زیادہ تر کامل ہین اور باوجود ان سب باتون کے
آسمانون کو ایک بڑی زبردست تاثیر بخشی ہی کہ بسبب ظاہر ہونے آفتاب اور ستارون کی شعاع کے
ایک حرارت قوی عالم مین ظاہر کرتے ہین اور انکی روشنی چھپ جانے سے نہایت خنکی عالم مین پیدا کرتے
ہین اور یہہ تاثیر ہر روز آنے جانے مین دن رات کے نظر آتی ہی وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا اور اندھیری کی رات
اُسکی تا کہ آفتاب کی شعاع گرم جہان والون پر نہ چلے اور سردی پیدا ہوا اور ہرچند کہ شب نام مخروط ظلی زمین کا
ہی لیکن جو وہ مخروط آفتاب کی شعاع کے سبب پیدا ہوتا ہی اور غروب آفتاب کا ایک کنارے پر اُس
مخروط کے طلوع کا سبب ہوتا ہی اُس کنارے والون پر اور طلوع آفتاب کا اُس مخروط کے غروب کا
موجب ہوتا ہی اور آفتاب کی حرکت آسمان کی حرکت کے تابع ہی تو اِسلیئے رات کو آسمانکی طرف نسبت فرمایا
ہی اور بعضون نے ارباب ہیئت سے آسمان کی تسویہ کو اُسکی کُرَوِیَّت پر حمل کیا ہی اور کہتے ہین کہ شکل کروی
آفات کو قبول نہین کرتی برخلاف اور شکلون کے پس اس جہت سے بھی خلقت آسمان کی زیادہ تر محکم
ہوئی آدمی کی خلقت سے اور بعضون نے تسویہ کو آسمانمین شقوق اور شگاف نہونے پر حمل کیا ہی برخلاف
آدمی کے کہ مسام اور شقوق بہت رکھتا ہی اسی واسطے بہت سی آفتین ہی کہ مناسب اور نامناسب
ہوا اُسکے بدن مین داخل ہوتی ہی اور کھانا اور پینا اور گرم و سرد ہوا اور موذی جانور اُسکے بدن کے
سوراخون کی راہ سے گھس سکتے ہین برخلاف آسمان کے کہ ان سب آفتون سے بالکل محفوظ ہی
وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا اور نکالی روشنی اُسکی کہ عبارت اُسکے آفتاب سے ہی اور ضحی دن کے وقت کا

ذکر اسواسطے اختیار فرمایا ہی کہ وہ وقت کامل تر ہی سب اجزاؤن سے دن کے نور اور روشنی مین
اور آفتاب کی شعاع کو ایک تاثیر ہی نہایت محسوس گرم کرنے مین عالم کے آور تمام عناصر اُسکی شعاع کے
سبب سے گرم ہو جاتے ہین خصوصًا زمین کہ بسبب کثافت اور یُبس کے بہت دیر تک اس کیفیت مقبولہ کو محفوظ
رکھتی ہی اور جو رات دن آسمان کو تبرید و تسخین یعنے سردی اور گرمی بہم پہنچی اور آسمان قابل ان کیفیتون کے
نہ تھا تو لاچار ان دونون کو زمین نے قبول کیا اور قابل جوتنے بونے اور چشمے اور نہرین جاری ہونیکے
ہوئی ۞ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ۞ اور زمین کو رات و دن کی تدبیر کے بعد ہموار و چمن بندی
کی کیونکہ جمع ہونے سے گرمی سردی کے زمین مین ۞ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا ۞ نکالا اُس زمین سے پانی
اُسکا تاکہ زمین مین کے گھرے ہوئے پانیون کو کہ سردی کے سبب سے پانی کی صورت قبول کرنے کے
مستعد ہوئے تھے آفتاب کی شعاع کی گرمی سے بہہ کر زمین سے باہر نکل آوین اور جب پانی اور خاک مل گئے
اور حرارت نے بہار اور گرمی کی اُسمین اثر کیا تو بس گھاس اور سبزہ اُگا چنانچہ فرماتے ہین ۞ وَمَرْعَاهَا
اور نکالا چارا اُس زمین کا گویا زمین اس تدبیر سے پہلے اجڑ پڑی تھی اب اُسکو باغ بنا دیا کہ پانی بھی اُسمین
جاری ہی اور طرح طرح کا سبزہ بھی اُگا ہی آور اسواسطے کہ مادہ پانی کا زمین مین محفوظ ہو ایک تدبیر دوسری
فرمائی ہی وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۞ اور پہاڑون کو لنگرون کی طرح سے زمین پر مقرر کیا کہ جو بخارات کہ
زمین مین گھرے ہوئے چاہین کہ باہر نکلین تو پہاڑون کے مُتاپے کے سبب سے نکل نہین سکتے ناچار لوٹ کر
پانی ہو جاتے ہین اور سوراخون کی راہ سے جو اُن پہاڑون مین پاتے ہین چشمون اور نہرون کے طور سے
جاری ہوتے ہین اور یہہ بھی ہی کہ جو پانی کہ آسمان سے نازل ہوتا ہی تو پہاڑون کے مُتاپے کے سبب سے
زمین اُسکو جذب نہین کر سکتی اور پہاڑون کی چوٹیون پر جمع ہو رہتا ہی پھر آہستہ آہستہ نشیب کی
طرف جاری ہوتا ہی آور اِسی واسطے نہرین اور چشمے پہاڑون سے جاری ہوتے ہین آور قرآن مجید مین
جابجا چشمون اور نہرون کے ذکر کے ساتھ پہاڑون کا ذکر بھی آیا اور یے سب تدبیرین اس واسطے
فرمائی ہین کہ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۞ کام چلانے کو تمھارے اور تمھارے چارپایون کے بس
بقا اور معاش تمھاری سب آسمان سے مربوط ہی اور حیات تمھاری مدد چاہنے والی اُسکی حیات سے

ہی پھر اپنے کو خلقت مین اُس سے زیادہ محکم کس طور سے گمان کرسکو گے اور یہان پر سمجھا چاہیئے کہ دوسری روایتون مین کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ فُصِّلَتْ مین واقع ہوئی ہین زمین کی خلقت کو آسمان کی خلقت سے پہلے بیان فرمایا ہی بلکہ پہاڑون کے قائم کرنے کو زمین پر اور القا کرنا برکت کا ساتھ پیدا کرنے قوتون کے زمین مین بھی سورۂ فُصِّلَتْ مین آسمان کی خلقت پر مقدم ہی اور وہ جو کشاف والے اور دوسرے مفسرون نے کہا ہی کہ خلقت زمین کے جرم کی آسمان کی خلقت پر مقدم ہی اور بچھانا اور پھیلانا زمین کا آسمان کی خلقت کے بعد ہی سو یہہ تقریر پیش نہین جاتی کیونکہ سورۂ فصلت مین زمین کی تمام خلقت کو اور جو کچھ کہ اُسمین ہی آسمان کی خلقت سے مقدم فرمایا ہی اور سورۂ بقرہ مین بھی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء زمین کی تمام مخلوقات کی تقدیم آسمان کے تسویہ پر دلالت کرتی ہی اسی واسطے ایک جماعت علما کی اس بات کی طرف گئی ہی کہ خلقت آسمان کی زمین سے مقدم ہی مگر تسویہ آسمان کا زمین کے بعد ہی سو اس جماعت کو اس سورے سے غفلت واقع ہوئی ہی کیونکہ اس جاے پر فسوّٰھا واغطش لیلھا واخرج ضحٰھا فرمایا ہی اور بعد اُسکے ارشاد کیا ہی والارض بعد ذلک دحٰھا پس تحقیق یہہ بات ہی کہ مراد دحو زمین سے کہ آسمان کے تسویہ کے بعد ہی مرتبہ قضا اور ایجاد ما فی الارض کا ہی اور زمین کو بطور باغ کے مرتب کیا اور مراد خلقت سے ما فی الارض من الجبال والنبات والاقوات کی کہ سورۂ فصلت اور سورۂ بقرہ مین ہی آسمان کی تسویہ پر مقدم ہی سو اُن چیزون کے اندازے اور تقدیر کا مرتبہ ہی نہ بالفعل کی ایجاد کا والا ظاہر ہی کہ تکوّن معادن اور نباتات کا بلکہ کائنات جو بھی اشعہ آسمانی پر اور اوضاع مختلفہ پر اُس اشعہ کے موقوف ہین کہ حرکت سے آسمان کی مربوط ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ ثم اور بعد ذلک اِن آیتون مین ترتیب کے واسطے نہین ہین بلکہ نعمتون کی گنتی کے واسطے ہین کہ بسبب کثرت عنایت کے رعایت پس و پیش کی ذکر مین نہین کرتے ہین جیسے کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ مین نے تجھکو فلانی فلانی چیزین نہین دین پھر تیری پرورش نہین کی پھر تجھکو اگلے مالک کے ہاتھ سے کہ تجھ پر ظلم کرتا تھا نہین چھڑایا بلکہ بعضون نے اُنمین سے کہا ہی کہ بعد یہان پر مرتبے کی تراخی کے واسطے ہی جیسے ثم کان من الذین امنوا مین ہی کہ بعد فک رقبہ کے اور دوسری عبادات مالیہ کے مذکور فرمایا ہی ٭

ف بیان ... پہلے ... زمین ... آسمان ...

سمانات ... زمین ... بیچ کی مخلوقات ...

اور زمین کا

اور زمین کا بچھانا آدمیون کے حق مین بہت بڑی نعمت ہی آسمانی نعمتون سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی
عنہما سے منقول ہی کہ بعد ذلک یہان پر مع ذلک کے معنو مین ہی جیسے آیت عتل بعد ذلک زنیم
مین اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ حق تعالی نے پہلے زمین کو بہت چھوٹا پیدا کیا اور اسمین
پہارون کی رگین پیدا کین اور اُن رگون مین برکت دی کہ اُنکے سبب سے پانی کو اپنے اندر کھینچ لے اور چشمین
جاری ہون اور اندازہ کھانے کی چیزون کا مقرر کر دیا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان ایک دھوئین کی
مانند تھا اُسکے سات آسمان بنائے پھر زمین کو پھیلایا جسقدر کہ اب ہی اور اول پیدائش زمین کی کعبہ معظمہ کے
مقام پر تھی وہین سے پھیلائی گئی ہی اسی واسطے اُس خانۂ مکرم کے حق مین دوسری جاے پر فرمایا ہی
ان اول بیت وضع للناس اور مکے کے شہر کو اسی واسطے ام القری کہتے ہین واللہ اعلم اور یہہ بھی سمجھ
لیا چاہئے کہ اِن نعمتون کی تعداد مین بعضے مکانون پر حرف عطف کا لائے ہین اور بعضے مکانون پر حذف
کیا ہی سو اس نکتے کے دریافت کرنے کا قاعدہ یہہ ہی کہ جس مقام پر کہ پہلی نعمت مجمل ہی اور اُسکی
تفصیل منظور ہی تو عطف کے حرف کو وہان سے حذف فرمایا اسواسطے کہ مجمل اور مفصل آپسمین ایک ہین
حرف عطف کی گنجایش اُنمین ممکن نہین جیسے والارض بعد ذلک دحٰھا اخرج منھا ماءھا ومرعٰھا
اور جیسے بنٰھا رفع سمکھا فسوّٰھا اور جس جاے پر کہ پہلی نعمت کے بیان سے فارغ ہوکر دوسری
نعمت کا بیان کرنا مقصود ہی وہان پر عطف کا حرف لائے ہین چنانچہ اور سب آیتون مین مذکور ہی اور
جو دفع کرنے سے کافرون کے شبہون کے کہ حیات اُخروی مین بیان کرتے تھے فارغ ہوئے اور وہ
بات کہ مقصود تھی یعنے تفصیل نیکون اور بدون کے حال کی اور امتیاز ہر ایک کا اِن دونو طایفون مین
اپنے حال کے اندر ادھورا رہ گیا تھا پھر تمام کرنے کو اس مقصد کے رجوع فرماتے ہین کہ کتنے دل اُس روز کی
دوبارہ زندگی کے سبب سے اور نفخۂ صور کی آواز سُننے سے مضطرب اور بیقرار ہو جاوینگے اور ثمرہ بھی اُنکے
اس اضطراب کا ظہور کریگا اور جس بلا سے کہ ڈرتے تھے وہی واقع ہوینگی صورت پکڑ یگی فَاِذَا جَآءَتِ
الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی پس آنے سے راوفہ کے لوگ مضطرب اور بیقرار ہو جاینگے اور ہر شخص پر اپنے
حال کا اندیشہ غلبہ کریگا کہ دیکھا چاہئے مجھسے آج کے دن اس مقام پر اس زندگی مین کس طرح کے معاملے سے

پیش آتے ہین اور کیا کرتے ہین اور جب دوسرا حادثہ آویگا کہ وہ بہت بڑا اور سب حادثون پر غالب ہی کہ مراد تجلّی قہر آلہی سے ہی مجازات کے واسطے اور حاضر کرنیکو عملون کے صحیفون کے اور شاہدون کے اور ارواحون اور ملائکہ کے اور نزدیک لانے کو دوزخ کے اُسکے موقف پر یعنے کھڑے ہونیکی جگہہ پر اور ادھر پکڑ گناہ گارون کی اور سوال ورمجرمون کی سزا کے واسطے اور طامہ کا لفظ ماخوذ ہی طم سے کہ غلبے اور علو کے معنون مین ہی یُقال فی المثل جری الوادی فطم علی القری جب نالہ جاری ہوتا ہی تو گھٹے پر پانی غالب ہو جاتا ہی اور کبری تاکید ہی تاکید اُس حادثہ کے غلبے اور علو پر ہی اور جزا اُس شرط کی کہ حرف اذا کا مدلول ہی لفظ فاما من طغی کا اپنے معطوف کے ساتھ ہی اور جو یہہ حادثہ بالاصالت نوع انسانی کی مجازات کے واسطے واقع ہوگا اور آسمان کا پھٹنا اور زمین کا تزلزل اور دوسرے حادثے محض اُسکی تمہید اور توطیہ مین بس واقع ہونا اُس حادثے کا ہوسکیگا مگر یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الۡاِنْسَانُ مَا سَعٰی جس دن یاد کریگا آدمی اُن سب چیزون کو جو دنیا مین سعی اور تلاش سے کی تھین گویا کام کرنے کے بعد کہ جزا اُسکی نہین دیکھی اور ثمرہ اُسکا نہین چکھا تو بھول گیا تھا اب جو اُسکا بدلا آنکھون سے دیکھیگا تو اُن سب کامون کو یاد کریگا اور اپنے اعمالون کو اکٹھے کئے ہوئے اور صحیفون مین بھی لکھے ہوئے دیکھیگا اور جو چیزین کہ اُسکے ذہن سے جاتی رہی تھین پھر اُسکے ذہن مین بس جاوینگی اور قواے فلکیہ کے سرایت کرنے سے اُسکے مدرکہ اور خیال مین ان عملون کو انکی صورتون سے دریافت کر لیگا اور آسمان کے چرنے اور زمین کے پھٹنے سے عالم مثال علوی اور سفلی کو دیکھیگا وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ اور کھول دکھائی جائیگی دوزخ لِمَنْ یَّرٰی جو چاہے دیکھے اور سب آدمی اُسوقت دوزخ کے دیکھنے مین برابر ہونگے جیسے دُنیا مین انبیا اولیا دوزخ کو دیکھتے ہین اور عوام دوزخ کو نہین دیکھتے اُس جہان مین یہہ تفرقہ نرہیگا بس زیادہ کرنا لمن یری کا اُسکے ظہور کی تعمیم کے واسطے ہی جیسے قد بین الصبح لذی عینان یعنے ظاہر ہوئی صبح اُس شخص کے واسطے کہ دو آنکھین رکھتا ہی ہرچند کہ یہہ حادثہ عظیم تمام محشر والون کو بے حواس کر دیگا اور دیکھنے سے قہر الہی کی نشانیون کے کہ دوزخ کی صورت سے نمودار ہونگی سب شریک ہونگے لیکن اثر اُس غضب کا ہر کسی کو نہ پہنچیگا بلکہ لوگ اُس وقت مین دو فریق ہو جاوینگے فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۝ پھر جس شخص نے

کہ دنیا مین

کہ دنیا میں سرکشی اور شرارت کی تھی اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کیا تھا اور اکثر سرکشی اور شرارت کا سبب دنیا کی محبت ہی ہی اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہوا ہی کہ حُبُّ الدُّنیا رأسُ کُلِّ خطیئۃٍ یعنے دنیا کی محبت جڑ ہی سب خطاؤں کی اور یہہ طاغی دنیا کی محبت کے مرتبے سے بھی بڑھ گیا تھا ؛ وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ؕ اور بہتر سمجھا تھا دنیا کا جینا اور اسکی لذتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر اور اسکے ثواب پر ترجیح دی تھی فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ؕ پھر تحقیق دوزخ وہی ہی اسکا ٹھکانا کیونکہ دوزخ مظہر ہی قہر الٰہی کا اور دوری اور مہجوری کی صورت ہی اسکی جناب سے اور جس شخص نے غیر اللہ کو کہ دنیا تھی اللہ پر ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ سے نہایت دور جا پڑا اور اسکا دیکھنا دوزخ کو ایسا ہی جیسے چور کا دیکھنا جلاد کو یا سولی کو وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ اور جو شخص کہ دنیا میں ڈرا اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے اور سمجھا کہ مجھے اسکے حضور میں کھڑا ہونا ہی بس اسکی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز اور سرکشی نچاہئے کرنا نہیں تو وہاں بڑی رسوائی حاصل ہوگی اور دنیا کی زندگانی کو کہ ایک سفر سے زیادہ نہیں حق سبحانہ تعالیٰ کی مرضیات پر اور آخرت کے ثواب پر ترجیح دینا نچاہئے کہ آخر کو کام اسی سے ہی وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ۙ اور روکا جی کو چاؤ سے یعنے خواہش نامشروع سے کہ اکثر دنیا کی ترجیح کا باعث وہی نفس کی خواہش ہوتی ہی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ؕ پس تحقیق بہشت وہی مکان اسکے لائق ہی اور شیخ ابوبکر ورّاق نے فرمایا ہی کہ حق تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں کوئی چیز زیادہ بری ہوا سے کہ مخالف حق کے ہو نہیں پیدا کی ہی اور اسی واسطے اہل طریقت کے نزدیک آدمی اس وقت بالغ ہوتا ہی کہ ہوائے نفس سے خلاص ہو جاوے چنانچہ عام لوگوں کے عرف میں اس وقت بالغ ہوتا ہی کہ محبت سے کھیل کود کی خلاص ہو جاوے بیت خلق اطفال اند جز مست خدا ؛ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا ؛ بس دیکھنا اسکا دوزخ کو اس طرح سے ہوگا جیسے تماشبین جلاد کو یا سولی کو دیکھیں کہ اور موجب فرحت اور خوشی کا ہو ہرچند کہ اس مقام پر حال بیان کرنا آدمیوں کے دو فرقوں کا منظور ہی کہ محشر کے دن انجام ہر ایک کا ان میں سے ایک اور ہی رنگ رکھتا ہی لیکن مفسروں نے کہا ہی کہ ان دونوں وصفوں میں اشارہ ہی دو حقیقی بھائیوں کے حال کی طرف قریش میں سے کہ دونوں کو ان کے باپ کا مال بہت سا ہاتھ لگا تھا اور انکی ماں ان پر نہایت پیاری تھی خوش خوراک اور خوش پوشاکی میں انکی شب و روز

ف
قصہ مصعب اور عامر کا کہ دونوں بھائی تھے

مصروف رہتی تھی ایک اُنہیں سے کہ مصعب بن عُمیر نام رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی صحبت مین
حاضر ہوا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے دُنیا کی لذّتین چھوڑ دین تھین اور راتون کو تہجد گذاری مین
بیدار رہتے تھے اور ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور اچھا کھانا نہ کھاتے تھے کہ عورتون کی خواہش زیادہ ہوگی آنحضرت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ کے فرمانے سے وہ مال ومتاع اور دولت وحشمت چھوڑکر اور سارے
گھربار سے جدا ہوکر غربت وکربت مین مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کی اور قرآن پڑھانے مین وہان کے
لوگون کے مشغول ہوئے اور جنگ اُحد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نشان اٹھاکر کمال استقلال
وجوانمردی اور آزادگی کے ساتھ دُنیا سے گئے اور شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون یہان تک
کہ اُنکے کفن کے واسطے سوا ایک لنگ کے کچھ میسّر نہوا اور وہ بھی اُنکے قد کے برابر نہ تھی اگر پانون چھپاتے تھے
تو سر کھل جاتا تھا اور اگر سر چھپاتے تھے تو پانون کھل جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس
لنگ سے اُنکے سر کو چھپادو اور اُنکے پانوون کو خوشبودار گھانس سے کہ اُسکو اذخر کہتے ہین چھپادو پھر
لوگون نے ویسا ہی کیا اور دوسرا بھائی کہ جسکا نام عامر بن عمیر تھا شب وروز عیش وعشرت مین مصروف
تھا اور محرّمات شرعیہ مین مستغرق اور ترک دُنیا کے واسطے ہمیشہ اپنے بھائی سے لڑتا جھگڑتا تھا اور
دُنیا کی محبت کے واسطے آنحضرت صلعم کی صحبت سے بھاگتا تھا اور حاضر نہوتا تھا اور ایمان اور ایمان کے حکمونکو
قبول نہین کرتا تھا یہان تک کہ جنگ بدر کے دن کافرون کے ساتھ مارا گیا اور کُندۂ دوزخ ہوا اعاذنا
اللہ من سوء الخاتمۃ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافرون کے سامنے قیامت کا احوال بیان فرماتے
اور کہتے کہ دوزخ طاغیون اور سرکشون اور دُنیا طلبون کی جاے ہی اور بہشت متقیون اور درروالون کا
مقام ہی تو کافر پوچھنے لگتے کہ یہہ سب تو قیامت کے بعد ہوگا پھر تم ہم کو بتاو کہ قیامت کب ہوگی اور اُسکے
آنے کا کون سا وقت ہی اللہ تعالیٰ نے انکے اِس بیہودہ سوال پر خفگی فرمائی اور ارشاد ہوا کہ يَسْـَٔلُونَكَ
عَنِ السَّاعَةِ پوچھتے ہین تجھ سے قیامت کے آنے کا وقت أَيَّانَ مُرْسَاهَا کب ہوگا برپا کرنا
اُس قیامت کا اور کون سے وقت ہوگی حالانکہ یہہ سوال اُنکا محض بیجا ہی کیونکہ آیندہ کی باتین بتانا تجھ
تیرا کام نہین ہی کہ تجھ سے اِس قسم کی باتین پوچھتے ہین یہہ تو نجومیون اور رمالون اور جفریون اور فال دیکھنے والون

اور کاہنون

کاہن اُسکو کہتے ہین جو غیب دانی کا دعویٰ کرے جن کی تعلیم سے اور آیندہ کی خبر بتلاوے

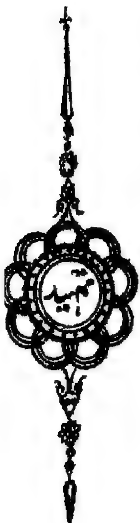
اور کاہنون کا کام ہی تیرا کام تو احکام الٰہی پہنچا دینے کا ہی اور ڈرا دینا اللہ کے عذابون سے بغیر تعین وقت کے فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا تو کس بات مین ہی اُس قیامت کا وقت بیان کرنے مین کیون کہ انبیا اولیا کا یہ کام ہی آگے ہونے والی بات کے وقت کو بیان کر دیتے ہین سو محض اسواسطے کہ جب وہ بات اُسی وقت ہو جاتی ہی تو لوگون کو اُنکی نبوت اور ولایت پر اعتقاد آجاتا ہی اور اُن سے اللہ کی راہ سیکھتے ہین اور ہدایت پاتے ہین جیسے ظاہری اطبا کہ بعضے وقت بطور تقدمۃ المعرفت کے مریض کے تغیرات مزاجی آیندہ کو بتا دیتے ہین اس واسطے کہ لوگون کو اس بات کے ظہور مین آنے کے بعد انکی طبابت پر اعتقاد آجاوے اور مخلوق اُنکے معالجے سے نفع اُٹھاوین والا بیان کرنا آیندہ کے حادثون کے وقت کا نبوت اور ولایت کی شرطون سے نہین ہی چنانچہ بیان تقدمۃ المعرفت کا یعنے آگے کی بات پہچاننے کا بیان کچھ طبابت کی شرطون سے نہین ہی اور ایک بات ہوتی ہی کہ اُسمین تو فی الجملہ کچھ فائدہ بھی ہوتا ہی اور قیامت کے وقت کے بیان کرنے مین کچھ فایدہ بھی نہین کیون کہ اگر کسی کو بعد واقع ہونے قیامت کے انبیاؤن کی نبوت پر اعتقاد آیا تو کیا حاصل کہ ایمان کا وقت تو فوت ہو گیا اور اگر قیامت کے واقع ہونے کے قبل موافقت اُس وقت بیان کئے گئے کی معلوم ہو نہین سکتی پس قیامت کے وقت کا ذکر ہرگز نبوت کے کام سے موافقت نہین رکھتا اور ان سب باتون کے ساتھ خود یہہ علم بھی ایسا نہین کہ کسی بشر کا مدرکہ اسکا احاطہ کر سکے کیون کہ تمام حادثے کہ عالم مین واقع ہوتے ہین سو اسباب بھی اُن حادثون کے عالم مین موجود ہین تو اُن حادثون کے واقع ہونے کا وقت مقرر کر سکتے ہین اور یہہ کہہ سکتے ہین کہ جب یہہ اسباب جمع ہو وینگے اور یہہ موانع دور ہو جاوینگے جسوقت ہین ہون تب خواہ مخواہ یہہ حادثہ واقع ہو گا برخلاف اس حادثے عامہ کے کہ تمام ارکانون پر اس عالم کے صدمہ پہنچا دیگا اور اسباب مانند مسببات کے درہم برہم ہو جاوینگے پس اسکے واسطے ایک سبب ہی اس عالم کے اسباب کے ماسوا کہ بشر کے فکر کی حد وہان نہین پہنچتی ہی اسیواسطے جو شخص کہ اس عالم مین سے سوال کیا جاتا ہی باواسطہ یا بیواسطہ اسکو علم الٰہی کے حوالے کر دیتے ہین اور اسیواسطے فرمایا ہی إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا تیرے رب ہی کی طرف ہی انتہا اُسی قیامت کی اسواسطے کہ قیامت کے وجود کا سبب ارادہ پھر اُسی ذات پاک کا ہی کہ عوض لینے کے واسطے بنی آدم کے گنہگارون کی طرف متوجہ ہو گا اور اس ارادے کے وقت کا جاننا

کہ کب ہی اور بنی آدم کی برائیون کے اندازے کو معلوم کرنا کہ کتنی ہین اور کون برائی قابل سزا دینے کے ہی یہہ
سب خاصہ اُسی ذات پاک کا ہی تیرا کام اور دوسرے آدمیون کا نہین ہی کہ اس علم کو
جان سکین مگر ایک طور سے کہ اگر اللہ تعالی کی طرف سے اُنکو یہہ علم عنایت ہوا اور وہ ہونیوالا نہین
کیونکہ اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ یَّخۡشٰہَا یہی ہی تو مگر ڈرانے والا اُس شخص کا جو قیامت سے
ڈرتا ہی آور یہان پر ایک شبہہ بیان کرتے ہین کہ ڈرنے کو ڈرانا کیا معنے جواب اُسکا یہہ ہی کہ
علم اجمالی کے سبب سے کہ ہر عاقل کو مجازات پر حاصل ہی یہ جانتا ہی کہ دنیا مین مجازات واقع نہین
ہوسکتا سوا ایک اور عالم اُسکے واسطے چاہیے پس خوف قیامت کا اُسسے پیدا ہوتا ہی اور انبیا اور
مرسلین کا ڈرانا بیان کرنے سے مجازات کی تفصیل اور مضرات اور نافعات سے اُس جہان کے ہی پس
جو شخص کہ علم اجمالی مجازات پر نہین رکھتا انبیا اور مرسلین کے ڈرانے سے بے بہرہ ہی اور بعضے مفسرون نے
کہا ہی کہ مراد من یخشی سے یہہ ہی کہ خوف آخرت کی استعداد کا بالقوہ اُسمین موجود ہی نہ یہہ کہ بالفعل ڈرتا ہی
اور جو ڈرانے سے انبیاؤن کے سوائے اُن لوگون کے کہ استعداد خوف کی رکھتے ہین فائدہ مند
نہین ہوتے تو گویا انبیاؤن کو دوسرون کے ڈرانے کا منصب نہین ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ ڈرنیوالے
اور ڈرانیوالے کو سوال اُس چیز کے وقت کا اصلا درکار نہین ہی جیسے کسی مسافر کو جو چور وغ کا ڈر ہو یا
کوئی دوسرا اُسکو فوراً ڈراوے اور وہ پوچھے کہ مجھپر کس وقت پڑینگے جب تک اُسکا وقت بیان
نہ کریگا تب تک مین ہرگز یقین نکرونگا اور ظاہر ہی کہ اگر کافرون کا سوال قیامت کے وقت کا اس واسطے
تھا کہ اگر وقت کا بیان کرینگے تو ہم ایمان لاوینگے بس یہہ صاف بیجا ہی کیونکہ بیان کا وقت اُس صورت
مین موجب ایمان کا ہوتا ہی کہ وقوع واقعہ کا موافق اُس وقت کے ہووے اور اس سے پہلے بیان
کرنا اور نکرنا وقت کا برابر ہی اور بعد واقع ہونے قیامت کے ایمان کا اعتبار نہین ہی اور اگر اسواسطے
ہی کہ اسکا بُعد اور قرب معلوم کرلین اگر دور ہو تو خاطر جمع سے بیٹھ رہین اور اگر نزدیک ہو تو اُسکی
فکر کرین تو یہہ بھی بے حاصل ہی کیونکہ قیامت قائم ہونے کے وقت یہہ مدت دراز جو گذری ہی اُنکو بہت تھوڑی
معلوم ہوگی کَاَنَّھُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَہَا گویا کہ وہ لوگ جس روز کہ دیکھینگے نشانیان اُس

قیامت کی تو جانینگے کہ اُنکے ٹھہرنے کی مدّت دُنیا مین نہایت تھوڑی تھی اور ایک روز کامل کو بھی نہین پُہنچی تھی بلکہ ایسا گمان کرینگے کہ لَمْ يَلْبَثُوا دیر نہین کی تھی دنیا اور برزخ مین اِلَّا عَشِيَّةً مگر ایک عشا کہ آفتاب کے زوال سے غروب تک ہوتی ہی اَوْ ضُحٰهَا یا برابر اسکی ضحی کے کہ طلوع آفتاب زوال کے قریب تک اُسکا وقت ہوتا ہی اور تردّد اُنکا عشا اور ضحی مین اسواسطے ہوگا کہ اگر عمر اُنکی مشقت اور رنج مین گذری تھی اور برزخ مین بھی عذاب مین گرفتار تھے اسواسطے اپنی بقا کی مدت کو آدھے عشا یعنے پچھلے آدھے دن کی برابر جانینگے کہ وہ ماندگی اور رنج کا وقت بھی ہی اور اگر اُن کی عمر راحت مین گذری تھی اور برزخ مین بھی چندان معذب نہین ہوئے تو اپنی بقا کی مدّت کو ضحی اسمجھینگے اور بعضے علما نے کہا ہی کہ شروع رات دن کے دوریکا اکثر لوگون کے نزدیک جیسے ہنود اور یونانی وغیرہ مین دوپہر دن سے ہی اور شریعت مین اول فجر سے اور جو اہل محشر منظور رکھین گے کہ اپنی بقا کی مدّت کو آدھے دن سے بھی کمتر بیان کرین تو کہین گے کہ اگر شروع دن کا نصف النہار سے ہی تو ہم نے دیر نہین کی مگر برابر ایک عشا کے اور اگر ابتدا اول فجر سے ہی تو ہمنے دیر نہین کی مگر ایک ضحی اور ظاہر بھید مقدم ہونے مین عشا کے ضحی پر یہی ہی لیکن اضافت ضحی کی عشا کی طرف اس جہت سے ہی تاکہ آگاہی ہو اس بات کی طرف کہ بالکل دنیا کی مدت اُنکے گمان مین ایک روز کے برابر ہوگی چنانچہ دوسری جاے پر اُنکی زبان سے فرمایا ہی کہ ان لبثتم الا یوما اور اپنے نوع کی بقا کا زمانہ دُنیا مین اس روز کی ایک ساعت کے برابر جانینگے نہ یہہ کہ عشا ایک دن کی اور ضحی دوسرے دن کی اور اگر عشیتہ و اضحی فرماتے اور اضافت ضحی کی عشیتہ کیطرف نکرتے تو اتحاد ایک روز کا بوجھا نجاتا اور احتمال ہی کہ معنے اس آیت کے اس طور سے ہون الا عشیۃ او ضحاہا ایضا مع العشیۃ اور حاصل یہہ کہ اپنی دنیا کے باقی رہنے کی مدّت مین تردد کرینگے کہ آدھا روز تھا یا سارا روز چنانچہ دوسری جاے پر اُنہین کی زبان سے نقل فرمائی ہی کہ

لبثنا یوما او بعض یوم فاسال العادین واللہ اعلم

سورۂ عبس



یہہ سورۃ مکی ہی بیالیس آیتیں اور ایک سو تیس کلمے اور پانسو تیس حرف ہیں اور اس سورۃ کا ربط سورۂ والنازعات سے کئی طور سے ظاہر ہی اول تو یہہ کہ آخر ہیں سورۂ والنازعات کے انما انت منذر من یخشیٰہا فرمایا ہی اور اس سورۃ میں عتاب اور خطاب ہی ترک کرنے پر اس منصب کے لوازمات کے کہ اما من جاءک یسعی وھو یخشی فانت عنہ تلہی دوسرے یہہ کہ اس سورۃ کا قصہ اس سورۃ کے قصے سے تقابل رکھتا ہی وہاں پر ایک پیغمبر جلیل القدر کو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے روبرو ایک بادشاہ صاحب اقتدار کے بھیجا اور اُسکی خوشامد کا حکم فرمایا فقل ھل لک الیٰ ان تزکی اور یہاں پر ایک فقیر اندھے خاکسار کو سامنے آگے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے اور اُسکی خاطرداری کا حکم ہوا اور اغنیا اور ثروت والوں کی توجہ کرنے پر عتاب فرمایا وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام بطور آرزو کے کہتے تھے ھل لک الیٰ ان تزکی اور یہاں حق جل وعلیٰ امیدوار کرتا ہی کہ لعلہ یزکی اور اس بادشاہ کو طغیان اور سرکشی سے وصف فرمایا اور اس فقیر کا خوف وخشیت سے وہ بادشاہ جبار اپنے مکان پر تھا اور پیغمبر کو اُسکے پاس جانے کا حکم ہوا کہ اذھب الیٰ فرعون اور یہاں پر وہ فقیر خود دوڑا چلا آتا ہی کہ اما من جاءک یسعی تا معلوم ہو کہ کاروبار انبیا کا تمام تابعداری او فرمانبرداری ہی جس طرح سے ارشاد ہوتا ہی اُسیطرح سے بجا لاتے ہیں اگر اغنیا اور سرکشوں کی ملاقات کا حکم ہوتا ہی تو بسر وچشم اور اگر فقیروں خاکساروں کی تعظیم اور توقیر کو ارشاد ہوتا ہی تو علی الراس والعین نہ تابعداری اور فرمانبرداری سے فقیروں کی خوشدل ہوتے ہیں اور نہ سرکشی اور جباری سے متکبروں کی تنگدل فرعون کو دیکھا چاہئے کہ کس صفت سے موصوف ہوا کہ ثم ادبر یسعی پھر پیٹھ پھیر کر راہ حق سے بھاگتا تھا اور اس مسکین اندھے کو غور کیجئے کہ کس طور سے آتا ہی جاءک یسعی یعنے حق کی طرف مُنہہ کر کے دوڑتا ہی تیسرے یہہ کہ ان دونو سورتوں میں دھڑکے قیامت کے دن کے اور تکلیفیں اُس روز کی ایک ہی طور سے مذکور ہیں جیسے اُس سورۃ میں فاذا جاءت الطامۃ الکبریٰ یوم یتذکر الانسان ما سعیٰ الیٰ اٰخرھا فرمایا ہی اور اس سورۃ میں فاذا جاءت الصاخۃ یوم یفر المرء من اخیہ الیٰ الاٰخر ارشاد ہوا چوتھے یہہ کہ نعماءاللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا درست کرنے میں آدمی کی معاش اور خلقت کے اور اُسکے اصول بھی ان دونوں سورتوں میں

مناسبت قریب باتحاد کے رکھتے ہین گویا دونون ایک ہین اور اس سورہ مین اخرج منہا ماءہا ومرعٰہا متاعا لکم ولانعامکم
مذکور ہی اور اس سورہ مین وفاکہۃ وابا متاعا لکم ولانعامکم اور اُس سورہ مین خلقت آسمان کی اور رات
و دن اور زمین اور پہاڑون کی یاد فرمائی ہی اور اس سورہ مین خلقت آدمی کی نطفے کی حالت کے وقت سے
تا دم مرگ ارشاد ہوئی اور پہلے اس بات کے کہ سبب اس سورہ کے نازل ہونیکا مذکور ہو تمہید ایک مقدمے کی
ضرور ہی اول سمجھ لیا چاہیئے کہ اللہ تعالی کے محبوبون مین کہ انکو ہدایت اور ارشاد کے کام کے واسطے چن لیا
ہی اور درمیان مین سب لوگون کے جنسیت مین اوصاف بشریت کے اور صفات نفس کے کچھ فرق نہین
ہوتا بلکہ فرق اس جہت سے ہی کہ محبوبون کو خود تربیت فرماتے ہین اور جب کبھی کوئی صفت نفس کی صفاتون
مین سے اُنسے موافق مقتضاے جبلت بشریہ کے کچھ ظاہر ہوتی ہی اور اپنی خودی سے کوئی حرکت کر بیٹھتے ہین
کہ موجب نور حق کے احتجاب کا ہو تو جلد تادیب اور عتاب سے آگاہ کر دیتے ہین اور اسکا تدارک فرماتے ہین چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہی کہ ادبنی ربی فاحسن تادیبی و
علمنی فاحسن تعلیمی تو یہان تک کہ اول تخلق باخلاق الہیہ انکو حاصل ہو کہ مرتبے وصول کو اور فناے نفس کو
لازم ہی اور بعد اُسکے تحقق ساتھ اُن اخلاق کے میسر ہو کہ مرتبہ بقا کے تابع ہی اور اسکو حالت استقلال
اور تمکین کی کہتے ہین پس صادر ہونا اس قسم کی حرکتون کا آنحضرت صلعم سے کچھ اُس جناب کے مرتبے اور منصب کے
منافی نہین بلکہ تادیب اور عتاب الہی اُن حرکات پر عین دلیل ہی اس منصب اور اُس مرتبہ عظیم کی اور
جو یہہ مقدمہ تمہید کیا گیا ہو تو سمجھ لیا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد الحرام مین تشریف رکھتے
تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمدہ اور سردار قریش کے جیسے عتبہ اور ربیعہ شیبہ کے
بیٹے اور ابو جہل ہشام کا بیٹا اور حضرت عباس عبد المطلب کے بیٹے اور دوسرے رئیس بیٹھے تھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو دین اسلام کی خوبی اور بت پرستی کی برائی سمجھاتے تھے اور کمال توجہ سے انکے ساتھ
باتون مین مشغول تھے کہ اتنے مین ایک اندھا یعنے عبد اللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ زہری کہ انکو ابن ام مکتوم بھی کہتے
تھے اس واسطے کہ مکتوم اندھے کو کہتے ہین اور انکی ماکو ام مکتوم کہا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
پاس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت اُنکے آنے سے ناخوش ہوئے اور جانا کہ یہہ

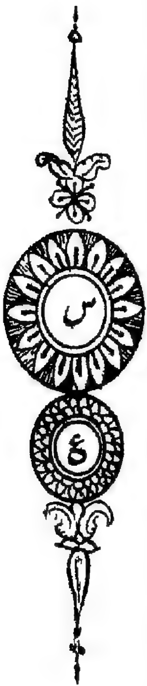
شخص نابینا ہی مجلس کے رنگ ڈھنگ تو جانیگا نہین بے محل اور بے موقع کلام کریگا اور بات مین بات کر بیٹھے گا
اور یہہ جو مین ان سردارون سے باتین کر رہا ہون اور دعوت اسلام کی کرتا ہون ناتمام رہ جاویگی آخر
اُس نابینا نے کچھ مجلس کے پس وپیش کا خیال نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آکر بیٹھا
اور کہنے لگا کہ مجھکو کلام اللہ کی فلانی فلانی سورت سکھلاؤ اور میری طرف کو توجہ فرماؤ کہ مین بغیر رہبر کے
بڑی محنت اور مشقت سے پوچھتا پوچھتا آپ تک آیا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سردارون کی
ناطرداری کے واسطے کچھ جواب نہ دیا اور فرمایا کہ ٹھہر وہ نابینا تھوڑی دیر تو ٹھہرا پھر اُسی طرح سے کہنے لگا
یہان تک کہ کئی بار یہہ مقدمہ اسی طور سے ہوا آخر اُسکی اس حرکت بیجا کے سبب سے کہ اُن سردارون کی تنگدلی
ورنجش کا باعث تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چین بر جبین ہوئے اور چہرۂ مبارک پر آثار خفگی کے
نظر آنے لگے اور اپنا مُنہہ اُس نابینا کی طرف سے پھرا کر اُن سردارون کی طرف متوجہ ہوئے بس اُسی حال
مین یہہ سورت نازل ہوئی اور اس معاملے پر سخت خفگی اُتری آور روایت کیا گیا ہی کہ جون جون آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم ان آیتون کو جبریل علیہ السلام کی زبان سے سنتے تھے وون وون رنگ مبارک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف سے زرد ہو ہو جاتا تھا یہان تک کہ جب کلا انہا تذکرۃ کو زبان سے
حضرت جبریل علیہ السلام کی سُنا تو خوش ہوئے اور وہ خوف دل سے کم ہوا اور رنگ ٹھکانے آیا اور سمجھا کہ
یہہ خفگی فقط نصیحت کے واسطے ہی مہربانی اور عنایت کی راہ سے کچھ غضب کی راہ سے نہین ہی بعد اُسکے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کے گھر کو جو مایوس ہوکر چلا گیا تھا تشریف فرما ہوئے اور عذر کیا اور
اُسکو ہمراہ لیکر دولت خانے کو تشریف لائے اور اپنی چادر مبارک بچھا کر اُسکو اُسپر بٹھایا پھر جب کبھی
وہ نابینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکی نہایت
تعظیم وتکریم کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ مرحبًا بمن عاتبنی فیہ ربی یعنے خوش آیا تو وہ شخص
ہی جسکے واسطے میرے پروردگار نے مجھ کو عتاب فرمایا اور جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اس نابینا کو دیکھتے تو فرماتے تھے کہ اگر تیری کچھ حاجت یا کام ہو تو کہہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اُس نابینا کو دوبار مدینہ منورہ مین اپنے قائم مقام امام نماز کا مقرر کرکے سفر کو تشریف فرما ہوئے ہین

اور انس بن مالک نے ایک عجیب احوال اُس نابینا کا روایت کیا ہی کہ مین نے اُسکو قادسیہ کی لڑائی
مین دیکھا زرہ پہنے اور ایک تازی گھوڑے پر سوار اور آگے آگے اُسکے ایک سیاہ نشان تھا اور باوجود
اُس نابینائی کے کافرون کی صفون پر حملے کرتا تھا اور یہہ بھی روایت کیا گیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اِس قصے کے بعد کسی فقیر سے چین بجبین نہین ہوئے اور کسی دولت مند سے تملق اور ملاوت نہین
کی اور اِس مقام پر مفسرون کو اس خفگی اور عتاب ہونے کے مقدمے مین بڑا اشکال ہی کیونکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے مین کوئی ایسی بات کہ خلاف قواعد شرعیہ کے ہو عمل مین نہین آئی پھر
اِس قدر خفگی اُن پر کس واسطے فرمائی کیونکہ شرع کا قاعدہ ہی کہ عام نفع مقدم ہی خاص نفع پر پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کو جو اُن سردارون کو کرتے تھے قرآن سکھانے پر
اُس نابینا کے اسواسطے مقدم رکھا کہ اُنکے اسلام لانے مین سارے شہر مکے کے اسلام لانیکی توقع
تھی کہ الناس علی دین ملوکھم اور تعلیم کرنے مین قرآن کی سورتون کے اُس نابینا کو خاص اس نابینا ہی کے
واسطے فائدہ تھا اور پس دوسرے یہہ کہ اسلام کی دعوت مقدم ہی قرآن سکھانے سے کیونکہ وہ اصل
ہی اور یہہ فرع اور فقہا کے نزدیک یہہ بات ٹھہر چکی ہی کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس آوے اور کہے کہ مجھکو
اسلام کی تعلیم کرا اور دوسرا شخص اُسیوقت کہے کہ مجھکو قرآن پڑھا یا کچھ ارشاد اور نصیحت کی خواہش
کرے تو اسوقت اسلام کی تلقین کو مقدم کرنا چاہئے کہ اُسکے دیر کرنے مین بڑا نقصان ہی اور باتون مین
دیر کرنیکی نسبت سے کیونکہ کافر کی حالت اپنے مرض روحانی کے مبتلا ہونے مین گویا سرسام والے کی
مانند ہی کہ ذراسی غفلت اور سستی مین علاج کے درجے سے گذر جاتا ہی اور اُس شخص کی حالت
جو مسائل شرعیہ یا قرآن پڑھنا نہین جانتا مانند اُس مریض کے ہی کہ مرض اُسکا چندان سخت نہین آہستہ
آہستہ تدارک اُسکا ہو سکتا ہی اور ترش روئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اُس نابینا کی
حرکات ناملائم کے سبب سے ظاہر ہوئی تھی دو جہت سے خفگی کے قابل نہین تھے اول تو یہہ کہ یہہ تغیر بے
اختیاری ہی اختیاری نہین پس اس قسم کے کامون کی تکلیف دینا تکلیف مالایطاق کی قسم سے ہی
دوسرے یہہ کہ نابینا کے سامنے ترش رو ہونا اور منہہ پھیر لینا یا کشادہ پیشانی ہونا اور اُسکی طرف

رنج کرنا برابر ہی کیونکہ وہ کچھ دیکھتا نہین ہی کہ اُسکو ترش روئی کا رنج ہو اور ان سب سے علاوہ یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اُس وقت تک جناب الٰہی مین اِس فعل کا ناپسند ہونا بھی معلوم نتھا اس واسطے کہ ممانعت اُس وقت تک اِس فعل کی نازل نہین ہوئی تھی پس ابتدا ے نہی مین اس قدر خفگی کا کیا محل تھا جواب اس اشکال کا یہہ ہی کہ شعر کار پاکان را قیاس از خود مگیر   گرچہ ماند در نوشتن شیر شیر

ہر چند کہ وہ نابینا چہرۂ مبارک کے تغیر کو نہ دیکھتا تھا لیکن دوسرے لوگ تو دیکھتے تھے اور اغنیا کی خاطرداری اور فقرا کی طرف سے بے پروائی دریافت کرتے تھے حق تعالی نے اپنے محبوب کے حق مین اتنے توہم کو بھی پسند نہ رکھا اور چاہا کہ ظاہر و باطن میرے محبوب کا ہمیشہ رضامندی ڈھونڈھنے مین مصروف رہے اور ہرگز کسی کو میرے محبوب کی طرف ریا کی تہمت کا گمان بھی نرہے اور یہہ بھی ہی کہ نفوس قدسیہ کو چاہیے کہ سیکھنے والے کی استعداد کے موافق فیض اور فائدہ پہنچانا منظور رکھین اور کام کے انجام پر نظر کرین کہ بہت سے فقیر حال کے اپنی استعداد عالی کے سبب سے شمع اور چراغ عالم کا ہوتے ہین پس قوت استعداد سے شاگرد کی اُمیدوار عام نفع کا چاہیے رہنا اور کثرت پرتا بعدارون کی کہ بالفعل اغنیا کو حاصل ہی فریب کھانا ظاہر بینون اور ناواقفون کا کام ہی جو استعداد نفوس کے مراتب کو نہین جانتے ہین اور یہہ بھی ہی کہ اِس نابینا کو فائدہ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے یقینی امر تھا اور ان سرداروں کا فائدہ اٹھانا دعوت اسلام سے پھر فائدہ اٹھانا شہر والون کا اُنکی پیروی سے ایک خیالی بات تھی اور موہوم بات کو معلوم پر ترجیح دینا خوب نہین اور نکتہ بات کی یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہہ حرکت گناہ اور خلاف شرع ہونے کا لگاؤ بھی نہین رکھتی تھی لیکن محبون کے فقط گناہ سے بچنے پر اکتفا نہین کرتے ہین بلکہ اُن سے تخلق با خلاق الٰہی چاہتے ہین جیسے شفیق باپ اگر کوئی بات اپنے فرزندون سے خلاف اپنی وضع اور آئین کے دیکھتا ہی گو کہ وہ مشروع اور اچھی ہو غصہ کرتا ہی چنانچہ بادشاہ اپنے فرزندون کے واسطے نہین چاہتے کہ صلحا اور مشایخون کی طرح سے مسجدون مین معتکف ہون یا گوشہ گیری اختیار کرین اور مشایخ اور صلحا نہین چاہتے کہ ہماری اولاد سپاہی ہون اور نوکری پیشون کی مانند تلاش معاش مین مشغول ہون گو کہ وجہ حلال سے ہو وعلی ہذا القیاس پس یہہ عتاب اور خطاب

کچھ گناہ اور تقصیر پر نہین ہی کہ وجہ اُسکی بے گناہی کی صورت مین مشکل ہو جاوے بلکہ یہہ تو اس قسم سے ہی جیسے والدین کی تربیت اپنے فرزندون کے واسطے ہوتی ہی سو وجہ اسکی ظاہر ہی اور وجہ اسکی نام ہونے کی ساتھ عبس کے یہہ ہی کہ خفا ہونے کا اُس ذات پاک کے ایسے بنی عظیم القدر پر اسبات پر کہ ادنی سے ادنی شاگرد سے منہہ پھرا یا اور امیرون کی طرف متوجہ ہوئے نام ایک سورہ کا قرآن مجید کے سورون سے ہوا اور مدتون اور قرنون تک عنایت اور مہربانی اللہ تعالی کی شاگردون اور طالب علمون پر پیش نظر ہر مسلمان کے خصوصاً مرشدون اور معلمون کے ہو کہ فقط اس سورہ کا نام سنتے ہی وہ قصہ اُنکو یاد آوے اور عبرت پکڑین اور یہہ بھی ہی کہ کمال محبوبیت اس پیغمبر کی حضور خداوندی مین ثابت ہو کہ اس قدر تغیر چہرے کو اُنکی اتنا شاق جانا کہ بار بار قاریون اور پڑھنے والون کی زبان سے یاد فرماتے ہین اور اُسکی خبر دیتے ہین اور اس کلام کو کہ جسمین یہہ قصہ مذکور ہی اسی طور سے شروع کیا جیسے کہ عاشق شیدا اپنے محبوب کے معاملۂ نامرغوب کو شاق جانکر اُس معاملے کے وقت اور مکان کا بھی پتا اُس معاملے کے ساتھ بتاتا ہی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

عَبَسَ ؛ تیوری چڑھائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور اس قدر پر بھی التفات نہ کی بلکہ وَتَوَلّٰی ؛ اور منہہ موڑا اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ؛ اسبب سے کہ آیا اُس پاس اندھا اور مفسرین کا اختلاف ہی اسبات مین کہ نابینا کا آنا کس واسطے اس جاے پر مذکور فرمایا بعضے کہتے ہین کہ محض بیان واقع کا ہی اور بعضے کہتے ہین کہ عتاب کے واسطے ہی کہ ہم نے اس پیغمبر کو رحمۃ للعالمین کیا اور مخلوق کی ہدایت کے واسطے بھیجا اور زیادہ تر لایق رحمت کے ضعیف اور فقیر اور اندھے ہین اور مستحق رہنمائی کے اندھے شاگرد ہین پس اس قسم لوگون سے منہہ پھرانا پیغمبری کے مرتبے سے نہایت بعید ہی مثال اسکی ایسی ہی جیسے ایک شخص اپنے خادم کو فرماوے کہ جو راہ بھولے اُسکو بتا دیا کر اور وہ خادم دیکھنے بھالنے والون کو راہ بتا دے اور اندھے دھندے کی طرف التفات نہ کرے اور بعضون نے کہا ہی کہ کمال خفگی کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کلام مین مخاطب بھی نہ فرمایا کیونکہ اُسوقت حضرت اللہ تعالی کی مرضی سے غائب ہو گئے تھے اگرچہ اُسکے بندون کو اُسکی طرف بلاتے تھے لیکن حضور حق سے غائب

حکم مین قرار دیا ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت حضورِ حق کے طالبون کے مطلب سے غفلت کی
تھی اور غایب کو خطاب لایق نہین ہی پھر جو گلہ شکوہ کرنا شروع ہوگیا تو اچھی طرح سے دھمکانے کے واسطے
خطاب فرمایا جیسے کوئی شخص کہ اوّل اپنے گنہگار بندے کی شکایت لوگون کے سامنے کرتا ہی اور اُسکو کمال خفگی کے
سبب سے مخاطب نہین کرتا پھر جب شکایت کے وقت جوش مین آجاتا ہی تو خطاب اُس بندے کی طرف شروع کرتا ہی
اور جو یہان پر دوسرا کوئی مخاطب نہ تھا کہ اُنکی شکایت اُسکے سامنے بیان فرماتے تو اوّل شکایت اُنکی اُنھین کے
سامنے بطورِ غیبت کے بیان فرما کے پھر خطاب عتاب آمیز شروع کیا تاکہ ابتدا اِس طور کی طرف ہو اور شدت
خفگی کی معلوم ہو اور محققین نے کہا ہی کہ اِس قصّے کا لانا تمہید عذر کے واسطے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف سے اِس معاملے مین کہ اس نابینا کے ساتھ کیا اور یہہ نہایت رحمت اور محبت کا مقتضا ہی کہ عین عتاب
مین اُنکا عذر بھی بیان فرماتے ہین جیسے کوئی شفیق باپ شکایت نامناسب اپنے بیٹے کی لوگون کے سامنے کرتا ہی
اور عین شکایت مین اپنے بیٹے کا عذر بھی بیان کئے جاتا ہی تاکہ لوگ جانین کہ یہہ لڑکا قابل خفگی کے نہین ہی
اور اِن کامون کے کرنے مین معذور ہی لیکن یہہ شفقت پدر یکا کمال ہی کہ اُسکے حق مین اِس قدر پر بھی راضی نہین
ہی اور چاہتا ہی کہ تربیت اُسکی کمال کے درجے کو پہنچاوے اور وجہ عذر کی یہہ ہی کہ گویا یون ارشاد ہوتا ہی
کہ حسن خلق اِس پیغمبر کا اصلا اِس بات کو نہین چاہتا تھا کہ فقیرون محتاجون سے کہ طلب حق کی کرتے ہین
اور دین کی راہ ڈھونڈھتے ہین اِس طور سے پیش آوے لیکن اِس پیغمبر نے جانا کہ یہہ شخص نابینا ہی مُنہہ پھرانے
مین اور توجہ کرنے مین اور ترش روئی اور خندہ روئی مین امتیاز نہین کرسکتا ہی تو اُسکی بیجا حرکتون کے
سبب سے تیوری چڑھائی اور مُنہہ موڑا اور اپنی جان کو زور سے اس عمل سے نہ روکا اور بسبب کمال رحمت اور عنایت کے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اِس مقام مین حذف کرکے فعل غائب کو فاعل سے خالی لاتے ہین تاکہ نہ
صریح نسبت اِس فعل کی اِس محبوب کی طرف نکرین گویا اِس طور سے ارشاد ہوتا ہی کہ تیوری چڑھائی اور مُنہہ موڑا
ایک تیوری چڑھانے والے اور مُنہہ موڑنے والے نے اور اگر خطاب کا لفظ فرماتے تو اُس فعل کی نسبت صریح
اُس محبوب کی طرف سمجھی جاتی اور وہ کمال رحمت اور شفقت کے خلاف ہی بس عین شکایت اور عتاب مین
لطف اور محبت کے مراتب کی رعایت کئے چلے جاتے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ اندھے کی تعلیم مشکل ہی کیونکہ وہ

فقط یاد کرنے ہی پر اکتفا کرتا ہی مراجعت طرف مکتوب کے اُتنے ممکن نہین پس عذر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نوع سے ارشاد ہوا کہ تو نے اُس نابینا کو کم استعداد جان کر اسکی تعلیم سے منھہ پھرایا حالانکہ آنکھونکا اندھاپا موجب اس منھہ پھرانے کے نہین بلکہ دل کا اندھاپا موجب اس منھہ پھرانے کے ہی اور وہ امیر اور سردار سب دل کے اندھے تھے پس تم کو یہہ لایق تھا کہ اُن سے منھہ پھراتے نہ اس آنکھون کے اندھے سے کیون کہ شاید کہ یہہ اندھا بینا دل ہو وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ اور کیا جانتا ہی تو شاید کہ وہ اندھا پاک ہو جاوے اور آئینہ اسکے دل کا ایسا صاف ہو جاوے کہ جو کچھ آنکھون والے امور غیبیہ اور کشفیہ سے نہین دیکھہ سکتے ہین وہ دیکھے اور مقتدا ایک عالم کا بن جاوے اور وہ ایک اندھا ہزارون انکھیارون سے بہتر ہو جاوے اسیواسطے کہا گیا ہی بیت

فدای کوری خفاش چشم بینائی — کہ بی خبر ز رخ آفتاب نیم شبی است أَوْ يَذَّكَّرُ یا وہ نابینا نصیحت قبول کرے اور اگرچہ صیقل قلب کے مرتبے کو نہ پہنچے لیکن قرآن کے معنے اور امر و نہی اسکی اسکے دل مین ایسی قائم ہو جاوینگی کہ وہم و خیال اُس مین آمیزش نہ کریگا فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ پس نفع دے اُسکو یہہ نصیحت پکڑنا کہ اُسکے سبب سے عمدہ عمدہ منفعتین دین کی حاصل کرے اور ضرر پہنچانے والی چیزون کو دفع کرے اور لطیفہ اُسکی عقل کا روشن ہو جاوے اور ہزارون انکھیارون سے بہتر ہو جاوے اور عالم ربانی بن جاوے جیسے کہ اول شق مین لطیفہ قلب اُسکا صاف ہو کر مرتبہ ولی صاحب کشف اور عرفان کا حاصل ہوا اور جو حاصل ہونا ایک شق کا بالخصوص اُس اندھے کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور دوسرے احوال دیکھنے والون کو اُسکے یقینی معلوم نہ تھا تو اِس مضمون کو کلمے سے أَوْ کے کہ دلالت شک اور منع خلو پر کرتا ہی ارشاد فرمایا لیکن اُس نابینا کے کمال شوق اور کثرت حرص سے فیض حاصل کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے اور اُلفت اسکی تلاوت پر قرآن کی اور تامل کرنے سے اُسکے معنون مین اس قدر یقین تھا کہ آخر کچھہ ہو رہیگا اور اِن دونون مرتبون سے محروم مطلق نہ رہیگا اور کشاف والا بھی کلمۂ أَوْ کے مدلول سے متنبہ ہو کر اپنی تفسیر مین بطور سوال کے لایا ہی کہ پاک ہونے سے زیادہ کون سا نفع پند کا متوقع ہی اور جواب لکھا ہی کہ پاک ہونا عبارت ہی پرہیزگاری اور گناہون کے بچنے سے اور نفع کرنا نصیحت کا عبارت طاعت اور بندگی کے

کامون سے ہی کہ اُنکے سبب سے ثواب حاصل ہو نیکی اُمید ہی اور ثواب منفعت دائمی ہی لیکن اِس بات
اُسکی ایک ایرادکی ہی کہ حاصل ہونے سے علم کے دونون چیزین حاصل ہوتی ہین گناہون سے بچنا
بھی اور عمل طاعت کا بھی بس یہہ مقام تھا واو کے حرف لانے کا نہ آو کے حرف لانے کا جواب ہین اِس
ایراد کے کہا گیا ہی کہ طالب علم کو یقینی معلوم نہین ہی کہ کیا سنیگا اگر نہی سنیگا تو گناہ سے باز رہیگا
اور اگر امر سنیگا تو بندگی ہین زیادہ ہو گا اور اگر دونون سنیگا تو دونون کام کریگا بس استعمال کو
حرف آو کے کہ منع خلو کے واسطے ہی نہ منع جمع کے واسطے ایک وجہ وجیہہ پیدا ہوئی اور حق وہی بات
ہی جو پہلے مذکور ہوئی اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى مگر جو شخص کہ بے پروائی کرتا ہی تیرے ارشاد سے
بلکہ تیری راہ سے اور اپنے مال و جاہ پر ریجھ رہا ہی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى پس تو اُسکی ہدایت کے
واسطے تصدیع کرتا ہی اور شوقین شاگردون سے مُنہہ پھراتا ہی اِس خیال پر کہ بے پروا کو طالب اور شوقین
اِس راہ کا چاہئے کرنا اور اُسکے حال پر متوجہ ہونا چاہئے اور شوقین طالب کو اُسکا شوق ہی راہ پر بس
ہی آخر مطلب کو پہنچ رہے گا وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى اور تجھہ پر الاہنا نہین اِس بات کا کہ وہ بے پروا
پاک نہو کیون کہ تیرا کام تو احکام آلہی پہنچا دینے کا ہی اور تربیت مستعدون شوقین کی کرنا اور وہ مستغنیون کے
یعنے بے پرواؤن کی قبول ورنا قبول کرنے کی صورت ہین تجھکو حاصل ہی وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى
اور مگر جو شخص کہ تیرے پاس دوڑتا آتا ہی محنت اُٹھا کر جیسے وہ نابینا کہ ہاتھہ پکڑنے والا بھی نہین رکھتا تھا
اور جا بجا ٹھوکرین کھاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہین پہنچتا تھا وَهُوَ يَخْشٰى اور وہ
ڈرتا ہی اول تو خدایتعالی سے تاکہ مرضیات سے اُسکی دور نہ جا پڑے اور منہیات ہین مبتلا ہو گا
اور یہہ خوف طلب کرنے ہین علم کے اور حاضر ہونے ہین تیری صحبت کے موجب اُسکے شوق کا ہوتا ہی
پھر راہ ہین کافرون کی ایذا سے ڈرتا ہی کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس جانے سے اُسکے
مطلع ہو جاوین اور ایذا دین پھر گرنے اور ٹھوکرین کھانے سے ڈرتا ہی اور جب تیرے حضور ہین آتا ہی تو
اپنے سبق کا وقت فوت ہونے سے ڈرتا ہی کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شغل در پیش ہو جاوے
اور ہین محروم رہون فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى پھر تو اُسسے مُنہہ پھرا کر دوسرون کی طرف مشغول ہوتا ہی

اور اُسکے حال کی طرف مشغول نہین ہوتا گویا کہ فائدہ کُلّی اسی بات مین دیکھتا ہی تو کہ بے پرواون اور
بھاگنے والون کو تابعدار کرے اور راہ پر لاوے اور مشتاقون اور سچے طالبون کو تاخیر اور دُرنگی سے
کمال شوق مین مضطرب رکھے کَلَّا ۚ بعد اُسکے ایسا نکرو کہ ۔ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ تحقیق یہہ آیات قرآنی
خُدا کے اور اُسکے نامون کے اور اُسکی صفتون اور افعال اور احکام اور اُسکی جزاؤن کے یاد کرنیکے واسطے ہین
تاکہ لوگون کو راہ معرفت اور عبادت اور محبت اور خوف و رجا کی کُھل جاوے اور اللہ کی راہ پر چلنا اختیار
کرین اور اسباتمین چاپلوسی اور التجا اور زاری مفید نہین بلکہ اختیار دل کا اور رغبت طبیعت کی درکار
ہی ۔ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ ۚ پھر جو شخص کہ خواہش صادق رکھتا ہی پڑھے اس قرآن کو کہ حقیقت مین ذکر
اللہ ہی اور ذکر الٰہی بغیر دل کی رغبت کے اور صدق ارادت کے مفید نہین اور وجہ تانیث کی ضمیر سے نیکی
اِنَّهَا مین اور تذکیر کی ذَكَرَهُ مین باوجود اسبات کے کہ مرجع واحد ہی یعنے قرآن یہہ ہی کہ تذکرہ ہونا
قرآن کا باعتبار آیتون کے اور اسکی سورتون کے ہی کہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ مضمون رکھتی ہین بعضیون مین
بیان اسما اور صفات کا ہی اور بعضیون مین بیان احکام اور شریعتون کا اور بعضیون مین وعدہ وعید
اور مذکر ہونا قرآن کا باعتبار اُسکی وحدانیت کے ہی کہ تمام قرآن اُسمین برابر ہی اور مضامین کے
اختلاف کو مذکر ہونے مین اُسکے کچھ دخل نہین اس واسطے کہ کسی مضمون کا ہو کلام الٰہی ہی اور متصل ہونا
کلام کا متکلم سے اقوی اور اشد ہی متصل ہونے سے نام کے نام والے سے اور جو التفات کہ کسی کا نام
لینے کے وقت اُسکی طرف حاصل ہوتا ہی اُس سے بہت کم ہوتا ہی جو اُسکے کلام پڑھنے کے وقت اُس سے
حاصل ہوتا ہی چنانچہ یہہ بات تجربہ کارون کو خوب معلوم ہی اور یہہ بھی ہی کہ کلام شخص کا ایک عمدہ شان
ہی اُسکی ذات کے شانون سے کہ اُس کلام کے پڑھنے کے وقت پڑھنے والے کے دل پر روشن ہوتی
ہی اسیواسطے بزرگون کا کلام دلون مین زیادہ تاثیر کرتا ہی اُنکے نام سے اور اسی سبب سے حدیث شریف مین
وارد ہی کہ قرآن کے حق مین فرمایا ہی هو حبل الله المتين اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے فرمایا ہی کہ تجلى الله لعباده في كلامه ولكنهم لا يبصرون اور اگر کسی کے اسبات کے سننے سے
یہہ خطرہ خاطر مین گذرے کہ عمدہ اور سردار اور غنی اور دولتمند شوق کسی کتاب یا کلام کا یا شعر کا کرتے ہین

تو قدر اور عزت اُس کلام اور کتاب کی بڑھ جاتی ہی اور اُسکو خوش نویسوں زرین رقم کے ہاتھ سے حریری طلا کاری کاغذوں پر لکھاتے ہیں اور مطلا اور مذہب اور مجدول کر کے زرین غلافوں میں رکھتے ہیں اور جزاور رحلوں پر دھرے ہوتے ہیں اور مکلف صندوقوں میں احتیاط سے دھرے ہوتے ہیں اِس سبب سے عزت اور مرتبہ اُس کلام کا زیادہ ہوتا ہی اور لوگوں کے دلوں میں عظمت اور بڑائی اُسکی سماتی ہی جیسے کوئی دلچسپ شعر جو خوش آوازی سے پڑھا جاتا ہی تو اُس سے زیادہ تاثیر کرتا کہ سر سری پڑھا جاوے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اسباب ہیں کہ امیروں سرداروں کی دعوت میں مشغول تھے اور فقیروں محتاجوں سے منہہ پھراتے تھے یہی غرض ہوگی ہم کہتے ہیں کہ یہہ قرآن اُس قسم کا نہیں ہی کہ ان چیزوں سے عزت اور بزرگی اُسکی زیادہ ہو بلکہ عزت اور قدر اُسکی اُس عالم میں کہ وہاں سے زمین والوں کے پاس آتا ہی دیکھا چاہئے فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ یعنے آیتیں قرآن کی لکھی گئی ہیں عزت کے ورقوں میں کہ حق تعالی نے خود اُنکی عزت بڑی کی ہی مَّرْفُوْعَةٍ یعنے وہ صحیفے اونچے دھرے ہیں بیت العزت میں کہ ایک عمدہ جاے ہی آسمان دنیا میں اور قرآن مجید کو اول لوح محفوظ سے نقل کرا کے اس مقام میں پہنچایا وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا مُّطَهَّرَةٍ وہ صحیفے پاک کئے گئے ہیں تمام آلودگیوں اور پلیدیوں سے اور اگر دنیا کے سردار اور امیر اِس قرآن کی آیتوں کو حریری طلائی کاغذوں پر لکھاویں ہرگز اُس کرامت اور بزرگی کو نہ پہنچیگا اور اگر رحلوں پر اور صندوقچوں میں رکھیں لیکن ہرگز اُس بلندی اور اُس مرتبے کو نہ پاسکیگا اور اگر عطر ملینگے اور نجاستوں سے پاک رکھینگے تو بھی اُس پاکیزگی کو نہ پہنچیگا کہ ہرگز ہاتھ کسی گنہگار کا اُنکو نہیں پہنچتا بلکہ وہ ورق بِأَيْدِيْ سَفَرَةٍ سونپے گئے ہیں ہاتھوں میں ایسے لکھنے والوں کے کِرَامٍۭ بَرَرَةٍ کہ بڑی قدر والے اور نیکوکار ہیں کہ کبھی سواے کرم اور نیکی کے اُنسے ظہور میں نہیں آتا اور دنیا کے لکھنے والے گنہگار ہوں اور خباثت ذاتی میں آلودہ ہیں اگرچہ ظاہر اپنا آراستہ کریں اس سے کیا حاصل پس قرآن کے حق میں دنیاداروں کی رغبت اور اہل دول کی عزت اور قدر کی توقع رکھنا محض بیجا ہی بلکہ اہل دول قدر کو اُسکے جانیں تو غنیمت ہی کیونکہ آدمی بالطبع کفران نعمت پر مجبول ہی قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ مارا جائیو آدمی کیسا ناشکرا ہی کہ جسنے اِس کلام عظیم القدر سے اُسکو نوازا ہی اور طرح طرح کے ارشاد اور

ہدایتین اُسمین فرمائی ہین نہین جانتا اور اُسکے حقوق ادا نہین کرتا اور مال و جاہ پر اپنے مستغنی اور بے پروا
ہو جاتا ہی ملکہ اپنی اصل کی خبر نہین رکھتا کہ کیا تھا مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کس حقیر چیز سے پیدا کیا ہی اُسکو
اور اگر انسان حیا کے سبب سے اس سوال کا جواب نہ دے تو ہم کہے دیتے ہین مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ نطفے کے
بوند سے پیدا کیا ہی اُسکو کہ ایک پیشاب کی راہ سے نکلا اور دوسرے پیشاب کی راہ مین گیا اور لہو اور
نجاستون کے ساتھ ملکر ایک گوشت کا ٹکڑا ہو گیا فَقَدَّرَهٗ پھر اندازہ کیا اسکو اعضا مین بھی یعنے
ہاتھ اور پانون اور آنکھ اور کان اور قد و قامت اور روزی رزق اور موت اور زیست اور نیک و بدعمل
اُسکے معین کئے اور ماکے پیٹ مین رہنے کی مدت اُسکی نو مہینے یا کم و زیادہ معین فرمائی ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ
پھر نکلنے کی راہ آسان کر دی اُسکو کیونکر کہ جب ماکے پیٹ مین ہوتا ہی تو اُسکا سر ماکے سر کی طرف
ہوتا ہی اور پانون ماکے پانون کی طرف پھر جب پیدا ہونے کا وقت قریب آتا ہی تو اُسکو الہام ہوتا ہی بس
وہ بچہ خود بخود پھر جاتا ہی سر نیچے اور پانون اوپر کی طرف کر لیتا ہی کہ نکلنا اُسکو آسان ہو جاوے پھر جب
ماکے پیٹ سے باہر آتا ہی تو معاش کی تلاش کی راہ اُسکو آسان کر دی جاتی ہی اور اگر بھونک کے وقت پستان
اُسکے ہاتھ مین آجاتی ہین تو ایک ہاتھ سے پستان کو مضبوط پکڑ کے پینا شروع کرتا ہی اور رونے دھونے
سے اپنے بھونکے پن کو ظاہر کرتا ہی اور اسی طرح سے سال بسال طرح طرح کی راہین اُسکو آسان کر دیتا ہی
یہان تک کہ کمال کے درجے کو پہنچ جاتا ہی اور راہ بری بھلی حق باطل کی بھیجنے سے پیغمبرون کے اور نازل
ہونے سے کتابون کے اور مرشدون شفیق کی صحبت سے اور علماء باتحقیق کی شاگردی سے آسان ہو جاتی ہی
پھر بعضون کو بہشت اور نجات کی راہ آسان ہو جاتی ہی اور اُس راہ پر چلنے کی توفیق پاتے ہین اور بعضونکو
ہلاکت اور دوزخ کی راہ سہل و آسان نظر آتی ہی اور اُس راہ مین جا پڑتے ہین حاصل کلام کا یہہ ہی
کہ حاصل کرنا کمالات کا آخر عمر تک آسان ہوتا چلا جاتا ہی ثُمَّ اَمَاتَهٗ پھر مار ڈالتا ہی اُسکو تا کہ اپنی
محنتون کا کہ کمالات حاصل کرنے کو اس دار دنیا مین کی تھین پھل پاوے اور عالم برزخ مین نشانیان
اپنے عملون کی دیکھے بس موت بھی ایک بڑی نعمت ہی کہ تجارت کا فائدہ اسی سفر کے سبب سے حاصل ہوتا ہی اگر
موت نہوتی تو آدمی ہمیشہ کشمکش مین اعمال شاقہ کی گرفتار رہتا اور پھل اس مشقت کا ہرگز نہ پاتا اسی سبب

مرنے کو بھی نعمتون کی گنتی کے مقام پر یاد فرمایا ہی اور بزرگون سے منقول ہی کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اور بعضے ظاہرین مفسر اس مقام پر موت کے نعمت ہونے کی وجہ سے غافل ہوکر بطور سوال کے لائے ہین کہ نعمتون کی گنتی مین موت کو کس واسطے گنا ہی جواب اس سوال کا اس طور سے دیا گیا ہی کہ بلغا کے نزدیک مدار کلام کا اور فائدہ حاصل ہونے کی جگہہ انجام اُس کلام کا ہوتا ہی اور بعد موت کے حکم گور کرنے کا جو فرمایا ہی یہہ بھی ایک بڑی نعمت ہی کہ آدمی کو ساتھ اُسکے معزز و مکرم کیا ہی گو کہ فی نفسہ موت نعمت نہو جیسے کوئی شفیق باپ اپنی نعمتین بیان کرنے کے وقت اپنے بیٹے سے کہے کہ مین نے تجھ سے اِس طرح کا سلوک کیا جب تو بیمار ہوا تو تیری دوا دارو کی پس حقیقت مین نعمت مقصوده علاج ہی لیکن جو نعمت ہونا علاج کا لاحق ہونے پر مرض کے موقوف ہی تو کلام مین مرض کا ذکر کرنا بھی ضرور ہوا اور اسی بات کے اشارے کے واسطے امات اور اقبار کے درمیان مین ثم کی لفظ کو نہ لائے اور فے کے حرف کو ارشاد فرمایا فَاَقْبَرَهٗ پھر گور کرایا اسکو پس گویا اشارہ فرماتے ہین کہ مجموع امانت اور اقبار کا نعمتون مین داخل ہی نہ فرد فرد اور یہان پر جاننا چاہئے کہ گڑوانے کو اقبار کہتے ہین اور گاڑنے کو قبر یقال اقبر الرجل عبده اذا حکم بان یقبر و قبر الرجل عبده اذا دخله فی القبر یعنے کہا جاتا ہی اقبر الرجل عبده جب اپنے غلام مرے ہوئے کو گاڑنے کا حکم کرتا ہی اور بولا جاتا ہی قبر الرجل عبده جب گاڑ دیتا ہی اسکو اور اللہ تعالی کے حکم کرنے کی صورت مُردونکے گڑوانے کے واسطے اول بار اِس طور سے واقع ہوئی ہی کہ جب قابیل کو ہابیل نے مار ڈالا اور آدمی کا مرنا دُنیا مین پہلی بار وہی ہوا تھا تو قابیل کو کچھ معلوم نتھا کہ اُس مُردے کو کیا کرے تو لاچار اُس لاش کو ایک چادر مین باندھ کے اپنے ساتھ لئے پھرتا تھا آخر کو جب اُس لاش کے لئے پھرنے سے تھک گیا تو ایک جنگل مین غمگین ہوکر بیٹھ گیا کہ ناگاہ دو کوّے آموجود ہوئے اور آپس مین لڑنے لگے یہان تک ایک کوّے نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اپنے پنجون اور چونچ سے ریت کو اِدھر اُدھر ہٹا کر اُس مرے کوّے کی لاش کو اُس گڑھے مین ڈال دیا پھر وہ ریت اُسپر ڈالکر خوب ایک تودہ بنا دیا قابیل نے معلوم کیا کہ مُردے کو اسی طور سے دفن کرنا چاہئے پس اپنے بھائی کی لاش کو بھی اُسی طور سے دفن کر دیا اور قبر بنا دی پھر حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور اُنکی اولاد کے سامنے

اسکو تجہیز و تکفین کر کے قبر مین دفن کیا اُس روز سے یہی طریقہ معمول ہوگیا اور یہہ تعلیم الٰہی پہلے بار قابیل کی اولاد کو اُسکی استعداد کی قصور کے سبب سے کوّے کے واسطے سے واقع ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو فرشتون کے واسطے سے تعلیم فرمائی پس یہہ ایک نہایت بڑی نعمت ہی کہ اپنے بندون پر مرحمت کی ہی والا مردیکی لاش کو دوسرے جانورون کی طرح سے گھٹ دلکے پھینک دیا کرتے اور وہ لاش اِدھر اُدھر ماری ماری پھرتی اور جب سڑنی گلتی تو لوگ اُسکی بدبو سے بہ تنگ آتے اور بدگوئیان کرتے پھر درندے اور پرندے اُسکے اعضا اور بند بند کو گلی کوچون لئے پھرتے اور ناپاک جانورون مردار خوار کی خوراک ہو جاتی اور ہر خاص عام کے سامنے اُنکے عیب ظاہر ہوتے اور عزت اور توقیر اُسکی لوگون کی نظرون مین کم ہو جاتی بس اُسکی عزت اور تکریم کے واسطے یہہ بات غیب سے تعلیم فرمائی اب آئے ہم اسبات پر کہ ہندو اپنے مردے کو جلاتے ہین گاڑتے نہین اور کہتے ہین کہ آگ ہر ناپاک کو پاک کرنیوالی اور ہر بدبو کو مٹانے والی ہی سو جن لوگون کو سڑانا بدبو کرانا منظور ہی وے دفن کرتے ہین اور آگ مین جلا دینا بہتر ہی جواب اُسکا یہہ ہی کہ آگ خائن ہی جو چیز اُسکو سونپو وہ کھا جاتی ہی اور زمین امانت دار ہی جو چیز اُسمین دفن کرو وہ باقی رہتی ہی بس مردیکو زمین مین رکھنا بہتر ہی اس بات سے کہ خائن کو سونپین اسیواسطے آدمی کی بلکہ دوسرے جانورون کی بھی عادت ہی کہ جس چیز کو چاہتے ہین کہ محفوظ رکھین جیسے مال خزانے کو زمین مین دفن کرتے ہین اور جب چاہتے ہین کہ اُسکو نیست و نابود کر ڈالین تو آگ مین جھونک دیتے ہین اور آدمی کو اُٹھنے کا انتظار اور ارواحون کے داخل ہونیکا اپنے چھوڑے ہوئے جسمون مین درپیش ہی بس مردیکو آگ مین جلا دینا اس انتظار کے خلاف ہی اور دوسرے یہہ کہ مردیکی کمال بیقدری ہی کہ اُسکو اپنے ہاتھون سے آگ مین جلا دین اور اُسکی خاک کو ہوا مین اُڑا دین کیونکہ ایسا معاملہ نا کارہ ناپاک چیزون سے کرتے ہین اور جب کسی عمدہ پاکیزہ چیزون کا باقی رکھنا منظور ہوتا ہی تو زمین مین دفن کرنے کے سوا معمول نہین اور وہ جو کہتے ہین کہ آگ بدبو کو دفع کرتی ہی اور زمین اُسکے برخلاف سڑاتی ہی اور بدبو کرتی ہی بس یہہ بات اُس وقت ہو کہ اُس چیز کا پھر نکالنا منظور ہو اور جب اُسکو زمین ہی مین چھوڑنا مقصود ہو تو پھر سڑنے گلنے سے کیا علاقہ کیونکہ اسکا کچھ اثر زمین کے لوگون پر ظاہر نہین ہوتا اور باوجود اسبات کے

ف [illegible]

بھی کتنی رطوبتین بدن کی گل سڑ کر خشک ہو جاتی ہین اور ہاتھ پیر جوڑ بند سب اپنی شکل و صورت پر رہتے ہین بس ایسا ہوتا ہی جیسے آدمی اپنی زندگانی مین سوتا تھا ویسا ہی اب بھی سوتا ہی برخلاف جلانے کے کہ آگ اسکے اندامون اور شکل و صورت اور ہیئت مجموعی کا کچھ اثر باقی نہین رکھتی اور یہہ بھی ہی کہ خلقت آدمی کی خاک سے ہی تو موافق کُلُّ شَیْئٍ یَرْجِعُ اِلیٰ اَصْلِہٖ کے اُسکو اپنی اصل کی طرف پہنچا دینا چاہئیے برخلاف آگ کے کہ جن و شیاطین کی خلقت کا مادہ ہی پھر جب آدمی کے بدن کو موتکے بعد اُسمین جلاتے ہین تو اُسکی روح لطیف آگ کے دھوین سے مل کر شیاطین اور جنات کے ساتھ کامل مشابہت پیدا کرتی ہی اور اسی سبب سے اکثر روحین اُن لوگون کی کہ جلائے جاتے ہین بعد موت کے شیاطین کا حکم پیدا کرتی ہین اور آدمیون سے چمٹتی ہین اور ایذا دیتی ہین بس دفن کر دینے مین اُس شی کا رجوع کر دینا ہی اُسکی حقیقت کی طرف اور جلانے مین اُسکے برخلاف ہی نقل کرتے ہین کہ اسلام کے زمانے کی ابتدا مین ایک لشکر اسلام کے لشکرون مین سے سیستان کے ضلع مین دار دہوا تھا تو ایک عاقل ہند کے عاقلون مین سے اسلام کی چال ڈھال دیکھنے کو کہ اُسوقت مین وہ مذہب نیا تھا وہان گیا پھر اہل اسلام کی وضع اور آئین دریافت کرنیکے بعد کہنے لگا کہ تمھاری سب چیزین اچھی ہین مگر ایک بات کہ مردیکو دفن کرتے ہو اور آگ مین نہین جلاتے حالانکہ دفن کرنا بدبوئی اور ناپاکی کا موجب ہی اور جلانا بدبو اور تعفن کو مٹا دیتا ہی اتفاقًا ایک فقیہ فقہاے اسلام سے اسوقت حاضر تھا اُس ہندو سے کہا کہ مین تجھ سے ایک بات پوچھتا ہون پہلے تو اس بات کا جواب دے پھر مین تیرے اعتراض کا جواب دونگا اُس ہندو نے کہا پوچھ تب عالم نے کہا بھلا اگر کوئی شخص کسی ملک مین دار دہوا اور وہان کسی عورت سے نکاح کرے اور ایک عورت کو پالنے کے واسطے رکھے اور اس منکوحہ سے اُسکو ایک لڑکا ہو پھر اگر اُس شخص کو سفر کا اتفاق پڑے تو اس لڑکے کو کسکے سپرد کرے اُس پالنے والی کے یا اُس لڑکے کی ماکے ہندو نے کہا کہ ماکے ہوتے پالنے والی کو ہرگز نہ سونپنا چاہئیے کیونکہ وہ لڑکا اپنی ماکا بیٹا ہی کچھ پالنے والی کا بیٹا نہین ہی فقیہ نے کہا تو نے خوب بات کہی اب اپنے اعتراض کا جواب سن لے کہ روح آسمانی جب دُنیا کے گھر مین آئی تو ایک بدن زمین سے بناکر اُسکو عنایت کیا اور ہمیشہ غذا اور دوا اور لباس اور رہنے سہنے کی جاے اور طرح طرح کے فائدے اُسکو زمین سے پہنچائے اور آگ سوا پخت و پز کے آدمی کے اور کچھ

ف قصہ ایک ہندو دانشمند کا

کام نہین

کام نہایت کمال فائدہ آگ کا یہہ ہی کہ جو کچی چیزین کہ زمین سے اگی ہین اُنکو پکا دیتی ہی بس آدمی کی مانند زمین ہی
اور باورچن اُسکی آگ ہی جس وقت روح نے کہ بدن کے باپ کے مانند ہی چاہا کہ عالم برزخ کو جاوے ناچار اُپنے
بیٹے کو کہ بدن ہی اُسکی ماکے حوالے کیا چاہئے نہ اُس پکانے والی کو ہندونے سنا اور قبول کیا اور قایل ہوا
اور یہہ بھی ہی کہ آگ سے جلانا میت کے بدن کو پراگندہ کر دیتا ہی کہ اُسکے سبب سے روح کا علاقہ بدن سے
بالکل چھوٹ جاتا ہی اور آثار اُس عالم کے اُس روح کو کم پہنچتے ہین اور کیفیتین اُس روح کی بھی اس عالم مین بہت کم
سرایت کرتی ہین اور جو دفن کرنے مین اجزا بدن کے اس اپنے مقام پر سبکے سب اپنے حال پر برقرار ہو جاتے ہین
تو روح کا علاقہ بدن سے از راہ نظر و عنایت کے کمال رہتا ہی اور زیارت کرنے والون اور دوستون اور فائدہ لینے والونکی
طرف توجہ روح کی آسانی سے ہوتی ہی کہ بدن کے مکان معین ہونے سے گویا روح کا مکان بھی معین ہی
اور آثار اس عالم کے جیسے صدقہ اور فاتحہ اور تلاوت قرآن مجید کی جو اُس مقام پر کہ اُسکے بدن کا مدفن ہی
واقع ہوتی ہین تو آسانی سے فائدہ بخشتی ہی بس جلا دینا گویا روح کو بے مکان کر دینا ہی اور دفن کرنا گویا
روح کا ٹھکانا بنا دینا ہی اور اِسیواسطے اُن اولیاء اللہ اور صلحاے مومنین سے کہ دفن کئے گئے ہین نفع اور
فائدہ لینا جاری ہی اور مدد اور فائدہ بھی اُن سے متصور ہی بر خلاف جلائے ہوئے مردون کے کہ یہ
چیزین انکے مذہب والون کے نزدیک بھی اصلا اُن سے وقوع مین نہین آتی ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ
دفن کرنے کا طریقہ آدمی کے حق مین ایک بڑی نعمت ہی پھر اگر بعضے اُنمین سے اس نعمت کا بھی کفران
کرین جیسے اور نعمتون کا کرتے ہین تو ان سے کچھ شکوہ نہین کیونکہ آدمی کی جبلت مین کفران نعمت ہی اور
فقط اسی نعمت پر اُسکے حق مین اکتفا نہین فرمایا بلکہ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ پھر جب چاہیگا زندہ کرکے اُسکو
قبر سے باہر نکالیگا کہ بدلا اپنے کامون کا آخرت کے عالم مین ابد الآباد تک چکھے اور ہمیشہ کی زندگانی پاوے
ہرچند کہ یہہ نعمت اب تک وقوع مین نہین آئی ہی کہ نعمتون معلومہ مکفورہ کی تعداد مین گنی جاوے لیکن عاقل کو
تھوڑے سے خیال کرنے مین معلوم ہو جاتا ہی کہ جو اِس حالت مین کسی چیز نے اللہ تعالی کی مشیت سے مخالفت نہین
کی ہی تو اُس حالت مین اٹھنا اور جینا اُس کی مشیت سے مخالفت نکریگا اسیواسطے اس نعمت کو مشیت کے وقت پر
متعلق فرمایا ہی اور آدمی کی ابتدائی خلقت دلیل صریح اور برہان واضح ہی اُسکی دوسرے بار کی خلقت پر

اور اِس نعمت کا بھی اگر آدمی نادانی اور جہل سے انکار کرے تو اُسکی حماقت اور نادانی سے خالی نہین
ہی اور جو یہان پر گمان اِس شبہے کا تھا کہ مبادا آدمی کے خیال مین گذرے کہ جو ہم کو پیدایش کی شروع سے
بزرگی اور کرامت کے ساتھ سرفراز فرمایا ہی اور جینے اور مرنے مین دوسری مخلوقات سے معزز و ممتاز
کیا ہی تو آخرت مین بھی میرے ساتھ اِسطرح سے بخوبی پیش آوینگے کہ نواختہ را نباید انداخت و عزیز کردہ خود را ذلیل
نباید ساخت اور یہہ بھی ہی کہ مین دوسری بار روح بدن مین ڈالنے کے بعد بھی انسان ہی ہونگا اور انسانیت
البتہ موجب اکرام و تعظیم کا ہی تو اِس گمان کے توقع کرنیکے واسطے فرماتے ہین کہ کَلَّا یعنے نہین نہین ایسا
گمان کرنا نہ چاہئے اِس واسطے کہ اوّل کا اکرام اِس جہت سے تھا کہ ابھی وہ مصدر گناہون کا نہین ہوا تھا اور بعد
گناہ کرنیکے پھر لانے کے وقت ہر چند کہ اُسکو پھر بھی انسان ہی کرینگے لیکن گنہگار انسان کہ مصدر گناہون کا
ہوا ہی اِس حال کے اعادہ کی حالت کو پہلی حالت پر قیاس کرنا نہ چاہئے اور کرم سابق کے پانے سے کرم
لاحق کا امیدوار نہ ہوا چاہئے اور کس طرح سے آدمی کرم لاحق کی امید سے اپنی خاطر جمع کریگا اور کرم پر پھولے گا
اور اسکا یہہ حال ہی لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ہنوز تمام نہین کیا اور سرانجام کو نہین پہنچایا ہی اُس چیز کو
کہ اسکو فرمائی ہی اُسکے خالق اور عزت بخشنے والے نے اور اگر اُسکے فرمان کو سرانجام کو پہنچاتا اور
عہدے سے بندگی کے برآتا تو البتہ توقع عزت اور اکرام کی اُسکو بجا تھی اور اب تقصیر اور نافرمان برداری کی
صورت مین خوف کرنا اور ڈرنا چاہئے اور امیدوار ذلت اور خواری کا رہنا چاہئے اور وہ جو کہتے ہین کہ نواختہ را
نباید انداخت و عزیز کردہ خود را ذلیل نباید ساخت واقع کے خلاف ہی بلکہ بہت سی چیزین ہین کہ بعد
اکرام کے سزاوار تذلیل اور تحقیر کے ہو جاتی ہین اور اگر اسبات مین کچھ شک ہو تو فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ
اِلٰى طَعَامِهٖ پھر چاہئے کہ آدمی اپنی خوراک کی طرف دیکھے کہ کس طرح کا ناپاک فضلہ ہو جاتی ہی
بعد اسبات کے کہ نہایت عزت اور ستھرائی اور احتیاط سے پالی جاتی ہی اور وہی عنایتین اللہ تعالیٰ کی
اُسکے پیدا کرنے مین مصروف ہوتی ہین جو آدمی کے پیدا کرنے مین مصروف ہوئی تھین چنانچہ اسبات مین
بخوبی غور کرے کہ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا تحقیق ہمنے بہایا پانی آسمان سے جیسا کہ حق بہنے کا ہی کہ آدمی کے
نطفے کے بہنے سے کہین زیادہ اور بہت ہی ۞ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۞ پھر پھاڑا

ہمنے زمین کو جیسا کہ پھاڑنے کا حق ہی کہ کھولنے سے بچہ دان کے کہ آدمی کے تولد کے واسطے کھولا جاتا ہی بہت زیادہ ہی اور بے عنایتین تھین ایک ضعیف گھاس کے حال پر کہ زمین سے باہر نکلنے کی قدرت نہین رکھتی تھی فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا پھر اگائے ہمنے اُس زمین مین دانے کہ قوت کے قابل ہین جیسے گیہون اور چنے وَّعِنَبًا اور انگور کہ قوت بھی ہی اور میوہ بھی اور دوا بھی اور شراب بھی وَّقَضْبًا ؛ اور جڑین جو قابل کھانے کے ہین جیسے شلجم اور گاجر اور چقندر اور شکرکند کہ کھانے مین نہایت قوت بخشتی ہی پھر اگر انکو کچی کھاو تو حرارت اور تشنگی کو دفع کرتی ہین اور اگر پکاو تو معقول سالن ہی اور اگر مُربا یا اچار بناوین تو میوے کا حکم پیدا کرتے ہین وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون کو کہ تیل بھی ہی اور سالن بھی ہو سکتا ہی وَّنَخْلًا اور کھجور کہ قوت بھی ہی اور میوہ بھی اور سالن بھی اور اُس سے نبیذ اور دوشاب بناتے ہین اور پینے کے خرچ مین لاتے ہین اور سرکہ بھی بناتے ہین وَّحَدَاۗىِٕقَ اور باغ چار دیواریون کے کہ اُنمین طرح طرح کے میوون کے اور دواؤن کے درخت بوتے ہین اور جمتے ہین + غُلْبًا ؛ گھنے درختون والے کہ اُنکی ٹہنیان موٹی موٹی ہین اور عرب کی لغت مین اُس اونٹنی کو کہ جسکی گردن پر بہت بال ہون غلبا کہتے ہین اور جس اونٹ کی گردن پر بہت بال ہوتے ہین تو اُسکو بھی اسد اغلب کہتے ہین اور یہان پر اُس باغ کو کہ جسکے درخت گنجان اور موٹے موٹے ہون بطور استعارے کے اُسکو غلبا فرمایا ہی وَّفَاكِهَةً اور دوسری قسم کے میوے کہ باغون مین نہین ہوتے بلکہ صحرائی اور کوہستانی ہوتے ہین ؛ وَّاَبًّا اور سب طرح کی گھاس کہ خودبخود اُگتی ہی اور کوئی اُسکو بوتا نہین مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؛ کام چلانے کو تمہارا اور تمہارے چارپایون کا کہ بعضی قسمین اُن چیزون مین سے جو مذکور ہوئی ہین خاص ہین جانورون کے واسطے جیسے گھاس بھوس اور بعضی مشترک ہین آدمیون اور جانورون مین جیسے اناج کے دانے اور بعضی اس قسم کی ہین کہ اچھا اچھا اُنمین سے آدمی کھاتے ہین اور بھوسی اور چھلکے اور گٹھلیان اور پتے اُن کے جانور کھاتے ہین پھر کھانے کے بعد کس قدر ذلیل وحقیر ہو جاتے ہین کہ نجاست اور گوبر ہو جاتا ہی اور اُسکو گھرون سے دور پھینک دیتے ہین اور اُسکی بدبو کے سبب سے اُس سے نفرت کرتے ہین اب اُس پہلے کرم کو اور اِس پچھلی ذلت کو قیاس کرے اور مغرور نہو وہ بڑا فرق ہی اسباب مین کہ آدمی کی خوراک کو عزت اور بزرگی دیکے جھٹ پٹ ذلیل اور خوار کر ڈالتے ہین کہ غلیظ

ناپاک ہوکے باہر نکلتا ہی اور آدمی خوب اسکو جانتا ہی اور بزرگی آدمی کی بعد مدت دراز کے ذلت سے بدلی
جائیگی اور اس مدت کی حد معین ہی وہ یہہ ہی فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ پھر جب آوے وہ غل کہ بہرے
کردے جہان والون کے کان اور یہہ اشارہ صور پھونکنے کی طرف ہی یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ جس دن
کہ بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے باوجود اس بات کے کہ اسکو سب غیرون سے زیادہ دوست رکھتا ہی اور بچپن سے
اُسکے ساتھ اُنس رکھتا تھا اور مدد اور تائید اور مشورت ایک دوسرے کی آپس مین تھی وَاُمِّهٖ اور اپنی
ما سے کہ اُسکو بھائی سے بھی زیادہ دوست رکھتا ہی اور اسکے ذمے پر اُسکے حق بھی بہت ہین وَاَبِیْهِ
اور اپنے باپ سے کہ اُسکی تعظیم ما سے بھی زیادہ ہی اور حق بھی اُسکا بڑا ہی بلکہ گویا بیٹا اُسکا ہی وَصَاحِبَتِهٖ
اور اپنی جورو سے کہ آدمی کو ماباپ سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہی کیونکہ اُسکے ساتھ دم مرگ تک صحبت منظور ہوتی
ہی اور ماباپ کے حق کو جانتا ہی کہ خواب وخیال تھا کہ گذر گیا اب اُن سے کچھ واسطہ نرہا وَبَنِیْهِ اور اپنے
بیٹون سے کہ بیٹے آدمی کو عورت سے بھی زیادہ پیارے ہین اس واسطے کہ انکو اپنے مرنے کے بعد اپنا قائم مقام
جانتا ہی اور ذکر کرنے مین ان قرابتون کے ترقی ادنی سے اعلی کی طرف ہی چنانچہ ظاہر ہی کہ جو آدمی باوجود
ان قرابتون کے اپنے اقربا سے بھاگے گا تو غیرون سے بطریق اولی بھاگے گا اور کہتے ہین کہ اول جو شخص کہ اپنے
بھائی سے بھاگے گا وہ قابیل ہوگا کہ ہابیل سے بھاگیگا کہ دنیا کے خون کی عوض مین اُسکو پکڑے نہین
اور اول جو شخص کہ اپنی ما اور باپ سے بھاگے گا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہونگے کہ مبادا شفاعت کے واسطے
الحاح وزاری کرین اور کافرون کے حق مین شفاعت مقبول نہین ہی اور اول جو شخص کہ اپنی عورت سے بھاگیگا
حضرت نوح اور لوط علیہما السلام ہونگے کہ اُن دونون کی عورتین منافق تھین اور منافق کے حق مین بھی شفاعت
قبول نہین اور اول جو شخص کہ اپنے بیٹے سے بھاگیگا حضرت نوح علیہ السلام ہونگے کہ اُنکا بیٹا کنعان کافر تھا
اور علما نے اختلاف کیا ہی اسبات مین کہ اُس دن اپنے اقربا سے بھاگنے کی کیا وجہہ ہوگی بعضے کہتے ہین کہ
حق کے طلب کرنے کے خوف سے کہ مجھ سے جو کچھ اُسکی حق تلفی ہوئی ہی مبادا کہ مجھے دیکھکر طلب کرنے لگے
جیسے مفلس آدمی قرضخواہ سے بھاگتا ہی اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہوا ہی کہ قیامت کے دن آدمی اپنے
آشناؤن دوستون سے زیادہ بھاگے گا غیرون ناآشناؤن کی بہ نسبت کیون کہ دنیا مین اُن سے

کچھ معاملہ نہ رکھتا تھا کہ مطالبہ کا خوف ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ مدد اور شفاعت کے خوف سے بھاگیگا کہ
ایسا ہو کہ اُس ناتے والے کو یا آشنا کو دوزخ کو لے چلین اور مجھکو اُسکے چھڑانیکے واسطے اپنی نیکیو مین سے
کچھ دینا پڑے یا اُسکے کچھ گناہ اپنے ذمے پر لینا پڑین چنانچہ قحط سالی کے دنو مین بھی اسی قسم کے خوف سے
اپنے اقربا سے کم التفاتی کرتا ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اس سبب سے کہ تکلیف و عذاب اُنکا دیکھا نہ جاویگا اور
قدرت شفاعت کی اور طاقت نیکیان دینے کی بھی نہ رکھتا ہوگا ناچار اُن کی نگاہون سے چھپ جاویگا
اور صحیح یہہ بات ہی کہ اِن سب جہتون کے سبب سے بھاگیگا کوئی تو ایک جہت سے کوئی دو جہت سے
اور کوئی تینون جہتون سے بلکہ اُس دار وگیر کے دن ہر شخص اپنے حال مین گرفتار ہوگا اور دوسرے کی
طرف کچھ التفات نکریگا چنانچہ فرماتے ہین لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ہر شخص کے
واسطے تزدیکون سے کہ مذکور ہوئے ایک حالت ہوگی کہ کفایت کریگی اُسکو غم اور تشویش کھینچنے مین اور اِتنی
فرصت نہ پاویگا کہ دوسرے کے حال کی طرف متوجہ ہو اور خبر لے پھر جب ایسا حادثہ ہوگا تو لوگ عزت
اور ذلت مین مختلف ہو جاوینگے وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ کتنے مُنہہ اُس دن مُسْفِرَةٌ روشن ہونگے
اس واسطے کہ ایمان کا نور اُنکے باطن سے ظاہر کی طرف جلوہ فرماویگا اور اُنکے چہرونکو روشن کریگا
ضَاحِكَةٌ ہنستے ہونگے انعام و اکرام کی توقع پر کہ آثار اُسکے اپنے مین دیکھینگے مُسْتَبْشِرَةٌ خوشیان
کرتے اسواسطے کہ دم بدم انعام و اکرام مین زیادتی پاوینگے اور اسباب خوشی اور خورمی کا روز بروز
بڑھتا جاویگا وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ اور کتنے مُنہہ اُس دن عَلَيْهَا غَبَرَةٌ اُنپر سیاہی اور گرد و
غبار ہوگا بسبب ظاہر ہونے گناہون کی تاریکی کے کہ باطن مین اُنکے گھر کر گئی تھی اور تہ نشین ہو گئی تھی
اُسوقت ظہور کریگی تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چڑھی آتی ہی اُسپر سیاہی اور یہہ سیاہی ہرچند کہ کفر کا
اثر ہی اور کفر دل کی تہہ مین ہوتا ہی کہ گناہون کی سیاہی سے بھی زیادہ پوشیدہ ہی لیکن کفر کے غلبے کے
سبب سے غالب ہو کر ظہور مین گناہون کی تاریکی کے اوپر آجاویگی جیسے نیل کہ ہرچند اُسکو پانی کے نیچے
کرین اوپر آجاتا ہی أُولَئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ یہہ لوگ مُنہہ کالے یہی ہین کافر بدکار کہ کفر بھی
کرتے تھے اور گناہ بھی اور کمال ذلت اور خواری کے سزاوار ہوئے اور اُنکی انسانیت کچھ کام نہ آئی

اور اکرام کے لایق نہوئے باوجود اس بات کے پہلی بار دنیا کی پیدایش مین وہ لوگ معزز و مکرم تھے اور عنایت الٰہی اُن کی پرورش کے واسطے مصروف ہوئی تھی اور جمع ہونا اس قسم کے دو رنگون کا خاصہ اُن لوگون کا ہی کہ کفر اور گناہ دونون کرتے تھے اور جو لوگ کہ فقط کفر یا فقط گناہ کرتے تھے اُن کے واسطے ایک ہی رنگ پر اکتفا کی جاویگی اور گناہون کا رنگ سیاہ مٹیلا ہوگا اور کفر کا رنگ کالا بھنورا اب باقی رہا یہان پر ایک سوال اور وہ یہہ ہی کہ اول مین اس سورت کے عتاب باری کا عتاب ایسے پیغمبر جلیل القدر پر مذکور ہی اس نازل کرنے مین اس قصے کے قرآن مجید مین کیا حکمت ہی ظاہر تو عقل سے یون مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس عتاب و خطاب کو پوشیدہ حضرت جبریل علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرماتے اور وہ پیغمبر علیہ السلام کو خبردار کر دیتے اور حال یہہ ہی کہ یہہ قصہ قرآن مجید مین نازل ہوا اور مدتون قرنون تک زبان پر تلاوت کرنیوالون اور قاریون کی جاری رہے گا اور بار بار یہہ قصہ لوگون کو یاد آویگا جواب اسکا یہہ ہی کہ اس قصے اور خفگی مین بہت سے فایدے آداب اور تعلیم اور ارشاد کے اور قاعدے حسن اخلاق کے تھے تو چاہا کہ اس قصے کو تمام فائدون کے ساتھ قرآن مجید کا جز کر دین تاکہ لوگ دمبدم اُس سے فیض یاب ہون اور محروم نہ رہین اور اُن سب فائدون مین سے کہ اس قصے مین ہین کتنے اُنمین سے بیان کئے جاتے ہین اور باقی کو سُننے والے کی عقل کامل اور فہم صائب کو سونپتے ہین اول فائدہ یہہ کہ کبھی کبھی پیغمبر بھی اجتہاد کرتے ہین اور اپنی عقل کے زور سے شرع کے قواعد سے ایک حکم دریافت کرتے ہین اور وہ حکم خطا ہو جاتا ہی تو حضور خداوندی سے پیغمبرون کو اُس خطا پر جلد آگاہ کر دیتے ہین چنانچہ اس قصے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون سمجھے کہ عام کے نفع کو خاص کے نفع پر مقدم رکھنا چاہئے اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی تعلیم پر ترجیح دینا چاہئے اور اس راہ سے بدلے ہوئے لوگون کو تابعدار کرنا چاہئے اور جو شخص کہ خود بخود طالب و شوقین ہی فی الفور اسکیطرف اسقدر التفات نہ چاہئے کہ ناکارادت اور شوق اسکا اُسکے تھکانے لگا دیگا اور اس بوجہ مین بہی خطا واقع ہوئی کہ اس صورت مین عام کا نفع موہوم تھا اور خاص کا نفع ظاہر اور عام کے نفع کو خاص کے نفع پر اُسوقت مقدم کرتے ہین کہ دونون معلوم ہون یا دونون موہوم لیکن موہوم کو معلوم پر ترجیح دینا شرع کے قاعدےکے خلاف ہی اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی تعلیم پر اس وقت

ف سورۂ عبس کے نازل ہونیکے فائدے کا سبب

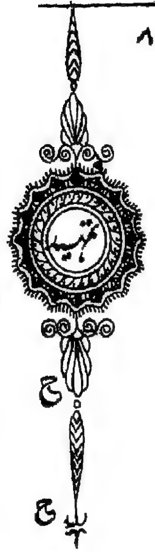
ف پیغمبرون بھی اجتہاد میں خطا واقع ہوتی ہی

ترجیح دینا

ترجیح دینا چاہئے جس وقت دعوت اسلام قبول ہونا یقینی ہو اور جو یقین قبول ہونیکا نہو تو الزام حجت کا
ایک بار سے بہی ہو جاتا ہی حاجت خوشامد اور چاپلوسی کرنیکی نہین دوسرا امور دین کو اُس وقت چھوڑ دینا کچھ
ضرور نہین ہی اور اسطرح سے تابعدار کرنا بدلوگونکا اُس وقت ضرور ہی کہ اُنکے تابعداریکی توقع ہو اور نا امیدی کی
صورت مین گویا ٹھنڈے لوہے کو پیٹنا ہی اور اسپر بھی جو غرض صالح ظاہر مین غرض فاسد سے مشتبہ
ہو جاوے تو اُس غرض صالح کو بھی موافق حکم شرع کے چھوڑ دینا چاہئے اور اس جاے پر خاطرداری
کرنا اغنیا کی اور اندھے ضعیف محتاج فقیرون بینواؤن سے منھہ پھرانا محل ریا کی تہمت کا اور
دنیا دارون کی پاس خاطر کا ہوا جاتا تھا تو ایسے وقت مین اُس غرض صالح کو بھی چھوڑ دینا چاہئے تھا
کہ اتقوا من مواضع التهم یعنے بچو تم تہمت کے مکانون سے دوسرا فائدہ یہہ کہ کبھی ایسی
چیز پر کہ گناہ ہونا اُسکا ابھی معلوم نہین ہوا ہی لیکن باعتبار اُس گناہ کرنیوالے کے حال کے اور
اُسکی استعداد کی قوت اور عالی منصبی کے سبب سے گو کہ نا معلوم ہو تو بھی خفگی ورشکوہ متوجہ
ہو سکتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منع ہونا اس فعل کا معلوم نتھا اُسپر بھی خفگی ہوئی
تیسرا فائدہ یہہ کہ واجب التعظیم کے واسطے رعایت تعظیم کی ضرور ہی گو کہ وہ اُس تعظیم پر مطلع
نہو کیون کہ وہ اندھا اندھاپے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی کیفیت سے
کہ ترش ہی یا خندان ہی اور میری طرف متوجہ ہین یا منھہ پھیرے ہین کچھ خبر نہ رکھتا تھا کہ رنجیدہ ہو لیکن
ازبسکہ ایماندار تھا اور خدا کی راہ کا طالب تھا تو تعظیم اُسکی ضرور تھی پس اُسکی تعظیم ترک کرنے پر
خفگی ہوئی اسیواسطے حدیث مین وارد ہی کہ ترک السلام علی الضریر خیانة یعنے سلام علیک ترک کرنا
اندھے سے اسلام کے حق مین خیانت ہی کیون کہ اگرچہ وہ سلام علیک کے ترک کرنے سے رنجیدہ
نہوا لیکن اسلام کا حق تو تلف ہوا چوتھا فائدہ یہہ کہ کفار کی طرف میل کرنا اگرچہ باعتبار ایک غرض
شرعی نیک کے رخصت ہی لیکن ضرر سے خالی نہین ہی پانچوان فائدہ یہہ کہ اہانت اور منھہ پھرانا مسلمان سے
اگرچہ بے قصد واقع ہو تو بھی قباحت سے خالی نہین چھٹا فائدہ یہہ کہ دوستون کو خفگی در تنبیہہ اُنکی تقصیرات پر
کرنا چاہئے کہ دوستی کے باقی رہنے کی نشانی ہی ویبقی الود ما بقی العتاب یعنے جب تک غصہ اور شکوہ

باقی ہی و دوستی بھی باقی ہی غصہ کرنا اُسوقت موقوف کرتے ہین کہ دوستی موقوف کرنا منظور ہوتا ہی ساتوان
فائدہ یہہ کہ اگر کسی کو ایک عہدے پر مقرر فرماوین ہر چند کہ وہ سرکار کا مقرب ہوا اور عالی مرتبت ہرگز باز پرس
احوال کے اور پوچھنے سے اُسکے کامون کے غافل ہونا نہ چاہئے کہ یہہ پوچھ پاچھ بادشاہی کی شرط ہی
اور مُلکداری کو لازم مطلق العنان کرنا عُہدہ دارون کا اور کارپردازون کا مملکت مین رخنہ ڈالنا ہی ⁂
آٹھوان فائدہ یہہ کہ کسی کو اگرچہ ظاہر مین حقیر نظر آتا ہو حقیر نہ جاننا چاہئے کیا معلوم ہی کہ اُسکا اللہ تعالی کے
نزدیک کیا مرتبہ ہی بیت خاکساران جہان را بحقارت منگر ⁂ توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد
وہ نابینا ظاہر مین فقیر و حقیر معلوم ہوتا تھا اور اُسکے سبب سے سب مخلوقات کے سردار پر
عتاب ہوا نوان فائدہ یہہ کہ طالب علم کو اگرچہ موانع پیش آوین لیکن علم کی طلب نہ چھوڑے
کیونکہ وہ اندھا فقیر بھی تھا اور اُسکا ہاتھ پکڑنے والا بھی کوئی نہ تھا اسپر بھی علم کی طلب کے واسطے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا تھا اور اگر علم کی طلب مین اور خدا تعالی کی راہ ڈھونڈنے
مین موانعات کا بہانہ کرے تو ہرگز مطلب کو نہ پہنچیگا کیونکہ کوئی شخص اپنے حال موافق موانع سے خالی
نہین دسوان فائدہ یہہ کہ اُستاد اور مرشد کو لازم ہی کہ طالب علم کو اور اللہ کی راہ کے طالب پر جس قدر
ہوسکے شفقت اور عنایت کرے اور جو مطلب کہ اُسکا مطلوب ہی اُسکو پہنچا دے گیارھوان
فائدہ یہہ کہ معلّم اور مرشد کو چاہئے کہ طالب علمون اور مریدون بین دنیا کے مال وجاہ کے شرف کے
سبب سے فرق نہ کرے بلکہ شوق کی کثرت اور استعداد کی قوت پر امتیاز کرے بارھوان فائدہ یہہ کہ اگر
کسی ضعیف کو کسی بزرگ سے کوئی سبب سے کچھ رنج پہنچ جاوے تو اُس بزرگ کو لازم ہی کہ اُسیوقت
اُسکا تدارک کرے کہ یہہ بات کچھ اُسکے مرتبے کو مُضر نہین بلکہ اُسکے عُلوِ مرتبے کی زیادتی کا موجب ہی اسواسطے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن آیتون کے نازل ہونے کے ساتھ ہی اُس نابینا کے پیچھے دوڑے گئے
اور اُن امیرون سردارون سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین بیٹھے تھے کچھ پروا نکی اور کیا
خوب کہا ہی ⁓ تواضع ز گردن فرازان نکوست گدا گر تواضع کند خوی اوست تیرھوان فائدہ یہہ کہ جب
روٹھے کو مناوین تو چاہئے کہ اُسکے مرتبے کو زیادہ کرین اور قدیم معمول سے اُسکی تعظیم اور تکریم بڑھاوین

تاکہ اُسکے زخم کا مرہم ہو اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نابینا کو راستے سے پھیر لاکر اپنی چادر پر بٹھایا اور فرمایا کہ انت فی عیال محمد ما بقیت یعنے تو میری عیال کے حکم مین آیا جب تک تو زندہ ہی تیرا بوجھ مین اُٹھاؤنگا چودھوان فائدہ یہہ کہ اِن آیتون کے باقی رہنے سے قرآن مجید مین معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی وحی پہنچانے مین نہایت امانت دار تھے والا اس عتاب و شکایت کو کہ آپ کی ذات مبارک پر نہایت گران تھا اور اُنکی کسر شان کا موجب ہرگز عوام الناس کے کان مین نہ ڈالتے چنانچہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اسی قسم کی بات مین فرمایا ہی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ وحی مین سے پوشیدہ رکھتے تو حضرت زینب ہی قصے کو پوشیدہ رکھتے کہ موجب کمال حیا کا تھا پندرھوان فائدہ یہہ کہ طالب علم کو چاہئے کہ خدا ترس ہو کیونکہ حق سبحانہ تعالی نے اُس طالب علم کے حق مین مدح کے طور سے فرمایا ہی کہ اما من جاءك يسعى وهو يخشى سولھوان فائدہ یہہ کہ اس مجلس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب اور دوسرے نزدیک کے ناتے والے جیسے ابو جہل وغیرہ حاضر تھے اختلاط اور صحبت اُنکی باوجود قرب قرابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عتاب فرمایا پس معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کے اقربا اللہ تعالی سے روگردان ہو جاوین تو اُن سے اختلاط اور صحبت کرنا نچاہیئے اور غیرون سے کہ حق کے طالب ہون صحبت اور اختلاط کرنا چاہئے کہ دوست کے دشمنون کو دوست رکھنا خطا ہی اور دوست کے دوست سے منہہ پھرانا رنجش کا مقام ہی اِسی واسطے قرآن مجید مین دوسری جاے پر فرمایا ہی لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الاخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا اباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم ۲۸ ع ۳ اور یہین سے معلوم ہوا کہ تعلیم اور ارشاد مین بھی استعداد اور شوق والون کو قرابت والون پر مقدم رکھنا چاہئے سترھوان فائدہ یہہ کہ اُس شخص کو کہ اُسکے سبب سے جناب الٰہی سے یا پیغمبر کے حضور یا اُستاد و مرشد کی طرف سے کسی شخص پر خفگی کی جاوے تو اس شخص سے بغض کرنا نہ چاہئے بلکہ اُسسے زیادہ دوستی کرنا چاہئے کہ اُسکے سبب سے ایک عمدہ غرض کہ ادب ہی حاصل ہوا چنانچہ اس خفگی کے وارد ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کو دوست رکھتے تھے اور تعظیم کرتے تھے اور مرحبا کہتے تھے اور اُنکی حاجتین روا کیا کرتے تھے واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین



سورۃ اذا الشمس کورت

مکّی ہی اِس مین اُنتیس[۲۹] آیتین اور ایک سَو چار[۱۰۴] کلمے اور پانسَو چونتیس[۵۳۴] حرف ہین آور حدیث صحیح مین وارد ہی عبداللہ ابن عمر کی روایت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے دِن کو دنیا مین اِن آنکھون سے دیکھ لے تو اسکو چاہئے کہ سورۂ اذا الشمس کورت کو پڑھے آور یہہ بھی حدیث مین ہی کہ حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک روز جناب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرض کی کہ یارسول اللہ بڑھاپے نے آپ پر شتابی کی یعنے آپ کے مزاج مبارک کی قوت سے یہہ توقع نہ تھی کہ اِتنی عمر مین کہ قریب ساٹھ کے ہی آثار بڑھاپے کے آپ پر ظاہر ہونگے لیکن یہہ بات ہمارے قیاس کے خلاف وقوع مین آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو اِن پانچ سورتون نے بوڑھا کر دیا سورہ ہود آور سورۂ واقعہ آور سورۂ والمرسلات آور سورۂ عم یتساءلون آور سورۂ اذا الشمس کورت نے بس ان سورتون مین عذاب الٰہی دُنیا اور آخرت مین کہ اُمتون پر بسبب مخالفت کرنے پیغمبرون کے جو گذرا ہی اور گذریگا مذکور ہی مجھکو انکے سُننے سے اپنی اُمت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہی آور غم کا خاصہ ہی کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہی چنانچہ نقل کرتے ہین سَألتُ من الاطباء ذات یوم ٭ اخبرنی ما شیّبنی قال بلغم فقلت له علی غیر اختتام لقد اخطأت فیما قلت بل غمٌ لیکن مراد بوڑھے ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف قوٰی کا اور بدن کی سُستی مُراد ہی نہ سفید ہونا بالون کا کیونکہ موے مُبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے سفید نہین ہوئے تھے کہ دیکھنے والے پر ظاہر ہون چنانچہ انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہین فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے قریب سر مُبارک اور ریش مبارک مین سفید بال بیس[۲۰] تک نہین پہنچے تھے اور ظاہر ہی کہ اِس قدر بال دیکھنے والے کو بھی معلوم نہین ہوتے اور عُرف مین بھی اِس قدر سفیدی کو بڑھاپا نہین کہتے ہین آور اور اِس سورہ کے ربط کی وجہ سورۂ عبس سے یہہ ہی کہ اوّل مین اُسکے وصف قرآن مجید کے اِس طور سے مذکور ہین کہ کلا انها تذكرة فمن شاء ذكره فی صحف مكرمة مرفوعة مطهرة بايدی سفرة

کرام

کرام بررة اور آخر مین اِس سورے کے بھی یہی مضمون ساتھ ترتیب معکوس کے مذکور ہی کہ اِنّهٗ لقول رسول
کریم اور اِن هو الا ذکر للعالمین اور آخر مین اِس سورے کے قیامت کا اور اُسکے اوصاف اور ہول اور
سختیون کا مذکور ہی کہ یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه اور اِس سورے مین
اول اسی مضمون کو خوب شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہی اور اُسکے نام کی وجہ ساتھ تکویر کے یہہ ہی کہ اِس
سورے مین اول اسی حادثے کو مذکور کیا ہی کہ آفتاب کا نور زائل ہو جایگا اور اِس سورت مین قیامت کے بارہ
حادثے یاد فرمائے ہین لیکن اُن سب حادثون سے یہہ حادثہ نہایت سخت ہی اور تفصیل اس اجمال کی یہہ
ہی کہ حادثہ مقصود بالذات پر واقع ہوتا ہی وہ بہت سخت ہوتا ہی اس حادثے سے کہ مقصود بالذات کے
غیر پر واقع ہو مثلاً ضایع ہونا جان کا کہ آدمی کا مقصود بالذات ہی زیادہ سخت ہی ضایع ہونے سے مال کے کیونکہ
مال جان کے نفع کے واسطے مطلوب ہی نہ بالذات اور دوسرے یہہ کہ جس حادثے کو دوسرا حادثہ
معارض ہو تو بہت سخت ہو جاتا ہی اس حادثے سے جسکو دوسرا حادثہ معارضہ کرے کیونکہ معارضے کی
صورتین شدت حادثے کی کم ہو جاتی ہی مثلاً ایک طرف سے آدمی کو خوف جان کا ہو اور دوسری
طرف توقع مال و جاہ کی دامن گیر ہو تو اُس وقت مین جانی حادثے کو بھی چندان سخت نہین جانتا بلکہ اُس
حادثے سے جی نہین چراتا اور ہر حادثہ اِن بارہ حادثون مین سے قیامت کے کہ اِس سورت مین یاد فرمایا ہی
یا تو غیر مقصود بالذات کو صدمہ پہنچاتا ہی جیسے پوست اُتارنا آسمان کا کہ آسمان کو خراب کر ڈالیگا اور آسمان نسبت
اہلِ دُنیا کے مطلوب بالذات نہین ہی کیونکہ فائدہ لینا اہل دنیا کا محض ستارون سے ہی اور آسمان کی
مثال مانند ایک صندوق کے ہی کہ اُسمین جواہر اور عمدہ لباس رکھے ہین اگر وہ صندوق ٹوٹ گیا اور جواہر
اور اسباب سلامت رہا تو کچھ ٹوٹنا اُسکا چندان گران نہین گذرتا اور یا معارض دوسرے کے ساتھ
ہی کہ موجب فرحت اور خوشی کا ہی جیسے تسعیر جحیم کی کہ مقابلے مین اُسکے ازلاف یعنے پاس لانا جنت کا بھی
ہوگا سواے اِس حادثے کے کہ ایک تو مطلوب بالذات کو کہ آفتاب کی شعاع ہی صدمہ پہنچاویگا دوسرے
یہہ کہ مقابلے مین اسکے کوئی اور حادثہ فرحت افزا بھی موجود ہوگا اور بے نور کرنا آفتاب کا کہ نہایت عمدہ
اسباب ہی حالات وجدانی نفس انسانی کے کھولنے کا کہ چمک سے آفتاب کے شعاع کی انکھون کے دیکھنے کی

چیزیں تو نظر آتی ہین مگر معقولات و وجدانیات کے ادراک کے واسطے حجاب ہوتی ہیں اور اسی سبب سے یہہ بات
ہی کہ عقلی چیزون مین فکر کرنے کے واسطے رات کا وقت مقرر کیا ہی اور خواب دیکھنے کا بھی وہی وقت ہی
اور زیادہ کیفیات نفسانیہ کا ان چیزون سے کہ عاشقون کو یا مریضون کو اور دردمندون کو یا مصیبت زدونکو
جو پیش آتی ہین تو وہ بھی وہی وقت ہی اور اہل مراقبہ اور توجہ بھی اُسیوقت نسبت باطنہ کو اپنی بڑھاتے
ہین اور ساحر اور تاثیرات نفسانی والے بھی اُسیوقت کام مین مشغول ہوتے ہین اور سیاہ ہو جانا ستارونکا
پھر کانپنے سے دریا شور اور جنبش سے پہارون کے بھی مقابلے مین اُس حادثے کے کچھ بزرگی نہین رکھتا
کیون کہ ستارے اکثر تیرہ اور بے نور ہو جاتے ہین اور دریاے شور چندان حوایج مین بنی آدم کے نافع نہین
ہی کہ اُسکو مقصود بالذات تصور کیجے اور علی ہذا القیاس پہاڑ اور سنگینی دوسرے حادثون کی خود ظاہر
ہی اب بیان کرتے ہین ہم اسبابات کو کہ ان بارہ حادثون کو کس واسطے اس مقام پر خاص کرکے مذکور فرمایا
ہی وجہ اسکی یہہ ہی کہ منظور بیان کرنا انقطاع نفس انسانی کا توجہ سے طرف مالوفات اور مضرات کے
ہی اور کشادہ ہونا اُسکے شعور اور فہم کا ارواح سماویہ کی مدد سے اور ظاہر ہونا اعمالون کی صور مثالیہ کا اور کھلنا
مقدار ہر نیک و بد کام کی جزا کا مضمون علمت نفس ما احضرت کا ہی اور ہر حادثہ ان بارہ حادثون سے
اس امر مین دخل رکھتا ہی پس بسبب آفتاب کی تکویر کے اور سیاہ ہونے ستارون کے تعلق نفس انسانی کا
کہ اپنے حوایج مین آسمان کے ساتھ تھا منقطع ہو جاویگا کیون کہ نفع لینا اُسکا دیکھنے کی چیزون مین اور بدلنے
مین فصلون اور موسمون کے اور نئے ہونے مین مہینون اور چاندون کے اور پہلے سے معلوم کر لینا اُنہوا
حادثون کا محض چال اور حرکتون سے ان اجرام کے تھا اور سقف اُسکے عالم مالوف کی اس انقلاب سے
خراب ہو جائیگی اور بسبب تسییر جبال و تزلزل زمین یعنے بسبب چلنے پہارون اور تھرانے زمین کے امید
اُسکی سکونت سے زمین کی اور استخراج معادن اور اُگنے سے کھیتی اور میوونکے اور بہنے سے چشمون کے اور نہرون
سے ٹوٹ جاویگی اور صحن اُسکے گھر کا خراب ہونا شروع ہو گا اور بسبب تعطیل عشار کے توجہ اُسکی خبر گیری
گھر کے جانورون کی اور حاصل کرنے سے دودھ اور گھی اور صوف اور پشم اور نسل کے سست ہو جاویگی
اور اس انقلاب سے گویا مطبخ اور خزانہ خانہ اُسکا خراب ہو جاویگا اور بسبب جمع ہونے وحوش کے

ہمت اُسکی شکار اور تسخیر سے جنگل کے جانورون کی اور جو نفع کہ پوست اور ریشم اور مشک نافہ یا اور اجزا سے
اُنکے حاصل کرتا تھا بالکل منقطع ہو جائیگی اور بسبب ویران ہونے دریاؤن کے سفر کشتی کا اور تجارتین بحری اور صید کرنے
سے جانورون بحری کے اور نکالنے سے موتی مونگے اور عقیق اور عنبر کے مایوس ہونگے اور یہہ چھ حادثے متعلق عالم دنیا کے ہین
اور انسان کے جسم سے ہین اور بعد اِسکے ملنے سے نیک نفسون کے اپنے ہم جنسون سے اور شریر نفسون کے اپنے ہم جنسون
اور ایک کی کیفیات نفسانیہ کے منعکس ہونے سے دوسرے کے قلب پر ہر شخص کو وجدانیات اپنے کما حقہ ظاہر
ہو جاوینگے اور اپنے کو بالاجمال اہل خیر و شر سے معلوم کرلیگا اور سوال کرنے سے موؤدہ کے کہ نفس اُسکا اِس (یعنے دلکی باتین ۱۲)
جہان سے نہایت سادہ گیا تھا معلوم کرلیگا کہ فہم شعور انسانی نے ایک وسعت عظیم پیدا کی ہی کہ اِس
قسم کی الواح سادہ بھی نقش پذیر سوال وجواب کی ہوئی ہین اور یہہ بھی معلوم کرلیگا کہ اِس عالم مین بھر پانے
سے حقوق کے ہر ادنی اعلی چھوٹا بڑا باوجود اِس بات کے کہ تلف کرنے والے کو حقوق کے اشد علاقے
درمیان ہین جیسے پدری اور مادری ہرگز خالی نچھوڑینگے اور بسبب کھولے جانے صحیفون اعمال کے تفصیل
اپنے افعال واقوال کی دریافت کرلیگا اور بسبب پوست اُترنے آسمان کے کہ کنایت ہی عالم مثال کی تجلی سے
کہ معدن اور اصل اُسکی افلاک کی قوت خیالیہ ہی اپنے اعمال کی صور مثالیہ کو دیکھ لیگا اور حقیقت کو حال کے
معلوم کر جائیگا مصرع کہ باکہ باختہ ام عشق در شب دیجور اور بھڑکانے سے دوزخ کی آگ کے اور نزدیک لانے سے
بہشت کے اور آرایش اور سجاوٹ سے موافق جزاؤن عملون کے کہ خواہش اُن کی صور مثالیہ کی ہی نہایت
روشنی پیدا کریگا اور اِس وقت مضمون عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ کا جلوہ گر ہوگا اور یہہ چھ انقلاب تعلق
آخرت کے عالم سے اور قواے عقلیہ اور خیالیہ سے انسان کی رکھتے ہین اور اسی تقریر سے وجہ اِس
ترتیب کی رعایت کی بھی ظاہر ہوئی اور یہہ بھی ثابت ہوا کہ عالم برزخ مین نفس انسانی کو باوجود بدن کی مفارقت
یہہ اطلاع احوال پر اپنے اعمالون کے ممکن نہین ہی کیون کہ ہنوز آسمان وزمین قائم ہین اور تعلق اُسکا
مکانات اور اپنی رغبت کی چیزون کی طرف اور توجہ حال پر اقربا اور اپنے بنی نوع کے اور یاد کرنا اپنے
گذرے حالات کا ہنوز منقضی نہین ہوا اور ملنا عالم غیب سے بطور خلوص اور کمال کے اُسکو حاصل نہین ہوا
اِسی واسطے اُس عالم کو برزخ کہتے ہین کہ من وجہ احکام دنیا کے رکھتا ہی اور من وجہ احکام آخرت کے جیسے

کسی شخص نے ایک شہر مین یا ملک مین بہت مدت گذران کی پھر کسی اور شہر یا اور ملک کو چلا گیا اور ہنوز گھر اُسکا اُس پہلے شہر مین موجود ہی اور اقارب بھی اُسکے وہان رہتے ہین اور خط کتابت کی بھی آمد و رفت ابھی جاری ہی ایسی حالت مین انقطاع کلی اُسکو اُس شہر سے ممکن نہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ﴿ جس وقت کہ آفتاب لپیٹا جاوے گا اور معنے تکویر کے عرب کی لغت مین کسی چیز کو گرد لپیٹنے کے ہین جیسے رسّی یا پگڑی کہ اُسکو حلقہ کرکے لپیٹتے ہین وَکَوْرُ العِمَامَۃِ معنے مین پگڑی کے پیچ کے اسی لفظ سے ہی اور جو آفتاب کے شعاعین دراز رکھنا ہی موقوف کرنے کو اُس شعاع کے نوہن مین تشبیہ لپیٹنے سے پگڑی کے دی ہی اور اس لفظ کو بطور استعارہ کے استعمال فرمایا ہی گویا کہ جب کہ شعاع اُسکی پھیلی ہوئی ہی تو مانند اُس تھان یا پارچے کے ہی کہ اُسکو کھول کر پھیلا دیا ہی اور جب وہ شعاع زائل ہو گئی اور جرم اُسکا پنیر کے چلتے کے مانند بے نور رہ گیا تو گویا اُس تھان کو تہہ کر لیا اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ الشمسُ والقمرُ ثوران مکوران یوم القیمۃ یعنے آفتاب اور ماہتاب پنیر کے دو چلتیون کی مانند بے نور پڑے ہونگے قیامت کے دن اور بعضی روایتون مین ثوران عقیران بھی واقع ہوا ہی یعنے مانند دو بیلون کونچین کٹے ہوؤن کے پڑے ہونگے اور دوسرے اُنکا منقطع ہو جاویگا اور ثور عرب کی لغت مین بیل کو بھی کہتے ہین اور پنیر کے چلتے کو بھی اور جب تعلق ستارون کی ارواح کا جرمون سے اُنکے منقطع ہو جاویگا تو شعاع اور نور بھی زائل ہو جائیگا اور دورہ بھی موقوف تو کبھی تو زوال نور پر خیال کرکے پنیر کے چلتے سے نسبت دی ہی اور کبھی حرکت کے موقوف ہونے پر نظر کرکے کونچین کٹے بیل سے تشبیہ دی ہی اور ہرچند کہ آفتاب و مہتاب موافق حدیث کے اس حادثے مین شریک ہونگے لیکن یہان پر اکتفا فقط آفتاب ہی کی تکویر پر ذکر فرمائی کیونکہ شعاع آفتاب کی جرم سیاہ کو ماہتاب کے نور اور روشنی بخشتی ہی پس تکویر آفتاب کی مستلزم ہی ماہتاب کی تکویر کو حاجت علیحدہ بیان کی نہین وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ ﴿ اور جس وقت کہ ستارے میلے ہو جاوینگے اور نور بھی اُنکا

زائل ہو جائیگا

زائل ہو جائیگا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا ہی کہ ستارے قندیلوں مین نور کی زنجیرون سے لٹکتے ہین اور وہ زنجیرین فرشتون کے ہاتھون مین ہین جب فرشتے مرجاوینگے تو وہ قندیلین اُنکے ہاتھون سے گرجاوینگے اور ستارے گر کے بکھر جاوینگے اور نور اُنکا زائل ہوجائیگا بس اِس سورت مین بیان اُس انقلاب کی انتہا کا ہی کہ ستارون پر ظاہر ہوگا اور اگلی سورت مین بیان ہی اُس انقلاب کی ابتدا کا آور اختلاف لفظ مین نجوم اور کواکب کے تعین کلام کے اسلوب کے واسطے ہی آور اِسواسطے بھی ہی کہ نجم کے لفظ سے ظہور اِشراق کا سمجھا جاتا ہی تو انکدار اُسکو مناسب ہی اور کوکب کے لفظ مین اِستقرار اور اِستحکام بوجھا جاتا ہی تو انتشار اُسکے ساتھ مناسب ہی وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ اور جب پہاڑ چلائے جاوینگے اور بادلون کی طرح سے ہوا مین اُڑائے جاوینگے اور پہاڑ زمین کے لنگر اور سنگ فرش کے مانند تھے جب اُنکی یہہ حالت ہوگی تو زمین کی حالت کو بھی اِسی پر قیاس کرلیا چاہیئے کہ کیا کچھ اُسکی خرابی ہوگی وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور جب گابھن اونٹنیان جنکا حمل دس مہینے کا ہو نہ چھوڑی پھرین اور اُن کے مالک اُن کی طرف کچھ اِلتفات نکرینگے آور وجہ ایسی اونٹنی کی تخصیص کرنے کی یہہ ہی کہ منظور تعلق اِنسانی کے انقطاع کا بیان ہی اپنے مالون سے آور سب مال مین سے جو زیادہ محتاج خبرداری کا ہی سو جانور ہین کیونکہ زر و جواہر اور دوسرے اسباب دمبدم محتاج محافظت کے نہین ہوتے آور زراعت اور درخت اور عمارات اور مکانات بھی محتاج محافظت اور خبرگیری کے ہوتے ہین لیکن نہ ہر لحظہ اور ہر ساعت برخلاف جانورون کے کہ ہمیشہ دھوپ سے چھانون مین اور چھانون سے دھوپ مین باندھنے کے محتاج ہوتے ہین آور ہردم دانے پانی گھاس کی خبرگیری چاہتے ہین اِسیواسطے تجربہ والون نے کہا ہی کہ غمخواری بزبخر آور اُن سب جانورون مین اعلیٰ اور عمدہ عرب کے نزدیک جننے کے قریب والی اونٹنی ہی کہ اُسمین دو طرح کی خوشی ہی ایک تو بچے کی دوسرے دودھ کی اور بسبب بڑے پن کے دودھ اُسکا اور جانورون کے دودھ سے دوچند سہ چند زیادہ ہوتا ہی آور جو مخاطب اِس کلام ہدایت فرجام مین اول فرقہ عرب کا ہی تو رعایت اُس چیز کی کہ اُنکے ذہن مین جلد آجاوے یا وہ چیز اُن کے خیال مین بسی ہی ضرور پڑی کیونکہ مقتضا بلاغت کا یہی ہی آور یہان پر

ایک اشکال ہی کہ بعضے اذکیا اسکو مشکل جانتے ہین حاصل اسکا یہہ ہی کہ بعد اسکے کہ حضرت اسرافیل
نفخ صور فرما دینگے تو سب جانور مرجاوینگے اونٹنیان کہان ہونگی جو چھوٹی پہرینگی اور صور پھونکنے سے پہلے
قیامت کہان ہی کہ اونٹنیان معطل پہرین پہر یہہ بات کون سے وقت کی ہی اکثر دانشمندون نے کہا ہی
کہ یہہ کلام فرضی اور خیالی ہی یعنے بالفرض اگر اسوقت اونٹنیان اس صفت کے ساتھ موجود ہون تو شدت
ہول سے اُس روز کے کوئی اُنکی طرف متوجہ نہو جیسے **یوما یجعل الولدان شیبا** مین فرمایا ہی لیکن
بعد تامل کے معلوم ہوتا ہی کہ یہان پر حاجت اس تکلف کی نہین ہی اسواسطے کہ جسوقت حضرت اسرافیل
پہلی صور پھونکینگے تو آدمی اور حاملہ اونٹنیان اکٹھی مرجاینگے اور جب دوسری بار صور پھونکینگے تو سب اکٹھے
جی اٹھینگے تو وہ اونٹنیان کہ جن کے حمل پر دس مہینے گذر گئے تھے وہ بھی اسیطور سے زندہ ہونگی چنانچہ
حدیث صحیح مین ہی **یحشر الناس یوم القیمہ علی ما ماتوا علیہ** اور مالک انکے اس وقت انکی طرف
متوجہ نہونگے اور معطل چھوڑ دینگے اور بعضے اہل تفسیر نے کہا ہی کہ مراد عشار سے ابر ہین کیون کہ عرب
ابر کو حمل والے جانور سے نسبت دیتے ہین اور اُن کے خیال مین ابر کی صورت مادہ کی سی ہی اور
ہوا کی صورت نر کی سی جیسے نر مادہ سے مل کے حاملہ کر دیتا ہی اسیطرح ہوا سے ابر مین پانی بہر جاتا ہی
بس غرض یہہ ہی کہ اسوقت ابر پانی سے خالی ہونگے اور کچھ کام نہ آوینگے اور اس تفسیر مین جو کچھ بعد ہی
سو ظاہر ہی اور عشار جمع عشرا کی ہی جیسے نفاس جمع نفسا کی اور عشراء دس مہینے کی حاملہ اونٹنی کو کہتے
ہین تمام سال تک اور تمام ہونا سال کا اونٹنی کے حمل کے تمام ہونے کی پوری مدت ہی تو اس نام سے اسکو
مذکور فرمایا **واذا الوحوش حشرت** اور جس وقت کہ وحشی جانور گہیرے اور بیابانی جمع کئے جاوین
اور وجہ انکے جمع کرنے کی یہہ ہی کہ رہنے کی جاگہہ انکی کہ پہاڑ اور جنگل تھے خراب ہو جاوینگے اور آگ
اور دھوان ہر طرف سے انکے پیچھے پڑیگا ناچار آدمیون کے مجمع مین مکان امن سمجھ کر بھاگ آوینگے
جیسے سردی کے ملک مین برف پڑنے کے وقت وحشی جانور طبیعت اصلی کو اپنی کہ نفرت اور وحشت
ہی چھوڑ کر بستیون اور گہرون مین گھستے ہین اور اس واقعے مین دلیل صریح ہی اس بات پر کہ ہول اس
روز کا اس مرتبے کو پہنچیگا کہ وحشیون کو انسان سے نفرت نہ رہیگی اور بعضے جو بعضے سے عداوت طبعی رکھتے تھے

اُس روز کچھ خوف و ڈر ایک دوسرے کا باقی نرہیگا اور قتادہ اور دوسرے مفسرون نے کہا ہی کہ مُراد حشر وحوش سے اُنکا زندہ کرنا ہی بعد مرنے کے کہ قصاص کے واسطے اُنکو پھر زندہ کرینگے اور حدیث شریف مین ہی کہ جانورون مین بھی قصاص جاری ہوگا یہان تک کہ مُنڈی بکری سینگون والی بکری سے اپنا بدلا لیگی لیکن قصاص ہو چکنے کے بعد سب کو خاک کر دینگے اور جو خدا کے نام پر ذبح ہوئی ہین وہ بہشت کی خاک ہونگے مگر وہ جانور جو بہشتیون کی خوشی کا باعث ہونگے یا سبب اُن کی لذت کا سو وہ جانور بہشت مین باقی رہینگے جیسے طاؤس یا گھوڑا یا اور کوئی جانور خوب صورت خوش آواز یا وہ جانور کہ جسکا گوشت بہشتیون کو مرغوب ہوگا وہ اُنکی غذا کے واسطے چھوڑ دئے جاوینگے چنانچہ قرآن مجید مین سورۂ واقعہ مین مذکور ہی ÷ ولحم طیرٍ مما یشتھون اور وہ چیزین باقی رہینگی جو دوزخیون کے عذاب زیادہ ہونے کا سبب ہون سو دوزخ مین جاوینگی جیسے سانپ اور بچھو اور مکھی کہ اُنکے جلے بھُنے بدن پر بیٹھینگی اور اُنکو رنج دکھ دینگے بغیر اسبات کے کہ اُن جانورون کو اُس دوزخ کی آگ سے کچھ رنج دکلفت ہو اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ الذباب کله فی النار اور یہہ بھی حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ان فی الجنة طیرا ناعمة واکلها انعم منها ۔ واذا البحار سُجِّرت اور جس وقت کہ دریا بھڑکائے جاوینگے اور پانی اُنکا دھوان اور آگ ہو جاویگا اور ہوا اُس آگ اور دھوین کے ملنے سے حدت اور حرارت پیدا کریگی اور اہل محشر کی تکلیف اور رنج کا سبب ہوگی لیکن باایمان لوگ شر سے اُس دھوین کے محفوظ رہینگے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اُس روز کے دھوین سے باایمان لوگون کو اسیقدر تکلیف پہنچیگی کہ زکام ہو جاویگا وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور جس وقت کہ نفوس انسانی نفوس سماوی اور ارضی سے ملائے جاوینگے تاکہ قوت خیر و شر کے ادراک کی زیادہ ہو جاوے اور پوری جزاء عمل کی نہایت کے درجے مین چکھین اور بعضون نے کہا ہی کہ مُراد تزویج نفوس سے ارواحون کا ملنا ہی جسمون کے ساتھ اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد یہہ ہی کہ لوگون کو ازواج ثلثہ کر دینگے یعنے تین قسم کر دینگے کہ تفصیل اُسکی سورہ واقعہ کی آیت وکنتم ازواجا ثلثة مین مذکور ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ ہر شخص کو اپنے ہم مشرب اور ہم مذہب کے

ف جانور وحیوان سے کئی قسم بہشت مین رہینگے اور کئی قسم کے دوزخ مین

اُس روز کچھ خوف و ڈر ایک دوسرے کا باقی نہ رہیگا اور قتادہ اور دوسرے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد حشر وحوش سے اُنکا زندہ کرنا ہی بعد مرنے کے کہ قصاص کے واسطے اُنکو پھر زندہ کرینگے اور حدیث شریف مین ہی کہ جانورون مین بھی قصاص جاری ہوگا یہان تک کہ منڈی بکری سینگون والی بکری سے اپنا بدلا لیگی لیکن قصاص ہو چکنے کے بعد سب کو خاک کر دینگے اور جو خدا کے نام پر ذبح ہوئی ہین وہ خاک ہونگے مگر وہ جانور جو بہشتیون کی خوشی کا باعث ہونگے یا سبب اُن کی لذت کا سو وہ جانور بہشت مین باقی رہینگے جیسے طاؤس یا گھوڑا یا اور کوئی جانور خوب صورت خوش آواز یا وہ جانور کہ جسکا گوشت بہشتیون کو مرغوب ہوگا وہ اُنکی غذا کے واسطے چھوڑ دئے جاوینگے چنانچہ قرآن مجید مین سورۂ واقعہ مین مذکور ہی ÷ ولحم طیر مما یشتہون اور وہ چیزین باقی رہینگی جو دوزخیون کے عذاب زیادہ ہونے کا سبب ہون سو دوزخ مین جا دینگی جیسے سانپ اور بچھو اور مکھی کہ اُنکے جلے بھنے بدن پر بیٹھینگی اور اُنکو رنج و دکھ دینگے بغیر اسباب کے کہ اُن جانورون کو اُس دوزخ کی آگ سے کچھ رنج و کُلفت ہو اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ الذباب کلہ فی النار اور یہہ بھی حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ان فی الجنۃ طیرا ناعمۃ واکلہا انعم منہا ۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۔ اور جس وقت کہ دریا بھڑکائے جاوینگے اور پانی اُنکا دھوان اور آگ ہو جاویگا اور ہوا اُس آگ اور دھوین کے ملنے سے حدت اور حرارت پیدا کریگی اور اہل محشر کی تکلیف اور رنج کا سبب ہوگی لیکن باایمان لوگ شر سے اُس دھوین کے محفوظ رہینگے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اُس روز کے دھوین سے باایمان لوگون کو اسیقدر تکلیف پہنچیگی کہ زکام ہو جاویگا وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۔ اور جس وقت کہ نفوس انسانی نفوس سماوی اور ارضی سے ملائے جاوینگے تاکہ قوت خیر و شر کے ادراک کی زیادہ ہو جاوے اور پوری جزا ہر عمل کی نہایت کے درجے مین چکھین اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد تزویج نفوس سے اروا حون کا ملنا ہی جسمون کے ساتھ اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد یہہ ہی کہ لوگون کو ازواج ثلثہ کر دینگے یعنے تین قسم کر دینگے کہ تفصیل اُسکی سورہ واقعہ کی آیت وکنتم ازواجا ثلثۃ مین مذکور ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ ہر شخص کو اپنے ہم مشرب اور ہم مذہب کے

ف جانورون مین سے کئی قسم بہشت مین بہیجے اور کئی قسم دوزخ مین

ع

ع

ع

بن نفیل چچا زادے حضرت امیرالمومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مکے مین پیدا ہوئے اور جہان سنتے کہ فلانیکے گھر مین لڑکی پیدا ہوئی ہی اور وہ جیتی گاڑی جائیگی تو جھپٹ کے وہان جاے اور کہتے کہ اسکو مین نے اپنی بیٹی کیا جو کچھ کہ اسکے کھانے پینے کا اور بیاہ شادی کا خرچ ہی وہ سب میرے سر تمکو کچھ کام نہین اسی طور سے بہت سی لڑکیان بچالین اسیواسطے انکو محی الاموات کہتے تھے اور انکے اس رسم صالح اور قبیلون کے بھی بعضے بعضے عرب اتباع کرتے تھے چنانچہ صعصعہ فرزدق شاعر کا دادا بھی یہی کام کرتا تھا اسیواسطے فرزدق نے اپنے دادا کے اس فعل کی بڑائی اکثر اپنے شعرون مین کی ہی اور اب اس امت مین اس فعل شنیع نے دوسری صورت سے نمود پکڑی ہی اور شیطان کا قاعدہ ہی کہ جو کسی برے کام کو لوگ ممانعت شرعیہ یا دلائل عقلیہ کے سبب سے قبیح جان کر چھوڑ دیتے ہین تو وہ لعین اسی کام کو دوسری صورت مین انکی نظرون مین بھلا دکھاتا ہی تاکہ اسکا اصل مطلب فوت نہو اور وہ صورت جو اس امت مین رکھتی ہی یہہ ہی کہ اگر کسی لونڈی باندی یا کسی اور کم اصل عورت کو کسی سے حمل رہ گیا تو مارے غیرت کے کہ مبادا لڑکی پیدا ہو تو کسی کم اصل سے رشتہ کرنا پڑیگا بس اس بات کو ننگ و غیرت شرافت کی جان کر بعد جان پڑنے کے کہ مدت اسکی اکثر چار مہینے گذرنے کے بعد ہی گروا دیتے ہین اور اس امر شنیع کے مرتکب ہوتے ہیں اور بطور فخر اور بڑائی کے اسکو بیان کرتے ہین حالانکہ خون ناحق مین یا دوسری قباحتون مین سر مو موؤدہ سے یہہ فعل کم نہین ہی لیکن اگر روح پڑنے سے پہلے ہو تو صحابہ کو گرانے مین عذر شرعی سے جیسے جننے کی سختی یا کثرت عیال کی یا قلت مال کی یا مشقت کے سبب سے یا جانے کہ اگر یہہ لونڈی جنیگی تو خدمت نکر سکیگی اختلاف واقع ہوا تھا اور حضور مین حضرت امیرالمومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس امر مین بہت گفتگو ہوئی یہان تک کہ حضرت امیرالمومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ واللہ لاتکون موؤدۃ حتی تاتی علیہ التارات السبع اس کلام کو حضرت امیرالمومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا اور یہی بات ٹھہر گئی اور بعضے صحابہ اسکو بھی احتیاط کے واسطے حرام جانتے تھے اور اسکو موؤدۂ صغرا کہتے تھے کیونکہ اگرچہ قتل نفس کا اس عمل مین نہین ہی لیکن اسکی زراقیت پر عدم توکل اور معارضہ اسکے فعل کا ساتھ ضد کے

ف بیان عورتون کے پیٹ گرانیکے اور عزل کے جائز ناجائز ہونے کا ۱۲

بلا وجہ اور سوا اُسکے دوسری قباحتین بھی موجود ہین لیکن صحیح یہہ بات ہی کہ جائز ہی عزل کے قیاس کے اعتبار سے آور وہ جو حدیث شریف بن عزل کے حق مین وارد ہی کہ ذلک الواد الخفی وہ عزل کی حرمت پر دلالت نہین کرتا بلکہ کراہت اور اولاد کے ترک ہونے پر دلالت کرتا ہی کیونکہ خفی ہر امر کا اُسکے جلی کا حکم نہین رکھتا جیسے ریا کہ شرک خفی ہی حکم شرک جلی کا نہین رکھتی آور جائز ہونا عزل کا روایات صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہی کا شبھۃ فیہ آور استعمال کرنا دواؤن کا قبل جماع کے یا بعد جماع کے حمل نہ رہنے پاوے مانند عزل کے جائز اور روا ہی آور یہان پر ایک شبہہ ہی کہ اکثر خیال مین گذرتا ہی وہ یہہ ہی کہ موؤدہ بیچاری مظلوم ماری گئی ہی اُس سے سوال کرنا کوئی وجہ نہین رکھتا چاہئے تھا کہ سوال اُسکے قاتل سے کیا جاتا تاکہ اُسکو سرزنش ہوتی آپس جواب اس شبہے کا یہہ ہی کہ سوال موؤدہ سے اس وضع پر ہوگا کہ تو کیون ماری گئی تاکہ خلاف قاعدے کے ہو بلکہ اس وضع سے ہوگا کہ بِاَیِّ ذَنۢبٍ قُتِلَتۡ کس گناہ پر ماری گئی ہی وہ موؤدہ اور لایق اس سوال کے مظلوم ہی نہ ظالم کیون کہ غرض اس سوال سے تلقین دعوی کی اور ظاہر ہونا ظلم کی وجہ کا منظور ہوتا ہی کہ مظلوم کہدے کہ مجھ پر فلانے نے بے وجہ یہہ ظلم کیا ہی اور موؤدہ سے سوال کرنے مین اس طور سے یہہ بھید ہی کہ نفس صغیر ہر چند کہ اُس جہان مین شعور اور فہم اور ادراک پیدا کریگا لیکن تو بھی ادراک اُسکا اوراکسے دار القضا کے شتاقون کے اور دنیا کے جھگڑنیوالون سے کر اہین کامون مین تمام عمر اپنی صرف کی البتہ کم ہوا چاہئے اور جو کچھ کہ دُکھ درد اُسکو جان جانے کا گذرا تھا سو چندان اُسکو گران نہین گذرا تھا کیون کہ وہ زندگی اُسکی ایک خواب و خیال تھی کہ دیکھی اور گذر گئی اور یہہ بھی ہی کہ پہلے ہی دعوے ماباپ پر کرنے مین حیا کے سبب سے پیش قدمی نکر سکیگی تو ضرور ہوا کہ اِس طرف سے اِس طور سے اُسکو تلقین اور یاد دلانا دعوی کا ہوگا جیسے کوئی مظلوم بے سمجھ کو بیان کرنے مین اپنی حجت سے کے اور پورا کرنے مین اپنے دعوے کے قصور کرتا ہی تو حکام با انصاف اُسکو اس قسم کی تلقین و تذکیر کرتے ہین کہ حقوق اُسکے برباد نجاوین اور اسی طور سے اگر کوئی مظلوم بسبب کسی علاقے کے ظالم رکھتا ہی صاف صاف بیان کرنے سے اُسکے ظلم کے شرماتا ہی یا خوف کھاتا ہی اُسکے حق مین بھی ارباب عدالت کا یہی وتیرہ معمول ہی آور فقہانے بھی لکھا ہی کہ قاضی کو تلقین مدعی اور شاہد کی اس قسم کی صورتون مین درست ہی

کیونکہ مظلوم کا حق کو پہنچنا بدون اُسکے ہو نہین سکتا اور باوجود اسعبا کے اس سوال مین بھی مراتب
اُسکے ادب کے والدین کے ساتھ موجود ہین کیون کہ اول ذکر اُسکے قاتل کا نفرمایا گویا کہ قاتل سے سوال
منظور ہی نہین ہی تاکہ فضیحت ہو اِسیواسطے مجہول کے صیغے سے لائے ہین کہ قُتلت یا سوال اُس گناہ کا فرمایا
کہ موجب اُسکے قتل کا ہوا گویا کہ اِشارہ فرماتے ہین کہ والدین کو تو اپنی اولاد سے کمال شفقت اور محبت ہوتی
ہی بغیر کسی گناہ عظیم کے تجھسے یہہ مُعاملہ نکیا ہوگا اسواسطے تجھسے پوچھتے ہین کہ وہ کیا گناہ تھا لیکن رعایت
اس ادب کی ماباپ کے حق مین موودہ کی طرف سے موجب ماباپ کی کمال رسوائی اور فضیحتی کا ہوگا خصوصا موؤدہ کے
گناہ کے سوال کرنے مین کہ وہ ہرگز محل گناہ کا نہین ہو سکتی تھی تعریض الزام صریح سے اُنکے ہوگی اور اگر پہلے ہی
سوال والدین سے واقع ہوتا کہ تمنے بے گناہ اپنی بیٹی کو کیون مار ڈالا تو یہہ فضیحتی اور رسوائی اور اتنا زیادتی
خوف اور دہشت حاصل نہوتا اور یہہ بھی ہی کہ ترک کرنے مین سوال کے اُنسے اور متوجہ کرنا سوال اور
خطاب کا موؤدہ سے اُنکی کمال شقاوت اور بدبختی کی نشانی ہی کہ اُن سے بسبب کمال قہر و بُغض کے اِس
حرکت بے برکت کے سوال خفگی اور عتاب کا بھی نہین فرماتے ہین کیون کہ کلفت عذاب اور عتاب کی لذت سے
کلام و خطاب کی سُبک معلوم ہوگی انا لِلّٰہِ وانّا الیہ راجعون چنانچہ کسی کا قول ہی **شعر** پرسش
اگر نیست بگو ماشد ا ❊ نہ کز دہنت یک سخنم آرزوست آرزو یہان پر سمجھ لیا چاہیئے کہ حدیث صحیح مین وارد
ہی کہ الوائدۃ والموؤدۃ فی النار یعنے جس عورت نے کہ اپنی بیٹی جیتی گاڑ دی ہی وہ اور اُسکی بیٹی
دونو دوزخ مین جاوینگی معتزلہ اس حدیث کے سننے سے متحیر ہوتے ہین اور مقابل مین اس حدیث صحیح کے اس آیت کو سند پکڑتے
ہین اور کہتے ہین کہ جو حق تعالی بسبب موؤدہ کے کافرون کو زجر و توبیخ فرمائیگا تو ممکن نہین کہ موؤدہ عذاب کی جاوے
اور اِس دلیل پکڑنے سے اُنکی کمال جہل و نادانی ثابت ہوتی ہی کیونکہ ماباپ پر عذاب اسواسطے تھا کہ خون ناحق کیا تھا
اور موؤدہ پر عذاب اس جہت سے ہی کہ کفر مین ماباپ کے تابع ہی جیسے ظالم اور مظلوم کہ دونون کافر ہون تو ایک ہر
دوسرے کے واسطے عذاب کرینگے اور اصل عذاب مین دونون شریک ہین بسبب کفر کے اِسیواسطے اہل سنت کے نزدیک کافرون کے
لڑکون کو معذب ہونا باعتبار شریعت کے قاعدے کے ظاہر ہی کیون کہ نفس طفل کا خصوصا وہ طفل کہ ایسی چھوٹی عمر
مین اس جہان سے گیا ہووے تو گویا ماباپ کے وجود کا ایک ٹکڑا ہی ابھی اِستقلال و تکمیل

حاصل نہین کی ہی جب والدین عذاب کئے جاینگے تو یہہ نفس سادہ بھی اُنکی تبعیت سے عذاب مین ہوگا جیسے
تو اٰمین کہ ساتھ ہنستے ہین اور ساتھی روتے ہین اور بھوکھے پیاسے بھی ایک ہی وقت مین ہوتے ہین کیون کہ
اتصال لقائی اُنکا مفارقت استقلال سے ہوز مبدل نہین ہوا واللہ اعلم اور یہان ایک نکتہ ہی کہ
قابل بیان کے ہی وہ یہہ ہی کہ قتلت کو غائب کے صیغے سے کسواسطے لائے خطاب تو اس بات کو چاہتا تھا کہ قتلت
مونث مجہول مخاطب کے صیغہ سے فرمائے جواب اسکا یہہ ہی کہ منظور تو واقعات قیامتکا بیان ہی اور موؤدہ کا
حال غیبت کے صیغے سے بیان فرماتے ہین بس یہ عاجز دیتا ہی موؤدہ کے سوال سے کہ واقع ہوگا نہ
حکایت خطابی کہ اُسکے ساتھ درمیان مین آویگی اور حکم فقہ کا یہہ ہی کہ اگر کسی شخص کے ہاتھ سے
اسکی اولاد خطا سے تلف ہو جاوے جیسے چار مہینے کا حمل گرا دینا یا اندازے سے زیادہ افیون کھلا دینا یا
محافظت مین قصور واقع ہونا مثلا کوئی عورت چھجے پر بیٹھی اپنے لڑکے کو کھلاتی تھی اور وہ لڑکا اُسکے ہاتھ سے
چھوٹ کے زمین پر گر پڑا اور مر گیا اور علی ہذا القیاس تو اُن پر کفارہ لازم ہوتا ہی اور قتادہ سے روایت ہی
کہ قیس عاصم تمیمی کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھسے ایک
بڑا سخت گناہ ہوا ہی کہ کفر کی حالت مین آٹھ بیٹیان مین نے جیتی گاڑ دین ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ عوض مین ہر لڑکی کے ایک ایک غلام آزاد کر اُسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین تو اونٹون والا ہون غلام
میرے پاس نہین ارشاد ہوا کہ ہر لڑکی کے عوض ایک ایک اونٹ اللہ کی راہ مین دے وَاِذَا الصُّحُفُ
نُشِرَتۡ اور جس وقت کہ صحیفے اعمالون کے کہ لپٹے ہوئے سجین اور علیین مین رکھے تھے کھولے جاوینگے
اور ہر شخص جو کچھ کہ اُسکے صحیفون مین ہی معلوم کر لیگا اور قتادہ سے مروی ہی کہ آدمی کے اعمال کے
صحیفون کو اُسکے مرنے کے بعد لپیٹ کے دفتر مین نگاہ رکھتے ہین اور بعضے مفسرون نے نشر کو پراگندہ کے
معنون مین لیا ہی یعنے اعمال نامون کو بکھیر دینگے اور جس دفتر مین کہ اکٹھے جمع تھے وہان سے نکال کر
بانٹ دینگے کسیکو بائین ہاتھ مین پیٹھ کے پیچھے سے اور کسی کو داہنے ہاتھ مین منہہ کے سامنے سے
دینگے اور مرثد بن وداعہ سے مروی ہی کہ قیامت کے دن صحیفون کو عرش کے نیچے سے اڑا دینگے بس
جو صحیفہ کہ ایماندار کے ہاتھ آویگا اُسمین یہہ لکھا ہوگا کہ فی جنۃ عالیۃ اور جو کافر کے ہاتھ مین آویگا

اُسمین یہہ لفظ لکھا ہوگا کہ فی سمومٍ وحمیم اور یہہ صحیفے فال کے فرعون کی مانند ہونگے اعمال کے صحیفے ہونگے چنانچہ کتاف مین مذکور ہی۔ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ اور جب آسمان کا پوست اُتارا جایگا جیسے جانور کا کہ بعد ذبح کے پوست اُتار لیتے ہین اور تمام اجزا اور اعضا اور رگ وریشے اُسکے ظاہر ہو جاتے ہین اسیطرح سے اور خیالات فلک کے مکنونات کہ اشیا کی صور مثالیہ مین ظاہر اور منکشف ہو جاوینگے اور فرشتے حاملان صحف اور دوسری قسمو نکے فرشتے نازل ہونگے وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ اور جس وقت کہ دوزخ بھڑکائی جائیگی اور شدت اسکی سوزشکی زیادتی پکڑیگی وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ اور جس وقت کہ بہشت محشر کے نزدیک لائی جائیگی بس مسلمانونکو خوشی پر خوشی زیادہ ہوگی اور کافرونکو حسرت پر حسرت اور جو بارہ حادثے متحقق ہونگے کچھہ اُنمین سے دنیا مین قبل صور پھونکنے کے ہونگے اور کچھہ اُنمین سے بعد صور پھونکنے کے ہونگے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ جان لیگا ہر جی جو لیکر آیا ہی نیکی سے اور بدی سے اور بعضے اہل تاویل نے کہا ہی کہ ان بارہ حالتونکو موت کے وقت کہ قیامت کا نمونہ ہی معلوم کرلینگے اسیواسطے اُسکو قیامت صغرا کہتے ہیں اور حدیث شریف مین بھی وارد ہوا ہی کہ من مات فقد قامت قیامته ہی اعتبار اسلئے کہ نابس آفتاب آدمی کی روح کے مانند ہی کہ شعاع سے اُسکی بدن زندہ ہوتا ہی اور جو علاقہ اُسکا تدبیر سے بدن کی منقطع ہوگیا تو گویا انسان کے بدن کا آفتاب مکور اور بے نور ہوگیا اور انکدار نجوم کا نمونہ ہی حواس و قوائے انسانی کی بیکاریکا کہ موت کے وقت نمودار ہوتا ہی اور جنبش پہارونکی باطل ہو جانا اعضاء رئیسہ کا اور اُسکی بدن کی ہڈیون کا ہی اپنے کام سے معزول ہوکر برباد جاتے ہین اور تعطیل عشار کی نمونہ ہی دودھہ اور چربی کے خشک ہوجانے کا اور افعال طبیعی کے باطل ہونے کا کہ کارپرداز اسکا جگر اور دوسرے آلات غذا کے ہیں اور حشر وحوش ظہور افعال بہیمیہ و سبعیہ کے نتایج کا ہی اور بحر کا دریاؤن کا خشک ہونا خون کا اور بدن کی دوسری رطوبتون کا یا باطل ہونا وہم اور خیالات اور امیدون اور آرزون کا کہ ہر ایک ایک دریاے بے پایان ہی کہ بغیر موت اختیاری یا اضطراری کے انقطاع اُنکا متصور نہین اور تزویج نفوس جمع ہونا ملکات مکسوبہ کا ہی آپس مین ظلمانی کا ظلمانی سے اور نورانی کا نورانی سے اور موؤدہ ایک قوت ہی کہ آدمی نے اُسکو اُسکے غیر معتبر مصرف مین صرف کرکے برباد کیا اور بعضے دانشمندونسے

منقول ہی کہ جو کوئی نکتہ نفیس مقدمات علمیہ کا خاطر اذکیا مین گذرے اور اسکو قید کتابت مین مقید نکرین یہان تک
کہ وہ بھول جاوے تو وہ بھی موؤدہ مین داخل ہی آور آسمان کا کشط کنایت ہی روح کے احکام ظاہر ہونے
سے اور تسعیر جہنم دیکھنا ہی سختیون الم و رنجون کا کہ بعد موت کے ظاہر ہونگی اور نزدیک لانا بہشت کا عبارت
فرحت اور خوشی سے ہی کہ نیکون کی ارواح کو اس وقت پہنچاوینگے اور بدون کو اس سے محروم
رکھینگے اور بعضے اہل تصوف نے ان سب حالتون کو طی ہونے پر سلوک کے مرتبون کے انتہا سے فنا تک
کہ انکے نزدیک اول منزل وصول کی ہی تطبیق دی ہی اور تفصیل اس تطبیق کی نہایت طولانی چاہتی ہی کہ اس
تفسیر کی وضع سے خارج ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ جو اسباب کھلنے خیر و شر کی حقیقت کے نفس انسانی پر
بیان کیئے گئے اور تحقیق اس اسباب کی خبر مخبر صادق سے کہ اصدق الصادقین ہی یعنے حق تعالیٰ کی ذات
پاک متیقن ہوئی تو حاجت قسم کی نرہی اسیواسطے یون فرمایا ہی کہ فَلَآ اُقۡسِمُ پھر قسم نہین کھاتا ہون مین کیونکہ
باوجود میرے خبر دینے کے حاجت قسم کی نہین ہی اور اگر ان سب باتون کے ساتھ بھی تم قسم کے محتاج ہو تو میری
قسم بِالۡخُنَّسِ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ کی ستارون پیچھے ہٹ جانے سیدھے چلتے دبک جانے والون کی ہی
اور حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ اور اکثر مفسرین سے صحابہ کے منقول ہی کہ وہ ستارہ خمسہ
متحیرہ ہین یعنے زحل اور مشتری اور مریخ اور زہرہ اور عطارد کہ انکو اپنی حرکت مین ایک حیرت نمودار ہوتی
ہی اول تو مغرب سے مشرق کو ترتیب سے برجون کے حمل سے ثور مین اور ثور سے جوزا مین جاتے
ہین اور بعد اسکے تھوڑے دنون حرکت انکی نمودار نہین ہوتی ایک جائے پر کھڑے رہتے ہین پھر رجعت
قہقری کرتے ہین یعنے الٹے پھرتے ہین اور مشرق سے مغرب کو آتے ہین پہلی حالت کو علم ہیئت کی اصطلاح مین
استقامت کہتے ہین اور دوسری حالت کو وقوف اور اقامت کہتے ہین آور تیسری حالت کو رجعت
اور رجوع اور یہہ تین حالتین اور کسی ستارے مین نہین ہین جیسے ماہتاب تھوڑا سا وقوف رکھتا ہی
لیکن رجعت نہین رکھتا اور دوسرے ستارے نہ وقوف رکھتے ہین نہ رجعت پس حیرت ان پانچ ستارونکی
صحیح دلیل ہی اس بات پر کہ آسمانی چیزون کا بدلنا ایک حال سے دوسرے حال پر
ممکن ہی تو بس انقلاب جائز ہونے مین آسمان کے تمام اجزا مین اور زائل ہونے مین ستارون کے کچھ تعجب نرکہ

اور خاص ہونا ان پانچ ستارون کا رجعت اور استقامت اور وقوف کے ساتھ ہرچند کہ نزدیک تلاش کرنے والون ہیئت آسمانی کے ایک وجہ رکھتا ہی کہ وہ اختلاف اُنکے حاملون کی حرکت اور انکے دائرون کی حرکت ہی اسواسطے کہ اُنکے حامل یعنے اٹھانیوالے مغرب سے مشرق کو جاتے ہین اور دائرے اُنکے زمین کے شامل نہین ہین لہذا اوپر والے اُنکے مغرب سے طرف مشرق کے جاتے ہین اور نیچے والے اُنکے مشرق سے طرف مغرب کے آور جو یہہ ستارے دائرون مین گڑھے ہوئے ہین اور یہہ دایرے حامل کی گداز گی مین گڑے ہوئے ہین تو بالضرور ان ستارون کو دونون حرکتین بالتبع ہوتی ہین تو جب تک کہ حامل کی حرکت اور دائرونکی حرکت موافق ہوتی ہی سریع السیر استقامت سے معلوم ہوتے ہین اور جب دونون حرکتین مخالف ہوتی ہین تو بطی السیر معلوم ہوتے ہین آور جب دونون حرکتین آپسمین مخالفت کرتی ہین اور ایک دوسرے کی معارض ہوتی ہی یعنے جسقدر ستارہ ایک حرکت کے سبب سے آگے بڑھا اسیقدر دوسری حرکت کے سبب سے پیچھے ہٹا تو واقف اور ساکن معلوم ہوتے ہین گویا جنبش نہین رکھتے اور جب دوسری حرکت غلبہ کرتی ہی تو انکی حرکت اُلٹی معلوم ہوتی ہی اور ستارہ راجع یعنے اُلٹا پھرا معلوم ہوتا ہی لیکن مطلب اِس سبب کے معلوم کرنے سے زیادہ تر کُھل جاتا ہی اور ظاہر ہو جاتا ہی اس واسطے کہ جب آسمان کے ستارے تغیر اور انقلاب کے قبول کرنیوالے ہوئے اور اُنکی حرکتون اور وضعون کے اسباب مختلف ہوئے اور تخالف اور تجاذب طبعی اور ارادی اُنہین ثابت ہوا تو البتہ صدمون کے قبول کرنیکے آمادہ ہوئے یعنے خراب ہو سکتے ہین جو چیز کہ اختلاف اور تغیر سے بچی ہوا اُسکے خراب ہونے ہین اور صدمے کے قبول کرنیمین اگر تعجب کیا جاوے تو البتہ کچھ جگہہ تعجب کی نہین ہی اسواسطے کہ کبھی اُسمین صدمے نے راہ نہین پائی تھی آور ان پانچ ستارون کا ذکر اس مقام پر لانا اسواسطے ہی کہ آسمان کے ستارے دو قسم کے ہین ایک قسم کو سیارہ کہتے ہین یعنے چلنے والے وہ سات ہین اور دوسری قسم کو ثوابت کہتے ہین یعنے ایک جگہہ پر ثابت رہنے والے قسم اول کو یعنے سیارون کو تعدد افلاک کے سبب سے حرکتین مختلف لاحق ہوتی ہین اور ثوابت کو حرکت مختلف نہین ہی بلکہ انکے آسمان کی حرکت بھی بہت سُست ہی اور کم دکھلائی دیتی ہی اور ثوابت کو رجوع اور استقامت اور وقوف اور انتقال سرعت سے بطو کی

کی طرف اور ربط و سے سرعت کی طرف لاحق نہین ہوتا ہی اور سیارون کو یہہ سب لاحق ہوتا ہی
اور سب سیارونین سے آفتاب اور ماہتاب کو بارہا قرآن مجید مین تغیر اور انقلاب کے مقام پر ذکر
فرمایا ہی اور اکثر دونون کے تغیرات سب خاص و عام مین مشہور ہین علی الخصوص تغیر چاند کا کہر
مہینے مین گھٹنا بڑھنا اُسکا سب دیکھتے ہین اور سورج گہن اور چندر گہن بھی سب پر ظاہر ہی تو اس مقام
کہ اجرام آسمانی کے تغیر کا بیان کرنا منظور ہی ان پانچ ستارون کا ذکر کرنا کہ یہہ بھی تغیر اور اختلاف
رکھتے ہین ضرور ہوا اور تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ثوابت کو آپسمین ربط اور میل نہین
ہی اسیواسطے ہر ایک کا انمین سے ایک ہی حال ہی اور ان پانچو ستارون کو سورج اور چاندسے اور
آپسمین بھی انکے ربط اور میل مختلف اور متعدد ہوتا ہی اور مصدر قوتون متعدد ہ کے ہوتے ہین اور
ارتباطات عجیبہ آفتاب سے رکھتے ہین اور ہر ارتباط مین ایک نئی تاثیر ظاہر ہوتی ہی تو یہہ پانچ ستارے
عالم آسمانی مین مرکبات عنصریہ کی مانند ہین جیسے معادن اور نباتات اور حیوان اور انسان اور ان
چارون کی برزخین اور سورج اور چاند مرکبات ناقصہ کی مانند ہین جیسے بخار اور غبار اور دھوان
اور ثوابت عنصر یہ بسائط کے مانند ہین اور تاثیرین اور فعل ان پانچوں ستارون کے بہت مشابہت
رکھتے ہین ارادے اور اختیار والون کے فعل سے اودھر حرکتین اُنکی گویا حرکت اختیاری ہین کہ مرکب
ہین صعود اور ہبوط اور توجہ اور رجوع اور ہرب اور طلب سے بس ذکر ان پانچ ستارون کے انقلاب
اور تغیر کا قریب ہی مطلب سے کیون کہ انکا انقلاب ارادی ہی نہ طبیعی حاصل کلام کا یہہ احوال ان
پانچ ستارون کا اول دلیل ہی اجرام آسمانی کے حالات بدلنے پر اور جو اجرام آسمانی قابل تغیر
اور انقلاب کے ہوئے تو انقلاب مین اجرام سفلی کے کو نسا اشکال باقی رہا کہ رات دن انقلاب
اور تغیر اُنکا انکھون سے دیکھتے ہین اور اگر اس انقلاب کذائی مین کہ موجب ایسی تغیر عظیم کا ہوگا
کسی کو تردد اور شک ہو تو دوسری قسم کھائی جاتی ہی وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ اور قسم
ہی رات کی جب اسکی اٹھان ہوتی ہی اور جہان کو اندھیرا کر دیتی ہی اور ایک بڑا انقلاب نمودار ہوتا
ہی بازار اُجڑ جاتے ہین چور چکارون کا ڈر اور درندون کا خوف پیدا ہوتا ہی راستے بند ہوجاتے ہین

اور تلاش روزی کی یک قلم موقوف اور تمام لوگ چپ چاپ مردون کی مانند بیحس و حرکت پڑے ہوتے ہین
اور جن و شیاطین پھیل پڑتے ہین بس یہہ ایک انقلاب ہی کہ ہر رات دن کے دورہ مین زمین اور زمین والونکو
الٹ پلٹ کر ڈالتا ہی اگر بالفرض کوئی شخص دن ہی مین ہوشیار رہا ہوا اور اُسنے رات نہ دیکھی ہو اگر اُسکے
سامنے یہہ انقلاب بیان کیا جاوے تو ایسا تعجب کرے کہ کافر قیامت کا احوال سنکے عشر عشیر بھی اسکا
نہین کرتے اور رات کے عجائبات سے ایک یہہ بات ہی کہ جو چیزین کہ دور ہین جیسے آسمان کے تارے اور
ماہتاب اُسمین ظاہر ہوتے ہین اور وہ جو نزدیک کی چیزین ہین جیسے زمین و آسمان کے درمیان یا زمین مین چھپ
جاتی ہین اور ون کو اُسکے برخلاف معلوم ہوتا ہی بس تفاوت دنیا اور آخرت کا ظاہر ہونے مین پوشیدہ
چیزون کے اور چھپ جانے مین ظاہر چیزون کے اسی نمونہ سے ظاہر ہوتا ہی اسواسطے بطور پورا بیان ؛
کر نیکے فرماتے ہین وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ اور قسم کھاتا ہون مین صبح کی جس وقت کہ دم بھرے کہ اسوقت بھی
ایک انقلاب عظیم ظاہر ہوتا ہی اور لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہین اور بازار اور مجالس آباد ہو جاتے ہین اور مسافر
بھی چل نکلتے ہین اور ہر مخلوق تلاش معاش کے درپی ہوتی ہی اور قواے حیوانیہ مین ایک فرحت عظیم پیدا ہوتی
ہی اور ہر چیز روشن اور ظاہر ہو جاتی ہی اور روشن ستارے بے نور اور پوشیدہ اور ہر طرف سے
لشکر اور قافلے پہاڑون کی مانند چلنا شروع ہوتے ہین اور دم صبح کنایت اُسکے ظاہر کرنیسے ہی آفتاب کو
کہ صبح اُسکی علامت ہی مچھلی سے کہ دریا مین تیرتی ہی ذہن مین تشبیہ دی ہی اور اُسکے انتشار نور کو قبل طلوع کے
دم ماہی سے نسبت کی ہی جیسے مچھلی دریا مین آنکھوں سے پوشیدہ گذرتی ہی اور اُسکی سانس لینےسے
پانی اُڑتا ہی اور منتشر ہو جاتا ہی اسی طرح سے آفتاب کی حالت ہی قبل طلوع کے اور قبل روشنی پھیلنے کے
اور بعضون نے کہا ہی کہ دم صبح کنایت نسیم سے ہی کہ طلوع صبح کے قریب بہار دنونمین چلتی ہی اور اس
نسیم کو تشبیہ دم سے دی ہی کہ لوگون کی فرحت اور راحت کا سبب ہوتی ہی گویا کہ صبح مانند ایک
مریض یا دردمند کے تھی کہ اب فرصت دم لینے کی پائی اور راحت حاصل کی غرض کہ ثابت ہونا دم کا صبح کے
واسطے فارسی اور عربی شعرونمین رایج اور مشہور ہی اور عسعس کا لفظ مشترک بین الضدین ہی آنے کو بھی کہتے
ہین اور جانے کو بھی پھر اگر صبح کے مقابلہ اور تنفس کی رعایت کرین تو آنے پر قیاس کیا چاہئے اور اگر مناسبت

اور بلازم اسکا منظور رکھیں تو قیامت جاننے پر چاہئے کرنا اور یہہ کمال بجاز ہی کلام اللہ کا کہ اس مقام وہی بھی
ہیں لفظ بھی مشترک بین الضدین ارشاد ہوا لیکن تقدیر ثانی پہ محض ایک انقلاب مذکور رہوگا کیونکہ جانا رات کا
ابتدا ہی اس انقلاب کی اور دم لینا صبح کا اسکی انتہا اور وجہ یہہ کہ انقلاب آخر سے انقلاب کے کمال مناسبت رکھتا
ہی کیونکہ نمونہ حیات کا ہی بعد موت کے اور جو ظہور چھپی چیزوں کا اسمیں بہت ہوتا ہی تو اکتفا اس پر کمال مناسبت
ہی پس غرض یہان پر یہہ ہی کہ حقیقت کھلنے مین خیر و شر کی نفس انسانی پر بعد واقع ہونے بارہ انقلابوں کے ہی
کہ ان انقلابون کی مانند دنیا مین بھی واقع ہوتے ہین تو حاجت قسم کی اور تاکید کلام کی نہ ہی کیونکہ امکان
ان انقلابون کا دلیل عقلی سے ثابت ہی اور ہونا ان انقلابون کا سبب خیر و شر کی حقیقت کھلنیکا نفس انسانی پر
نظر مین عقل کی بعد تامل کے ظاہر ہی اور جو مخبر صادق سات واقع ہونے ایک شی ممکن کے کہ سبب ایک
خبر کا ہو خبر فرما دے تو واقع ہونے پر اس خبر کے یقین حاصل ہوتا ہی اور یہین سے ہی کہ قسم کی حاجت
نہ ہونیکے واسطے بطور تعلیل کے فرماتے ہین اِنَّهٗ تحقیق یہہ قرآن کہ متضمن قیامت کی خبروں کا ہی
لَقَوْلُ رَسُوْلٍ البتہ یہہ بات لائی ہوئی اللہ کے ایلچی کی ہی کہ اللہ کی طرف سے پہنچائی ہی پس
کذب و افترا کے احتمال کو یہان گنجایش نہین کیونکہ کلام الٰہی قطعی الصدق ہی یعنے بے شک سچا ہی
اور اگر کسی کے یہہ شبہہ دل مین کھٹکے کہ یہہ کلام بیواسطہ حضرت حق سے ہمکو نہین پہنچا تا ہمکو اسکے
مضمون پر یقین حاصل ہو بلکہ ہمارے اور حق تعالے کے درمیان واسطے واقع ہوتے ہین اور سند ثابت ہی
ہم کہتے ہین کہ تم جو بیواسطہ یہہ کلام اپنے پیغمبر سے سنتے ہو تو درمیان دو واسطون سے زیادہ نہین اول تو
وہ شخص ہی کہ بطور ایلچی گری کے اللہ تعالی کی طرف سے اسکے پیغمبر پاس کلام لاتا ہی دوسرا پیغمبر
اب ان دونون واسطون کے نقصان اور عدل مین غور و فکر کرلو اول واسطہ جو ایلچی ہی وہ تو ان صفتون سے
موصوف ہی کَرِیْمٍ بڑے مرتبے والا اور عالی قدر ہی کہ عدالت اور تقوی اسکا نہایت کو
پہنچا ہی کیونکہ بزرگی اسکے مرتبے کی بغیر تقوی کے ہو نہین سکتی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی الکرم
التقوی والحسب المال اور قرآن مجید مین بھی اشارہ ہی اسی بات کی طرف کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ پس عدالت اور تقوی تو اس راوی مین بھی موجود ہی اب اسکے حافظے کی قوت کو

معلوم کیا چاہیے تو دوسری صفت اُسکی یہہ ہی کہ ذِی قُوَّۃٍ بڑی قوت والا کہ اُسکے حفظ مین ہرگز خلل کو دخل نہین جو کچھہ کہ سنتا ہی بے گھٹتی بڑھتی کے یاد رکھتا ہی اور بسبب کامل ہونے ہر قوت کے وہ یاد رکھی ہوئی کو اپنی بے کم وزیادہ کے ادا کرتا ہی آور ہر چند منظور اس مقام پر اس ایلچی کی قوت حافظہ اور قوت بیانیہ کا ہی لیکن بکمال اِن دونون قوتون کا علی الاطلاق نہین ہونا اِسیواسطے مطلق قوت کے ساتھہ اُسکو موصوف فرمایا ہی آور حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام سے کہ مراد وہی ایلچی ہین کہ ذات عالی صفات اُنکی موصوف اِن صفتون کے ساتھہ ہی فرمایا کہ حق تعالی نے تمھاری قوت اور امانت کا وصف فرمایا ہی اور تمھارا وصف کیا ہی کچھہ اپنی قوت اور امانت کا ہمارے سامنے بیان کرو اُنھون نے فرمایا کہ قوت تو مجھہ مین اتنی ہی کہ حق تعالی نے مجھکو خراب کرنے کو قوم لوط کے شہر و ملکے کہ چار شہر تھے بھیجا اور ایک شہر اُن شہرون مین سے کہ اسکا نام سدوم تھا اُسمین عورتون اور بچون کے سوائے چار لاکھہ آدمی سلح پوش تھے مین نے اُن شہرون کو ساتون زمین کے تہہ سے ایک ہی پر اوپر اٹھا کر اِس قدر آسمان کے نزدیک لے گیا کہ آسمان کے رہنے والے اُن شہرون کے مرغون اور کتون کا آوازسنتے تھے پھر اُن سب شہرون کو اُنھی غارمین اوندھا ڈال دیا اور مجھکو کچھہ تکلیف اور بوجھہ معلوم نہوا آور امانت داری میری اس درجے کو ہی کہ مجھہ کو کبھی کسی کام کو نہین فرمایا کہ بے گھٹتی بڑھتی کے اُسکو بجا نہین لایا اور کوئی بھید مجھہ سے نہین فرمایا کہ مین نے اپنے سینے مین اُسکو پوشیدہ نہین رکھا اب ذکر کرنے سے اِن دو صفتون کے دو شرطین روایت کی کہ عدالت اور قوت حفظ ہی ثابت ہو چکین آب بطور علاوے کے کئی صفتین دوسری بھی ذکر فرماتے ہین کہ پرکھنے والے سند اور روایت کے علم کے ان صفتون کو بھی مقام مین ترجیح اور کمال تصحیح کے اعتبار کرتے ہین اُنمین سے ایک یہہ بھی ہی کہ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ یعنے وہ ایلچی تخت والے کے نزدیک رودار عالی مکان ہی آور ظاہر ہی کہ جو روشناسون کو حضور کے کہ ہمیشہ دربار مین حاضر رہتے ہین ایلچی گری پر بھیجتے ہین تو اعتماد اُس چیز پر زیادہ تر متحقق ہوتا ہی اُس سے کہ زبان سے ہر کاریکی یا کسی عہدیکی معرفت وہ پیغام بھیجا جاوے دو جہت سے آول تو یہہ کہ وہ رودار بلا واسطہ بادشاہ کا کلام سنتا ہی اور احتمال اسباب کا کہ اِس کلام مین کسی نے کمی زیادتی کی ہوگی نہین رہتا دوسرے یہہ کہ وہ رودار

ف نقل حضرت جبریل علیہ السلام سے 8

عالی مرتبہ اپنے منصب اور مرتبے کی محافظت کے واسطے سرکاری پیغام پہنچانے مین کمال احتیاط کرتا ہی اسیواسطے بخاری اور مسلم شاگردون سے امام مالک اور دوسرے حدیث کے امامون کے اُن لوگون کو کہ اُستاد کے پاس بیٹھتے تھے اور صحبت دائمی سے اُن اُستادون کی مشہور و معروف تھے اور اُستادون کے نزدیک قدر اور منزلت پیدا کی تھی روایتین مرجح اور مقدم کرتے ہین اور روایت کے اضطراب اور اختلاف کے وقت اُنکی روایتون کو سند پکڑتے ہین اور دنیاداروں کے عرف مین بھی جو پیغام حضور بادشاہی سے امیر یا وزیر کے واسطے سے پہنچتا ہی وہ زیادہ معتبر ہوتا ہی اُسسے کہ کسی خواص یا دربان یا دیگر ارکان کے واسطے سے پہنچے اور اُنھین مین سے ایک یہہ بھی ہی مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ۔ وہ ایلچی سب کا مانا اُس عالم مین کہ مملکت الٰہی کے دربار کی کسوٹی ہی اور امانتدار بوجھا گیا ہی اُس دربار کے ارکانون مین کہ بے پوچھے اور دریافت کئے فقط اُسکے کہنے پر عمل کرتے ہین اور رسالت اُسکی اسقدر ذہنون مین اُس دربار والون کے اور اس سرکار کے متوسلون کے جم گئی ہی کہ اُسکے حکم کو بے پوچھے اور تحقیق کئے حکم الٰہی جان کر فرمانبردار اُسکی ہوتے ہین چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات اپنے ساتھ لیکر گئے تو آسمانون کے دربانون نے اور بہشت اور دوزخ کے خازنون نے اُنکے حکم سے دروازے کھول دئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہان چاہتے تھے سیر کرتے تھے چنانچہ معراج کی حدیثون مین اسکا مفصل بیان ہی اور ہمیشہ احکام الٰہی ساتون آسمان والون کو پہنچانا اُنھین کا کام ہی گویا حضرت جبرئیل سب فرشتون سے اس صفت مین کہ اللہ تعالی کا پیغام پہنچانا ہی ممتاز اور مشہور ہین اور تمام قسمون مین فرشتون کی اُنکا آنا علامت ہی اللہ تعالی کیطرف سے پیغام لانے کی پھر جس وقت کہ راوی اس درجے کو ثقہ ہو کہ تمام ثقات پیغام کو اُسکے قبول کرتے ہین اور اُس سے سند نہین مانگتے پھر احتمال کذب اور افترا کا اُسکی خبر مین کرنا سوائے مالیخولیا کے کچھ اور نہین اور دوسرا واسطہ کہ تمھارا پیغمبر ہی وہ بھی ایک شخص ہی کہ چالیس برس سے زیادہ ہوئے کہ تمھارا ہم صحبت ہی اور کبھی دروغ اور کذب پر اُسکے کیا خلوت اور کیا جلوت کیا غرض کیا بے غرض مُطّلع نہین ہوئے ہو پھر ایسے شخص کو خبر اور روایت مین معتبر نہ جاننا خلاف عقل کے ہی مگر یہہ کہ وہ شخص خفقانی یا سودائی ہو کہ بسبب فاسد ہونے حواس درونی کے

صورتین عجیب بے اصل اُسکے خیال مین گذرتی ہین اور آوازِ عجیب و غریب سنتا ہی اور جو اُسکے خیال
مین آتا ہی اُسکو ہونے والا سمجھتا ہی وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ اور نہین ہی یہہ ہمنشین تمھارا سودائی
اور خیالی کہ اس احتمال کو اسکی خبر مین روا رکھو کیونکہ اتنی صحبت دراز مین کمال اُسکی عقل اور دانائی کا
دم بدم اور ساعت بساعت تجربہ کر چکے ہو اور صحت اُسکے خیال اور مدرکے کی معلوم کر چکے ہو کہ تمام عقلا سے
بالاتر ہی اور اگر باوجود اِن سب باتون کے تمھارے دل مین شبہہ گذرے کہ یہہ پیغمبر ایک صورت کو
دیکھتا ہی اور اس صورت کی زبان سے کلام الٰہی سنتا ہی مگر ہم کو کیونکر معلوم ہو کہ یہہ صورت حضرت
جبرئیل ہی کی ہی شاید کہ اُنکو کسی جن یا شیطان نے یہہ صورت بنا کر فریب دیا ہو یا آواز کیا ہو کہ
پیغمبر نے اُسکو جبرئیل کی آواز سمجھی ہو تو ہم کہتے ہین کہ یہ سب سبہے تمھارے اُس وقت پیش جاتے
کہ اس پیغمبر نے کبھی حضرت جبرئیل کو اپنی صورت اصلی پر نہ دیکھا ہوتا وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ اور تحقیق
دیکھا ہی اس پیغمبر نے اُس ایلچی کو اپنی اصلی صورت پر کھلے کنارے آسمان کے یعنے افق شرقی مین اور سبب
ہوسے آفتاب کے اس طرف اصلا احتمال شک اور شبہے کا نہین رہا تھا اور جو حقیقت چیز کی ایک بار
دیکھ لی اور پہچان لی پھر پہچاننا اس حقیقت کا ہر صورت اور ہر لباس مین آسان ہوتا جیسے کوئی لڑکا پانی کو دریا
مین دیکھے پھر اگر اُس پانی کو پیالے یا آبخورے مین اُسکے سامنے لاوین تو وہ فی الفور پہچان لیگا کہ یہہ وہی پانی
ہی اور اسیطرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا حضرت جبریل علیہ السلام کو صورت اصلیہ پر
موجب کھلنے حقیقت جبرئیلیہ کا ہوا تھا کہ بعد اُسکے ہر صورت اور لباس مین اُنکو پہچان لیتے تھے شعر تو خواہی
جامہ و خواہی قبا پوش بہر رنگی ترا من میشناسم الا ایک بار کہ اعرابی کی صورت پر سوال کرنے کو دین کے
مسائل کے آئے تھے اور بھید اس بار کے نہ پہچاننے مین یہہ تھا کہ اُس وقت وہ اپنی حقیقت سے کہ رسالت اللہ تعالی کی
لازم ہی اس حقیقت کو تنزل فرما کے اپنے کو سائل کی صورت سے نمودار کیا اور مقدمہ وحی اور احکام الٰہی کا نتھا کہ
پہچان جبرئیلیہ ضرور ہوتی آور حدیث شریف مین وارد ہی کہ مین نے جبرئیل کو کبھی اُنکی اصلی صورت پر نہین
دیکھا مگر دو بار زمانے مین شروع وحی کے کہ بیتاب ہو کر چاہتا تھا مین کہ اپنے کو پہاڑ پر سے گرا دون اس
ارادے سے موضع اجیاد مین کہ ایک مکان ہی مکہ معظمہ مین گذرا مین اُس وقت جبرئیل کو دیکھا مین نے کہ

8

ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت پر دوبار دیکھا ہی

ایک موتیکی جھلّی ہوئی لڑی سی بر زمین و آسمان کے درمیان مشرق کی طرف بیٹھے ہین اور جسم انکے
تمام کنارون کو آسمان کے گھیر لیا ہی اور اُنکے چھ سو پر ہین اور اُنکے پر سب یاقوت اور موتیون سے بُنے ہوئے
ہین سو ایک عجیب نورانی شکل دیکھی ہین نے اور دوسری بار شب معراج مین سدرۃ المنتہی کے پاس بھی
اسی صورت سے دیکھا اور قرآن مجید مین اول مین سورۂ والنجم کے ان دونون بار کا مذکور فرمایا ہی مگر یہہ کہ
وہان پر ذکر مین پہلی بار کے دیکھنے کو بالافق الاعلی مذکور فرمایا ہی اور یہان پر بالافق المبین اور نکتہ
تغیر مین اس عبارت کے اسلوب کے یہہ ہی کہ اس سورہ مین بیان صدق پیغمبر صلعم کی خبر کا اور واضح ہونا
اُسکے مضمون کا منظور ہی سو مبین کا لفظ مناسب پڑا اور اس سورہ مین بیان پیغمبر کے علو مرتبت کا
اور چڑھنا اُنکا آسمانون کے طبقون پر منظور ہی تو اعلی کا لفظ نہایت چسپان ہوا اور یہہ بات بھی
ہی کہ ابتدا اُنکی استوا کا کہ کنایت حقیقت جبرئیلی کی تجلّی سے ایک صورتمین ہی کہ مقتضا اس حقیقت کا
اُفق اعلی مین تھا اور انتہا اس صورت کی قرب اور نزدیکی کا افق مبین مین ہی اور بعضے ارباب شہود نے
کہا ہی کہ عالم مثال کے دو کنارے ہین افق اعلی اُسکا متصل عالم تجرد اور تقدس کے ہی اور افق ادنی اُسکا
ملا ہوا عالم شہادت سے سو حقیقت جبرئیلی نے جو چاہا کہ اپنی صورت کو مناسب حال اس حقیقت کے
جلوہ دے تو اول افق اعلی مین لباس شکل و جسم مثالی کا پہنا اور آہستہ آہستہ نزدیک ہوتے یہان تک
کہ اتصال تام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور مراد افق مبین سے کہ ظاہر کرنے والی اس حقیقت
اور معنی کی تھی وہی نیچے کی جانب عالم مثال کی ہی نہ افق آسمان کا سو فقط واسطے تشبیہ کے اسکو افق سے
تعبیر فرمائی ہی کیون کہ غیب کے عالم اکثر نظر مین اہل کشف و شہود کے دائرون کی صورت پر نمودار ہوتے ہین
اور نظم قرآنی بھی سورۂ نجم مین مددگار اسی تقریر کا ہی پھر جب تمام وجہین قرآن نازل ہونے کے اشتباہ کی
سب صورت سے زائل ہوگئین تو سو اُسکے خبر دینے مین احتمال کذب کا نرہا مگر یہہ کہ بعضے کافر بطور شبہہ کے
اس کلام کو بطور کاہنون کی باتون کے جانتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن کہتے تھے اور حقیقت
کاہن کی یہہ ہی کہ بعضے انسانون کو بعضے شیطانون سے مناسبت حاصل ہو جاتی ہی اور وہ نفوس شیطانی
مجلسون سے ملائکہ کی کہ تدبیرین آیندہ کے کامون کی اُن مجلسون مین مذکور ہوتی ہین چوری سے

حقیقت حال کاہن کی

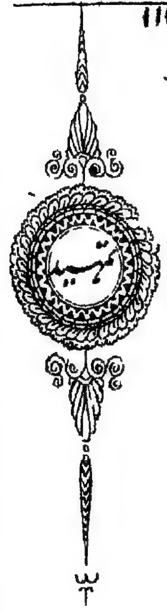
کچھ انمیں سے سنکر اس اپنے دوستون سے بیان کر دیتے ہیں پھر وہ شخص اُس بات کو لوگوں مین کہتا ہی اور کبھی کبھی
وہ برابر بھی پڑ جاتی ہی اور یہہ معاملہ شیطانی انسانون کے ساتھ قبل پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بہت مروج تھا اور کئی آدمی اسبات مین مشہور گذرے ہیں جیسے شق اور سطیح کہ عجائب غرائب قصے انکے
اخبار بالغیب مین مشہور و مذکور ہیں اور دوسری دو آیتوں مین بھی اسی شبہے کو دفع فرماتے ہیں
اور تقریر اس شبہے کے دفع کی یہہ نکلی یہہ ہی کہ علم کاہن کا کافی اور گھیرنے والا غیب کے اقسامون کو
نہین ہوتا یہانتک کہ اگر اس سے نام اور صفتیں اللہ تعالی کی یا احکام شرعیہ کو کہ عالم غیب مین مقرر ہیں
یا حقیقت اور بطلان اہل مذاہب اور ملتون کا یا احوال بہشت اور دوزخ کا یا وہ جو ارواح کو بعد موت کے
پیش آتا ہی اور مانند ان علمون کے پوچھیں لوگ تو لاجواب رہ جاوین بلکہ تواریخ بادشاہون اور اگلے
لوگون کی بھی نہین جانتے کیونکہ اُنکے علم کی جڑ تو ملائکہ کی باتون مین سے کچھ چوری سے سن آنا ہی کہ تدبیرین
آگے ہونے والے کامون کی کرتے ہین اور بس سو علم اسکا فقط بیان کرنا قریب ہونے والی باتون کا
کہ ملایکہ کو اُن پر اطلاع دی ہی اور اُسکی تدبیر اور جاری کرنے کا حکم فرمایا ہی اور جو حاصل کرنا ہیں
علم کا چوری سے ہی اسیواسطے انکی خبر پورا پورا بیان اس واقعے کا نہین ہوتا بلکہ بطور رمز و اشارے کے
ایک دو کلمے کہ دلالت اصل پر اُس واقعے کی کرین بطور اجمال کے کچھ اُنکے ہاتھ لگ جاتے ہیں پھر اپنی طرف سے
بھی کچھ کچھ اسباب مین مناسب اور قیاس عقلی سے پڑھا دیتے ہیں تو کبھی وہ بات خارج مین موافق اُنکے
قیاس کے ہو جاتی ہی اور کبھی دوسری طرح سے ظہور مین آتی ہی بس کاہن کا علم غیب کی باتون مین
رمز و اشارے سے زیادہ نہین ہوتا سو وہ بھی مخصوص جزئیات عالم کے احوال مین جو قریب ہونے والے
ہوتے ہین اور یہہ قرآن گھیر لینے والا ہی تمام فنون کو علم غیب کے اور بیان بھی وسیع رکھتا ہی کہ ہدایت
اور ارشاد مین کافی ہی وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اور نہین ہی یہہ قرآن علم غیب بیان کرنے
مین بخیل اور قصور کرنیوالا جو کچھ کہ آدمی کو واسطے معاش و معاد کے علم و عمل سے چاہئے اُسمین موجود ہی
بس حق مین ایسے کلام کے کہ سراسر ارشاد ہی گمان کہانت کا لیجانا وہی زرباف اور بوریا باف کا
قصہ ہی اور یہہ بھی ہی کہ جو کچھ کہ کاہن کی زبان سے نکلتا ہی وہ سخن شیطان کا ہوتا ہی کہ فرشتوں کی

مجلس سے جدا لاتا ہی وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ اور نہین ہی یہہ قرآن بات شیطان
کی دہتکارے گئے کی کیونکہ شیطان بے تعظیمی کرنے سے آدم علیہ السلام کی راندہ گیا تو اسکو آدم علیہ السلام
سے کمال عداوت پیدا ہوئی اور جناب الہی سے بھی بغض اور دشمنی پیدا ہوئی بس ہر بات مین اسکی الٹ
آدمیون کی دشمنی کی پوشیدہ ہوتی ہی اسکو ہدایت اور ارشاد اور امر و نہی سے اسکی کیا مناسبت
اسکا کام تو بہکانا اور گمراہ کرنا ہی اسکو توحید سے اور ذکر سے اللہ کے نامون اور صفتون سے اور بخالق کے
اور ذکر سے بہشت اور دوزخ کے اور ثابت کرنے سے آخرت کے عالم کے اور بدگوئی سے بتون کی اور
کفار کی اور قباحت بیان کرنے سے شہوت اور غضب کے کامون کی اور خوبی بیان کرنے سے ریاضت
اور مشقت کے عملون کی اور تعریف سے انبیا اور صلحا کی اور بدانجامی سے فرعونون اور بدکارون کی
کیا غرض کہ یہہ کام تو اس ملعون کے خاشاک چشم اور جگر کا کانٹا ہین اور اسکے مکر و فریب کے بازار کو
درہم برہم کرنیوالے ہین خصوصا ڈرانا شیطان کے مکر کے فریب کھانے سے اور اسکی دشمنی کا بیان آدم کی
اولاد سے اور ہجو اور مذمت اسکی تابعدارون کی اور برائی ان کامون کی جو اسکو پسند ہین کیا امکان
کہ اسکی زبان سے نکلین بلکہ شیطان ایسی باتون سے کانون مین انگلیان دیکے بھاگتا ہی مصرع دیو بگریزد
ازان قوم کہ قرآن خوانند آب ایسے کلام ہدایت فرجام کو شیطان کا کلام سمجھنا کمال حماقت اور بیوقوفی
ہی چنانچہ کافرون کو انکے اس گمان فاسد پر بطور خفگی اور گھرکی کے فرماتے ہین فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۞
پھر کدھر کو جاتے ہو اور کن خیالون مین سرگردان ہوتے ہو امر واقعی کو چھوڑکر ایسے احتمالون پر کہ جن کا ہونا
ہرگز ممکن نہین اور لڑکے بھی اس پر ہنستے ہین فریب کھاتے ہو گویا کہ گھر کی راہ بھول کر کونے مین کرتے ہو
اور یہان پر سمجھ لیا چاہئے کہ اکثر قرا معتبر نے وما هو علی الغیب بضنین کو بدلے ضاد نقطہ دار کے
کہ ہم شکل صاد کا ہی ظ نقطہ دار سے کہ ہم صورت ط کی ہی پڑھا ہی اور معنے ظنین کے جو ظن کے ساتھ
ہی متہم کے ہین اور اس صورت مین ضمیر ہو کی صاحب کی طرف راجع ہوگی کہ مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی
ذات سے ہی یعنے نہین ہی تمہارا پیغمبر غیب کی بات پر متہم کہ بن دیکھے کہدے کہ مین نے دیکھی ہی ۞
کیونکہ چھوٹی چھوٹی اور آسان آسان باتون مین تو اسکو جھوٹا نہین جانتے ہو پھر ایسے امر عظیم مین

لیسے اُسکو جھوٹھا جانتے ہو اور تہمت لگاتے ہو بس یہہ شبہہ بھی زائل ہوا کہ شاید کہ یہہ پیغمبر جبرئیل کی صورت اصلی پر دیکھنے کے دعوی مین دروغ گو ہو اور فرق مخرج مین ضاد اور ظا کے بہت مشکل ہی اکثر اس ملک کے پڑھنے والے دونون کو ایکسان نکالتے ہین نہ مقام پر ضاد کے ضاد ہوتا ہی نہ مقام پر ظ کے ظا اِن دونون کا مخرج پہچاننا قرآن پڑھنے والے کو بہت ضرور ہی بس مخرج ضاد کا زبان کے کنارے کی جڑ ہی ادا سے دانتون کی کہ اُسکو اضراس کہتے ہین خواہ سیدھی طرف سے یعنی خواہ الٹی طرف سے اور نکالنا اس حرف کا اکثر لوگون پر بائین طرف سے آسان ہوتا ہی اسیواسطے اکثر اُسیطرف سے نکالتے ہین اور مخرج ظا کا کنارے سے زبان کے ہی مدد سے اگلے دانتون کی جڑون کے اوپر کی جانب سے کہ انکو ثنایاے علیا کہتے ہین مانند دال اور تا کے اور یہہ بھی سمجھ لیا چاہئے کہ اکثر مفسرین نے ان قسمون کو مضمون پر اِنہ لقول رسول کریم کے قرار دیا ہی اور مقسم علیہ ہی مضمون کو ٹھہرایا ہی لیکن تعقیب مین اِن قسمون کی کہ مدلول حرف فا کی ہی بیچ فلا اُقسم مین ایک پوشیدگی ہی اپنے ماسبق پر اور اسکے کہنا کہ جو انکشاف جزاے اعمال کا قیامت کے دن بارہ اسباب پر معلق رکھا ہی تو معلوم ہوا کہ قبل واقع ہونے واقعہ کے تدبیر اُسکی کیا چاہئے اور یہہ تدبیر بغیر ظاہر کرنے جناب الہی کے ممکن نہین کہ دریافت ہو اور ظاہر کرنا حق تعالی کا نہین ہی مگر وحی سے اور قرآن بھیجنے سے بس صحت پر قرآن کے مضامین کے قسم کھانا ضرور ہوا تاکہ مکلفین موافق اُسکے عمل کرین اور قیامت کے دن ندامت اور حسرت نہ کھینچین اب آئے ہم اسبات پر کہ ان قسمون کو اس مضمون سے کیا مناسبت اور کونسی دلالت ہی وجہ اُسکی یہہ ہی کہ رجوع اور استقامت اور اقامت اِن پانچون ستارون کی نمونہ ہی وحی کے بار بار آنے کا اگلے انبیاؤن پر اور باقی رہنا اس وحی کی نشانیون کا اُنکے امتون پر ایک مدت دراز تک پھر منقطع ہو جانا اُن نشانیون کا بعد ایک مدت کے اور رجوع ہونا اس علم کا طرف پوشیدگی کے اور آثارات کا نمونہ اس وقت کا ہی کہ قبل پیدا ہونے خاتم المرسلین علیہ الصلوۃ و السلام کے جہان مین تھا کہ کسی شخص کو تمیز حق و باطل کی نرہی تھی اور نشانیان وحی کی بالکل مٹ گئی تھین اور دم بھرنا صبح کا ماخذ نزول قرآن کے اور پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی کہ ہر چیز کو دن کی مانند روشن کر دیا کہ کسی طرح کا شک و شبہ باقی نرہا گویا کہ اگلے انبیاؤن کا نور ستارون کا سا

تھا اور یہہ نور جیسے آفتاب درخشان ولنعم ما قیل فانما شمس فضلہم کواکبھا ۔ یظہرن انوادھا للناس فی الظلم حتی اذا طلعت فی الکون عم ھداہ ۔ ھدا للعالمین واخیت سائر الامم اور جو بیان سے اس کلام اعجاز نظام کے صدق کے اور باطل کرنے سے مخالفون کے بہتانون کے فارغ ہوئے تو اب بطور حصر کے تھوڑی سی خوبیان اس کلام کی بیان فرماتے ہیں کہ اُسکے حق مین اس قسم کے احتمالون کی گنجایش نہین اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ نہین ہے یہہ قرآن مگر ایک نصیحت کہ بسبب شامل ہونیکے اسما اور صفات الٰہی کو حکم ذکر اور ورود کا پیدا کیا ہی کہ وسیلہ تقرب اور وصول الی اللہ کا ہوسکتا ہی لِلْعٰلَمِیْنَ جہان کے لوگوں کو مراد انسان اور جن اور فرشتے ہین کیونکہ مفید ذکر کو سواے ان تین فرقو کے کوئی نہین جانتا آدمی اور جن اس کلام سے نصیحت بھی پکڑتے ہین اور گناہون سے بھی بچتے ہین اور طاعت رغبت کرتے ہین اور اُسکی تلاوت سے قرب معنوی اپنے خاوند حقیقی سے پیدا کرتے ہین اور فرشتے بھی اُسکی تلاوت سے اُنس رکھتے ہین اور دور دور سے اُسکے سُننے کو آتے ہین اور اُسکے حرف و کلمون کی خدمت کرتے ہین اور آسمان پر لیجاتے ہین او مقبولیت کے مقام پر پہنچاتے ہین اور یہہ سب باتیں عند اللہ موجب اُنکی قرب کی زیادتی کا ہوتی ہین لیکن حاصل ہونا ان فائدون کا قرآن سے خاص ہی لِمَنْ شَآءَ مِنْکُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ اس شخص کے واسطے کہ تم مین سے جو سیدھا چلنا چاہتا ہی کیونکہ کجروی قرآن کے معنے سمجھنے مین زیادہ تر موجب سخت ہوے دل کا اور دور ہونے کا نصیحت سے اور تعبد اور حجاب اور سرکشی کا خاوند حقیقی سے ہوتی ہی بس قرآن کی مثال غذاے لطیف کی مانند ہی کہ بدن صالح مین موجب زیادہ ہونے قوت کا اور کمال صحت کا ہوتی ہی اور نقصان والے بدنین سبب مرض بڑھنے اور ضعف کا ہوتی ہی چنانچہ دوسری جاے پر فرمایا ہی فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا اور یہہ بھی فرمایا ہی واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم اور اسیواسطے محققون نے کہا ہی کہ قرآن مجید اور نور پیغمبر کا اور صحبت اولیا کی اور وعظ و نصیحت علما کی یہہ سب مانند غذا کے ہی ۔ حفظ مذاہب کی تکمیل کے واسطے اور دوا وہ جو جہل و گمراہی کے مرض کی دوا کی مانند ہی وہ اور چیز ہی ان چیزون کے سوا اور اگر یہہ چیزین دوا کی مانند ہوتین تو کوئی شخص عالم مین گمراہی کے مرض مین گرفتار

نہ رہتا اور سب اچھے ہو جاتے اب ارشاد اس چیز کی طرف فرماتے ہیں کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی کسی کو اسمین دخل نہین وَمَا تَشَاۤءُوْنَ اور نہین چاہتے ہو تم سیدھے چلنے کو علم و عمل مین اِلَّآ اَنْ یَّشَاۤءَ اللّٰهُ مگر جب اللہ چاہے کیون کہ تم اسکے قبضۂ قدرت مین محصور ہو اور تمھارا ارادہ اسکے ارادے کے تابع ہی جیسے بازیگر کے پتلے کہ بازیگر کے ہاتھ مین ہوتے ہین لیکن اتنا فرق ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادے سے تمھارے اندر ارادہ اور اختیار پیدا کرتا ہی اور تم موافق اس ارادے اور اختیار کے نیک و بد کام عمل مین لاتے ہو اور مستحق ثواب و عقاب کے ہوتے ہو اور بازیگر کو قدرت پیدا کرنے ارادے اور اختیار کی پتلیون مین ممکن نہین فقط حرکت دے سکتا ہی اسیواسطے پتلیون کے کام بازیگر کی طرف منسوب ہوے ہین اور خوبی اور برائی کی نسبت پتلیون کو کوئی نہین کرتا بلکہ بازیگر کی طرف کرتے ہین برخلاف آدمیون کے کہ جو اپنے ارادے اور اختیار سے کام کرتے ہین تو مورد برائی اور تعریف اور ثواب اور عقاب کے ہوتے ہین اسیواسطے عقلانے کہا ہی کہ واسطہ ہونا مختار کا درمیان فعل اور سبب کے علاقہ کو اس فعل کے اس سبب سے قطع کر دیتا ہی چنانچہ تدبیرات دنیوی مین خطا اور صواب کو مشورت کرنے والون کی طرف منسوب نہین کرتے بلکہ خطا اور صواب کے کرنیوالے کی طرف بھلائی اور برائی کی نسبت کرتے ہین اور اسی طرح سے سب کامون مین یہہ قاعدہ جاری ہی اور باوجود تخصیص مشیت کے ہدایت ساتھ بعض افراد کے اور عام ربوبیت اس ذات پاک کی سب جہان والون سے بحال اور برقرار ہی کیون کہ وصف اسکا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہی یعنے پالنے والا سارے عالمون کا ہی بس رضامندی اسکی اسکی تابعداری مین ہی اور غضب اسکا اسکی نافرمانی مین تاکہ ربط عالمون کا آپسمین برہم نہو جاوے اور اگر گنہگارون سے بھی عابدون کی طرح سے راضی ہوتا اور ان پر غصہ نفرماتا تو عالم قہر و سیاست اور حکمت اور عدالت کا کہ دوزخ اور اسکے طبقے کہ نشانیان اسی قہر و سیاست کی ہین بیکار رہجاتے اور اگر اہل طاعت کو نوازش اور کرم سے تخصیص نکرتا اور نعمتین بہشت کی انکو عنایت نفرماتا تو عالم لطف و قدردانی کا کہ بہشت اور اسکے درجات اور حور و غلمان کہ آثار سے اس عالم کے ہین بیکار و معطل ہو جاتے



سورۃ الانفطار

یہہ سورت مکی ہی اِسمین اُنیس آیتین اور تین سو انتیس حرف ہین اور رابط اس سورے کا سورۂ اذا الشمس کورت سے اس قدر ظاہر اور کھلا ہی کہ بیان کی کچھ حاجت نہین ہی بلا تشبیہ اس سورے کو دوسرا مصرعہ اس سورے کا کہا چاہئے اور ایک جان دو قالب بلکہ اِن دونون سورتون مین جدائی کی وجہ کا بیان کرنا ضرور ہی کہ باوجود ایک ہونے مضمون اِن دونون سورتون کے علحدہ علحدہ کیون نازل کیا سو اُسکی وجہ یہہ ہی کہ اِن دونون سورتون مین قیامت کے شروع ہونے حادثون کا بیان کرنا منظور ہی کہ کس طرح سے یہہ دنیا کا عالم خراب ہو کر دوسرا عالم بنیگا اور اُس عالم مین سمجھ بوجھ انسان کی مرتبہ کمال کو پہنچیگی اور قوت عملیہ اسکی قوت خیالیہ اور اجتماع اسباب کے زور سے حکم قدرت رب العالمین کا پیدا کریگی کہ ایک آن کن فیکون مین درستی تمام کامون کی کر دیتا ہی اور خلاف انسان کے معنے اُسدن بالکل کھل جاوینگے لیکن اتنا فرق ہی کہ اِس سورت مین مجمل اصول عالم کی خرابی کا بیان فرمایا ہی اور اُس سورت مین تفصیل سے خرابی اصول اور فروع اس عالم کی اور بنانا اس عالم کے دونون مکانون کا کہ بہشت اور دوزخ ہین ارشاد فرمایا ہی اور اس سورت مین انسان کے احاطۂ علمی کے بیان پر کفایت کی ہی کہ کیا کیا کام دنیا مین اِسنے ہوا ہی اور کیا کیا کام نہین ہوا اور اُس سورت مین اُس چیز کے احاطۂ علمی کا بیان ہی جو اُسکے وقت پر کام آوے جیسے زندگانی جو وحدانیہ ملی ہوئی ہی اور کرنا کام کا اور چھوڑنا اُسکا کہ اُسکے جوہر نفس کو لازم ہوگا منظور رکھا ہی اور اس سورت مین بھی اس بیان سے مجازات ثابت کرنیکی طرف اور اُسکے منکرون کے اعتقاد کو رد کرنیکی طرف انتقال فرمایا ہی اور اُس سورت مین اسی بیان سے طرف ثابت کرنے رسالت اور نازل کرنے قرآن کے اور اُسکے منکرون کے رد کی طرف انتقال فرمایا ہی انھین اختلافون کے سبب سے اِن دونون سورتونکو جدا جدا نازل فرمایا اور اس اجمال کی تفصیل یہہ ہی کہ جب چاہتے ہین کہ ایک عالم کو خراب کرین اور

اُسکے اسباب سے اسی قسم کا دوسرا عالم بناوین تو بالضرور پہلے اُس عالم کی جڑ بنیاد کو کھودتے ہین اور اسکے اسبابکو کمی زیادتی کرکے دوسرے جگہہ پر لیجاتے ہین اور اسکی شکل و صورتین بھی تصرف کرتے ہین تاکہ وہ اسباب اول جس شکل پر تھا دوسرے اسباب سے ملکر ایک شکل دوسری جو اس عالم کے مناسب ہو پیدا کرے اور جو جو کام کہ اُس عالم مین کرنا منظور ہین اس نئی صورت سے سرانجام پاوین جیسے کہ جب کسی حویلی کو باغ بناتے ہین یا باغ کو مقبرہ یا خالی زمین پر حویلی یا پڑی زمین پر کھیتی کیا چاہتے ہین تو اسی قسم کا معاملہ کرتے ہین اور دنیا کا عالم نوع انسانی کی نسبت سے ہمیشہ رہنے کی جگہہ نہین ہی بلکہ صرف اُسکے کمال کے حاصل کرنے کو اس جگہہ مین اسکو لائے ہین تاکہ اپنے تئین کامل کرکے حق تعالیٰ کے خلافت کی لیاقت پیدا کرے اور دوسرے عالم کو نہایت کشادگی علم و عمل سے آباد کرے اور وہان ہمیشہ رہا کرے تو دنیا مین آدمی کو پہلے دو چیز سے ملا ہوا پیدا کیا ہی ایک تو روح کہ آسمانی ہی اور دوسرے جسم کہ زمینی ہی اسیواسطے اُسکے جسم کی غذا ہمیشہ زمین سے پہنچتی ہی اور اُسکے روح کی غذا ہمیشہ آسمان سے اُترتی ہی اور واسطے خوگر ہونے کاروبار خلافت کے وہ دونو آسمان و زمین کی چیزو نمین اسکو تصرف دیا ہی تاکہ جمع اور تالیف کا سلیقہ پیدا کرے اور لایق خلافت کبریٰ کے ہو اور یہی وجہ ہی کہ آدمی تمام مخلوقات کو کہان کی چیز ہو یا پتھر گھاس کی قسم سے ہو یا درخت چشمہ ہو یا نہر جانور چلنے والا ہو یا اڑنے والا سب کو اپنے کام مین لاتا ہی اور ہمیشہ انکی جمع اور تالیف مین مشغول رہتا ہی اور عجیب و غریب صناعتین اور کاریگریان نئے نئے قسم کے کھانے اور پوشاک اور سواری اور گھر مین ایجاد کیا کرتا ہی اور جناب خالق الاصول والفروع کے ساتھ بناتے ہین صورت کے مادہ سے اور ایجاد کرتین نئی نئی طرح کی چیزو نکو جو کئی کئی طرح کے حکم اور خواص رکھتی ہین بہت پیدا کرتا ہی اور اسیطرح آسمانی مخلوقات سے کہ ستارہ ہین ثوابت ہون یا سیارہ اور فرشتے جو ہر ہر کے مرتبے رکھتے ہین اکثر کو اُنمین سے اپنے کام مین لاتا ہی اور اس عالم آسمانی کی تسخیر کے طریقے کو باوجود اس بلندی اور دوری کے جانتا ہی لیکن بعضے آدمی کو اس کام مین بڑا نقصان لاحق ہوتا ہی کہ بسبب اس تصرف بیجا کے خلافت کے مرتبے سے بلکہ بندگی کے رتبے سے بھی گر پڑتا ہی اور جو کرنا چاہیے ہین کرتا ہی اور جو نچاہیے وہ کرتا ہی اور مستحق سزا اور عذاب کا ہوتا ہی اسیواسطے دار الجزا آخرت کو مقرر فرمایا ہی کہ وہان فرق اور امتیاز دونون فرقون ٭٭

ف آدمی کو عالم کے مرتبے حاصل کرنے کے واسطے اس جہان مین لائے ہین

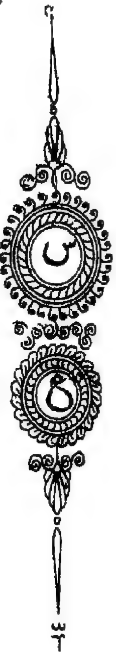
نیک اور بد بین کیا جاوے اور خلافت کبریٰ کی لیاقت جو نیکون نے حاصل کی ہی کشادگی اور ہمیشگی سے ظہور کرے اور سرکشی اور نافرمانی اور دوری مرضیات خاوند حقیقی سے جو بدون کو نصیب ہوئی ہی وہ بھی موافق اپنے اپنے عملون کے رنج و عذاب بین ہمیشگی کے گرفتار ہو وین پس اس کام کے واسطے دارالآخرت بین ضرور ہوا کہ تمام جسمون اور اروا حون کو اس مخلوق کا یعنے انسان کا خادم اور تابعدار کر دین اسواسطے کہ بنیاد اس مخلوق کی نہایت ضعیف ہی طاقت دوام اور ہمیشگی کی نہین رکھتی اور روح بھی اسکی ضعیف ہی بڑے کام ہمیشگی کے اس سے ہونا ممکن نہین اسواسطے ایسا قرار پایا ہی کہ آسمانی اروا حین سب اسکی روحون کی مددگاری کرین اور عقلی اور خیالی قوتین اُسکی عقلی اور خیالی اُس مخلوق کی قوتون بین درآکے مل جاوین اور تمام اسباب زمین کے اس مخلوق کے جسم بین اور اسکے متعلقات بین کہ اُسکے صناعت کے موضوع اور موقوف علیہ ہین کھانون سے ہو یا پہننے سے گھرون سے ہو یا پاکی کی چیزون سے بلکہ زنجیرین اور طوق اور سانپ اور بچھو اور آگ اور شعلے سب اس مخلوق کی مدد کرین اور اسی کے کام بین مصروف ہون تاکہ نیکون کے خلافت کے معنے اور بدون کی سرکشی اور بھاگنا اچھی طرح سے ظاہر ہو جاوے پس اس سورت بین چار انقلاب بیان فرماتے ہین کہ وہ چار و اس عالم کے اصولون سے متعلق ہین آول اسمان کا پھٹنا کہ اس سبب سے عقلون اور نفسون سماوی کا تعلق اُنکے اجرام سے باطل ہو جائیگا اور اُنکے عقلون اور نفسون کا تعلق انسان کے نفوس سے ظاہر ہو گا اور اہل شرع نے اس مطلب کو اس مضمون سے بیان کیا ہی کہ ساتون آسمان کے فرشتے اُسدن اُترینگے اور آدمیون کے گرد ہونگے اور آدمیون کی روحون سے نزدیکی پیدا کرینگے اور اُنکی نزدیکی کے سبب سے بوجھ اور فکر ہر ایک آدمی کی زیادہ ہوگی کلیات اور جزئیات اچھائی اور برائی کے جو اُنسے دنیا بین ہوئے ہونگے خوب طرح سے اِن پر کھل جاوینگے دوسرا یہہ کہ سب آسمان کے ستارے بے نور ہو کر گر پڑینگے اور نورانی روحین کہ ان ستارون سے علاقہ رکھتی ہین انسان کے بدن سے متعلق ہو جاوینگی لیکن اس اندازے کی مناسبت سے جو ہر ایک ارواح انسانی کو دنیا بین حاصل ہوا تھا اور جناب الٰہی سے دیا گیا تھا اور اس ملنے ارواح کوکبیہ سے روحین انسان کی بڑی قوت پکڑینگے اور

اس مطلب کو قرآن مجید مین نزول روح اور قیام روح سے اس عالم مین بیان فرمایا ہی اور یہہ دونو
انقلاب آسمانی ہین کہ روح انسانی کو اُنکے سبب سے خوشی اور خورمی حاصل ہوگی تیسرا انقلاب
دریاے شور کا ہی کہ معہ کھاریون کے جوش کھا کے اور اوٹ کے دھوان ہو جاویگا اسمین سے
کچھ پانی زمین مین خشک اور جذب ہو جاویگا تاکہ اس سبب سے زمین مین رطوبت اور نرمی پیدا ہووے اور منقش ہونا صورتونکا
اور شکلون کا اُسپر آسان ہو جاوے اور باقی رہا پانی آگ ہوکے بھڑک اُٹھے گا اور دوزخ کی آگ بھڑکانیکا
سبب بنیگا اسی مطلب کو کبھی تفجیر بحار سے اور کبھی تسجیر بحار سے بیان فرمایا ہی اور حدیث
شریف مین بھی آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دریاے شور کے حق مین
فرمایا ہی کہ ان تحتہ نارًا یعنی تحقیق نیچے اُسکے آگ ہی اور بعضون نے روایت کی ہی کہ
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جب دریاے شور کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے یا
بحر متی تعود نارًا یعنے اے دریا کب پھر ہو جاویگا تو آگ چوتھا انقلاب ہلنا زمین کا ہی کہ جابجا
قرآن مجید مین زلزلۃ الساعۃ کرکے اُسی سے تعبیر فرمایا ہی اور اسکی نشانیون سے بہت سی
چیزین ارشاد فرمائی ہین انہی مین سے بعثرۃ القبور یعنے جمع ہونا اجزاے بدنیہ کا جیسے گوشت
ہڈیان چمڑے وغیرہ اور ظاہر ہونا اُنکا یعنے زمین کے نیچے سے اوپر آنا کہ اس سورے مین بھی
مذکور ہی اور انہی مین سے ہی تسییر جبال یعنے پہاڑون کا چلنا اور اپنے اندر کی چھپی چیزونکا
نکالنا جیسے مردہ اور خزانہ اور جواہر وغیرہ اور زمین کا برابر ہونا اور کسی نشان اور علامت کا باقی
نرہنا اور قوت نامیہ کا زمین سے باطل ہو جانا اور انہی نشانون مین سے ہی جو صحیح حدیث
مین آیا ہی کہ اُسدن زمین سفید میدہ کی روٹی کی مانند ہو جاویگی کہ محشر والون کی اُس
میدان مین غذا ہوگی اور اُسکے سوا بہت نشانیان ہین کہ اگر سب تفصیل سے اس مقام پر
بیان کی جاوین تو کلام بہت بڑھ جاوے اور یہ دونون زمین کے انقلاب ہین کہ جسم
انسانی کے مواد کی وسعت اور کشادگی اسی کے سبب سے حاصل ہوگی تاکہ اُس نفس وسیعہ
اور روح کاملہ کی صناعت کا موضوع ہو سکے اور ان چارو انقلاب کے بعد نئے عالم کی بنیاد

ف عالم کے اصول کا بیان

رکھی جائنگی جسکا نام آخرت ہی اور اس عالم کی بنیاد کا اصل الاصول نیک و بد کے عملون کا
کھل جانا ہی کہ انسان کے نفس پر ظاہر کرینگے اسواسطے اس سورے مین ان چارون انقلابون کے
ذکر کے بعد اسی مطلب کو بیان فرمایا ہی اور انہی چار انقلابون پر کفایت کرنیکی وجہ یہہ ہی کہ تحقیق
کرنے سے عالم کے اصول یہی چار چیزین معلوم ہوتی ہین آسمان اور ستارے پانی اور زمین اور جتنی چیزین
پائی جاتی ہین سب انہی چار چیزون کے اجزا جمع ہونیکے سبب سے پیدا ہوئی ہین جیسے معدنی چیزین اور بڑھنے والی
اور جاندار اور آسمان و زمین کے بیچ کی مخلوقات یہہ سب عاقلون کے نزدیک یعنی کھلی بے شک انہی چارون سے
پیدا ہوتی ہین لیکن ہوا اور آگ کے عنصر کو کارخانۂ عقل کے ظاہر بینون نے ارکان مستقل گمان کیا ہی
مگر تحقیق بات یہہ ہی کہ ہوا ایک جسم ہی کہ پانی کی لطافت سے یا بعضے ستارون کی تاثیر سے
کم اور زیادہ پیدا ہوتی ہی کوئی جگہہ پیدایش کی بالاستقلال اپنے واسطے نہین رکھتی ہی اور کوئی
صورت بھی قبول نہین کرتی ہی اسکا کام صرف سیر کرنا اور بہنا ہی اور عالم کی مخلوقات کی
کیفیت کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہنچا دینا جیسے بو کو ناک مین اور آواز کو کان مین اور
سردی اور گرمی اور خشکی اور تری کو قوت لامسہ مین یعنے جاندار کی جلد تک پہنچا دینا ہی اور اسی
اور چیزونکو قیاس کیا چاہئے اور آگ تو وہی ہوا ہی کہ سخت حرکت کے سبب سے یا آفتاب کی تاثیر سے
سلگ گئی ہی اور یہہ صورت اسکی ہوگئی ہی اور اسکا کام کچے چیزون کا پکا دینا اور بیکار چیزونکا
جلا دینا ہی جیسے کھانیکا مصالحہ کہ آپ اپنی ذات سے کسی کام کا نہین بلکہ غذا اسکا جز ہوجای تو یہہ بھی کام
آوے اور نہین تو بیکار محض ہی اسواسطے کوئی جگہہ معین آگ کے واسطے نہین ہی جیسا حکمانے خیال
کیا ہی کہ آگ اور ہوا کے کرے پانی اور زمین کے کرون کو گھیرے ہوئے ہین یہہ انکی ایک بات ہی بیدلیل
جسکی کچھ اصل نہین ہی جیسا خرق والتیام آسمان اور ستارون کا انکے خیال مین محال ہی سو یہہ بھی انکا خیال
خام ہی اور دعوی بے دلیل ہی اور اس سورت کا نام اسواسطے انفطار رکھا ہی کہ اسمین آسمان کے پھٹنے کا بیان ہی جو نفوس
اور عقول آسمانی کے نفوس اور عقول انسانی سے مل جانیکے واسطے بڑے عمدہ اسبابون سے ہی اور حقیقت مین یہی علاقہ
تا قدمت و آخرت کے حاصل ہونے کا سبب ہی کہ اس سورت مین اسی کا بیان کرنا منظور ہی واللہ اعلم

بسم اللہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جب آسمان چر جاوے اور اسمان کے چرنے کی کیفیت دوسری جگہہ اسطرح پر بیان فرمائی ہی کہ ایک چیز بدلی کی مانند عرش کے نیچے سے نازل ہوگی اور سب آسمان اُسکے صدمے سے ٹکرے ٹکرے ہو جاوینگے اور وہ بدلی حقیقت مین تجلی ہی قہر آلہی کی کہ اس عالم کے خراب کرنے کو اس شکل سے متوجہ ہوگی اس جگہہ پر بعضے طالب علم تیز ذہن ایک سوال کرتے ہین اُسکا جواب دینا ضرور ہی وہ سوال یہہ ہی کہ اس عالم کی پیدایش پہلے زمین سے شروع ہوئی خرابی اُسکی آسمان سے کس واسطے شروع ہوگی اُسکا جواب یہہ ہی کہ جب کسی عمارت کا بنانا منظور ہوتا ہی تو پہلے نیچے سے بناتے ہین اور جب کھودنا اور ڈھانا منظور ہوتا ہی تو اوپر سے شروع کرتے ہین وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ اور جب تارے جھڑ پڑین جھٹک کر اور آسمانی نفسون کا تعلق جو تارون اور اسمانون سے ہی اِن دو انقلاب کے سبب سے باطل ہو جاوے اور اس علاقے کے ٹوٹنے کے سبب سے عقلون کا تعلق جو نفوس آسمانی کے ساتھہ ہی وہ بھی بیکار ہو جاویگا اور نفسون کی پیروی سے افلاک کی خیالیہ قوتین اُنکے جرمون سے جدا ہو جاوینگی اور وہ نفوس وہان سے جدا ہو کے نفس انسانی سے ربط اور میل پیدا کرینگے اور عقلون کے فیضان اور آسمان کے خیال کی کارپردازیان سب نفس انسانی سے متعلق ہو جاوینگی بس انسان کے نفس کو اِن سببون سے بڑی وسعت اور کشادگی حاصل ہوگی اور ما قدمت واخرت کے معنون پر کلیۃً اور جزئیۃً جیسا چاہئے قرار واقعی اطلاع حاصل ہوگی وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ اور جب دریا بہائے جاوین اور ٹہراو اور رکاو پانی کا جو اسوقت مین ہی وہ رہے شیخ ابو المنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہی کہ پہلے سب دریا ایک جگہہ اکٹھے کئے جاوینگے اور اس جمع ہونے کے سبب سے اُنمین ایک جوش ہوگا اُسمین سے شعلہ اٹھیگا کہ سب دریا جل کے کچھہ پانی اُسمین سے دھوان ہوکے قیامت کے میدان کو پر کر دیگا اور کچھہ پانی دوزخ کی آگ ہو جاویگا سو اس سورہ مین پہلے دریا کے انقلاب کا ذکر ہی کہ اپنے ٹھہراو اور رکاو سے متغیر ہوکے بہ نکلینگے اور سب کے سب مل کے ایک دریا ہو جانے کا

اور سورۂ تکویر مین اس انقلاب کے پیچھے جلانا اور دہکانا بیان کیا ہی اور اس سورہ مین بعثرۃ القبور کی مناسبت سے بہانے کو اختیار فرمایا ہی اس واسطے کہ جب پانی مکان کی جڑ مین پہنچتا ہی تو اسکو خراب کر دیتا ہی اور اس سورہ مین تسعیر جہنم کی مناسبت کے واسطے جلانے اور دہکانے کو اختیار فرمایا ہی اور عرب کی لغت مین بحر خاص نام ہی دریائے شور کا اور جتنی ندیان میٹھی ہین کتنی ہی لمبی چوڑی کیون نہ ہو وین انکو نہر کہتے ہین بحر نہین کہتے اور دریائے شور جسکو سمندر کہتے ہین وہ ایک ہی ہی اسکے ٹکڑون اور کھاریون کی رعایت سے جمع لاتے ہین جیسا کہ تاریخ والون نے لکھا ہی کہ سمندر کے ایک ٹکڑے کا نام بحر چین ہی اور ایک ٹکڑے کا نام بحر ہند اور ایک ٹکڑے کا نام بحر فارس ہی اور ایک ٹکڑے کا نام بحر قلزم جو دریائے ... عرب کے جاری ہی اور ایک ٹکڑے کا نام بحر روم ہی جسمین فرنگیون کے جزیرے واقع ہین اور ایک ٹکڑے کا نام بحر خوروالان ہی اسیطرح اور بھی نام ہین اور دریاؤن کے بہنے کے سبب سے انسان کے بدنون کے مادے اور ان کے بدنون کے عذاب اور عقوبت کے اسباب زیادتی قبول کرینگے اور سماوی نفسون کا تعلق ان بدنون سے صحیح ہو جاویگا وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ اور جب قبرین اتھائی جاوین یعنے قبروالے اور جو کچھ زمین کی تہ مین ہی سب زمین کے اوپر آجاوے اور بدنون کے اجزا آپسمین مل جاوین اس وقت ایک پانی عرش کے نیچے سے برسیگا اسمین زندگانی کی قوت سپرد کی گئی ہوگی اور مرد کی منی کا حکم رکھیگا اسکے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکینگے اور انسان کی روحین اپنے بدنون سے مل جاوینگی اور آسمانی روحین انکی خادم اور مددگار ہو وینگی اور حشر قایم ہو گا اس وقت عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ جان لیویگا ہر جی جو آگے بھیجا ہی حق تعالی کیطرف نیکی اور بدی سے اور آگے بھیجنے سے مراد اسکا کرنا ہی اسواسطے کہ جو کچھ نیکی اور بدی کی گئی ہی سب نامۂ اعمال مین لکھی ہی اور وہ نامہ لکھنے والون کے ہاتھ سے حق تعالی کی دربار مین پہنچا ہی وَأَخَّرَتْ اور جو پیچھے چھوڑا ہی نیکی اور بدی سے اور پیچھے چھوڑنے سے نکرنا مراد ہی یعنے اس کام کو نکیا اسواسطے جو نہین کیا ہی وہ نامۂ اعمال مین لکھا بھی نہین گیا اور حق تعالی کے دربار مین بھی نہین پہنچا اور بعضے مفسرون نے

کہا ہی

بیان ہی ہی

کہا ہی کہ تقدیم سے خرچ کرنا مال اور اسباب کا مراد ہی اللہ تعالی کی رضامندی مین کہ وہ سب
آخرت کا ذخیرہ ہی اور تاخیر سے چھوڑ جانا مال اور اسباب کا مراد ہی وارثون کے واسطے
اور بعضون نے کہا ہی کہ ما قدمت سے وہ اولاد مراد ہی جو ماباپ کے سامنے مر گئی ہی اور ما
اخرت سے پیچھے چھوڑی اولاد مراد ہی اور بعضون نے تقدیم سے اول عمر کے کام اچھے ہون یا برے
مراد لئے ہین اور تاخیر سے آخر عمر کے کام اور بعضون نے کہا ہی کہ نیکی اور بدی کرنا کسی چیز کا
ہو یا چھوڑنا سب ما قدمت مین داخل ہی اور رسم نیک ہو یا بد اور مذہب یا طریقہ جو کسی شخص نے
نیا نکالا اور اسکے بعد لوگون نے اسکو اختیار کیا اور اسی راہ پر چلے یہہ سب ما اخرت مین داخل
ہی اور حدیث شریف مین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہی لہما قدمت
من خیر او شر وما اخرت من سنۃ حسنۃ استن بہا بعدہ فلہ اجرہ واجر من اتبعہ من
غیر ان ینقص من اجورہم شیٔ او سنۃ سیئۃ عمل بہا بعدہ فعلیہ وزرہ ووزر من
عمل بہا بعدہ لا ینقص من اوزارہم شیٔ یعنے جو آگے بھیجا نیکی اور بدی سے اور جو پیچھے چھوڑا
طریقہ نیک سے جسکو لوگون نے اختیار کر لیا بعد اسکے پس اسکو اجر ہی اپنے کئے کا اور اجر ہی ان
لوگون کا جنھون نے پیروی کی اسکی بغیر اسکے کہ کم ہون انکے اجر سے کچھہ اور جسنے رسم بری ڈالی اور
اسکو لوگون نے اختیار کیا بعد اسکے تو اس شخص پر ہی گناہ اسکے کئے کا اور گناہ ان لوگون کا جو
اس رسم بد پر چلین اسکے بعد بدون اسبات کے کہ کم کیا جاوے گناہ ان لوگون سے کچھہ اور دوسری
حدیث مین آیا ہی کہ ایک سوال کرنیوالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامھنے آکر کھڑا ہوا اور
سوال کیا جتنے شخص آپ کی خدمت مین اس وقت حاضر تھے سب چپ رہے ایک شخص حاضران
مجلس سے اٹھا اور اسکو کچھہ دیا پھر اورون نے بھی اسکو دیکھہ کے اس سائل کو دینا شروع کیا
تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نیک رسم نکالتا ہی اور آدمی اس رسم پر
عمل کرتے ہین تو اس رسم نکالنے والے کو ایک ثواب اپنا ملتا ہی اور ثواب دوسرے عمل کرنے والون کا
بھی بے اسکے کہ انکے ثوابون مین کچھہ کمتی ہو اور اسیطرح جو شخص بد رسم نکالتا ہی اور لوگ اسپر

عمل کرتے ہین تو اسکا وبال اس رسم کے نکالنے والے پر ہی اور لوگون کا وبال بھی اسکی گردن پر ہی جو اسپر عمل کرتے ہین بے اسکے کہ انکے وبال سے کچھ کمی کی جاوے راوی اس حدیث کا کہتا ہی کہ اس قصے کے نقل کرنے کے بعد حضرت حذیفہ بن الیمان نے یہہ آیت پڑھی کہ علمت نفس ما قدمت واخرت حاصل کلام کا یہہ ہی کہ نفس انسانی کو اپنی نیکی اور بدی پر آگاہی کچھ بھی حاصل ہوگی اور جب دیکھیگا کہ جو مین نے کیا وہ سب برا تھا اور جو چھوڑ دیا وہ اچھا تھا اور نیکی کی جزا یہان یہہ ہی اور برائی کی سزا یہہ ہی تب اسکو بڑی ندامت ہوگی اور اپنی نیکی بوجھ پر شرمندہ ہوگا اس وقت اسکو کہا جائگا یَاۤ اَیُّهَا الْاِنْسَانُ ای آدمی تیرا نام تو انس سے نکالا گیا تھا کس واسطے تو نے حق کی یاد سے انس نہ پکڑی اور نیکیان نکین تو نے اور حق کے سواے کہ سب تیرے حق مین سانپ اور بچھو تھے انکو جواہر اور سونے کے نگینے خیال کر کے انسے مانوس ہوا تو اور محبت کی تو نے مَا غَرَّكَ کس چیز نے فریب دیا تجھکو نفس نے یا شیطان نے خلق نے یا دنیا نے بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ اپنے پروردگار پر جسنے طرح طرح سے تجھکو پرورش اور تربیت فرمایا اور تیرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو اسکے کرم کا مقتضا تھا پھر تو نے اسکی عوض مین معصیت اور مخالفت کا داغ اپنے پر لگایا اور اپنی فضیلت اور بزرگی جو سب مخلوقات پر تجھکو ملی تھی سب برباد کی تو نے اور کریم کے معنون مین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ کریم وہ ہی کہ جسکے ہر کام مین انعام و احسان ہووے اور اسکی ہر حرکت اور سکون مین بھلائی منظور رہے اور بعضون نے کہا ہی جو احسان اور انعام کرنے مین اپنا نفع یا اپنے نقصان کا دفع منظور نرکھے وہ کریم ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ کریم وہ ہی کہ دوسرون کا حق اپنے اوپر نرکھے بلکہ جو انکو چاہیے دے اور جو اسکا حق دوسرون پر ہو اسکو طلب نکرے اور بعضون نے کہا ہی کہ کریم وہ ہی جو دوسرے سے تھوڑی چیز قبول کرے اور اسپر عوض بہت دیوے اور یہہ اللہ تعالی کے کرم کا مقتضا ہی کہ گنہگارون کے گناہون کو بھی بخشتا ہی اور اسی پر کفایت نہین کرتا بلکہ باوجود اس تمام نافرمانی بندون کے دمبدم احسان اور تربیت اور پردہ پوشی اپنے بندے گنہگارون کے کیے جاتا ہی اور یہان ایک سوال ہی جواب طلب جسکا حاصل یہہ ہی کہ مغرور ہونے پر منکر کے اور سرزنش کرنے پر اس غرور کے قہر کی صفت کا ذکر کرنا زیادہ مناسب تھا اسواسطے کہ قہار سے مغرور ہونا البتہ انکار اور توبیخ کی جگہہ ہی بخلاف اسکے کہ کوئی اللہ کے کرم پر مغرور ہووے کہ وہ غصے اور انکار کی جگہہ نہین ہی اسواسطے کہ کریم کا

کریم کے معنون کا بیان

کرم خود غرور کا سبب پڑتا ہی جیسا کہ تاریخ کی کتابون مین مذکور ہی کہ ایک دن نوشیروان بادشاہ کے سامنے اُسکے خدمتگار اور خواص آپسمین ہنس پڑے ایک وزیر نے جو وہان حاضر تھا عرض کیا کہ اِن خدمتگارونکو آپ کا کچھ خوف اور رعب نہین ہی کہ آپکے سامنے ایسی حرکتین کرتے ہیں نوشیروان نے کہا کہ ہم کو چاہیے دشمنون کو خوف دلاوین نہ اپنے خدمتگارون کو اور حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہی کہ ایک دن آپنے اپنے غلام کو کسی کام کے واسطے دو تین بار پکارا اُسنے باوجود سننے کے جواب ندیا آپ باہر تشریف لائے اور جانا کہ غلام کہین گیا ہوگا دیکھا تو غلام حجرے کے دروازے پر کھڑا ہی آپنے فرمایا کہ تجھکو کیا ہوا تھا کہ جواب مجھکو ندیا غلام نے عرض کی کہ آپکے کرم کے اعتماد پر علاوہ اُسکے یہہ بھی مجھے خاطر جمع ہی کہ آپ مجھکو ماریگے بھی نہین حضرت علی نے اُسکے جواب کو پسند کیا اور اُسکو اُسیوقت آزاد کردیا تو معلوم ہوا کہ اُس چیز کا ذکر جو آپ ہی غرور کا سبب ہووے غرور کے انکار کی جگہہ پر مناسب نہین ہی جواب اس سوال کا یہہ ہی کہ کرم کی صفت کا ذکر اس جگہہ پر غرور کی وجہ کے بیان کرنیکے واسطے ہی یعنے اُسکے کریم ہونیکے سبب سے تو مغرور ہو گیا جیسا کہ حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ فرماتے تھے اِلٰھِیْ غَرَّنِیْ حِلْمُکَ لَوْاَخَذْتَنِیْ بِالْاُوْلٰی مَا اَجْرَأْتُ عَلَی الثَّانِیَۃِ یعنے اے اللہ مغرور کیا مجھکو تیرے حلم نے اگر پہلے گناہ پر تو مجھکو پکڑتا تو دوسرے گناہ پر جرأت نکرتا مین اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہی کہ ان سے پوچھا لوگون نے کہ اگر تمکو حق تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سامنے کھڑا کرکے پوچھے کہ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ تو کیا جواب دوگے اُنھون نے کہا کہ مین کہونگا غَرَّنِیْ سُتُوْرُکَ الْمُرْخَاۃُ فریب دیا مجھکو تیرے چھوڑتے ہوئے پردون نے یعنے کتنا ہی مینے گناہ کیا مگر تو نے مجھکو فضیحت اور رسوا نکیا تو جان لیا مین نے کہ کبھی تو فضیحت نکریگا اور اسی قسم کا مطلب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہی کہ کَمْ مِنْ مَغْرُوْرٍ بِالسَّتْرِ عَلَیْہِ وَکَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْاِحْسَانِ اِلَیْہِ یعنے بہت سے مغرور ہو رہے ہین بسبب تیری پردہ پوشی کے اُنپر اور بہت سے استدراج مین گرفتار ہین بسبب تیرے احسان کے اُنپر اور جب استفہام انکاری مجموع کلام پر وارد ہوا تو موافق قاعدے کے جو پہلے گذرا اس کلام کے معنے توبیخ اور سرزنش کے ہوئے اُنکے غرور پر جو کریم کے ملاحظہ سے

پیدا ہوتا ہی اور جب غرور کا انکار کرم پر کہ غرور کے جملہ اسباب سے ہی متوجہ ہوا غرور کی نفی مین
بہت مفید ہوا اسواسطے کہ جب کرم پر غرور کرنا نچاہئے تو قہر پر غرور کرنا کس طرح چاہئے اور اللہ تعالی کی
صفت جس طرح کرم ہی اُسی طرح قہر بھی تو وہ کریم بھی ہی اور قہار بھی اور منتقم بھی اور باوجود ان سب
صفتون کے حکیم بھی ہی اور جب اسکی حکمت قہر اور انتقام کی خواہش کرنیوالی ہوتی اسوقت کرم کے
آثار ظاہر نہین ہوتے اسواسطے کہ احسان اور کرم بدکارون کے حق مین خلاف قاعدے حکمت کے ہی اسی
جگہہ سے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کرنیکے وقت فرمایا کہ غرہ باللہ جہلہ
یعنے آدمی کو مغرور کیا ہی اُسکی نادانی نے اسواسطے کہ وہ ایک صفت پر اپنے پروردگار کی نگہہ کرکے بیٹھا
ہی اور دوسری صفتین اسکی کہ حکمت اور عدالت ہین بھول گیا دوسرا جواب اور بھی ہی وہ یہہ ہی کہ توبیخ
کسی کام پر اس جگہہ کرتے ہین کہ اُس کام کے ہونیکا گمان ہووے اور کرم کے کرم پر غرور کا مظنہ ہوسکتا
ہی اسواسطے کہ یہہ ہوسکتا ہی کہ کسی کے کرم پر کوئی مغرور ہووے لیکن قہر اور انتقام پر مغرور ہونا ہرگز نہین ہوسکتا
اسپر انکار اور توبیخ کیا نسبت رکھتی ہی مثلا عرف مین کہتے ہین کہ فلانے کے حلم پر اعتماد مت کرو
اسواسطے کہ محل اعتماد کا حلم ہوسکتا ہی اور یہہ ہرگز نہین کہتے ہین کہ فلانے کے غصے پر مغرور مت
ہو اور اعتماد مت کر اسواسطے کہ غصہ اور غضب محل اعتماد اور غرور کا ہرگز نہین ہوتا بلکہ پرہیز اور بچنے کا
محل ہی اور بعضے بزرگون نے کہا ہی کہ اس صفت کا لانا جواب کی تلقین کے واسطے ہی تاکہ بندہ خود
کہے کہ غرنی کرمک لیکن یہہ جواب بن نہین سکتا اسواسطے کہ اسکا کرم بھی حکمت سے خالی نہین
اور اسکی حکمت ہرگز اسبات کو نہین چاہتی ہی کہ اپنے بندون کو بے جزا اور سزا مہمل
چھوڑ دے اور ظالم سے مظلوم کا بدلا نلے اور مخلوقات کے حق کو ضایع کرے اور نیک کو بد سے اور
پرہیزگار کو بدکار سے جدا نکرے تو معلوم ہوا کہ اس جواب مین فی الفور الزام کھاتا ہی کہ کرم کے
ثابت کرنے مین میری حکمت کا انکار کیون کیا تونے اور یہہ بھی کہ اللہ تعالی جل شانہ کا کرم آدمی کی خواہش
سے پہلے ہی بے عوض اور عوض کے اسکو پہلے پیدا کیا اور طرح طرح کی نعمتون سے نوازا اور پہلا
کرم پچھلے کرم کا سبب نہین ہوسکتا کہ اُسکے گناہون کو بالکل چھوڑ دین اور اُسکی بدیون پر

اُسکو

اسکو تنبیہ نہ کرین بلکہ اللہ تعالی کا بھلا کرم زیادہ تر دہشت اور خوف کا باعث ہی اس
واسطے کہ اگر آدمی ایسے شخص کی مخالفت کرے جسکا حق اور احسان کچھ اسپر نہو تو ہو سکتا ہی
کچھ تعجب کی جگہہ نہین ہی لیکن اپنے محسن اور منعم کی مخالفت اور ولی نعمت کی نافرمانی بڑا کفران
ہی اور بڑے خوف کی جگہہ اور اسکا بھلا کرم اسبات کو نہین چاہتا کہ ایسے ناشکر سے درگذر
کرے بلکہ عرف مین ایسی جگہہ چشم پوشی کرنے کو بیحیائی اور ذلت کہتے ہین علی الخصوص اس قتین
کہ خود اپنے ولی نعمت کو نہ مانے اور اسکی نعمتین دی ہوئین دوسرون کی طرف نسبت کرے یا اسکی
غیر مرضی مین خرچ کرے اعاذنا اللہ من ذلک آب جانا چاہیئے کہ اس جگہہ پر تین چیزین ہین غرور
اور تمنی اور رجا سو جا بجا قرآن شریف مین غرور تمنی کو برا فرمایا ہی جیسا کہ ان آیتون مین ہے ولا
یغرنکم باللہ الغرور ۞ لیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتاب ۞ تلک امانیہم سوائے اسکے
اور بھی آیتین ہین اور رجا جو امید کے معنون مین ہی وہ قرآن اور حدیث دونون مین پسند ہی
جیسا کہ جابجا مومنون اور نیکون کی مدح مین مذکور ہی جیسے یرجون رحمۃ اللہ اور سوائے اسکے
بھی ہے تو ان تینون چیزون مین تفرقہ اور جدائی کھلی کھلی بیان کرنا چاہیئے تاکہ کام ممدوح اور مذموم
آپس مین ملتبس نہو وین اور مل نجاوین آب جاننا چاہیئے کہ امید کی حقیقت یہہ ہی کہ کسی چیز کی
انتظار مین آدمی کا دل خوش رہے اور مرغوب کے حاصل ہونے کے واسطے ایک
سبب درکار ہی والا انتظار ثابت نہووے پھر اگر ایک چیز کے اسباب بہت جمع ہوئے ہون
اور اسکا انتظار کھینچے اور اس انتظار مین خوش رہے جیسا کہ ایک کسان نے اچھا بیج اچھی
زمین مین بویا اور پانی بھی وقت پر دیا ہی اور غلہ کا منتظر ہی اسکو رجا اور امید
کہتے ہین اور اگر ایک چیز کے بہت سے اسباب جاتے رہین اور اسکی انتظار کھینچے تو وہ
غرور اور حماقت مین گرفتار ہی جیسا کہ ایک کسان نے اوسر زمین مین بیج بویا اور وقت پر سینچا بھی
نہین پھر اس سے غلہ کی انتظاری کرے اسکو غرور اور حماقت کہتے ہین آور اگر اسباب کے
حاصل ہونے مین شک واقع ہو پھر اس چیز کا انتظار کرے جیسا کہ ایک کسان نے اچھی زمین مین

تیج بویا لیکن سینچا نہین اوسرزمین بیج بویا اور سینچا پھر اس سے غلہ کا منتظر ہی اسکو تمنا
... کہتے ہین پھر جب یہہ مثالین خوب سمجھ مین آگئین تو ایماندار کو چاہئے کہ اپنی نجات اور
... فکر کرے اور اُسکے اسباب کو اپنے مین جمع کرے جیساکہ فرمان برداری
امرکی اور احتراز نہی سے پھر رحمت الٰہی کا اُمیدوار رہے اور اس انتظار مین خوشی اور خورمی
سے گذران کرے اور جس شخص نے اپنی نجات اور فلاح کے اسباب کو کھو دیا اور اپنی عمر کو
نا مرضیات الٰہی مین صرف کیا پھر منتظر نجات اور فلاح کا ہی وہ احمق ہی اور غرور مین گرفتار
ہی اور شک کی صورت مین جیسے نماز روزہ کیا لیکن اسکی شرطون کو خوب بجا نہ لایا تو وہ
آرزومند ہی یعنے شاید اسکو نجات ہو لیکن یہہ دونون صورتین اللہ تعالیٰ کے نزدیک
بُری اور نامقبول ہین نقل کرتے ہین کہ سلیمان بن عبدالملک حج کے واسطے ملک شام سے
آتا تھا مدینہ منورہ مین حضرت ابو حازم سے مُلاقات ہوئی اُن سے پوچھا کہ قیامت کے دن بندونکی
مُلاقات پروردگار سے کس طرح ہوگی ابو حازم نے کہا اگر بندہ نیک ہی کہ دنیا مین نیکی
کرکے گیا ہی اسکی ملاقات اس طرح پر ہوگی جیساکہ کوئی شخص بہت دنون مین سفر سے پھر کر
اپنے گھر مین آوے اور بہت سا مال اور اسباب کما کے اپنے ساتھ لاوے اس وقت خیال کیا
چاہئے کہ اسکے گھر والے اس سے کس طرح سے خوش ہونگے اور اسکی کس کس طرح سے خاطرداری
کرینگے اور اگر بندہ بدکار ہی کہ دنیا مین بہت برائیان کرکے گیا ہی اسکا سامنا ویسا
ہوگا جیساکہ کسی کا غلام چوری کرکے چھپ کے بھاگا ہو اور اسکے خاوند نے اسکے پیچھے پیادے
اسکو پکڑنے کو دوڑائے ہون اور وہ پیادے اسکو پکڑکے ہاتھون ہتکڑیان اور پیرونمین
بیڑیان اور گلےمین طوق ڈالکے اسکے خاوند کے حضور مین لاوین اس وقت کی حالت کو خیال
کیا چاہئے کہ کیسا اپنے دلمین شرمندہ ہوگا اور اپنے خاوند کے نزدیک کس طرح سے لائق
لعنت اور نفرین کے ہوگا سلیمان کو اس بات کے سننے سے رقت غالب ہوئی بہت رویا
اور کہا کہ کیا اچھی بات ہوئی کہ مین اپنا حال جانتا کہ مجھکو ان دونون صورتون مین سے

ف ... نجات کا مستحق ... [illegible]

ف حکایت سلیمان بن عبدالملک اور ابو حازم کی

کون سی

کون سی طرح پر اس مالک مطلق کے سامنے لیجاینگے ابو حازم نے کہا کہ اسباب کا معلوم کرنا بہت آسان ہی
اور قرآن شریف مین خوب کھول کے بیان فرمایا ہی سلیمان نے پوچھا کس آیت مین ابو حازم نے کہا حق تعالی
فرماتا ہی ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم اب اپنے عملون کا جائزہ دیکھو کہ ابرار مین ہو
یا فجار مین سلیمان نے کہا کہ اگر ہمارے عمل پر الحام کا کام ٹھیرا تو رحمت الٰہی کہان ہی ابو حازم نے کہا کہ اسکا
بھی بیان قرآن مجید مین بتا دیا ہی سلیمان نے کہا کس آیت مین ابو حازم نے کہا ان رحمة الله قریب
من المحسنین مین سلیمان کو اسباب کے سنتے ہی خوف غالب ہوا اور روئے رونے حالت متغیر ہوگئی
اُنکے پاس سے چلا گیا اور کہا کہ اس قسم کی تمہاری باتین سننے کی مجھکو طاقت نہین ہی کہ میرا اپنا چھتا جاتا ہی
اور جب اس آیت مین آدمی پر توبیخ اور سرزنش متوجہ فرمائی اسپر کہ تیرے اللہ تعالی کے کرم پر مغرور
ہوا چاہیے تو اب کئی نعمتین جو اُسپر انعام کی ہین اور وے غرور اور فریب کو مانع ہین بیان فرماتے ہین انمین سے
ایک یہہ ہی الذی خلقک وہ کریم کہ اپنے محض کرم سے تجھکو پیدا کیا اور ہرگز خواہش اور
سوال اور دعا اُس نیستی کی حالت مین تجھسے متصور نتھی اور کسی منفعت کی تجھسے توقع نہ تھی فسوّٰک
پھر تیرے بدن کو ٹھیک بنایا اور سب جوڑ بند برابر پیدا کئے اندازے سے ہاتھ برابر ہاتھ کے اور پانون
برابر پانون کے اور کان برابر کان کے اور آنکھ برابر آنکھ کے کسی کو ان مین سے کم زیادہ نہین کیا جیسے
اگر ایک پانون چھوٹا ہوتا اور دوسرا بڑا تو چلنے مین بھی رنج ہوتا اور دیکھنے مین بھی عیب دار اور ناقص
ہوتا یہہ اُسی کا کرم ہی کہ ایک قطرۂ ناپاک سے تجھکو اب خوبصورت اور سڈول پیدا کیا فعدلک
پھر معتدل مزاج بنایا تجھکو اور تیرے بدن کے مزاج کے خلط کی کیفون کو یعنے گرمی اور سردی اور تری
خشکی کو طبیعت مین ایکسان اور برابر کیا تاکہ جو احوال کہ اعتدال سے خارج ہین اُنکو پہچانے اور بوجھے
کہ ظاہری اعتدال سے خارج ہونا کس قدر رنج اور الم دیتا ہی پھر معنوی اعتدال سے خارج ہونے کو اسی پر
قیاس کیا چاہیے فی ای صورة ما شاء رکبک جس صورتین چاہا تیرے پروردگار نے تجھکو بنا یا
اُس وقت مین تو حاضر نتھا جو عرض کرتا کہ فلانی صورت اچھی ہی اور فلانی صورت بُری مجھکو اچھی صورت
چاہیے بری نچاہیے یہہ اُسیکا کرم ہی کہ احسن اور اچھی صورت پر تجھکو بنایا ہاتھ دئیے تکبیر مین اُٹھانیکو

مصحف کے پکڑنے کو اور ہتھیار کے اٹھانیکو بنا دین اور سوائے اُنکے بہت چیزین بندگی کی ہین کہ ہاتھ سے تعلق رکھتی ہین اور زبان دی ثنا اور صفت اور تسبیح اور ذکر اور تلاوت قرآن کرنیکو اور اچھی بات کے حکم کرنیکو اور بُری بات سے منع کرنیکو اور ذات اور صفات آلہی کی حقیقتین بیان کرنیکو اور پانوں دئیے نمازین کھڑے ہونے کو بنا دین دوڑنیکو بیت اللہ کے طواف کرنیکو مریضون کی عیادت کو اولیاء اللہ کی زیارت کو اور سوائے اُسکے جو اچھی چیزیں اسے متعلق ہین اسیطرح ہر ایک عضو کو طاعت اور بندگی کے واسطے پیدا کر دیا اور تونے اِن نعمتون کو اُسکے عکس مین خرچ کیا اور گناہ کا واسطہ بنایا سو جسنے ایسی نافرمانی اپنے مالک کی کی ہو وہ ہرگز صفت کریمی کے سزاوار نہین ہوتا اور ایسے شخص کو فریب کھانا اور مغرور ہونا کریم کے کرم پر زیب نہین دیتا ہے اور اس مقام پر کہ اللہ تعالی کی نعمتون کا بیان اور شمار کرنا منظور ہے خاص پیدایش کی نعمت کو بیان کرنے کی وجہ یہہ ہے کہ اِس نعمت مین کسی طرح کی خواہش اور سوال بندیکی طرف سے پایا نہین گیا تھا اور اُسکی پیدایش مین اللہ تعالی کی بھی کِسی منفعت کی توقع یا کسی ضرر کا دفع متصور نہین تھا بخلاف اور نعمتون کے کہ بعد پیدا ہونے کے اور بعد سوال حالی یا قالی کے عنایت ہوتی ہین کہ وہ نعمتین چندان کرم پر دلالت نہین کرتی ہین اور یہہ بھی ہے کہ اِنسان کی پیدایش کی نعمت ایسی بہتر اور معقول طبیعت کے اعتدال اور اعضا کے تناسب کے ساتھ صریح دلیل ہے اِس بات کی کہ ایسے مخلوق کو مہمل اور بیفائدہ نہین پیدا کیا ہے بلکہ اعتقاد اور عمل کی سیدھی راہ پہچاننے کو اور بُری راہ سے اِعتقاد اور عمل کے احتراز کرنیکو پیدا کیا ہے اِس واسطے کہ غیر معتدل کو سوائے معتدل کے کوئی پہچان نہین سکتا اور طب کی کتابون مین قاعدہ ٹھہرا ہوا ہے کہ غیر معتدل اس کیفیت سے جو اعتدال سے خارج ہے چندان تاثیر نہین قبول کرتا ہے اسواسطے کہ وہ کیفیت ہم جنس اس غیر معتدل کے نہین ہے بخلاف اپنے ہم جنس کے کہ اُس سے زیادہ تاثیر قبول کرتا ہے اور تھوڑے کو بہت جانتا ہے پس انسان نے جو اس کام میں قصور کیا اور اپنے مالک کی نافرمانی کی تو زیادہ تر لایق غصے اور غضب کے ہوا پھر اُسکو پہلے کرم پر فریفتہ اور مغرور ہونا ہرگز مناسب نہین ہے اور اس مقام پر ایک سوال ہے جواب طلب اُسکا حاصل یہ ہے کہ اِن نعمتون کے بیان کے بیچ مین حرف عطف کا ذکر ترک ہے ہر جگہہ پر مذکور فرمایا ہے

مگر فی ای صورۃ ما شاء رکبک مین کہ حرف عطف کو نہین لائے ہین اُسکی وجہ کیا ہی آسکا جواب یہہ ہی کہ پیدایش اور اعضا کا برابر ہونا اور کیفیت کا معتدل ہونا یے تینون فعل ترتیب سے بیان ہوئے ہین اُنکے درمیان مدلول ف کلمہ کا کہ تعقیب ہی گنجایش رکھتا ہی اور بعد ان تینون فعل کے صورت کی ترکیب لازم ہی اس واسطے کہ جب تسویہ اور تعدیل سے فراغت پائی تو تصویر حاصل بلکہ وہی تسویہ اور تعدیل عین تصویر ہی پس گنجایش حرف عطف کی نرہی آور جب یہہ نعمت یعنے پیدایش کی تسویہ اور تعدیل دونون سے مل کر پیدا ہوئی تو اسواسطے اسکو بطور ان دونون نعمتون کے بیان کے بے حرف عطف کے بیان فرمایا آور مفسرون کی ایک جماعت نے فی ای صورۃ ما شاء رکبک کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہان مراد یہہ ہی کہ لڑکا کبھی باپ کے مشابہہ ہوتا ہی اور کبھی ما کے اور کبھی چچا کے اور کبھی ماموکے اور کبھی ان مین سے کسی کے مشابہہ نہین ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہی کہ ایک شخص سے آپ نے پوچھا کہ ما ولد لک یعنے کیا ہی اولاد تیری اُسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ وما عسے آن یولد لی غلام وجاریۃ یعنے ابتک تو کچھ بھی نہین ہی مگر قریب ہی کہ پیدا ہو گا لڑکا یا لڑکی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ من تشبہ یعنے کسکے مشابہ ہوتا ہی اُسنے عرض کیا کہ تشبہ اُمہ او اباہ یعنے مشابہ ہوگا ماکے یا باپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقل ہکذا ان النطفۃ اذا استقرت فی الرحم احضر اللہ کل نسب بینہا وبین ادم اما قرأت ہذہ الآیۃ فی ای صورۃ ما شاء رکبک یعنے ایسا مت کہہ مقرر نطفہ جب ٹھہرتا ہی رحم مین حاضر کرتا ہی اللہ تعالی سب نسب کو جو اسکے اور آدم کے درمیان مین کیا نہین پڑھی تو نے یہہ آیت فی ای صورۃ ما شاء رکبک آور بعضون نے کہا ہی اس سے خوبصورتی اور بدصورتی مراد ہی یعنے ہر ایک انسان اچھی صورت ہونے مین اور بری صورت ہونے مین متفاوت ہی آور بعضون نے کہا ہی کہ اس سے مراد انسان کی صورتون کی زیادتی ہی یعنے اللہ تعالی کی قدرت کے عجائبات مین سے ایک یہہ ہی اور حقیقت مین بھی یہی ہی کہ اس قدر لاکھون کروڑون آدمیون کے چہرے حضرت آدم علیہ السلام سے اسدم تک باوجود یکسان ہونے کے صورت اور شکل مین اور بدن کے جوڑ بند مین جیسے آنکھ ناک کان منہہ چہرہ

پھر ہر شخص کی صورت اور شباہت دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہی اس جگہہ سے حق تعالی کے خزانونکی
وسعت اور کثرت دریافت کیا چاہئے کہ کس قدر نعمت بے انتہا اُسکے خزانے مین موجود ہین اور بعضون نے
کہا ہی کہ مختلف ہونا صورت نر اور مادہ کا مراد ہی اور اس صورت مین اس آیت کا ربط پہلی آیتون سے
اس طرح پر ہوگا کہ تسویہ اور تعدیل نر کی مخالف مادہ کی تسویہ اور تعدیل کے ہی لیکن یہہ مخالفت صنفی ہی
یعنے نر کی قسم اور ہی اور مادہ کی قسم اور ہی اسیواسطے مادہ کے مزاج کو طبیب والے ار طب جانتے ہین
یعنے بہت تر اور نر کے مزاج کو ایبس یعنے بہت خشک بوجھتے ہین اور نر کے بدنکی صحت کو مادہ کے بدنکی صحت سے
جدا جانتے ہین لیکن اصل تسویہ اور تعدیل مین کہ نوع انسانی کا مقتضا ہی دونو قسم آپسمین شریک
ہین اور بعضون نے اس آیت کو انسان کے رنگون کے مختلف ہونے پر حمل کیا ہی جیسے کہ پہلی اور دوسری
اقلیم کے رہنے والے سیاہ ہوتے ہین اسواسطے کہ ہمیشہ آفتاب انکے مقابل مین رہتا ہی یا مقابل سے
کچھ ہٹا ہوا اور آفتاب کی سوزش اور گرمی کی ہمیشگی رنگ کو سیاہ کرتی ہی جیسا کہ دھوبیون مین اور
اُن گنوارون مین جو ہمیشہ ننگے بدن دھوپ مین کام کیا کرتے ہین یہہ بات ظاہر ہی اور سب دیکھتے ہین اور تیسری اقلیم کے
رہنے والے اکثر گندمگون ہوتے ہین اور چوتھی اقلیم کے رہنے والے گورے ہوتے ہین مگر سُرخی کے ساتھ اور
پانچوین اقلیم کے رہنے والے سُرخ رنگ ہوتے ہین اور چھٹی اور ساتوین اقلیم کے رہنے والے زرد رنگ
ہوتے ہین کچھے اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ بعضون کو ایسی صورت پر پیدا کیا ہی کہ
اپنی بندگی کے واسطے انکو چن لیا ہی جیسا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے حق مین ارشاد فرمایا ہی واصطنعتک
لنفسی یعنے چن لیا مین نے تجھکو اپنے واسطے اور دوسری جگہہ انکے اور دوسرے نبیاؤن کے حق مین فرمایا
انہ کان مخلصا بے شک تھا وہ چنا ہوا وانہ من عبادنا المخلصین اور بے شک تھا وہ ہمارے
چنے ہوئے بندون سے اور یہہ گروہ بادشاہی خاص بندون کی مانند ہین کہ حضور کی خاص خدمتون کے
واسطے مقرر ہوتے ہین اور بعضون کو ایسی صورت پر پیدا کیا ہی کہ اُسکے غیر کی طرف مشغول ہین
جیسا کہ بعضے تولی کی تجارت مین اور بعضے کھیتی مین اور بعضے کسی اور کسب اور پیشہ مین مشغول ہین کہ
کام چلے اور بعضی کلام مین کہ ان اسباب کا علاقہ کرم کی صفت سے نہ سے جو اس تمہید مد

سوال میں مذکور رہی شاید کافر کہنے لگیں کہ ہمارا غرور اور اعتماد سب اسیکے کرم پر تھا اسواسطے دوسری
تنبیہ اور توبیخ پہلے سے بھی زیادہ سخت ارشاد ہوئی کَلَّا یعنے ایسا نہیں ہی کہ اسکے کرم پر
اعتماد کرکے تم یہہ گناہ کرتے تھے اسواسطے کہ یہہ اعتماد تو آخرت کی جزا کے اقرار کرنے پر اور اسکے اعتقاد لانے پر
موقوف ہی اور تم آخرت کا اقرار اور اعتماد نہیں کرتے ہو بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ بلکہ تم انکار کرتے ہو
جزا کا اور حال یہہ ہی کہ جزا کا وعدہ بھی اسیکے کرم کا مقتضا ہی تاکہ بھی جزا کی امید پر طاعت اور
بندگی کرو اور دین و دنیا کے تمہارے کام اچھے بن جاویں اور عذاب کے خوف سے گناہ اور نافرمانی سے بچتے رہو تاکہ
کام دونو جہان کے تمہارے بگڑ نجاویں اور جزا کا انکار تم سے کس طرح بن پڑیگا وَإِنَّ عَلَيْكُمْ
اور حال یہہ کہ اللہ تعالی کی طرف سے تم پر لَحَافِظِينَ چوکیدار مقرر ہیں تاکہ نیک اور بد کاموں پر تمہارے
خبردار رہیں اور کوئی اچھا کام تمہارا ضائع نہوجاوے اور کوئی برا کام بھی رائگان نہووے كِرَامًا یعنے وے
چوکیدار بھی حق تعالی کی صفت کے موافق تم سے کرم کا معاملہ کرتے ہیں سو انکے کرموں سے جو تم سے کرتے ہیں
ایک یہہ ہی کہ تم سے چھپے رہتے ہیں اور اپنے تئیں تمپر ظاہر نہیں کرتے تاکہ کہیں تم شرمندہ ہوکے اپنی دلی
صحبت اور ہر ضروری حاجت [illegible] بیزاریاں اور لذتیں چھوڑ ندو اور انکے کرموں سے یہہ ہی کہ باوجود
تمہارے سب کام جاننے کے تمکو فضیحت اور رسوا نہیں کرتے ہیں اور کسی آدمی کے سامنے تمہارے
بھیدونکو نہیں کھولتے اور انکے کرم [illegible] سے یہہ ہی کہ جب کوئی نیکی تم سے ہوتی ہی اسکو دس گنی
کرکے لکھتے ہیں جیسا کہ اگر ایک روپیہ اللہ کی راہ میں تم نے دیا ہو اسکو دس روپئے لکھتے ہیں اسی
اور چیز کو بھی قیاس کرلو اور اگر کسی نیکی کا تم نے قصد کیا اور کسی سبب سے وہ نیکی تم سے ہونے نپائی
تو تمہارے [illegible] کو بھی نیکی میں گنتے ہیں اور ایک نیکی اسکی [illegible] لکھ لیتے ہیں اور
اگر کسی گناہ کا تم نے ارادہ کیا اور پھر اسے چھوڑ دیا یعنے نکیا تو اس چھوڑ دینے کو بھی نیکیوں میں
گنتے ہیں اور ایک نیکی لکھ لیتے ہیں اور اگر کوئی گناہ تم سے ہوتا ہی تو بھی [illegible] ساعت تک [illegible]
اور اتنی دیر تک [illegible] گناہ کو نہیں لکھتے کہ شاید [illegible] تم توبہ یا استغفار کرو یا
[illegible]

ف — بیان کراماً کاتبین کے ساتھ معاملے کا آدمیوں سے

سوال میں مذکور رہی شاید کافر کہنے لگیں کہ ہمارا غرور اور اعتماد سب اُسکے کرم پر تھا اسواسطے دوسری
تنبیہ اور تنبیہ پہلے سے بھی زیادہ سخت ارشاد ہوئی کَلَّا یعنے ایسا نہیں ہے کہ اُسکے کرم پر
اعتماد کرکے تم یہہ گناہ کرتے ہو اسواسطے کہ یہہ اعتماد تو آخرت کی جزا کے اقرار کرنے پر اور اُسکے اعتقاد لانے پر
موقوف ہے اور تم آخرت کا اقرار اور اعتماد نہیں کرتے ہو بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ بلکہ تم انکار کرتے
جزا کا اور حال یہہ ہے کہ جزا کا وعدہ بھی اُسیکے کرم کا مقتضا ہے تا کہ بھی جزا کی اُمید پر طاعت اور
بندگی اور دین و دنیا کے تمہارے کام اچھے بن جاویں اور عذاب کے خوف سے گناہ اور نافرمانی سے بچتے رہو تا
کام دونو جہان کے تمہارے بگڑنے نہ پاویں اور جزا کا انکار تم سے کس طرح بن پڑ کا وَاِنَّ عَلَيْكُمْ
اور حال یہہ کہ اللہ تعالی کی طرف سے تم پر لَحٰفِظِيْنَ چوکیدار مقرر ہیں تا کہ نیک اور بد کاموں پر تمہارے
خبردار ہیں اور کوئی اچھا کام تمہارا [illegible] اور کوئی برا کام بھی رائگاں نہووے كِرَامًا یعنے وے
چوکیدار بھی حق تعالی کی صفت کے موافق بہت سے کرم کا معاملہ کرتے ہیں سو اُن کے کرموں سے جو تم سے کرتے ہیں
ایک یہہ ہے کہ تم پیچھے رہتے ہیں اور اپنے تئیں تم پر ظاہر نہیں کرتے تا کہ کہیں تم شرمندہ ہوکے اُنکی
صحبت اور حاضری سے [illegible] بیزاریاں اور لذتیں چھوڑ دو اور اُنکے کرموں سے یہہ ہے کہ باوجود
تمہارے سب کام جاننے کے تم کو فضیحت اور رسوا نہیں کرتے ہیں اور کسی آدمی کے سامنے تمہارے
بھید و مکر نہیں کھولتے اور اُنکے کرموں سے یہہ ہے کہ جب کوئی نیکی تم سے ہوتی ہے اُسکو دس گنی
کرکے لکھتے ہیں جیسا کہ اگر ایک روپیہ اللہ کی راہ میں تم نے دیا ہو اُسکو دس روپے لکھتے ہیں اسی
اور چیز کو بھی قیاس کر لو اور اگر کسی نیکی کا تم نے قصد کیا اور کسی سبب سے وہ نیکی تم سے نہ ہونے پائی
تو تمہارے [illegible] کو بھی نیکی ہی گنتے ہیں اور ایک نیکی اُسکی ہو [illegible] لکھ لیتے ہیں اور
اگر کسی گناہ کا تم نے ارادہ کیا اور پھر اُسے چھوڑ دیا یعنے نہ کیا تو اُس چھوڑ دینے کو بھی نیکی ہی
گنتے ہیں اور ایک نیکی لکھ لیتے ہیں اور اگر کوئی گناہ تم سے ہو تا ہے تو بہت دیر [illegible] دیتے
اور اپنی دیر کے بعد [illegible] گناہ کو نہیں لکھتے کہ شاید اس عرصہ میں تم توبہ یا استغفار کرو یا
[illegible] کہ [illegible] ہو جاوے اسکے لیئے عرصہ میں کوئی [illegible]

ف بیان کراما کاتبین کے آدمیوں کے ساتھ معاملے کا

لکھنے کو اور کسی کام چھوڑ دینے پر خبردار ہونا جیسے روزہ اور اعتکاف اور جو احرام کے اندر منع ہین اُنسے بچنا اور جو اُسکے مانند ہین یہ سب دلیل عقلی سے ظاہر ہین اسواسطے کہ جب کوئی شخص ایک کام کی حاجت کے وقت بدون کسی عذر اور مانع کے اس کام کو نکیا صریح معلوم ہوتا ہی کہ اس کام کو اُسنے چھوڑا لیکن آدمی کی نیت کا حال دریافت کرنا اور اُسکے دل کی چھپی بات پر خبردار ہونا اسمین علما کا اختلاف ہی اکثر عالمون نے اسکا انکار کیا ہی یعنے دلکی بات کی اُنکو خبر نہین ہوتی اور صحیح حدیثین وارد ہی کہ یہہ لکھنے والے نیکی کے ارادیکو نیکی لکھتے ہین اور اس بدی کے ارادیکو جسکو چھوڑ دیا ہی اُسکو بھی نیکی لکھتے ہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ان فرشتون کو دل کے احوالکی بھی خبر ہوتی ہی لیکن اسکے منکر کہتے ہین کہ یہہ خبر انکو الله تعالی کیطرف سے ہوتی ہی الہام کے طور پر یعنے فلانے شخص نے اس وقت فلانی نیکی کا ارادہ کیا ہی یا فلانی بدی کا ارادہ کرکے پھر اُسے چھوڑ دیا وهو الاظهر یعنے یہی ظاہر بھی معلوم ہوتا ہی؛ اور جب کلام جزاکے ثابت کرنے تک پہنچا تو اب تھوڑی نیکون کی جزا اور بدونکی سزا کی تفصیل اس مقام پر بیان کرنا ضرور ہوا اس واسطے ارشاد ہوتا ہی إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ مقرر نیک لوگ بڑی نعمت مین ہونگے وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ اور مقرر بُرے لوگ دوزخ مین ہونگے يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ پیٹھینگے اُسی دوزخ مین انصاف کے دن یعنے قیامت کو وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ اور نہونگے وہ سب اس دوزخ سے غائب ہونے والے حاصل اسکا یہہ ہی کہ جسطرح دنیا کی آفت اور مصیبت سے بھاگکر یا چھپکر بچ جاسکتے ہین اُسدن یہہ حیلے اور مکر اُنکے پیش نجاوینگے اور اس بلا سے کسیطرح انکو خلاصی نہوگی اس واسطے کہ اُس آگ کی لپک بدکارون کو دور دور سے اپنے اندر کھینچ لاویگی اور وہ فرشتے جو دوزخ کے دروازون پر مقرر ہین زنجیرون اور طوقون مین انکو باندھکے دوزخ مین ڈالدینگے نہ وہان بھاگنے کی جگہہ ہوگی اور نہ طاقت مقابلہ کی اور بعضے مفسرون نے غائب ہونے کو دوزخ سے نکلنے پر حمل کیا ہی تو اس صورت مین تخصیص کفار کی فجار سے ضرور ہوئی اس واسطے کہ فاسق یا نذار دوزخ سے ضرور نکلینگے اور بہشت مین داخل ہونگے اور علم بدیع کے عالمون نے کہا ہی کہ اس کلام مین جمع اور تقسیم کی صنعت ہی یعنے پہلے ان عليكم لحافظين

فرمایا۔ یعنی سب آدمیونکو نیک ہون یا بد ایک حکم مین جمع کیا ہی پھر بعد اُسکے جزا اور سزا کے بیان
کرنے مین دونون کو جدا جدا بیان فرمایا ہی یعنے ان الابرار لفی نعیم ۝ وان الفجار لفی جحیم ۝
اور اس کلام مین ترصیع کی بھی صنعت ہی اور علم بدیع کی اصطلاح مین جس کلام مین یہہ صنعت پائی
جاتی اُس کلام کو مرصع کہتے ہین اسواسطے کہ اُسمین دونون فقرون کی لفظین سجع مین یعنے آخر کے حرف
مین اور وزن مین برابر ہوتی ہین جیسا کہ اس کلام مین موجود ہی یعنے ابرار فجار سے اور نعیم جحیم سے وزن
اور سجع مین برابر ہی اور اسی صنعت مین کسی شاعر نے کہا ہی شعر ای منور بتو نجوم جلال وی
مقرر بتو رسوم کمال اسمین بھی منور مقرر سے اور نجوم رسوم سے اور جلال کمال سے وزن اور سجع مین برابر ہین اور
تضاد کی صنعت بھی اسمین پائی جاتی ہی اور اسکو طباق اور تطبیق بھی کہتے ہین حاصل اس صنعت کا
یہہ ہی کہ کئی چیزین جو آپس مین ایک دوسرے کی ضد ہوتی ہین انکو جمع کر دیتے ہین جسطرح اس مصرع مین ہی
مصرع ہشیار درون رفت برون آمد مست اور اس آیت مین بھی نعیم جحیم کی ضد ہی اور ابرار
فجار کی اور جو بدکارون کی جزا کے درمیان دین کے روز کا بھی ذکر آگیا تھا اور اُس دن کی سختیان
اور مصیبتین خاطرخواہ بیان نہین ہوئی تھین تو سننے والون کو خبردار کر دینے کے واسطے تھوری سی
سختیان اس دن کی استفہام تہویلی کے طور پر مجملا بیان فرماتے ہین کہ وما ادریک
ما یوم الدین اور کیا جانا تونے کہ کیا ہی دن انصاف کا حاصل اس کلام کا یہہ ہی کہ اپنی عقل سے
سختیان اور مصیبتین اُس دن کی آدمی دریافت نہین کرسکتا ہی اسواسطے کہ جو دکھ درد کی
سختیان اور آفتین مصیبت کے دنون مین اُسپر گذری ہین یا کسی اپنے ہم جنس سے سنی ہین وہ سب
اُس دن کی مصیبتون اور سختیون کی نسبت سے کچھ حقیقت نہین رکھتین تا کہ اُن کو ان پر قیاس کرے
اور عقل کا کام تو یہی ہی کہ بن دیکھی چیز کو دیکھی چیز پر قیاس کرے اور بن سنی کو سنی پر ثم
ما ادریک ما یوم الدین پھر بعد مہلت کے ہم کہتے ہین کہ تونے کیا جانا کہ کیا ہی انصاف کا
دن اس مقام پر ثم کی لفظ کا حاصل یہہ ہی کہ بہت سی چیزین ایسی ہین کہ انکو سنتے ہی آدمی دریافت
نہین کرسکتا ہی اور اُسکی فکر مین نہین آتا لیکن بعد تھوڑی دیر کے اور تامل کرنیکے اُسکی حقیقت

معلوم ہوتی ہی لیکن جو چیز ایسی ہو کہ وہم اور خیال کی اُس مین گنجایش نہو ایسی چیز مین نہ تو ن تک فکر اور تامل کرنا اور نہ اُسکے دریافت سے مایوس ہونا دونون برابر ہین اسی سبب سے فرمایا بجا کہ بعد مہلت اور فرصت دراز کے بھی اسکے حقیقت حال کو دریافت نکرسکوگے مگر تھوڑی سی شدت اور سختی اُسدن کی تجھسے بیان کرتے ہین ہم کہ وہ دن يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا جس دن نہ مالک ہو کوئی جان کسی جان کے واسطے کچھ آب اس مقام سے شدت اُس دن کی بوجھا چاہیے اس واسطے کہ دنیا مین اگر کوئی شخص کسی بلا مین گرفتار ہوتا ہی تو پہلے عوام الناس سے اُس ٹہرکے اُس بلا کے دفعیہ کی تدبیر پوچھتا ہی اور اپنی خلاصی ڈھونڈھتا ہی اور جب دیکھتا ہی کہ عوام الناس سے کچھ کاربرآری نہین ہوتی تب خواص کی طرف جو اُس بلا کا دفعیہ جانتے ہین التجا لیجاتا ہی جیسے طبیب حاذق کی طرف رجوع کرتے ہین بیماریون کے دفع کرنیکے واسطے اور جابکدست جراحون کی طرف پھوڑے اور ورمون مین اور تیز نظر کحالون کی طرف آنکھوں کی مصیبتون مین اور عادل حاکمونکی طرف ظلم اور زبردستی کے مقدمے مین اور ہر کام کے تجربہ کارون کی طرف دوسرے کامون مین اور جب دیکھتا ہی کہ ان آدمیوں سے کوئی میرے حال پر متوجہ نہین ہوتا ہی تب لاچار ہوکے اُنکے یار دوستون سے سفارش کراتا ہی اور اُن سے مدد چاہتا ہی اور اپنی کاربرآری کرتا ہی لیکن اُس دن جتنے تلتے رشتے خویشی آشنائی کے ہین سب نست اور نابود ہو جاینگے اور سوائے نفسی نفسی کے کسی کو دوسرے کے حال پر شفقت اور مہربانی نہوگی یہان تک کہ ماباپ کو اپنی اولاد پر رحم نہوگا اور نہ اولاد کو ماباپ کا کچھ غم سب اپنے اپنے حال مین مبتلا ہونگے اور وہان کے مقدمات مین کسی کو ادنی ہو یا اعلی کچھ دخل نہوگا خاص بندے عوام کی طرح حیران اور پریشان ہونگے اور ہر ایک سردار رعایا کی مانند سرگشتہ اور حیران ہونگے اُسدن بدون حکم اُس مالک الملک کے کوئی کسی کی سفارش نکرسکیگا اور عاجزی اور چاپلوسی اور صبر اور استقلال دونون بے فائدہ اور بیکار ہونگے اُسدن وہی ارحم الراحمین جسپر رحم کرے اُسکی نجات اور رہائی ہی اور جسپر قہر اور غضب ہو اُسکی خرابی

اور رسوائی آور اس آیت مین تین عموم واقع ہوئے ہین پہلا عموم مالک کی ذات مین اور دوسرا مملوک کی ذات مین اور تیسرا چیز مملوک مین اور ان تینون عموم سے پرلے درجے کی مایوسی اور ناامیدی حاصل ہوئی اپنی مصیبت کے دفع کرنے مین کسی دوسرے کی طرف التجا کرنے سے اس دن کے معاملے مین چنانچہ یہہ بات ظاہر ہی وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ اور حکم اس دن اللہ ہی کے واسطے ہی اور دنیا مین جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر اور ماباپ کا حکم اولاد پر اور آقا کا حکم نوکر پر اور خاوند کا حکم جورو پر اور میان کا حکم لونڈی غلام پر جاری ہوتا ہی اس دن یہہ سب حکم منقطع ہو جاوینگے اور سوائے اس مالک علی الاطلاق کے حاکم کے کسی کو قدرت دم مارنیکی نہوگی جسکو اس مالک نے سب طرح سے پسند کیا اُسکی نجات ہی اور جسکو سب طرح سے ناپسند کیا اسکی ہلاکت اور خرابی ہی اور جسکو بعضی وجہ سے پسند کیا اور بعضی وجہ سے ناپسند کیا انکے واسطے پیغمبرون یا اولیاون یا عالمون یا حافظون یا شہیدون یا فرشتون کو حکم ہوگا کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو تاکہ تمھاری بھی عزت اور مرتبہ بڑھے اور اس طرح کی شفاعت جو حاکم کے حکم پر موقوف ہو اُسمین کسی کو دخل نہین ہی اور اعتماد کرنا بھی سچا ہی اور اسی مضمون سے معلوم ہوا کہ اس آیت مین شفاعت کی نفی نہین ہی جو معتزلہ نے سمجھا ہی بلکہ شفاعت کا ہونا حاکم کے حکم پر موقوف رکھا ہی اور یہی ہی اہل سنت اور جماعت کا صحیح مذہب اور اعتقاد واللہ اعلم بالصواب

سورۂ مطففین

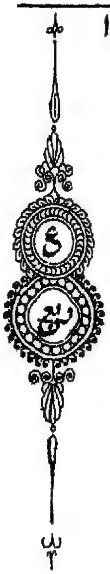


اس سورت مین اختلاف ہی کہ مکی ہی یا مدنی اکثر معتبر تفسیرون مین مذکور ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے مین تشریف لے گئے اور اس وقت مین وہان کے لوگ ماپ اور تول مین دغابازی بہت کرتے تھے تو یہہ سورت نازل ہوئی اور اول سورت جو مدینے مین نازل ہوئی سو یہی سورت ہی بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کے لوگون کو یہہ سورت تعلیم فرمائی اور وہ لوگ ہدایت سے قرآن اور رسول کی

سنور گئے اور وہ دغابازی چھوڑ دی چنانچہ اُس روز سے آج کے دن تک تمام دنیا مین کوئی پورا ماپنے تولنے والا مدینے منورہ کے لوگون کے برابر نہین اور جو لوگ کہ اس سورۃ کو مکّی کہتے ہین سو اُنکا قول یہہ ہی کہ یہہ سورت مکہ معظمہ مین نازل ہوئی تھی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کو تشریف فرما ہوئے اور وہان کے لوگون کو اس بلا مین مُبتلا دیکھا تو یہہ سورت اُنکے سامنے پڑھی پس اس سبب سے لوگون نے یہہ جانا کہ یہہ سورت اسی وقت نازل ہوئی ہی اور عطاے مکّی نے کہا ہی کہ نزول اس سورت کا مکّے اور مدینے کے درمیان ہوا ہی ہجرت کے سفر مین اور اسکے ربط کی وجہ سورۂ انفطار سے یہہ ہی کہ اُس سورۃ مین نیکو کار اور بدکارون کے نامۂ اعمال کی ابتدا کا مذکور ہی کہ دنیا مین لکھے جاتے ہین اور اس سورۃ مین اُن اعمالون کے درمیان کا بیان ہی کہ ہر شخص کی موت کے بعد خواہ نیک ہو خواہ بد ان دونون دفترونمین سے سجین اور علیین مین ایک دفتر کے متصدیون کے حوالہ کئے جاتے ہین چنانچہ سورہ انشقت مین اُن نامون کی انتہا کا بیان ہی کہ حشر کے روز ہر شخص کے ہاتھ مین دئے جاوینگے اور اس سورۃ کا نام سورۂ مطففین اس واسطے رکھا ہی کہ اسکے شروع مین بدعالی مطففین کی مذکور ہی اور وہ دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ جو شخص اتنا تھوڑا سا حق بھی مخلوق کا تلف کریگا اُسکا بھی یہہ بُرا حال ہوگا پھر جو شخص کہ حق عظیم اپنے پروردگار کا کہ ایمان لانا اسکی آیتون اور اُسکے رسولون پر ہی تلف کریگا تو انجام اُسکا کیا کچھ ہونے والا ہی اور مناسبت ان دونون سورتونمین کلام کے نظم ونسق کے اعتبار سے بھی ظاہر ہی کہ اُس سورۃ مین کلا بل تکذبون بالدین وان علیکم لحافظین مذکور ہی اور اس سورۃ مین ویل للمکذبین الذین یکذبون بیوم الدین وما ارسلوا علیہم حافظین واقع ہی اور اس سورۃ مین ان الابرار لفی نعیم اور اس سورۃ مین بھی بعینہ یہی لفظ مذکور ہی اور اس سورے مین ان الفجار لفی جحیم یصلونہا یوم الدین آیا ہی اور اس سورۃ مین ثم انہم لصالوا الجحیم ہی اور اس سورۃ کا ختم اس کلمے پر ہی کہ والامر یومئذ للہ اور اوایل مین اس سورۃ کے یوم یقوم الناس لرب العالمین مذکور ہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم





وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ خرابی ہی گھٹا نیوالون کی کہ لوگون کے حق ماپنے تولنے مین گھٹاتے ہین ہر چند لہ
تطفیف کا لفظ عرب کی لغت مین ماپ ور تول مین خیانت کرنیکے معنون مین آتا ہی لیکن شیخ ابو القاسم
قشیری قدس سرہ العزیز نے اور دوسرے بزرگون نے فرمایا ہی کہ ظاہر کرنا لوگون کے عیب کو اور جو عیب
اپنے اندر ہوا اسکو چھپانا اور لوگون سے انصاف چاہنا اور خود انصاف نکرنا اور دوسرون کے عیبون کو دیکھنا
اور اپنے عیبون کو ندیکھنا اور لوگون سے تعظیم چاہنا اور آپ واجب التعظیمون کی تعظیم نکرنا اور جو اپنے
واسطے چاہنا وہ دوسرون کے واسطے نہ چاہنا اور نوکرون مزدورون سے کام پورا لینا اور انکی مزدوری
اور ماہوار دینے مین قصور کرنا اور رزق مقدر کو جناب الٰہی سے پورا چاہنا اور آپ اسکی طاعت مین
نقصان کرنا یہہ سب تطفیف مین داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ الصلوٰۃ میکیال
فمن وفی وُفِیَ لہ ومن طفف فقد علمتم فیہ ما قال اللہ تعالیٰ اور یہہ بھی حدیث قدسی مین
آیا ہی کہ اَوْفِ یا ابن آدم کما تحب ان یوفی لک واعدل کما تحب ان یعدل لک اور دوسری
حدیث مین واقع ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورہکی تلاوت کے بعد مدینے کے لوگون سے
ارشاد فرمایا کہ خمسٌ بخمسٍ یعنے پانچ چیزین بدلے مین پانچ چیزون کے ہوتی ہین کوئی قوم ملکر عہد شکنی
نہین کرتے مگر دشمن انکے انپر مسلط کئے جاتے ہین اور کوئی فرقہ خلاف شریعت کے حکم نہین کرتا
اور رشوتین کھاکر حکم شریعت کا تبدیل نہین کرتا مگر کہ فقر وافلاس انمین سرایت کرتا ہی اور کسی
فرقے مین زنا اور لواطت رایج نہین ہوتی مگر کہ موت اُنپر مسلط ہوتی ہی اور کوئی فرقہ ماپ
اور تول مین نقصان نہین کرتا مگر کہ زراعت انکی برباد ہوجاتی ہی اور قحط مین مبتلا ہوتا ہی
اور کوئی فرقہ زکوٰۃ کا مانع نہین ہوتا مگر کہ بارش اُنپر بند کی جاتی ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ
مقدمہ ماپ اور تول کا نہایت عمدہ ہی کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب نازل
ہوا تھا سو اسی گناہ کی شامت سے تھا اور علما کو اسکے کبیرہ ہونے مین اختلاف ہی بعضون نے
ازراہ مبالغے کے کہا ہی کہ قصد اس فعل شنیع کا بھی گناہ کبیرہ سے ہی اور بعضون نے فرق کیا ہی
قلیل اور کثیر مین کہتے ہین کہ اگر نقصان ماپ اور تول کا چوری کے نصاب کی حد کو پہنچے کہ اس ملک کے

ف پانچ چیزون کے سبب سے آدمی پانچ چیزون مین مبتلا ہوتے ہین

ف چوری کے نصاب مین حد

تین روپے رایج ہوتے ہین تو کبیرہ ہو جاتا ہی اور اگر اس سے کم ہی تو صغیرہ ہی اور اکثر ظاہر بین اس مقام پر گھبرا کر کہتے ہین کہ تھوڑا سا حق دبا رکھنا کسی کا اس قدر وبال نہین رکھتا اور بالاجماع صغیرہ ہی تطفیف کو کیون کبیرہ مین گنا ہی اور اسپر سخت وعید فرمایا ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ غصب ایک گناہ ہی شریعت کی ٹھہرائی ہوئی صورت کا بدلنے والا نہین ہی اور یہہ تطفیف ایک ظلم ہی عدل کی صورت مین تفصیل اسکی یہہ ہی کہ تول اور ماپ کی چیزون کو اللہ تعالی نے انصاف اور عدل کے قایم کرنیکے واسطے مقرر فرمایا ہی اور مخلوق کے معاملات کا مدار انہین دونون چیزون پر رکھا ہی پس ان دونون کو وسیلہ ظلم کا قرار دینا ایسا ہی جیسے عبادت کو وسیلہ گناہ کا ٹھہرانا اور یہہ بھی ہی کہ تطفیف مین خیانت اور دغا اور مکر ہی کہ نفس کی خیانت پر دلالت کرتا ہی برخلاف غصب کے دوسرے نہایت خستا اور اوچھاپن مزاج کا ہی کہ ایک پیسا بھر دانون کے واسطے اپنے ایمان کو بیچتا ہی اور اللہ تعالی کے عدل کو ظلم کی صورتین نمودار کرتا ہی پس اس قسم کی باتون سے اس گناہ نے ایسی عظمت پیدا کی ہی کہ دوسرے صغیرہ گناہون مین نہین پائی جاتی ہر چند کہ بعضے بزرگون سے منقول ہی کہ اپنے زمانے کے بادشاہون سے وعظ ونصیحت کے وقت فرمایا ہی کہ تمکو کچھہ معلوم ہی کہ مطففون کے حق مین کیسا وعید وارد ہوا ہی تم جو لوگون کا مال بے تول کھاتے ہو تمھارا کیا حال ہونے والا ہی لیکن مراد ان بزرگون کی یہہ ہی بادشاہ کا ظلم بھی تطفیف کی مانند شریعت کے حکم کے برخلاف اور الٹا ہی کیونکہ قدرت سلطنت کی اسکو اسواسطے دی ہی کہ قائم ہونا عدل کا اور دفع ہونا ظلم کا ظہور پاوے پھر جو اس قدرت کو عدل کے میٹنے مین اور ظلم کے قائم کرنے مین خرچ کرین تو قلب موضوع کا اور خلاف مقصود کا لازم آتا ہی غرض کہ بہر صورت اس قسم کے گناہون مین سوا خلق اللہ کی حق تلفی کے تلبیس اور مکر اور رخنہ حکمت الہی مین کرنا ہی اور ظلم کو عدل کی صورتین نمودار کرنا ایسا ہی جیسے قرآن درمیان مین دے کر دغا کرے پس ایسی ایسی خباثتین جمع ہونے کے سبب سے کبیرہ ہوا ہی اور اسی طرح سے مسجد کو نجاست گاہ بنانا حرام ہی نہ غیر مسجد کو اور دین کے کام دنیا کی غرض کے واسطے اور اپنے کو صلحا کی صورت سے نمودار کر کے داد ابلیسی کی دینا نہایت بدتر ہی کھلے بندون دنیا طلب کرنے اور

ظاہر فسق وفجور کرنے سے آور جو تطفیف یعنے گھٹانا ماپ اور تول میں کبھی بے پروائی کی راہ سے بہی ہوتا ہے چنانچہ بعضا شخص وارستہ مزاج ہوتا ہے لین دین میں چندان احتیاط نہین کرتا اور یہہ تطفیف اپنا حق لینے مین مضایقہ نہین رکھتی لیکن دوسرے کے حق مین کرنا حرام اور ممنوع ہے مگر اس قدر شدت سے اور عذاب اُسکے واسطے نہین ہے کہ اُسکے کرنے والے پر ویلٌ کا لفظ کہا جاوے سو اِس قسم کی تطفیف احتراز کے واسطے مطففون کو ایک دوسری علامت اور صفت سے موصوف فرمایا ہے تا کہ معلوم ہو جاوے کہ کم کرنا اُنکا ماپ اور تول مین مزاج کی بے پروائی اور وارستگی کی راہ سے نہین ہے بلکہ کمال زیرکی اور ہوشیاری سے جان بوجھ کر یہہ کام کرتے ہین اور کمال حرص رکھتے ہین کیونکہ انکی صفت یہہ ہے کہ اَلَّذِينَ اِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ وہ گھٹانے والے ماپ اور تول کے جب ماپ کر لیتے ہین ❊❊ لوگون سے اپنا حق کہ اُنکے ذمے پر رکھتے ہین تو يَسْتَوْفُونَ پورا بھر لیتے ہین اور چاہتے ہین کہ ہمارے حق مین سے ایک دانہ کم نہو بلکہ پورا کرنے کے بہانے سے تھوڑا سا اپنے حق سے زیادہ لے لیتے ہین ❊ اور تقریر کرتے ہین کہ ہمکو اپنا حق پورا آنا یقینی معلوم نہین ہوتا جبتک کہ تھوڑا سا زیادہ نہ لین اور جب کہ ماپ مین یہہ حیلہ کرتے ہین اور اپنے حق سے زیادہ چاہتے ہین تو تول مین تو بطریق اولی پورا کرنے کے بہانے سے زیادہ چاہتے ہین کیونکہ ماپ مین مسامحہ اور مساہلہ رایج ہے اور تول مین کھینچ اور تنگی بھید اسمین یہہ ہے کہ ماپ چیزون کی طول اور عرض سے علاقہ رکھتا ہے اور تول چیزون کی ثقل اور اعتماد سے سو جو چیزین کہ آدمی کا تعلق اُنکے ساتھ پوشاک اور سکونت کے سبب سے ہے جیسے کپڑا اور زمین تو اُنمین پیمایش اور ماپ رایج ہے اور جو چیزین کہ آدمی کی باطنیہ قوتون سے علاقہ رکھتی ہین جیسے غذا یا دوا یا مالیت سے رکھتی ہین مثل سبعہ متطرقہ کے یعنے وہ سات چیزین کہ بغیر اُنکے دنیا کا کام نہین چلتا جیسے سونا چاندی تانبہ لوہا وغیرہ کہ بھاری پن کے سبب سے التیام اجزا کا رکھتی ہین اور التیام اجزا کے سبب سے اُنمین بقا کا طول پایا گیا اور طول بقا کے سبب سے اُنکی مالیت زیادہ ہوئی یعنے ہر شخص اسکا خواہان ہوا اس سبب سے اِن چیزون مین وزن رایج ہوا یہی سبب ہے کہ جو چیزین ناپی جاتی ہین اکثر خسیس ہوتی ہین اور جو تولی جاتی ہین وہ اکثر نفیس ہوتی ہین اللہم الا ما شاء اللہ

یعنے کبھی

یعنے کبھی بعضی چیزونمین اس قاعدیکا عکس جاری ہوتاہی اورجیسے چیزونمین تول اورنفیس مین ماپ جاری ہوتاہی جیسے شلغم اورگاجر تولی جاتی ہین اورکمخواب اورکناری ماپی جاتی ہین حاصل کلام کا یہہ ہی اس جگہہ پر فقط ماپکے ذکر پر اکتفا کرنا اوروزن کا ذکر نہ کرنا اسکا یہی بھید ہی اوربعضے اذکیانے کہا ہی کہ اپنا حق لیتے وقت تول کی چیزون کی قسم سے ترازو بیچنے والیکے ہاتھہ مین ہوتی ہی تول سے زیادہ لینا خریدار کا ممکن نہین کیون کہ ترازو کا پلہ اگر دودانے زیادہ پڑین تو جھکجاوے اورزیادتی ظاہر ہو جاوے اورماپکے لینے مین خریدار کو بھی البتہ کچھہ تھوڑا سا دخل ہوتا ہی کہ پیمانیکو ذرا ہلادے کہ چار دانے زیادہ سما جاوین یاکپڑے کو ذرا جھول دیدے کہ کچھہ زیادہ آجاوے تو ہوسکتا ہی برخلاف پرایا حق دینیکے وقت کہ ترازو اورماپ دونون اسکے ہاتھہ مین ہین اسی واسطے اس مقام پر دونون کو مذکور فرمایا ہی چنانچہ آگے آجاویگا انشاءاللہ تعالی اورلفظ علی کا اس مقام پر اس واسطے لاتے ہین کہ ماپ کرلینا انکا لوگون سے انکے ضرر پہنچانے کے ارادے سے ہی نہ ان سے فقط اپنا حق لینے کے ارادے سے نہین تو اصل لغت مین اکتیال متعدی من کے ساتھہ اتا ہی چنانچہ بولتے ہین اِکتلت منك یعنے ماپ کرلیا مین نے تجھسے وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ اورجب ماپ کردیتے ہین لوگون کو ان کا حق یاتول کر اورلفظ کیل اور وزن کا عرب کی لغت مین جیسے ماپ اورتول کے معنون مین آیا ہی اسیطرح سے ماپ دیے اورتول دینے کے معنون مین بھی آیا ہی بس حاجت اعتبار کرنے لام کی لفظ مین ہم کو نہین جیسے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہی کہ مراد کالوالھم اَوْ وزنوالھم ہی کیون کہ ماپنے اورتولنے سے لوگون کا مال مراد ہی نہ انکی ذات لیکن لام کو لفظ مین سے حذف کردیا ہی اس واسطے کہ لام اکثر نفع کے واسطے آتا ہی اوراس مقام پر توہم نفع کا موجب تناقض کے توہم کا کلام مین ہوا جاتا ہی کیون کہ منظور یہہ بات ہی کہ وہ لوگ دینے کے وقت بہی ارادہ مخلوق کے ضرر کا کرتے ہین اوردونون کامون مین کیا ماپ اورکیا تول یُخْسِرُوْنَ گھٹاتے ہین لوگون کا حق اورانکو نقصان پہنچاتے ہین تھوڑا تھوڑا نکال نکال کر یہان پر سمجھہ لیا چاہیے کہ دین لین کے پورا بھر دینے اورگھٹانے مین چار صورتین خیال مین آتی ہین اول تو یہہ کہ دونون صورتون مین پورا

بھر دے دوسرے یہہ کہ دونون صورتونمین گھٹا وے تیسرے یہہ کہ دینے مین گھٹا وے اور لینے مین پورا
بھر لے بس یہی صورت اس آیت مین مذکور ہی چوتھے یہہ کہ دے پورا اور لے کم یہہ مرتبہ اعلی ہی
اور بڑے حوصلے والون کا کام ہی اور ان پہلی دو صورتون کو اسی جہت سے یہان مذکور نہین
فرمایا کہ ان دونون صورتون مین بھی اگرچہ قبح اور حرمت موجود ہی لیکن پہلے درجیکی برائی نہین
رکھتی ہین کہ انکے حال پر وا ے کہا جاوے کیون کہ دینے کا نقصان لینے کے نقصان کا بدلا ہو جاتا ہی
اسیطرح سے زیادہ لینا زیادہ دینے کا معارضہ ہی بس ایک صورت سے نیکی اور ایک صورت سے
بدی پائی گئی اور یہہ اس قیاس پر ہی کہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہی کہ لوگ قرض کے معاملہ مین
چار قسم کے ہین ایک وہ شخص کہ اپنا قرض بھی لوگونسے سہولت سے وصول کرتا ہی اور جو لوگون کا
قرض اسکے ذمے پر ہی اسکو بھی بخوبی ادا کرتا ہی سو یہہ شخص سب سے بہتر ہی دوسرا وہ
شخص ہی کہ لوگون کا قرض بھی کمال شدت اور ایذا سے ادا کرتا ہی اور اپنا قرض بھی لوگون سے
کمال شدت اور بے مروتی سے وصول کرتا ہی بس یہہ سب سے بدتر ہی تیسرا وہ شخص ہی کہ لوگون کا
قرض تو بخوبی ادا کرتا ہی اور اپنا قرض شدت سے طلب کرتا ہی چوتھا وہ کہ لوگون کا قرض خرابی سے
ادا کرتا ہی اور اپنا قرض وصول کرنےمین نہایت نرمی اور آسانی کرتا ہی بس یہہ دونون قسمین
میانہ ہین کہ ایک طرف کی خوبی دوسری طرف کی بدی سے مقابل ہی تو صرف بدی سے بہتر ہی اور اسی
طرح سے غصے کے مقدمے مین بھی لوگون کو چار قسم کا فرمایا ہی اول قسم تو وہ ہی کہ جلد غصے ہو
اور جلد راضی ہو دوسری قسم وہ ہی کہ دیر سے غصے ہو اور دیر سے راضی ہو یہہ دونو قسمین میانہ
ہین تیسری قسم وہ ہی کہ جلد غصے ہو اور دیر سے راضی ہو یہہ قسم سب سے بدتر ہی چوتھی قسم وہ ہی
کہ دیر سے غصے ہو اور جلد راضی ہو یہہ قسم سب سے بہتر ہی اور جو مطففین کو انکے حال پر ولے کرکے
ڈانٹ فرمائی تو اب ارشاد کرتے ہین کہ گویا کہ یہہ لوگ اس کام کے اختیار کرنے سے
قیامت کے منکر ہین کیون کہ جو شخص کہ اعتقاد اس روز کا رکھتا ہی اس قدر تلف کرنے مین
خلق اللہ کے حق کے خصوصاً ٹھگی اور مکر اور حیلے سے جرأت نہین کرتا اسیواسطے بطور استفہام

انکار کے

انکار ہی کے فرمایا اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ کیا گمان نہین کرتے ہین یہہ لوگ کہ عقل و شعور سے دور ہین اور ظن کی
لفظ مین کہ گمان کے معنون مین ہی آگاہی اِسبات کی طرف بھی ہی کہ ہر عاقل اس عقیدے کو یقین صادق سے
جانتا ہی بلکہ ہر گھڑی اپنی آنکھون کے سامنے رکھتا ہی اور یہہ لوگ گمان بھی اسکا نہین کرتے ہین چہ
اعتقاد تو کہان دوسرے اِشارہ اِس طرف کو بھی ہی کہ اگر کسی کو اعتقاد کامل اس دن کا نہو تو
فقط گمان بھی اِس قسم کی برائیون سے بچنے کو کفایت کرتا ہی جیسے کہ مسافر راہ کے خطرے کے
گمان پر بلکہ محض وہم پر باقی توت ساتھ لے لیتے ہین اور بدرقہ طلب کرتے ہیں اور یہہ احمق اس مضمون کا
گمان بھی نہین رکھتے ہین کہ اِنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ مقرر وہ زندہ کئے جاوینگے ایک بڑے
دن مین اور بزرگی اُس دن کی اِس سبب سے ہی کہ وہ دن عدل قائم ہونیکا دن ہی اور اللہ جل شانہ
حق اور بندون کے حق اس روز مخلوق سے طلب کئے جاوینگے اور کمال سختی حق دبونے والون پر کی جاویگی
اور اُس روز کی بزرگی کے اسبابون سے ایک یہہ ہی کہ وہ دن رسوائی کا ہی کیونکہ صفت اُسکی یہہ
ہی یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جس دن کھڑے ہونگے لوگ اگلے اور پچھلے حضور مین حضرت رب العالمین کے اور لفظ
رب العالمین کی یہان پر اسم ذات کے مقام پر لائے ہین تاکہ اشارہ ہو اِسبات کی طرف کہ عموم ربوبیت
اس ذات پاک کی چاہتی ہی کہ اپنے بندون کا حق پورا پہنچاوے پس لوگون کے حق برباد کرنیوالون کا
کھڑا ہونا اُسکے حضور مین کمال ذلت اور رسوائی ہی اور اِس کھڑے ہونے کو بعضے مفسرون نے مردون کے
زندہ ہونے پر قیاس کیا ہی جیسے کہتے ہین کہ فلانا سوتے سے اُٹھا یعنی بیدار ہوا اور اصح یہہ ہی
کہ حقیقی کھڑا ہونا مراد ہی چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ لوگ قیامت کے دن دنیا کے تین سو برس کے اندازے کے موافق حشر کے میدان مین کھڑے رہینگے
اور انکے واسطے کچھ حکم ظہور مین نہ آویگا لیکن یہہ اتنی بڑی مدت مسلمان کو ایسی تھوڑی معلوم ہوگی
کہ گویا کہ نماز سے فارغ ہوا اور صحیح مسلم مین روایت ہی مقداد ابن الاسود سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
تفسیر مین اس آیت کی وارد ہی کہ یقوم الناس فی رشحهم الی انصاف اذانهم یعنی لوگ
پسینے مین کھڑے ہونگے اور انکا پسینا اُنکے کانون کے لو تک پہنچیگا اور یہہ بھی صحیح مسلم اور دوسری

صحاح مین مروی ہی کہ قیامت کے روز آفتاب آدمیون کے سر سے ایک کوس یا دو کوس کے فاصلے پر کھڑا ہوگا تو اُسکی گرمی سے لوگون کے بدن پگھل نے لگینگے اور پسینا بہنا شروع ہوگا لیکن ہر شخص کے برُے عملون کے موافق بعضے کے پسینا اُن کی ٹخنون تک پہنچیگا اور بعضے کے کان کی لو تک پہنچ کے تمام اُس کی ناک منہہ مین رہیگا اور کسیکو گردن تک کسی کو سینے تک کسی کو کمر تک کسی کو زانو تک کسی کو ٹخنون تک اور علیٰ ہذا القیاس اور منقول ہی کہ ایک دن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سورت کو نماز میں شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے تو کمال خوف سے رونے لگے یہان تک کہ بیتاب ہوکر گر پڑے اور اس وقت کی نماز ادا نکر سکے کلّا یعنے ماپ اور تول کے کم کرنیوالون کو چاہیئے کہ یہہ کام نکرین اور قیامت کے دن سے اور حضور مین کھڑے ہونے سے ما ل اور آدمی کے پھیر اور غافل رہین کیونکہ ہر نیک و بد عمل نکا اعمال نامون مین لکھا ہوا انکے دفتر نے منصدیون کے سپرد ہی پھر جو کچھ کہ مخلوق نے کیا ہی اُن سے اُسی دن کے اس روز ان سے باز پرس ہوگی اور اگر وہ پوچھین کہ اعمال نامے بعد موت کے کس علامت معلوم ہونگے اور کہان محفوظ رہینگے تو انکو جواب دیا چاہیئے کہ اِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ دفتر اعمال بدکارون کے اور انکی اسم نویسی سجین کے دفتر مین ہی اور سجین مبالغہ کا صیغہ ہی سجن سے کہ زندان کے معنون مین ہی لیکن جو وہ مقام کہ اس دفتر کے اسم نویسی والے وہان رہتے ہین وہ ایک مکان ہی نہایت تنگ اور تاریک اور دوزخیون کی ارواح کا قید خانہ تو اسیواسطے اس دفتر کو اس نام سے مسمّٰی کیا چنانچہ بیان اُسکا فرماتے ہین وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہی سجین كِتَابٌ مَرْقُومٌ ایک دفتر ہی لکھا ہوا اور علامت کیا ہوا حاصل اسکا یہہ ہی کہ ایک دفتر ہی کہ اُسمین نام ہر ایک دوزخی کا لکھا ہی جو چند دن کے عمل لکھنے والے بعد اُن بدکارون کے مرنے اور عمل منقطع ہونے پر ہر شخص کے عمل علٰحدہ علٰحدہ فرد و میں لکھ کر اس دفتر خانے مین جسکا نام سجین ہی داخل کرتے ہین اور اس دفتر پر یا ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت اور رقم بنا دیتے ہین کہ اُسکے دیکھتے ہی معلوم ہو جاوے کہ یہہ شخص دوزخی ہی اور اصل لغت مین رقم علامت کے معنون مین ہی کہ سوداگر لوگ تھانون پر قیمت دریافت کرنیکے واسطے لکھ دیتے ہین کہ اُسکو ہندی لغت مین آنک کہتے ہین اور بیان سجین کا احادیث

ضعیفہ سے روایت ہین کعب الاحبار کی یون آیا ہی کہ وہ دفتر ساتون زمینون کے تلے ہی اور وہان
ایک سیاہ پتھر پڑا ہی کہ اُسسے بدبو اور دھوان نکلتا ہی اور جو ابلیس اور دوسرے شیطان اذکار
اور انوار سے بھاگتے ہین تو وہان جا کر ٹھہرتے ہین بدکارون کی روح کو بعد قبض کرنے کے اول آسمان کی
طرف لیجاتے ہیں تو آسمان کے دربان اُسکے واسطے دروازہ نہین کھولتے اور آنے نہین دیتے پھر زمین پر
لاتے ہین تو کوئی مکان اُسکو قبول نہین کرتا کہ اُس روح کو وہان رکھین آخر کو اُسکو ساتون زمینون کے
تلے اس پتھر کے نیچے رکھتے ہین اور جو فرشتے کہ اُس دفتر کے منصدی ہین اُسکا نام دفتر مین لکھ لیتے ہین
کہ فلانا فلانے کا بیٹا اس تاریخ مین دُنیا سے برزخ مین پہنچا اور یہہ عمل لایا اور فرد مین اُسکے اعمال کے
وزنامچیکی کراماً کاتبین کے ہاتھ سے لیکر اس دفتر مین داخل کرتے ہین تاکہ قیامت کے دن وہ سب اُسکے
اُلٹے ہاتھ مین دین اور بدکارونکی ارواحین بھی اُسی مکان مین رہتی ہین اور طرح طرح سے عذاب
کی جاتی ہین اور یہان پر علم معانی کے قاعدے کے موافق دو سوال وارد ہوتے ہین کہ جواب طلب
ہین اول یہہ کہ ذکر فجار کے دفتر کا خبر ابتدائی ہی کہ سننے والے سمجھنے سے اِس خبر کے ناواقف تھے
اور ہرگز سنا نہ تھا اور علم معانی کا قاعدہ یہہ ہی کہ کلام ابتدائی مین کہ سُننے والا اُسسے بیخبر ہو تو تاکید
نہین لاتے پھر اس کلام مین دو تاکیدین کس واسطے لائے ہین ایک تو اِنّ دوسرا لام جواب اُسکا
یہہ ہی کہ اگرچہ سننے والے فجار کے اعمال نامے کا دفتر ہونے سے سجین مین بیخبر تھے لیکن ثابت
کرنے سے اِس اثبات کے اصل دفتر اعمال کی لازم آتی ہی اور کافر کہ مجازات اور قیامت کے منکر ہین
اِس دفتر سے کمال انکار رکھتے ہین تو موافق اُنکے انکار کے تاکید دوہی لائے ہین چنانچہ کسی شخص کے
روبرو کہ بالکل زید کے وجود سے منکر ہو کہین کہ ان زیدا لغنی دا دغلام اگرچہ سننے والا اس
فلانیکا گھر نہ جانتا ہو اور اُسکا نام نہ سنا ہو دوسرے یہہ کہ جو ذکر سجین کا اول گذر چکا تو مقام عہد کا
ہوا پھر یون کہنا چاہئے تھا کہ وما ادریٰك ما السجین چنانچہ انا ارسلنا الیٰ فرعون رسولا
فعصیٰ فرعون الرسول مین کہا ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ جو سُننے والے معنون سے سجین کے غافل
تھے تو ذکر اُسکا ایسا ہی جیسے کہ ذکر نہوا اِس مقام پر اعادے کے تنکیر بھی مناسب معلوم ہوئی گو کہ

یون فرمایا کہ کیا ہی وہ سجین مجہول کہ اب تک اسکے معنے دریافت نہین کئے ہین برخلاف رسول کے لفظ کے
کہ اسکے معنے سننے کے ساتھہ ہی عربی زبان کے واقف کارون پر ظاہر ہو جاتے ہین پس اعادہ ایسے مقام پر
تعریف اسکی مناسب بڑی آور اہل نظم بھی اس مقام پر شبہہ کرتے ہین کہ ہر مقام پر نیکون کا ذکر بدون کے
ذکر پر مقدم ہی اور نیکونکی شرافت اور بزرگی کی مناسب بھی یہی بات ہی کہ نیکون کا ذکر اول بیان کیا جاوے
پھر یہان برعکس واسطے بدون کے دفتر کا ذکر مقدم فرمایا ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ طرز کلام کا اس سورہکی
ابتدا سے مطففین کے واسطے ہی کہ ایک قسم ہی بدکارون کی پس یہی مناسب ہی کہ اول بلا فصل
اُنکے ڈرانیکے واسطے بدکارون کے دفتر کا ذکر کیا جاوے نہین تو یہہ مدعا بخوبی حاصل نہوتا اور فصل
ساتھہ اجنبی کے اس مقام پر لازم آتی ہی اور رعایت مقام کی کرنا شرافت کی رعایت سے ضرورتر ہی
اور چسپان زیادہ ہی اور جو اس آیت مین حال بدمآل بدکارون کا مطلقا مذکور ہوا اور پہلے گذر چکا ہی
کہ کم کرنے والے مخلوق کے حق کے گمان قیامت کے دنکا نہین رکھتے اب بطور ترقی کے مذکور اُن لوگون کا
کہ اعتقاد مین آخرت کے قصور کرتے ہین اور اُسے انکار مطلق رکھتے ہین بیان فرماتے ہین تاکہ ہم مطففین کی گروہ کو
بالخصوص سرزنش حاصل ہو وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ وائے اُس روز کہ اُس دفتر کو کھول کر ہر ایک کو اسکے
برے اعمالون پر مطلع کرینگے لِلْمُكَذِّبِينَ منکرون کے حال پر کہ ہرگز اعتقاد اس روز کا نہین رکھتے
اور گمان کرتے ہین کہ لوگون کے حق اُن سے لئے نہ جاوینگے کیونکہ انکی صفت یہہ ہی الَّذِينَ
يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ یعنے منکر وہ لوگ ہین کہ انکار کرتے ہین جزا کے دنکا حاصل یہہ
ہی کہ انکار انکا فقط مخلوق کا حق پھیر دینے کے واسطے نہین ہی بلکہ جزا کے تمام کارخانون کے منکر ہین
اور جزا کے دنکا انکار کرنا علامت بڑی قباحت کی ہی کیونکہ اعتقاد جزا کے دن کا ایمان کے تمام
کامون مین عبادت ہون خواہ معاملات دخل رکھتا ہی وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ اور انکار نہین کرتا اس روز کا
إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ مگر جس شخص نے کہ تجاوز حد سے کیا ہو گا کفر مین اور تجاوز حد سے کیا
ہو گا فسق مین لیکن تجاوز حد سے کفر مین اس جہت سے ہی کہ جو شخص کہ اُس روز کا منکر ہی تو گویا ربوبیت
الٰہی کی ہمیشگی کا اور اسکی قدرت کا منکر ہی اپنی ذات پر اور یہہ جانتا ہی کہ مرنے کے ساتھہ ہی مین

اسکی

اسکی بندگی سے نکل جاؤنگا اور وہ میری مالکی سے معزول ہو جاویگا جیسے دنیا کے مالک اور اُسکے
دوسرے بار زندہ کرنیکی قدرت کا بھی منکر ہی اور اُسکے عدل کا بھی منکر ہی کیونکہ دنیا مین حق مظلوم کا
ظالم سے نہین لیتا اگر اُس روز بھی نہ لے تو صریح ظلم پر ہوا پس ان عقیدون کے سبب سے مرتبے کفر کے تہ بتہ
ہو کر حد سے صرف کفر کی زیادہ ہو جاتے ہین اور فسق مین تجاوز اس جہت سے کہ جب خوف اس دن کا
اٹھ گیا تو گناہ پر دلیری کی اور یہہ سمجھ لیا کہ نقد مزیداریون کو موہوم جزا کے خوف سے چھوڑ دینا کمال نادانی
اور بیوقوفی ہی بس نفس امارہ کی خواہش کے موافق فسق و فجور مین پھنس جاتا ہی چنانچہ اثیم کا لفظ کہ مبالغہ
آثم کا اس بات کی گواہی دیتا ہی اور ایک جماعت نے مفسرون کی معتدی کو ظالم اور غاصب اور خلق
اللہ کے حق تلف کرنیوالے پر حمل کیا ہی اور اثیم کو اُس فاسق اور گناہگار کے واسطے مقرر کیا ہی کہ اُسکے
گناہ حق اللہ سے تعلق رکھتے ہین جیسے زنا اور لواطت اور شراب پینا یا نماز روزہ ترک کرنا
ہووے کہ پہلا شر متعدی ہی اور دوسرا گناہ محض اُسی کی جان کا وبال ہی غرض کہ منظور یہہ ہی کہ تکذیب
اور انکار جزا کا اُس شخص کا کام ہی کہ کسی مذہب اور مشرب کے مقید نہو اور کن ملن سے کسی ملت اور دین کی
کچھ علاقہ نہ رکھتا ہو اور عقلی دلیلون کو کہ اس مقصد پر قائم ہین بسبب دھس جانے کے گناہون مین اور
دوست رکھنے سے بیقیدی اور الحاد کے ان سے آنکھ چرا دے بلکہ قرآن کی آیتین اور اخبار انبیا
کہ معجزون قطعیہ سے تائید کیے گئے اور مضبوط کیے گئے ہین وہ بھی اُسکے ذہن مین تنبیہ اور عبرت
پیدا نہین کرتے کیونکہ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا جب پڑھی جاتی ہین اُسپر آیتین ہماری کہ ہونے پر جزا
دن کے اور باز خواست پر خلق اللہ کے حق کی اُس روز کے دلالت کرتی ہین تو از راہ عناد کے قَالَ
اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کہتا ہی کہ یہہ کہانیان ہین اگلون کی کہ لوگون کے خوف دلانے اور ڈرانے کو برے
کامون سے بنائی گئی ہین کہ ظلم اور غصب سے ملک خراب نہو جاوے اور فتنہ اور فساد ظہور نکرے
سوا انکی کچھ اصل نہین کہ اُن پر یقین کیا چاہئے كَلَّا یون نہ سمجھا چاہئے اور یون نہ کہا چاہئے کیونکہ
واقع ہونا جزا کا اور پھیر دینا خلق کے حق کا دلائل عقلیہ جلیہ اور شواہد نقلیہ صادقہ متواترہ سے ثابت
ہی پھر اگر وہ شواہد تسلی منکرون کی خاطر کی نکرین اور انکے دلنشین نہ ہون تو اُن شواہد اور دلائل کے

قصور سے نہین کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ بلکہ زنگ چھا گیا ہی اُنکے دلون پر یہان تک کہ دل کا منہ سیاہ ہوگیا ہی مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ جو کسب کیا تھا دنیا مین اور کیفیت اس زنگ پیدا ہونیکی دلون پر وہ جو روایت سے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اور دوسرے اصحابون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مروی ہی یہہ ہی کہ جب بندہ ایک گناہ کرتا ہی تو ایک سیاہ داغ اُسکے دل پر پیدا ہوتا ہی اگر اُسنے توبہ کی تو آئینہ اُسکے دل کا صاف اور روشن ہو جاتا ہی والا وہ خال سیاہ اُسمین رہ جاتا ہی پھر جب دوسرا گناہ کیا تو ایک اور نقطہ پیدا ہوا اسیطرح سے ہر گناہ کے سبب پیدا ہونے سیاہی کا ہوتا ہی یہان تک کہ تمام دل سیاہ ہو جاتا ہی اور اندھیری چھا جاتی ہی اور دل مانند آئینے کے ہی جتنا صاف ہوگا اُتنی اُسمین صورت نمود کرےگی اور جب زنگ آلودہ ہوگیا تو کوئی صورت اُسمین نقش پذیر نہین ہوتی پس پیدا ہونا زین کا دل پر سچ بات سمجھنے کی استعداد کے باطل ہونیکا سبب ہوتا ہی دلیل اور کشف سے اور ذکر ولیون کا اور پیغمبرون کی صحبت کا نور اُسمین تاثیر نہین کرتا اور حق کو باطل اور باطل کو حق جانتا ہی اور برے کو اچھا اور اچھے کو برا سمجھتا ہی اور خال سیاہ پیدا ہونے کے معنے کہ حدیث شریف مین وارد ہین سو یہہ ہین کہ ہر فعل بد ایک ہیئت ظلمانی لطیفے پر قلب کے پیدا کرتا ہی نہ یہہ کہ اس گوشت کے لوتھڑے پر جو کلی کی صورت ہی زنگ آ جاتا ہی کیونکہ یہہ گوشت کا لوتھڑا قلب حقیقی نہین ہی کہ نیک و بد کامون کو اُسمین تاثیر ہو پس قلب حقیقی عبارت اُس لطیفے سے ہی کہ جسم لحمی سے تعلق رکھتا ہی جیسے بینائی اور شنوائی ایک اور چیز ہی کہ آنکھ اور کان سے تعلق رکھتی ہی اور یہان سمجھ لیا چاہیے کہ حفص اور دوسرے قاری معتبر لام پر بل کے سکتہ کرتے ہین اور لام کو رے کے حرف مین موافق قاعدے پر ملون کے صاف ادغام نہین کرتے اور ظاہر ہی کہ یہہ طرز ادا کرنیکا مروی اور منقول جناب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوگا اور نزول وحی کا اُسکے موافق ہوا ہوگا پس یہہ امر ایک نکتے کو چاہتا ہی اور وہ نکتہ نہایت باریک ہی بغیر تمہید مقدمے کے ذہن مین جمتا نہین آول سمجھ لیا چاہیئے کہ ہر لغت کے بلغا کا قاعدہ ہی کہ بعد بل یا بلکہ کے لفظ کے یا دوسرے کلمات اضراب کے علی اختلاف اللغات اگر کسی چیز کو مذکور کرتے ہین کہ اسکا ذکر منظور ہی تو وقفہ اور سکتہ

فی اسباب زنگ دل کا تحقیق

نہین کرتے بلکہ بل کے لفظ کو اُسکے مابعد کے ساتھہ متصل لاتے ہین اور اگر کراہت یا حقارت یا کسی اور
مصلحت کے واسطے جو کچھ کہ منظور ہو مذکور نہین کرتے اور ایک دوسری چیز کہ اُس سے کمتر ہو اور
آگاہ کرنے پر مطلب کے کافی ہو اُسکے عوض مذکور کرتے ہین اور وقفہ قلیلہ درمیان بل اور اُسکے مابعد کے
لازم سمجھتے ہین اور رعایت اُس وقفہ کی نہایت بلاغت ہی چنانچہ ہر شخص کو اہل بلاغت سے اپنی
لغت مین بعد تجربہ اور قیاس کے یہہ معنے ظاہر ہوتے ہین اور جو یہہ مقدمہ بیان ہو چکا تو سمجھہ لیا جائے
کہ جو بل کے کلمے پر وقف یسیری کہ عبارت ہی سکتہ سے یہان پر فرمایا تو اشارہ ہوا اسبات کی
طرف کہ اِن کافرون کی حالت کہ آیات الٰہی کے حق مین اگلے لوگون کی کہانیون کا گمان کرتے ہین ایک
خراب قسم ہی کہ ذکر اس حالت کا جیسا کہ چاہئے فہم مین اُن بندون کی کہ اپنے دلون کی بھی خبر
نہین رکھتے تو دوسرون کے دلون کے احوال کو کیا پہنچنگے آنے کا نہین لیکن ذکر زنگ کے پیدا ہونے کا کہ
نظر صحیح اور کشف صریح کو مانع ہی اس مقام پر کافی ہی اور سننے والون کی فہم سے بھی نزدیک ہی کیونکہ
پیدا ہونا زنگ کا ظاہری آئینون مین دیکھتے ہین اور بسبب اس زنگ کے صورت کا نظر نہ آنا اُس
آئینے مین جانتے ہین الغرض کہ اِس آیت مین نہایت ڈرانا منظور ہی اُس شخص کا کہ گناہ پر گناہ کئے
جاتا ہی اور اسکا علاج جلد توبہ اور ندامت اور استغفار سے نہین کرتا تو اُسکی مثال ایسی ہی
جیسے کہ ایک مریض تھوڑے سے بگڑنے کو طبیعت کے خیال مین نہین لاتا اور کھانے مین پینے مین بے
اعتدالی کرتا ہی اور دوا دارو کی تدبیر نہین کرتا یہان تک کہ فساد مزاج کا مستحکم ہو جاوے
اور قابل علاج کے نرہے اور یہہ مرض باطنی ہی کہ سوائے اطبائے روحانی کے کہ مراد انبیا اور اولیا
ہین اسکو اور کوئی نہین جانتا اور علاج کر نہین سکتا اور بڑی قباحت یہہ ہی کہ یہہ مرض جیسا کہ
روح کے مزاج کے فساد کا موجب ہی اور مانع نظر اور کشف کا ہوتا ہی اسیطرح سے انبیا اولیا سے
دور کرتا ہی اور ایک حجاب کثیف اطبائے روحانی کی دریافت مین پیدا کرتا ہی پھر جب کہ طبیب کو
نہ پہچانا اور دجال کو مسیح جانا تو معالجہ محال ہو گیا اور نوبت یاس و حرمان کو پہنچی اعاذنا اللہ من
ذلک اور کبھی زنگ آلودہ دلون والے کہین کہ ہمکو بہت بہت سے ذکرون سے اور گناہون کے ترک سے

تصفیہ اور صیقل کرنا دلکا ہمکو چاہئے کیونکہ قیامت کے دن تجلی الٰہی کی چمک سے خود بخود یہہ زنگ
دور ہوجاویگا اور صفائی کامل حاصل ہوگی جیسا کہ اُس روز کے معتقدون کا گمان ہی تو جواب
مین کہنا چاہئے کَلَّا یون گمان کرنا نہ چاہئے کہ اُنکے دلون کے زنگ نے فقط دُنیا مین تاثیر کرکے اُنکو
فہم حق سے اور معرفت سے آیات اللہ کی اور اعتقاد سے جزاکے دن کے روک رکھا ہی بلکہ تاثیر اس
زنگ کی قیامت کے دن اور زیادہ قوت پکڑیگی کیونکہ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ
بے شک وہ اُس دن اپنے پروردگار سے محجوب ہونگے اور چمک سے نور تجلی کی فائدہ مند ہونگے اور
و مدار اُسکا نہ پاوینگے کیونکہ قاعدہ عقلی ہی کہ نور بغیر نور کے نہ سکنے دیکھنا اور جس طرح
کہ آنکھ اُنکی دُنیا مین بکمال زنگ آلودگی سے دیکھنے اور تلاوت سے آیات الٰہی کے اندھی تھی اسی طرح
بینائی اُنکی آخرت مین بسبب ظلمات ذاتیہ اور عرضیہ کے دیدار سے اللہ تعالیٰ کے اور ظاہر ہونے
سے اُس ذات پاک کی تجلیون کے اندھے ہو گئی **شعر** ہرکہ امروز نہ بیند اثر قدرت دوست
غالب آنست کہ فرداش نبیند دیدار آور جو محجوب ہونا دیدار سے پروردگار کے جزاکے دن
کافرون اور منکرون کی بدمالی کے مقام پر مذکور فرمایا تو دلیل صریح ہوئی اسبات پر کہ مسلمان
اس روز دیدار سے اپنے پروردگار کے محجوب نہونگے اور اس لذت و بہجت سے خوشوقت و شادان ہونگے
اور اگر مسلمانون کو بھی یہہ دولت نصیب ہو تو کافرون مین اور انمین اسبات مین کچھ فرق ہوا
اور ذکر کرنا اس صفت کا کافرون کے حق مین نہایت نامناسب اور آئین بلاغت کے خلاف ہو معاذ اللہ
کہ کلام الٰہی کو کوئی اس نوع کا سمجھے اور حضرت موسی علی نبینا وعلیہ السلام کو کہ سوال رویت کا
کیا تھا اُسکے جواب مین لن ترانی ارشاد ہوا تو منظور یہہ تھا کہ دنیا مین اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طاقت
ان آلات جسمیہ سے کہ فنا پذیر ہین نہ لاسکے گا نہ یہہ کہ آخرت مین بھی نہ دیکھیگا کیونکہ کلام
آیندہ یعنے اِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ موقوف ہونا رویت کا اوپر استقرار کے کرتا ہی
اور سورۂ فرقان مین بہشت کے حق مین وارد ہی کہ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا و عند حصول
الشرط یجب حصول المشروط یعنے جب شرط پائی گئی تو مشروط ضرور پایا جایگا یعنے آخرت مین

دیدار الٰہی کی دلیل اور تفسیر

اچھا استقرار

اچھا استقرار پایا جاویگا تو رویت بھی باریتعالی کی ضرور ہوگی اور احادیث متواتر المعنی سے ثابت ہے کہ
تمام مومنین کو یہہ دولت نصیب ہوگی لیکن موافق اپنے اپنے اعمالون کے اس نعمت مین بھی تفاوت کے
ساتھ ہونگے عام مومنین کو جمعہ کے دن کہ آخرت مین اُسکا نام یوم المزید ہوگا اس دولت سے سرفراز فرماوینگے اور
خاصون کو ہر روز دو بار صبح اور عصر کو اور خص الخواص کو کہ جنت عدن کے رہنے والے ہین ہمیشہ قرب اُس ذات پاک کا
اور انکشاف تجلیات کا حاصل ہوگا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ما بین القوم وبین ان ینظروا
الی ربھم الا رداء الکبریاء علی وجھہ فی جنۃ عدن یعنے ہوگا درمیان قوم کے اور درمیان
دیکھنے اُنکے کے پروردگار اپنے کو کوئی حجاب مگر چادر بزرگی کی اُسکے مُنہہ پر جنت عدن مین اور وہ جو
بزرگون سے منقول ہی کہ دیدار اللہ تعالی کا بے کیف و بلا مقابلہ و مواجہہ ہوگا مخالف احادیث
صحیحہ کے کہ اُنمین دیکھنا صورتون کا فرمایا ہی نہین کیونکہ حشر کے میدان مین ساتھ صورت کے ہوگا اور بہشت مین
داخل ہونے کے بعد بے صورت کے پایا ہے کہ بعضے اوقات مین کیفیت اور مقابلے کے ساتھ ہوگا اور بعضے وقت
مین بلا کیفیت اور بلا مقابلے کے اور تحقیق یہہ ہی کہ اللہ تعالی کے دیدار کے وقت ماسوی اللہ نظر سے محو ہوجاوینگے
اور دنیا مین جو ہم کسی چیز کو دیکھتے ہین تو اُسکے ساتھ دوسری چیزون کو بھی دیکھتے ہین اس سبب سے
مقابلہ اور جہت اور دوسری خصوصیات نظر عقل کو ملحوظ ہوتی ہین اور جو اس ذات پاک کے ساتھ کوئی
اور چیز اصلاً نظر نہ آویگی تو لحاظ جہت اور مقابلہ اور دوسری خصوصیات کا نظر عقل سے ساقط ہو جاویگا
بلکہ جس وقت دنیا کی دیکھنے کی چیزون کو جو ہم دیکھتے ہین تو جو اسباب کہ بینائی کے ہین وہ تو دیکھنے کے
کام مین مصروف ہوتے ہین اور دوسرے اسباب اور قوی اپنے اپنے کامون مین مشغول ہوتے ہین اور
عقل اپنے کام مین اسواسطے تشخیص صورت اور شکل اور رنگ اور مناسبت اعضا کی طول و قصر مین یا اور
خصوصیات مین ہو سکتی ہی اور جس وقت کہ تمام جوارح اور اعضا رویت مین مصروف ہو جاوین اور استغراق
کُلی حاصل ہو تو اس وقت تشخیص ان چیزون کی ہرگز ممکن نہین جیسے کہ دنیا مین کبھی کبھی فی الجملہ شرکت حواس
وغیرہ کی دیکھنے سے بعضی محبوب چیزون کے حاصل ہوتی ہی تو گویا کہ نمونہ اس حالت کا نمودار ہوتا ہی
حالانکہ اوس استغراق اور اس استغراق مین زمین و آسمان کا فرق ہی اور جو بیان فرمایا کہ قیامت کے دن

و لکے زنگ کی تاثیر دیدار کی دولت سے کہ سب لذتون سے بڑی لذت ہے محروم رکھیگی تو گمان ان ابیات کا ہے اکہ زنگ آلودہ دلون والے کہ مشغول لذات جسمانی اور گرفتار حرص و ہوائے نفسانی کے ہین اس محرومی دیدار اور بے نصیبی کو خیال مین نہ لاوینگے اور اسطرح کے عذاب کو آسان جانینگے تو اسواسطے بیان فرماتے ہین کہ ان مردودونکے حق مین فقط اسی قدر حرمان وہجران پر اکتفا نہوگی بلکہ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ پھر تیسری بعد اسبابت کے تحقیق یے لوگ پیٹھینگے دہکتی اگ مین اور جلنا انکا اس اگ مین بسبب محروم ہونیکے دیدار کی لذت سے دونی تاثیر کریگا کیونکہ اگر دیدار کی لذت پاتے تو دوزخ کی تکلیفون کو وہ لذت اترے آتی اور وہ تکلیفین آسان معلوم ہوتین سو منظور نیز زیادتی عذاب کی ہے اسیواسطے فقط اسی واصل ہونے پر دوزخ کے ہی انکے حق مین اکتفا نکی بلکہ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ پھر کہا جاویگا یہہ وہی دوزخ ہے جسکا تم انکار کرتے تھے اور جھوت جانتے تھے تاکہ عذاب عقلی و حسی دونون جمع ہو جاوین اور جسطرح انکا بدن دوزخ کی آگ مین جلتا ہے انکی جان بھی اس جھڑکی اور خجالت سے کباب ہو جاوے اور جب فجار کی بدحالی کے بیان سے فارغ ہوئے تو گمان اسبابت کا تھا کہ شاید کہ واقع ہونے کو جزا کے اور مکافات قیامت کے دن یہی ایک دفتر بدکارون کا کفایت کریگا اور امتیاز بدکارون اور نیکوکارون مین اسی قدر ہو جاوے گا کہ اعمال بدکارون کے اسدن انکو دکھا کر حقوق خلق اللہ کے ان سے بھروا دینگے اور نیکوکارون سے کچھ بات چیت درمیان مین نہ آویگی اور وہ جو انھون نے حقوق خلق اور خالق کے ادا کیئے تھے ظہور مین نہ آوینگے کیونکہ حقدار کا حق پہنچا دینے مین کچھ احسان نہین ہوتا کہ اُسکے بدلے متوقع جزا کے ہون بس اسکی جزا یہی بس ہے کہ سرزنش اور عتاب اور رنج و عقاب سے سلامت رہین سو اس گمان فاسد کو بطور جواب و سوال مقدر کے دفع کرتے ہین اور حقیقت حال کی ارشاد فرماتے ہین کہ كَلَّا یون نہ سمجھا چاہئے کہ مجازات اور مکافات ہی پر بدکارون کے اس روز قناعت کی جاویگی اور انکے مخالفون کو انکے جلانے کے واسطے طرح طرح کی نعمتین اور سرخروئیان عنایت فرماوینگے بلکہ انکے مخالفون کو ان کے سامنے قسم قسم کی نعمتون سے سرفراز کرینگے اور ان بدکارون کو انکے سامنے ایک ٹھٹھا بنا دینگے تاکہ بدلا انکی ہنسی ٹھٹھول کا کہ نیکوکارون سے دنیا مین کرتے تھے حاصل ہو کیونکہ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ

ف علیین کے لفظ کی تحقیق

لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ تحقیق نیکوکارون کے اعمال نامے اور انکی اسم نویسی اللہ علیین کے دفتر مین ہی اور
علیین جمع عِلّی کی ہی فِعِّیل کے وزن پر کہ علو سے اشتقاق کیا ہی اور بوزن سجین کے ہی اور اس
جمع کو نیکون کی ارواح کے مقام کا نام کیا ہی تاکہ دلالت کرے وسعت اور کشادگی پر اس مقام کی
لیکن اعراب اسکا جمع کے اعراب کی مانند ہی کیونکہ جمع کی صورت پر ہی اگرچہ معنے اسکے مفرد ہین
اور نکتہ مفرد ہونے مین سجین کے اور جمع ہونے مین علیین کے یہہ ہی کہ جو معنے ہین سجین کے ضیق اور تنگی
اور ازدحام واقع ہی تو اسکے لفظ کو بھی مفرد اختیار فرمایا کیونکہ ایک مکان بہت سی مخلوق جمع ہوجانے کی
حالت مین تنگ اور تاریک ہو جاتا ہی اور معنے مین علیین کے فراخی اور وسعت واقع ہی تو لفظ مین
بھی اسکے جمع اختیار فرمائی گویا کہ یون ارشاد ہوا کہ مکان ہر نیک کی روح کا ایک مکان ہی بلند
اور فراخ اور سمجھ لیا چاہیے کہ بلندی کو مکان کی فراخی اور وسعت اور مدنظر لازم ہی تو مقابلہ علیین کا
سجین کے ساتھ باعتبار لغوی معنون کے بھی درست ہوا کیونکہ دونون کے درمیان مقابلہ بالعرض
متحقق ہوا اور مقام علیین کا ساتون آسمانون کے اوپر ہی کہ نیچے کا سرا اسکا سدرۃ المنتہی کے پاس ہی

ف مقام علیین کا بیان اور مومنون کی ارواح کے مقام کا اور انکے علم کا بیان

اور اوپر کا سرا اسکا عرش مجید کے سیدھے پایہ کے متصل اور نیکونکی ارواحین قبض ہونیکے بعد وہان
پہنچتی ہین اور مقربین یعنے انبیا علیہم السلام اور اولیاء آمد و رفت رہتے ہین اور عوام صلحا کو بعد اسم
نویسی کے اور اعمال نامون کے پہنچنے کے موافق مرتبے کے کسی کو آسمان دنیا مین اور کسی کو زمین و آسمان کے
درمیان مین اور کسی کو چاہ زمزم مین رکھتے ہین اور ان ارواحون کو ایک علاقہ اپنی قبر سے بھی ہوتا ہی
کہ آنے سے زیارت کرنیوالون کے اور اقربا اور دوستون کے مطلع ہوتے ہین کیونکہ روح کو قرب
اور بعد مکانی اس دریافت کو مانع نہین ہوتا اور مثال اسکی انسان کے وجود مین روح بصری ہی کہ
ساتون آسمان کے ستارون کو کوٹھے کے اندر سے دیکھ سکتی ہی اور جو وہ مقام عقل مین بشر کے
آ نہین سکتا جب تک کہ جناب الٰہی سے آگاہی ہو تو اسیواسطے تفسیر مین علیین کی بطور سوال و جواب کے
ارشاد کرتے ہین وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہی علیین كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ
ایک دفتر ہی لکھا ہوا اور علامت کیا ہوا کہ جو شخص اسکو دیکھے تو جان لے کہ اس دفتر والے بہشتی ہین

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ وہ دفتر ایک زمرد سبز کی تختی پر لکھا ہی اور وہ تختی سیدھے پائے سے عرش معلّٰی کے لٹکتی ہی اور پائین اسکا سدرۃ المنتہی تک پہنچا ہی اور وہ دفتر اللہ تعالی کے خاص بندون کے حوالے ہی چنانچہ فرماتے ہین یَشْھَدُہُ الْمُقَرَّبُوْنَ حاضر رہتے ہیں اور گواہ ہوتے ہین اس دفتر پر مقرب فرشتے کہ حاملان عرش اور خازنان کرسی ہین اور یہہ بھی ہو سکتا ہی کہ یہہ مراد ہو کہ حاضر ہوتے ہین اس مقام عالی شان مین ارواح مقربون کی اہل کمال سے جیسے انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام اور ابرار کے حق مین اتنا فخر بھی بس ہی کہ انکے نام اس مقام مین لکھے جاوین اور اعمال حسنہ انکے اُس گروہ والون کے مقبول اور پسندیدہ ہون اور یہان پر سمجھ لیا چاہئے کہ قرآن مین اہل نجات اور فلاح کی سورتون مین دو قسم سے یاد فرمایا ہی کبھی ابرار اور مقربین اُن دونون کا نام رکھا ہی اور کبھی اصحاب الیمین اور سابقین فرمایا ہی اور اہل تحقیق اِن دونون قسمون کی تحقیق مین اختلاف رکھتے ہین بعضے کہتے ہین کہ سابقین اور مقربین صاحب محبت ذاتیہ کے ہین کہ محبت انکی اللہ تعالی سے محض اسکی ذات واسطے تھی اور ابرار اور اصحاب الیمین وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالی سے محبت انعام کی توقع پر رکھتے تھے اور اسی قول کے قریب ہی وہ جو کہا ہی کہ مقربین اور سابقین فنا فی اللہ اور بقا باللہ والے ہین اور ابرار اور اصحاب الیمین وہ لوگ ہین کہ انوار اور طاعات اور اذکار سے منور ہوئے ہین اور انشراح صدر پیدا کیا ہی لیکن ہنوز مرتبہ بقا اور فنا کا حاصل نہین ہوا اور بعضے کہتے ہین کہ ہر نیک عمل کے واسطے دو حدین مقرر ہین ایک سفلانی یعنے نیچے کی اور ایک فوقانی یعنے اوپر کی پھر جس شخص نے ایک کام نیک کیا نہایت صدق اور خلوص نیت سے اور سب اسکی شرطون اور سنتون اور آدابون کی رعایت سے اور اس عمل کے ثمرات کو یعنے اُسکے ثوابکو محفوظ رکھا بطلان اور حبط سے اور نقصان اجر سے اور ان سب باتونکی رعایت پر پہلے درجے کو کی یہان تک کہ حد فوقانی کو پہنچایا تو وہ شخص مقربین مین سے ہی اور جو اُس سے کمتر ہی اور ان باتون کی رعایت مین ورلے درجے مین ہی پہلے کی نسبت سے تو وہ ابرارون مین ہی اور اس تقریر سے ابرار اور مقربین کا جمع ہونا ایک شخص مین باعتبار بعض اعمالون کے سواے بعض کے ہو سکتا ہی اور وہ جو لفظ سے ابرار اور مقربین کے اور اصحاب الیمین اور سابقین کے اور جو نسق سے ارشاد

الہی کے کہ وصف اُن دونون گروہون کا کیا ہی معلوم ہوتا ہی سو یہہ ہی کہ ابرار اور اصحاب الیمین ایک
جماعت ہین کہ ادا کرتے ہین حقوق خلق اور خالق کے اور احسان کرتے ہین لوگون سے اور اعمال نیک اور
پسندیدہ مین کوشش کرکے قوت ملکیہ کو قوت بہیمیہ اور سبعیہ پر اپنی غالب کیا ہی اور مقربین اور سابقین
ایک جماعت ہین کہ بطور جذب الٰہی کے ان صفتون اور اعمالون کے سبب سے اُنکے پردے باطنی اُٹھ گئے ہین اور
شہود اتم یعنے حضوری پوری نصیب ہوئی ہی اور سلوک اُنکا ساتھ جذب کے منتہی ہو گیا ہی اور قرب حقیقی
اپنے محبوب سے پیدا کیا ہی واللہ اعلم اور تحقیق حقیقت سجین اور علیین کے مقام کی جس طور سے کہ بعضے عارفون نے
فرمائی ہی سو وہ یہہ ہی کہ کمال نوع انسانی کا موافق وسعت معرفت اور اُسکی تنگی کے اور باعتبار تہذیب
لطایف اور تحصیل انوار ملکیہ اور تکدر لطائف اور لحوق ظلمات بہیمیہ اور سبعیہ کے عرض عریض رکھتا ہی
کہ کسی اور نوع مین اِس قدر عرض عریض ممکن نہین اسیواسطے کسی شاعر نے کہا ہی ؏ ولم ار امثال الرجال
تفاوتوا لدی المجد حتی عد الف بواحد پس کمال انسانی کی شکل کو مانند دائرۂ وسیع کے خیال
کیا چاہئے کہ مرکز اسکا ادنی مراتب انسانیہ کا ہی اور اعلی اُسکا برابر عرش محیط کے وسعت رکھتا ہی اور
جو عالم غیب مین یہہ شکل متخیل مثالی متحقق پیدا کی تو اُس دائرے کے محیط کا نام علیین ہوا اور اُسکے مرکز کا
نام سجین اور مقرر ہی کہ جو دائرے کہ مرکز کے قریب ہوتے ہین وہ نہایت تنگ اور چھوٹے ہوتے ہین
اُن دائرون سے کہ محیط کے قریب ہین پس فجار کی انسانیت کے مرتبے درجے بدرجے مرکز کے نزدیک ہین
اور ضیق اور تنگی مین متفرق اور ابرار کی انسانیت کے مرتبے درجے بدرجے محیط کے قریب ہین اور وسعت
اور فراخی مین ایک دوسرے سے زیادہ یہان تک کہ نوبت اعلی علیین کو پہنچے کہ مقام مقربین اور سابقین کا ہی
اور ابرار کو بھی تبعیت سے مقربین کی عبور روحانی اُس مقام پر حاصل ہوتا ہی لیکن رہنے کی جگہہ اُنکی وہ مقام
نہین یہہ عبور روحانی بعد جدا ہونے روح کے جسم سے ایک تاثیر کریگا کہ روح کو اُنکی اُس مقام پر لیجاویگا
اور اُس مقام کے رہنے والون کے پیرو نہین لکھ دینگے اور جو احوال بیان کرنے سے ابرار کی ارواح کے
کہ بعد قبض ہونے روح کے کیا معاملہ اُن سے گذریگا فارغ ہوئے تو اب اُنکے انجام کا حال کہ قیامت کے
دن کیا ہوگا بیان فرماتے ہین اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ تحقیق نیکو کار نعمتون مین ہونگے اور نعیم کا لفظ

بہشت کی تمام موعود چیزون کو شامل ہی حور اور قصور اور طعام اور شراب اور پوشاک اور سواری
اور خادم خوبصورت اور مکان پاکیزہ اور دوسری جو نعمتین کہ وہان تیار ہین سبکو شامل ہی
اور علاوہ ان سب نعمتون سے ایک یہہ ہی کہ انکو وہان پر سونے کے جڑاو تختون پر بٹھاوینگے اور اُن تختون پر
موتیون کے قبے کھڑے کئے جاوینگے کہ جنتی اُسکے اندر بیٹھے سب کچھ دیکھین اور اُنکو کوئی نہ دیکھے چنانچہ فرماتے
ہین عَلَی الْاَرَائِکِ یَنْظُرُوْنَ نیک لوگ سایہ دار تختون پر بیٹھے دیکھتے ہین اور حدیث شریف مین وارد
ہی کہ مومن کو بہشت مین سب نعمتون سے وہان کی بہرہ مند کرینگے برخلاف دنیا کے کہ حق تعالی یہان پر
نعمتین بعضے لوگون کو دیتا ہی مگر لطف اُن نعمتون کا انکو نصیب نہین ہوتا جیسے بادشاہ مریض یا ضعیف
الباہ کہ ہرگز نفیس کھانون سے اور ستھری پاکیزہ باکرہ عورتون کی صحبت سے کچھ کیفیت نہین اٹھا سکتا
اور یہہ بھی حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ادنا اور کم سے کم درجے کا وہ بہشتی ہوگا کہ اسکو دنیا کی برابر
مکان نعمتون سے بھرا ہوا ملیگا اور مفعول کو ینظرون کے تعمیم کے واسطے حذف فرمایا ہی تاکہ اپنی نعمتونکے
دیکھنے کو جیسے حور اور قصور اور انہار اور اشجار اور دوسرے بہشتیون کی نعمتون کو اور عذاب اور
شدت دیکھنے کو دوزخیون کے بھی شامل ہو اور منظور یہہ ہی کہ تخت سایہ دار انکو سیر سے عالم بہشت اور
دوزخ کے حاجب اور مانع نہونگے برخلاف دنیا کے تختون کے کہ وہ بیٹھنے والے کو سیر و تماشے سے مانع
ہین اور اریکہ لغت مین اُس تخت کو کہتے ہین کہ اسپر قبے کی مانند سائبان بنا ہو اور منقش پردون اور مرصع
جھالرون اور آویزون سے سجا ہو جسکو ہندی لغت مین چھپرکھٹ کہتے ہین اور عارفون نے کہا ہی کہ بہشت کے
ارائک کہ نیکون کو نصیب ہونگے اور جابجا قرآن مجید مین کمال مدح کے ساتھ اُنکا ذکر آیا ہی سو وہ نمونہ
ہین نیکون کے مقامات کے اسماء الٰہیہ سے کہ دنیا مین اُنکا ہونا اُن مقامو مین انکہ اور عقل سے خلق کی پوشیدہ
تھا اور وہ اس مقام پر ٹھہر کر تمام مرتبون کو وجود کے وہان سے سیر کرتے تھے تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْہِہِمْ
نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ معلوم کریگا تو اے دیکھنے والے چہرون مین اُنکے تازگی نعمتون کی حاصل یہہ کہ دوزخیون کا
حال دیکھنے سے کچھ انکو ملال اور غبار خاطر اور تغیر چہرے کا ظاہر نہوگا کیونکہ اپنے دشمنون کا اپنی آنکھون کے
سامنے ذلیل ہونا تو اور بھی فرحت اور خوشی کی بات ہی اسیواسطے نشانیان سرور و بہجت کی چہرون مین

اُنکے ہمیشہ نظر آوینگی يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ پلائے جاوینگے خالص شراب کہ محبت الٰہی کا نمونہ ہی اور دنیا مین
اُسکو اپنے دل مین جگہہ دی تھی اور شراب کی مانند قوٰی اور ارواحون مین اُنکے سرایت کی تھی اور وہ محبت خالص
محبت تھی کہ اُسکے ساتھ ہوے نفسانی اور معاصی کی محبت کی آمیزش نہ تھی اور شراب بہشتکی اکثر نہرون
اور چشمون مین جاری ہوگی جیسے کہ دوسری سورتون مین مذکور ہی تو اس تصرفی شراب سے احتراز کے واسطے
کہ اُسکو ہر خاص و عام بہشتی کا اُسمین پڑتا ہی ایک دوسری قید کو اُسمین بڑھاتے ہین مَّخْتُومٍ یعنے وہ شراب
خالص مہر کیگئی ہی اور عام شرابون سے ممتاز اور جدی ہی آور بھید مختوم ہونے مین اُس شراب خالص کے
کہ نمونہ محبت الٰہی کا ہی یہہ ہی کہ وہ محبت باوجود کمال غلو اور ہیجان کے کہ عشق کے مرتبے سے کوسون بڑھ گئی تھی
تو بھی شرع کی مُہر سے مختوم تھی اور احکام الٰہی کی مُہر کے نیچے محفوظ ہرگز مجتنبن وہمیہ محرمہ اور شہوات نفسانیہ نہ
منہیہ اور نجاسات شیطانیہ اُس محبت سے کچھ آمیزش نہین رکھتی تھین آور عجائبات سے اس شراب
مختوم کی ایک یہہ بات ہی کہ دُنیا کی شراب کے شیشون کو بھی جو اُنکی احتیاط منظور ہوتی ہی تو مُہر کر دیتے ہین
لیکن جس چیز سے کہ مُہر کرتے ہین تو وہ مٹی یا موم یا لاکھ وغیرہ ہوتی ہی آور اُنکی مختوم شراب کا وصف یہہ
یہہ ہی کہ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ یعنے جس چیز کی کہ اُسپر مُہر کی ہی وہ مُشک ہی تاکہ خوشبو مشک کی شیشہ لیتے ہی
دماغ مین بس جاوے اور دماغ کو خوش کر دے آور جس مشک کی کہ اُسپر مُہر کی جاویگی وہ نمونہ حکم شرع کا
ہی ساتھ اُن مباح چیزونکے کہ نیکون کے دلون کی قوت دینے والین اور اُنکے خاطر کو خوش کرنے والین
اور اُنکے ذوق و شوق کے بڑھانے والین دنیا مین تھین وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ اور اس قسم کی
شرابین کہ نمونہ اور مثال اس قسم کی نفیس شی کا ہی چاہئے کہ رغبت کرین رغبت کرنے والے نہ ایک مٹھی جو
یا گیہون مین کہ لوگون کا حق ماپ اور تول مین گھٹا کرین کہ اُسکو اُسے کچھ نسبت نہین آور بعضے مفسرون نے
ختام کو ختم اور انتہا کے معنے مین ٹھہرایا ہی اور اُسکے موافق اُس حدیث شریف مین جو ابو الدردا سے مرفوعًا
ثابت ہوئی ہی وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ پچھلی شراب بہشتون کی مسک ہی
اور مسک ایک شراب کا نام ہی کہ سفید ہی جیسے چاندی کے پتر اگر کوئی دنیا کا شخص اُسمین ہاتھ ڈبو کر پھر
نکالے تو تمام جاندار دنیا کے اُسکی خوشبو سے مست ہو جاوین ظاہر یہہ بات معلوم ہوتی ہی کہ اُس خالص

شراب کو کہ پہلا پیالہ بہشتیون کا وہی ہوگی اس واسطے اُسکا نام مسک رکھا ہی کہ مشک حار اور ویوں مین سے
ہی کہ ہضمکا مدد گار ہوتا ہی غذا کے ہضم کرنے مین اور منہہ مین خوشبو پیدا کرتا ہی اور بار دیگر جلد اشتہا پیدا
کرتا ہی اور وہ شراب کہ بہشتیون کی شراب کی مجلس کا ختم اُسپر ہوگا وہ بھی یہی کام کریگی اور جو بعضے اوقات
شراب مین کچھ ملانا بھی اہل مجلس کو منظور ہوتا ہی تو اسواسطے فرماتے ہین کہ شراب خالص کو جب چاہینگے کہ کسی اور
چیز سے ملاکر پیئن تو بھی ہو سکے گا وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ اور ملونی اُسکی تسنیم ہوگی اور تسنیم لغت مین
اس چیز کو کہتے ہین کہ شربت پر خوشبو یا ذایقے کے واسطے جیسے گلاب یا بید مشک یا کچھ اور اُسکے مانند ملا دین
اور یہہ ماخوذ سنام سے ہی کہ اونٹ کے کوہان کے معنون مین ہی کیون کہ ایسی چیزون کے ڈالنے سے
شراب کے برتن مین بلبلے اُٹھتے ہین کہ اونٹ کے کوہان کی مانند معلوم ہوتے ہین اور مراد تسنیم سے اس جاے پر
ایک چشمہ ہی بہشت مین کہ سب قسمونکی شراب سے بہتر اور لذیذ ہی اور مقربین اور سابقین کو اس چشمے سے
خالص پلا وینگے اور ابرار اور اصحاب الیمین کو بطور گلاب و بید مشک کے ملاکر دینگے اور بعضی روایات مین مروی
ہی کہ تسنیم برخلاف دوسرے چشمون کے ہوا مین جاری ہوگا نہ بہشت کی زمین پر اور بھید اُسکا یہہ ہی کہ
وہ چشمہ نمونہ محبت ذاتیہ الٰہیہ کا ہی کہ بے تعین محل اور صورت کے بلکہ بے تشخص حال و صفت کے ارواح کو
مقربین کی فریفتہ کر دیا ہی اور کہتے ہین کہ وہ چشمہ عرش کے نیچے سے اُبلتا ہی اور مقربین کے مکانون کے صحنون
مین بہتا ہی چنانچہ اُسکے حال مین ارشاد فرماتے ہین عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ یعنے مراد ہماری تسنیم سے
وہ چشمہ ہی کہ پیتے ہین اس سے مقرب لوگ حاصل کلام کا یہہ ہی کہ مقرب لوگ اس چشمے کی شراب کو خالص
پیتے ہین اور ابرار کو اُس شراب سے بطور گلاب کے ملاکر دیتے ہین اسواسطے کہ مقرب مشغول طرف ماسوی اللہ کے
نہین ہوتے ہین اور حق کی محبت کو غیر کی محبت مین ملایا نہین برخلاف ابرار کے کہ محبت اُنکی فعلون اور صفتون کے
سبب سے تھی اور جو ابرار کے نعمتونکے مذکور مین اُنکی شراب نوشی کا بھی ذکر فرمایا تو اُسکے نکتے کو بھی ارشاد
فرماتے ہین اور تفصیل اس نکتے کی یہہ ہی کہ حق تعالیٰ کو اس روز بدلا لینا کفار سے ہنسی ٹھٹول کا کہ اُسکے
بندون سے دنیا مین کرتے تھے منظور ہوگا اور وہ خاص بندے خدا کے بسبب کمال تمکین اور وقار کے اس
بات کا بدلا لینے مین توقف کرینگے ناچار انکو ایسی شراب کے جام پلاکر سرشار کر دینگے کہ اُسکی فرحت سے اللہ اُس

نمکیں اور وقار میں کچھ فرق ہو جاویگا اور انتقام اپنے تمسخر اور ٹھٹول کا ان سے لینگے چنانچہ فرماتے
ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا مقرر جو لوگ گناہ کرتے تھے دنیا میں جیسے انکار آیات الٰہی کا اور خلق کے حقوق
اور کم کرنا مال اوروں میں کَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ہنسی ٹھٹول کرتے تھے ان لوگوں
سے جو ایمان لائے تھے اور کہتے تھے کہ اس گروہ کو کیا خیال فاسد میں گھیر رہا ہے کہ آنکھوں
دیکھتی لذتوں کو خیالی لذتوں کی توقع پر چھوڑ رہے ہیں اور فقط اتنی ہنسی پر بھی اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ وَاِذَا
مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ اور جب گذرتے تھے ان مسلمانوں پر تو آپس میں سینیں مارتے تھے کہ یہ
گروہ وہی بے عقل و احمق ہیں کہ اپنے کو نقد لذتوں سے خیال پرہیز کے جو موہوم ہے محروم رکھا ہے ۔
وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ اور جب لوٹ کر جاتے تھے یہ کافر اپنے گھر والوں میں اور وہاں پر مجمع
طرح طرح کی دنیاوی لذتوں کا دیکھتے تھے جیسی عورتیں خوبصورت اور لڑکے مرغوب اور لڑکیاں محبوب
اور فرش نفیس اور برتن مکلّف اور کھانے لذیذ اور پانی سرد خوشبودار تو جانتے تھے کہ یہ چیزیں ہمکو
اسی عقیدے سے حاصل ہوئی ہیں کہ ہم جزا کے روز کا اعتقاد نہیں رکھتے اور کچھ خوف اور ڈر اس روز کا
ہمارے دل میں نہیں اور مسلمان نیکوکار ان لذتوں سے اسی سبب سے محروم ہیں کہ توقع پر بہشت کی
موہوم نعمتوں کے اور خوف سے دوزخ کے خیالی عذابوں کے ان نقد لذتوں سے دست بردار ہیں تو مثال
انکی ایسی ہی ہے جیسے مجنون کہ اپنے خیال فاسد کے سبب سے غذاؤں لطیف فائدہ مند سے ڈرتا ہے اور پرہیز
کرتا ہے اِنْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ پھرے تھے باتیں بناتے اور خوش طبعی کرتے وَاِذَا رَاَوْهُمْ اور جب
دیکھتے تھے مسلمانوں کو کہ اپنی جان کو مشقت میں طاعت اور عبادت کی گلاتے ہیں اور اچھی پوشاک
نہیں پہنتے اور کھانا خشک بے مزہ کھاتے ہیں اور گرمی کے دنوں میں روزہ رکھتے ہیں قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
لَضَآلُّوْنَ کہتے تھے کہ تحقیق یہ لوگ البتہ راہ بھولے ہوئے ہیں کہ موہوم لذتوں کو موجود لذتوں پر ترجیح
دیتے ہیں اور اپنے حاصل منفعتوں کا کمالات حقیقی نام رکھا ہے وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ
اور نہیں بھیجے گئے ہیں یہ کافر مسلمانوں پر نگہبان کہ انکو نیک راہ سے پھیر دیں اور ہر مجلس اور مجمع
میں انکا پیچھا کریں اور طعن و تشنیع کرتے رہیں اور یہ کافر اس درجے کو اس کام میں تعدی کرتے ہیں

کہ اول تو ہنستے ہین بعد اُسکے غمزے اور اشارے کرتے ہین بعد اُسکے غائبانہ نک اور پھبتیان بولتے ہین اُسکے بعد منہہ پر منہہ گمراہ کہتے ہین اور وجہ اِن چارون حالون کی اِس ترتیب کے ساتھ یہہ ہی کہ جب کسی شخص کو کسی شخص کی کوئی حرکت ناپسند آتی ہی تو اسپر تحقیر کی راہ سے ہنستا ہی اور جب اِسسے زیادہ نفرت ہوتی ہی تو اپنے ہم مشربون کو بھی چشم وابرو سے بتاتا ہی تاکہ اہانت اور حقارت کرنے مین اُس حرکت والیکی ... ہون اور جو نفرت نہایت کو پہنچتا ہی تو غائبانہ بھی اس حرکت والے پر لطیفے اور پھبتیان کہتا ہی اور جو تشنیعیں کرتا ہی تاکہ تحقیر اور اہانت کا حق ادا کرے اور جب بات نفرت سے بھی گذر گئی تو منہہ بہ منہہ ساتھ حماقت اور جہالت اور گمراہی کے نسبت کرتا ہی اسواسطے اس ترتیب کی اِن آیتون مین رعایت رکھی ہی اور کافرونکے اس ظلم بیان کرنے کے بعد مسلمانون کو ارشاد ہوتا ہی کہ یہہ ظلم بھی اُنکا رایگان نجاویگا بلکہ جزا کے روز اِس قسم کے ظلم کا بھی انتقام لینگے فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا سو آج کے دِن کہ جزا کا روز ہی جو لوگ کہ ایمان لائے تھے اور کمالات حقیقی کو ساتھ قوت ایمانی کے لذات نفسانی پر ترجیح دیکر اختیار کیا تھا مِنَ الْكُفَّارِ کافرون سے کہ کمالات کے منکر تھے اور کمال کے حاصل کرنیکو دنیا کی فانی لذتون مین منحصر جانتے تھے يَضْحَكُونَ ہنستے ہین کہ یہ لوگ کیا کوتہ اندیش اور احمق تھے کہ کس فانی خسیس چیز کو کس نفیس باقی رہنے والی چیز پر ترجیح دی تھی اب دوزخ مین کس طرح سے عذاب مین اور طوق و زنجیرونمین جکڑے گئے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ کافرون کو دوزخ مین ایک دروازہ بہشت کی طرف کھول دینگے اور دوزخ کے دربان کہینگے کہ آن جلد آؤ یہہ سنتے ہی وہ گرتے پڑتے طوق و زنجیرونمین جکڑے ہوئے اس دروازہ کی طرف جاوینگے جب قریب پہنچینگے تو اس دروازے کو بند کر دینگے اور دوسری طرف کا دروازہ کھول دینگے اور کہینگے اُس دروازے سے جاؤ تو اس دروازہ کی طرف جانے کا ارادہ کرینگے اور آگ کے پہاڑون پر گرتے پڑتے گذرینگے جب نزدیک پہنچینگے تو اسکو بھی بند کر دینگے علی ہذا القیاس اُن کو دوزخ مین اِن حیلون سے سرگردان اور پریشان کرینگے اور مسلمان جب بہشتون سے یہہ حالت اُنکی دیکھینگے تو ہنسینگے لیکن باوجود ایسے برے حال دیکھنے کے ہنسی کے سبب مین اُنکو ... مانع آویگا اور حد سے ہنسی اور مسکرانے کی نوبت نکرینگے اور کافرونکی

طرح سے

طرح سے کہ دنیا مین چشم وابرو سے غمازی کرتے تھے اور غائبانہ پھبتیان کہتے تھے اور منہہ منہہ گمراہ بولتے تھے یہہ بات ان سے ہرگز ظہور مین نہ آویگی بلکہ باوجود ایسا حال دیکھنے کے کہ موجب کمال ہنسی پہنچنے اور لوٹ جانے کا ہی بجائے اسکے کہ لوگ اس قسم کے تماشون کے واسطے دوڑتے ہین اور دور دور جاتے ہین وہ لوگ اپنے مکانون سے جنبش نکرینگے بلکہ عَلَى الْاَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ اپنے سایہ دار تختون پر بیٹھے دیکھتے ہین اور آپسمین کمال تمکین اور وقار سے پوچھتے ہین هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ کیا سزا ان کافرون نے اپنے کامون کی عوض اسکے جو دنیا مین کرتے تھے جیسے غمزے اور ٹھٹھے اور لطیفہ گوئی اور گمراہ نام رکھنا



سُوْرَۃُ اِنْشِقَاق

سورۂ انشقت مکی ہی اسمین پچیس ۲۵ آیتین اور ایک سو نو ۱۰۹ کلمے اور چار سو تیس ۴۳۰ حرف ہین اور ربط اس سورے کا سورۂ مطففین سے ابتدا سے انتہا تک ظاہر ہی کہ دونون سورتون کے مضمون اور معنے قریب قریب ہین جیسا کہ اُس سورہ مین ویل للمطففین و ویل للمکذبین واقع ہی اور اس سورہ مین یدعوا ثبورا اور اس سورہ مین الا یظن اولئك انهم مبعوثون اور اس سورہ مین انه ظن ان لن یحور اور اُس سورہ مین یوم یقوم الناس لرب العلمین اور اس سورہ مین فملاقیه اور اس سورہ مین مذکور ہی کہ اعمال نامے نیکون کے اور بدون کے بعد اُنکے مرنیکے دفتر مین علیین و سجین کے داخل ہونگے اور اس سورہ مین بھی نیکون اور بدون کے اعمال نامون کا مذکور ہی کہ بعد حشر کے سیدھے یا اُلٹے ہاتھو مین دینگے اور اُس سورہ مین تکذیب قرآن کی کہ کافر کرتے تھے اس عبارت سے مذکور رہا واذا تتلی علیه ایاتنا قال اساطیر الاولین اور اِس سورہ مین اس عبارت سے مذکور ہی واذا قرئ علیهم القرآن لا یسجدون اور اُس سورہ مین انهم لصالوا الجحیم واقع ہی اور اِس سورہ مین یصلی سعیرا اور اس سورہ مین اہل نجات کے حق مین تعرف فی وجوههم نضرة النعیم واقع ہی اور یہہ بھی ہی کہ فالیوم الذین امنوا من الکفار یضحکون اور اس سورہ مین وینقلب الی اهله مسرورا اور اُس سورہ مین کافرون کے حق مین بہ نسبت مسلمانون کے مذکور ہی کہ کانوا من الذین امنوا یضحکون واذا انقلبوا

الی اھلھم انقلبوا فکھین اور اس سورہ مین انہ کان فی اھلہ مسرورا اور علی ہذا القیاس مناسبت کلی بعد تامل کے ظاہر ہوتی ہی اور اس سورے کا نام سورۂ انشقت اور انشقاق اس جہت سے رکھا ہی کہ اول مین اُسکے پھٹنا آسمانون کا حکم الٰہی سے قیامت کے دن مذکور ہی اور یہہ واقعہ ایک بڑی حجت ہی آدمی پر کیون کہ جو آسمان باوجود اس بڑے پن اور بلندی کے کہ رکھتا ہی اس ارشاق کو مجرد حکم اپنے پروردگار کے بغیر توقع ثواب اور خوف عذاب کے بجالایا ہو آدمی کہ نہایت پست اور ذلیل بنا ہی آسمان سے کام اللہ تعالی کے کہ کچھ اتنا سخت و بھاری نہین ہی باوجود ثواب کی توقع اور عذاب کے خوف کے کیون قبول نکرے اور بجا نلاوے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ؛ جس وقت آسمان پھٹ جاوے حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ پھٹنا آسمان کا کہکشان کے مقام سے واقع ہوگا اور وجہ اُسکے پھٹنے کی اُس روز یہہ ہی کہ فرشتے موکل دروازون پر آسمان کے کہ روزی رزق اُتار نیکو بندون کی اور اوپر لیجانے کو اُنکے اعمال کے مقرر ہین اپنے کام سے فراغت کرکے اُتر ینگے اور دوسرے فرشتے کہ رہنے والے آسمانون کے ہین صفین باندھکر گرداگرد محشر کے کھڑے ہو جاوینگے اور تجلی قہر الٰہی کی اس روز عرش معلی پر غلبہ کرکے اُسکو نیچے کی جانب کو حرکت دیگی تو اس تجلی کے صدمے سے اور عرش معلی کے بوجھ سے آسمان کے اجزا پاش پاش ہو جاوینگے اور یہہ بھی ہی کہ منظور اس وقت خراب کرنا اس عالم کا اور تعمیر کرنا دوسرے عالم کا ہی اور نئے مکان کی تعمیر بغیر پرانے مکان کے توڑے پھوڑے ہو نہین سکتی اور یہان سمجھ لیا چاہئے کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہی روح اور جسم منشا اسکی روحانیت کا آسمان ہی کیونکہ نفس ناطقہ اسکا نفوس سماوی سے ماخوذ ہی اور اُن سے کلی مشابہت رکھتا ہی اور روح ہوائی کہ مرکب نفس کے ساتھ ہی اور رگون بدن مین دائر و سائر ہی سو اُسکا جوہر بھی آسمان کے جوہر سے مشابہت کلی رکھتا ہی کہ پھٹنے چرنے ٹوٹنے پھوٹنے کے قابل نہین ہی اور ہر چند کہ مرضون اور بڑے بڑے صدمے اٹھاتی ہی لیکن بالکل فنا نہین ہوتی انتہا اُسکی فنا کا یہہ ہی کہ بدن سے جدا ہو جاتی ہی پھر بھی اروح

موکلوں کے پاس محفوظ اور مامون رہتی ہی اور روح کی سعادت اور شقاوت کا سبب کہ اسکو عرف
مین بخت کہتے ہین اور طالع کے ساتھ بھی منسوب کرتے ہین تو یہہ بھی اوضاع حرکات آسمانی سے اور اُسکے
ستارون سے ماخوذ ہی اور غذا روح کی اور اسکے مرضون کی دوا کہ شریعت اور طریقت ہی وہ بھی
آسمان سے نازل ہی پس انشقاق آسمان کا دلیل قوی اور برہان ظاہر ہی اسبات پر کہ آدمی کی روح کا نسبت کی
اطاعت اور امر سے اپنے پروردگار کے چارہ نہین ہی اس واسطے کہ معدن اور کان اسکا آسمان ہی
باوجود اس عظمت اور بلندی کے کہ رکھتا ہی لیکن اللہ تعالی کی فرمانبرداری سے نکل نہین سکتا
اور پھٹنا آسمان کا اس روز بسبب ضعیف ہونے اسکی بنیاد کے نہوگا جیسا کہ ٹوٹنا دنیا کی عمارتون کا
اور اس جہان کی بنی ہوئی چیزون کا ہوتا ہی بلکہ اسکو کمال قوت اور بنیاد اور عظمت کی حالت مین کہ رکھتا ہی
حکم اللہ تعالی کا اُسکے پھٹ جانے کے واسطے پہنچا وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ اور کان رکھا اس آسمان نے اور فرمان بردار
ہوگیا حکم ماننے کو اپنے پروردگار کا اور قبول کرنے سے اس حکم کے کہ نہایت شاق تھا سر نہ پھیرا اور
یہہ فرمانبرداری کہ اُس سے واقع ہوئی سو اس قسم سے نہین ہی کہ اسکی عظمت اور بلندی کو مانع ہو بلکہ
یہہ تذلیل لایق اور سزاوار اُسکی عظمت کے تھی وَحُقَّتۡ اور وہ آسمان لایق اُسکی تابعداری اور
فرمانبرداری کے تھا وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ اور جسوقت کہ زمین کھینچی جاویگی کہ لمبی اور چوڑی ہو جاوےگی
اور اس مجمع عظیم کے واسطے کہ ساتون آسمانون کے فرشتے اور حاملان عرش اور طرح طرح کی مخلوقات
جن اور انس اور جانور اولین اور آخرین کے سب اسوقت جمع ہونگے اور زمین پر کھڑے ہونگے کہ سبکو گنجایش کرے
اور دوسرے کھینچنا زمین کا اس سبب سے بھی ہوگا کہ بلندی اور پستی اور عمارتین اور پہاڑ سب برابر ہو جاوینگے کہ کھڑے
ہونیوالون کے واسطے کہین اونچا نیچا نہو اور کوئی چیز آپسمین ایک دوسرے کی آڑ اوٹ نہو اور ایک کا حال دوسرے پر ظاہر
رہے جیسے کہ فرش اور بچھونون مین نظر آتا ہی کہ کھینچے تاننے کے سبب سے دو فایدے معا حاصل ہوتے ہین ایک
تو وسعت اور فراخی دوسرے ہمواری اور جو زمین کہ منشا انسان کے جسم کا ہی اور اُسکا جزو غالب ہی اور
غذا اور منفعتین دوسری طرح کے بھی اُسکو زمین سے پہنچتے ہین پس فرمانبرداری اُسکی خدا تعالی کے حکم کو
دلیل قوی ہی اسبات پر کہ آدمی اپنے تمام اعضا اور رگ و ریشہ سے اپنے مطیع اور فرمان بردار حکم الہی کا

ہو وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا اور اُگل دیگی زمین کھینچنے کے سبب جو اُسمین ہی مُردون کے اجزا اور خزانے اور دفینے اور کانین تاحشر آدمیون کا اُنکے تمام اجزا سے حاصل ہوا اور منفعتین زمین کی کہ اسپر جنگ و جدال اور ضرب و قتال کرتے تھے اور ایک دوسرے کی حق تلفی کرتے تھے کمال دلیل و بیقدری اُنکی نظرونمین ظاہر ہون وَتَخَلَّتْ اور خالی ہو جاویگی زمین اُن چیزون سے جو اُسّے متعلق ہین اعمال آدمیون کے تاکہ جزا موافق اُسکے ٹھہر جاوے اور زمین کو اس اُگل دینے اور خالی ہو جانے مین کچھ عوض یا ضرر یا نفع دینا کسی کو منظور نہین بلکہ فرمان الٰہی اسکو یہی کام کرنیکو پہنچا ہی وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اور کان رکھے زمین بھی اپنے پروردگار کے حکم پر اور فرمان بردار ہوئی اور لایق بھی اس فرمانبرداری کے تھی اور یہان پر سمجھ لیا چاہئے کہ اکثر عوام گمان کرتے ہین کہ یہہ آیت مکرر ہی اور حال یہہ ہی کہ یہہ بات یون نہین ہی بلکہ اول آسمان کے واسطے ہی اور دوسری بار زمین کے واسطے تو ہرگز تکرار نہوئی اور جزا شرط کی محذوف ہی یعنے جو آسمان ایسا فرمانبردار ہو جاوے اور زمین ایسی تابعداری کرنے لگے تو ای آدمی تجھ پر الزام صریح لاحق ہوگا اور حجت قایم ہو جاویگی کہ تونے کس واسطے حکم اپنے پروردگار کا روح اور جسم سے قبول نکیا اور امر الٰہی کی مخالفت مین عمر گذاری چنانچہ الزام حجت کے بیان کرنے کے واسطے ظاہر کرکے فرماتے ہین یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ ای آدمی تو کچھ آسمان سے بڑا اور اونچا نہین ہی اور نہ زمین سے زیادہ سخت کہ اپنے پروردگار کے حکم کو قبول نکرے اور اُسکے حکم کی اطاعت بجا نہ لاوے حالانکہ حکم اللہ تعالیٰ کا تیرے حق مین بہت آسان ہی اور اُن دونو کے حق مین شاق اور گران ہی اور اُن دونون نے باوجود گرانی اور سختی کے فرمانبرداری کی اور سر نہ پھیرا اور علاوہ اُسکے یہہ بھی ہی جو حکم کہ آسمان و زمین پر ہوگا سو اُسمین کچھ عذاب و ثواب نہین اور جو حکم کہ تیرے حق مین آیا ہی اُسکے ساتھ ثواب اور عذاب کی بھی توقع ہی کہ آسمان اور زمین کو ہرگز اسکی امید نہین کیونکہ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ بیشک تو کوشش کرنیوالا ہی کہ قرب حاصل کرے اپنے پروردگار کے كَدْحًا کمال مشقت سے کیونکہ تجھکو استعداد وصول کی دی ہی اور اسکی دُھن تیرے دماغ مین رکھی ہی برخلاف آسمان و زمین کے کہ نہ اُنمین استعداد وصول کی ہی اور نہ انکو اُسکے حاصل کرنے کا خیال آوے اور یہہ وصول موعود اور دیدار بے پردہ کہ اسکی فکر حصول مین تو لگا ہی محض خیالی نہین ہی کہ دنیا مین

تو خوش تھا بلکہ لا کلام ہونیوالا ہی چنانچہ فرماتے ہیں فَمُلٰقِيْهِ پھر ملاقات کرنیوالا ہی تو اپنے پروردگار سے بے پردہ خیال اور ادراک کے اور بغیر حجاب کے نمونہ اور مثال کے پس نتیجہ کوتاہداری اللہ تعالی کے امر کی اس قدر درکار ہی کہ کسی مخلوق کو اس قدر درکار نہیں کیونکہ اس روز عین ملاقات اور حضوری کے وقت شرمندگی نہ اٹھاوے اور ندامت نہ کھینچے کہ اس روز قوت اور ضعف تیری سعی میں قرب کے مرتبے کے حاصل کرنے میں ظاہر ہو جاویگا اس طور سے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ پھر جس شخص کو دیا جاویگا نامۂ اعمال اسکا اپنے پروردگار کی ملاقات کے وقت کہ اس نامے میں سعی جمیل اسکی اور طاعت اور فرمانبرداری اسکے حکموں کی لکھی ہی تاکہ بالکل ان چیزوں کا جو اسنے شوق میں بجالایا تھا موجب اسکے سرور اور لذت کا ہو اور جانے کہ سعی میری ٹھکانے لگی بِيَمِيْنِهٖ سیدھے ہاتھ میں اسکے کہ علامت نجات اور رضامندی کی ہی کیونکہ سیدھا ہاتھ اکثر الٹے ہاتھ سے غالب ہوتا ہی اور اس شخص نے کہ اطاعت اللہ تعالی کے فرمانکی کی تو اپنے نفس کی خواہش پر غالب آیا اور ایک قوت عظیم پیدا کی اور نیکیوں نے اسکی بدیوں پر غلبہ کیا فَسَوْفَ يُحَاسَبُ پس بعد دینے اعمال نامے کے سیدھے ہاتھ میں حساب کیا جاویگا برے کاموں پر کہ مغلوب اور تھوڑے سے رہگئے تھے حِسَابًا يَّسِيْرًا آسان حساب حدیث شریف میں آیا ہی کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یارسول اللہ حساب یسیر کیا ہی تب رسول اللہ نے فرمایا کہ حساب یسیر وہ ہی کہ بندیکے نامۂ اعمال اسکو دکھلاوینگے اور آواز آئیگی کہ اے میرے بندے مسلمان جو تو نے بندگی کی سو میں نے قبول کی اور جو تو نے خطا کی سو میں نے بخش دی اور کسی بات کے واسطے کہا نہ جاویگا کہ جو نیکی تھیں سو تو نے کیوں کیں اور جو تکرار نیکی تھیں سو کیوں کیں فَاَمَّا مَنْ نُوْقِشَ فِي الْحِسَابِ عُذِّبَ یعنے پھر جس شخص کے واسطے تکرار اور پوچھ پانچھ ہوئی تو وہ شخص آفتیں پڑا اسواسطے کہ اسوقت کوئی عذر گناہ کا نہیں رکھتا ہی اور گناہ سے خالی نہیں ہی اور یہہ بھی حدیث صحیح میں وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز فرماتے تھے کہ جس شخص سے حساب لیا جاویگا اسکو عذاب بھی ہوگا حضرت ام المومنین نے عرض کیا کہ خدایتعالی تو فرماتا ہی فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا اور اس آیت سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بعضے آدمی حساب کے بعد نجات پاوینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ حساب نہیں ہی محض عملونکا

دکھاتا ہی کہ تونے یہہ کچھ کیا اور ہمسے عفو کیا اور فلانے فلانے کام نہیں کئے اور ہم نے درگذر کی لیکن مراد
مری یہہ ہی کہ جس شخص کے واسطے پوری پوری پوچھہ ہوگی تو وہ ہلاک ہوگا وَّیَنۡقَلِبُ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا
اور پھریگا اپنی اہل کی طرف خوش ہوکر نہ اسکو خوف عذاب کا رہیگا اور نہ خجالت جھڑکی اور غصے کے
لاحق ہوگی بلکہ نجات کی خوشی اہل و عیال کے ملنے کی خوشی کے ساتھ ملکر ایک عجب راحت اسکو نصیب
ہوگی کہ کوئی کیفیت برابری اسکی کر نہیں سکتی آور مراد اہل خانہ سے اسکی حوریں ہیں اور دنیا کی عورتیں جو
اسکے نکاح میں تھیں اور بہشتیں ملینگی اور دوسرے ناتے رشتہ والے کہ حشر میں اسلیے حساب دکھانے کی
اطلاع کے واسطے منتظر کھڑے ہونگے آور یہاں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ بندے میں دو غم جمع نہیں کرتا
جو کوئی کہ دنیا میں دین کا غم کریگا تو اس روز خوش ہوگا آور لفظ سوف کا کہ دلالت تراخی اور تاخیر پر کرتا ہی
اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ اول اعمال نامے نیکی کے اسکو دکھاکر خوشوقت کرینگے اور بہت سی
مہلت کے بعد اسکو بدیوں پر اطلاع دینگے تاکہ اول ہی بار بدیوں پر اطلاع دینے سے شرمندہ نہو اور
پشیمانی نہ اٹھاوے وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ اور جو شخص کہ دیا جاوے اعمال نامہ اپنا الٹے ہاتھ میں آور
یہہ علامت ہلاکت اور عذاب کی ہی کیونکہ الٹا ہاتھ بہت ضعیف ہی سیدھے ہاتھ سے اور اس
شخص نے ضعیف جانب کو اپنی کہ خواہش نفس تھی قوی جانب پر اپنی کہ فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی
ہی مقدم رکھا تھا پس قوی کو ضعیف اور ضعیف کو قوی کیا تھا اور معاملے کی صورت کو الٹا کر دیا تھا اسی
واسطے اعمال نامے کو اسکے الٹے ہاتھ میں دینگے لیکن سامنے سے نہ دینگے بلکہ الٹے ہاتھ کو پیچھے باندھ
دینگے اور اعمال نامے کو اسکے اس ہاتھ میں دینگے کہ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ پیچھے سے اسکی پیٹھ کے فَسَوۡفَ
يَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا پھر آگے پکاریگا موت کو یعنے آرزو کریگا کہ کسی طرح موت آجاوے اور مجھکو ہلاک
کر ڈالے کہ ان اپنے برے کاموں کی جزا سے خلاصی پاؤں آور لفظ سوف کا کہ دلالت تاخیر پر کرتا ہی
اسیواسطے اس جاے پر لائے ہیں کہ اسکو اپنی موت خوب طرح سے بعد عمر کی جمع خرچ کے مطالعہ کے
ظاہر ہو جاویگی اول بار میں اپنے نیک و بد اعمال کو دیکھکے خیال کریگا کہ شاید میری نیکیاں میری
برائیوں پر غالب آویں اور میں نجات پاؤں اور یہہ مطالعہ اور برابر کرنا حساب کا ایک مہلت چاہتا ہی

ف اللہ تعالیٰ بندے میں دو غم جمع نہیں کرتا ۱۲

اور وہ جو سورۂ حاقہ اور دوسری سورتوں مین مذکور ہی کہ بعضوں کو اعمال نامے سیدھے ہاتھ مین اور بعضون کو اُلٹے ہاتھ
مین دینگے سو اسبات کے مخالف نہین کہ پیٹھ کے پیچھے سے دینگے جیسے کہ یہان مذکور ہی کیونکہ اعمال نامے کا دینا اُلٹے
ہاتھ مین ایسی طور سے ہوگا کہ پیٹھ کے پیچھے سے دینگے اور جو بعضے علما نے تفسیر مین ذکر کیا ہی کہ آدمی اُس
روز تین قسم پر ہونگے ایک نجات والے انکو اعمال نامے اُنکے سیدھے ہاتھ مین دینگے اور دوسرے ہلاک ابدی والے
انکو الٹے ہاتھ مین دینگے اور تیسرے عذاب والے جنکو کہ بعد عذاب کے نجات ہوگی سیدھے ہاتھ مین پیٹھ کی طرف سے دینگے یا
ہلاک ابدی والون کو اُلٹے ہاتھ مین پیٹھ کے پیچھے سے دینگے اور اہل نجات کو بائین ہاتھ مین سامنے سے بس
یہہ قول مطابق قرآن و حدیث کے نہین ہی محض احتمال ہی کیونکہ اہل شمال اور اہل ظہر دونون کے حق مین جو
وعیدین کہ آئی ہین ایک دوسرے کے قریب ہین نجات اور خلاص پر دلالت نہین کرتین باوجود اسبات کے کہ بعضی
حدیثون مین تصریح اعمال نامون کے دینے کی ایسی طور سے روایت ہی کہ بیان کی گئی واللہ اعلم اور حواس
شخص کا حال کہ اپنے دوزخی ہونیکی علامت اپنے اعمال نامے سے جو اُسکی پیٹھ کی طرف سے دیا جائیگا دریافت
کریگا اور واویلا مچاویگا اور واموتا اور ہلاکت کی شروع کریگا بیان فرمایا اب ارشاد ہوتا ہی کہ اِس
قدر جزع اور فزع اور اضطراب اور بیقراری اور بیتابی پر اُسکی اکتفا ہوگا بلکہ وہ جبر حسرت سے وہ ورا ہی
واقع ہوگی وَیَصْلٰی سَعِیْرًا اور پیٹھیگا دہکتی آگ مین کیونکہ اِنَّہٗ کَانَ فِیْٓ اَھْلِہٖ مَسْرُوْرًا تحقیق
کہ وہ تھا اپنے گھر والونمین دنیا مین خوش اور بیغم کہ دنیا کا غم رکھتا تھا نہ آخرت کا اور کفر اور گناہ سے بھی نہین
ڈرتا تھا اور اللہ تعالی کی رضامندی کی جانب کی اصلا رعایت نہین کرتا تھا اور یہان سے معلوم
ہوا کہ دنیا کی خوشی کے پیچھے آخرت کا غم لگا ہی چنانچہ دوسری جاے پر فرمایا ہی فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا
وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا اور جو شخص کہ اس دنیا مین دُکھ اور غم آخرت کا رکھتا ہوگا تو اُسکے مآل کا حال یہہ ہی کہ ہمیشہ کی
خوشی اُسکو حاصل ہوگی اور یہان پر سمجھ لیا چاہئے کہ خوشی دنیا کی وہی بُری ہی کہ غفلت اور رفاہیت اور
آسودگی سے پیدا ہو اور جو خوشی کہ بسبب راضی ہونے کے حکم الٰہی پر یا واسطے حاصل ہونے مراتب علیہ دینیہ کے
ہو تو عین محمود اور سراسر نافع ہی چنانچہ سورۂ یونس مین فرمایا ہی قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ
فَلْیَفْرَحُوْا اور یہان مذکور اُسی خوشی اور نعمتون کا ہی کہ نہایت غفلت سے دنیا مین حاصل تھین چنانچہ فرماتے ہین

کہ اِنَّہٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ یہہ تمام خوشی اس کافر کو اسواسطے تھی کہ وہ گمان کرتا تھا کہ ہرگز پھیرا نہ جاویگا عالم ارواح کی طرف اور اپنے اعمالون کا حساب نہ دیکھیگا اسواسطے کہ جس وقت دنیا کی خوشی کے واسطے آخرت کا غم یاد آتا ہی یا اپنی روح کا جانا عالم ارواح مین اور اپنے عملون کا بدلا پانا قیامت مین یاد آتا ہی اور اسپر یقین ہوتا ہی تو وہ خوشی بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہی اور اسیواسطے کہا گیا ہی ؎ مرا در منزل جانان چه امن و عیش چون هر دم جرس فریاد میدارد که بربندید محملها اور یہی مضمون ہی اس شعر کا ؎ عشرت امروز بی اندیشهٔ فردا خوش است فکر شنبه تلخ دارد جمعهٔ اطفال را اور ثابت کرنے کو حشر اور نشر کے اور جزا اور حساب کے اور رد کرنے کو اُسکے گمان کے فرماتے ہین بَلٰی یعنی یون نہین ہی جیسا کہ اُسنے گمان کیا ہی بلکہ پھر جانا اسکا عالم ارواح کی طرف پھر وہان سے حشر و نشر کے عالم مین پھر حساب کے میدان مین پھر وزن اعمال کے مقام پر پھر مجازات کے محل مین کہ بہشت و دوزخ ہی ضروری ہی اور دلیل اسکی یہہ ہی اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا تحقیق پروردگار اسکا اسکو دیکھتا تھا ابتداے پیدایش سے انتہاے موت تک کہ روح اسکی کہان سے آئی ہی اور بدن اسکا کس کس چیز سے بنا ہی پھر کیا اعتقاد اور کیا عمل کیا ہی اور دل مین کون سی چیز قائم ہی اور زبان سے اسکی کیا نکلا اور ہاتھ سے اسکے کیا ہوا اور بعد موت کے روح اسکی کہان گئی اور بدن اسکا کس کس مکانون مین بکھرا ہی پھر جو آدمی کے حال سے اس قدر واقف ہو تو البتہ اسکو مہمل نہین چھوڑیگا اور اسکے کئے کا بدلا پورا دیگا اور روح کو اسکے بدن کے اجزا سے جمع کریگا بس گمان اسکا محض بیجا ہی کچھ حاجت قسم کی نہین ؛ اسکے باطل کرنے مین اور اگر کسی کو اس عجیب حالت کے سننے سے کہ بعد موت کے موجود ہوگی اور وارد ہونگین ان حادثون کے کہ بعد جدا ہونے روح کے بدن سے واقع ہوتے ہین کچھ شک اور تردد ہو تو فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ پھر سوگند کھاتا ہون مین شفق کی اور شفق نام ہی ایک سرخی کا کہ آفتاب ڈوبنے کے بعد کنارون پر مغرب کے نظر آتی ہی اور اُسکے باقی رہنے تک مغرب کی نماز کا وقت باقی ہی چنانچہ امام شافعی اور صاحبین کا مذہب یہی ہی اور اسی پر فتوی ہی اور بعضی روایتون مین حضرت امام اعظم رحمة الله علیہ سے منقول ہی کہ شفق نام ہی ایک سپیدی کا کہ سرخی جانے کے بعد پیدا ہوتی ہی اور دیر تک رہتی ہی لیکن صحیح یہہ ہی کہ حضرت امام اعظم اس مذہب سے رجوع کی ہی اور عرب کے لوگ شفق کو اپنے اشعار وغیرہ مین اور محاورون مین تشبیہ سرخی کے ساتھ دیتے ہین تو یہہ دلیل

ف مسئلہ شفق

صریح ہی

صریح ہی اسبات پر کہ مراد شفق سے سرخی ہی نہ سفیدی اور وہ جو بعضے علمانے کہا ہی کہ اول دن کی سرخی کنارے مشرق کے کسی مقدمے مین روزہ ہو یا نماز معتبر نہین بلکہ معتبر سفیدی ہی کہ اُسکو صبح صادق کہتے ہین تو چاہئے کہ مغرب کی نماز کا وقت صبح کی نماز کے وقت کے برعکس ہو کہ ابتدا اُسکی آفتاب کے غروب سے ہی اور انتہا اسکی طلوع آفتاب سے تبس جواب اُسکا یہہ ہی کہ وقت یعنے فجر کا نور کے ظہور کا وقت ہی اندھیرونمین اور ابتدا نور کے ظہور کی صبح صادق کے طلوع سے ہی کہ سفیدی اسکی عام و خاص کو نظر آتی ہی جو اول سے رات کے اندھیرےمین تھی اور یہہ وقت یعنے مغرب کا اندھیرے کے پھیلنے کا وقت ہی نور پر کہ پہلے سے اسمین تھا اور بعد جانے سرخ شفق کے کچھ امتیاز اندھیرےمین خاص و عام کی نظرونمین نہین رہتا ہی اور اس وقت آفتاب کا اثر بالکل جاتا رہتا ہی تو حکم ٹھہرانا یعنے مغرب کا سرخی کے جانے پر نہایت مناسب ہی اور ٹھہرانا اس وقت کا یعنے صبح کا سفیدی کے آنے پر مناسب ہی اور فرق دونون وقتون کے درمیان مین بسبب مقدم ہونے اندھیرے کے ہی نور پر اور بالعکس کیونکہ حکمت کا قاعدہ ہی کہ انفعال عادتہ با حد الضدین موجب سرعت و قوت احساس کا دوسری ضد سے ہوتا ہی اور اثر اُس ضعف کی ضد کا محسوس ہوتا ہی واللہ اعلم وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ اور قسم رات کی اور اس چیز کی جسکو جمع کرتی ہی رات آدمیون سے ہون یا جانورون سے کیونکہ جاندارون کی ہمیشہ یہہ عادت ہی کہ دن کو تلاش معاش کے واسطے اپنے مکانون سے نکلتے ہین اور ہر شخص ایک طرف کو جاتا ہی اور منتشر ہو جاتے ہین اور جب رات ہوتی ہی تو سارے اقربا اور متعلق باسلے ایک گھر مین جمع ہوتے ہین اور ایک مکان پر رات گذارتے ہین بس گویا رات جامع المتفرقین ہی اور اسی واسطے نیک و بد کام جو اخفا اور پوشیدگی سے تعلق رکھتے ہین جیسے ملفوظ ذکر اذکار کے اور جماعت تراویح کی اور مجلس رقص کی اور شراب پینا وغیرہ سب رات مین ہوتے ہین اور اُنکے واسطے جمع ہونا متحقق ہوتا ہی وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ اور قسم کھاتا ہون مین چاند کی جب نور اسکا پورا بھرتا ہی اور شام سے صبح تک رات کے اندھیرے کو دور کرتا ہی اور برائی کے حجاب کو اٹھا دیتا ہی اور یہہ تینون چیزین یعنے شفق اور اندھیری رات اور روشن چاند نمونہ ہی تین حالتون کا کہ آدمی پر بعد موت کے کہ گویا کہ نمونہ ہی آفتاب زندگی کے غروب کا ظاہر ہوتی ہین اول جو حالت کہ بمجرد جدا ہونے روح کے بدن سے

ہوگی تو اُسمین کچھ اثر پہلی زندگانی کا اور اُلفت بدن کے تعلق کی اور دوسرے اپنے جنس کے آشنا دوستونکی
اُلفت باقی رہیگی اور وہ وقت گویا برزخ ہی دنیا کی زندگانی اور استغراق قبر کے عالم مین کچھ اس طرف سے
اور کچھ اُسطرف سے علاقہ رکھتا ہی وہ وقت بعینہ مانند شفق کے وقت کے ہی کہ ہنوز تصرفات مخلوقات کی
اور آمد و شد اُنکی منقطع نہین ہوئی اور جاندار سب بیدار اور دیکھتے بھالتے چلتے پھرتے ہین اور دن کے باقی
رہے کامون مین مشغول ہین اور یہہ حالت حالت ہی انکشاف کی اور جزاے برزخ کی جو نیکیون سے اور
بدیون سے کیا تھا اور مدد زندون کی مردون کو اس حالت مین جلد پہنچتی ہی اور مُردے ایسے وقت مین اس
طرف کی مدد کے منتظر ہوتے ہین اور یون گمان کرتے ہین کہ گویا ابھی ہم جیتے ہین اسیواسطے حدیث شریف مین قبر کے
احوال مین وارد ہی کہ مسلمان آدمی وہان کہتا ہی کہ دعونی اُصَلّی چھوڑ دو مجھکو کہ مین نماز پڑھون اور
یہہ بھی وارد ہوا کہ مردہ اس حالت مین غریق کی مانند ہی کہ انتظار فریاد پہنچنے والے کا رکھتا ہی اور صدقے
اور دعائین اور فاتحہ اسوقت اُسکے بہت کام آتے ہین اور اسیواسطے اکثر لوگ ایک سال تک علی الخصوص
ایک چلے تک موت کے بعد اس قسم کے کامون مین کوشش اور سعی کرتے ہین اور مردے کی روح بھی موت کے قریب دنون
مین خواب مین اور عالم مثال مین زندون سے ملاقات کرتی ہی اور اپنا احوال بیان کرتی ہی دوسری
وہ حالت ہی کہ بعد قطع ہونے دنیا کی زندگانی کے علاقون کے بالکلیہ ظاہر ہوتی ہی اور استغراق عظیم
دیکھنے سے اُن کیفیتون کے جو دنیا مین کمایا تھا نیکی و بدی سے اُسکو حاصل ہوتا ہی اور قواے مدرکہ
اور منتشرہ اُسکے اس عالم سے ایک لخت ٹوٹ کر اس عالم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہین اور حس و حرکت
معنوی اُسکی اس جہان سے مطلقا بیکار ہو جاتی ہی اور یہہ حالت مانند رات کے اندھیرے کے ہی
کہ بعد زائل ہونے شفق کے ہجوم کرتی ہی اور لوگون کو خواب اور معطل ہو جانا حواس اور حرکتون کا
لاحق ہو جاتا ہی اور مالوفات اور مکسوبات دن کے سے مطلقا غافل ہو جاتا ہی لیکن وہ مالوفات
اور مکسوبات ظاہر بدن سے انتقال کرکے باطن مین بدن کے جمع ہوتے ہین اور روح اُنکو رنگا رنگ صورتون
مین مطالعہ کرتی ہی اور متلذذ اور متالم ہوتی ہی یعنے خوش ہوتی ہی اچھائی کو دیکھکر اور رنجیدہ ہوتی ہی
برائی کو دیکھکر اور یہہ حالت عام مُردون کی ہی اور بعضے خاص اولیاء اللہ جنکو اللہ تعالی نے محض

اپنے بندونکی ہدایت اور ارشاد کیواسطے پیدا کیا ہی انکو اسی حالتین بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہی اور اس طرف متوجہ ہونے سے اُنکے استغراق مین کمال وسعت مدارک کے سبب سے کچھ خلل واقع نہین ہوتا اور وہ استغراق اس طرف کے متوجہ ہونے کو منع بھی نہین کرتا آور اُوَیسی لوگ باطنی کمالون کو انھی سے حاصل کرتے ہین اور حاجتمند اور غرض والے اپنے اڑے کامون کی کشادگی کا سبب اُن سے پوچھتے ہین اور اُنکے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہین *** اور انکا حال اُس وقتین اس مصرع کے مضمون پر گواہی دیتا ہی ع
من آنم بجان کرتو آئی بتن — تیسری ایک اور حالت ہی کہ بعد حشر اور نشر کے ظاہر ہوگی اور وہ مانند چودھوین رات کے چاند کے ہیچ پردیکوا دھیریکے دور کرکے نیک و بد کو انکے طرح طرح کے اظہار سے جلوہ گر کریگی اور ہر شخص اپنے نفع اور ضرر کی چیزین اور دوست اور دشمن اور زہر اور تریاق مین امتیاز کریگا اور یہی حالت ہی اعمالناموںکے دیے کی اور نیک و بد عملون کی ظہور کی رنگا رنگ صورتون سے اور اعمالون کے تولنے کی اور نیکی اور بدی کے حساب کی اور دوسرے بہت کامون کی اور اسی حالت کی انتہا ایک اور زندگانی ہی کہ اتم اور اکمل اس جہان کی زندگانی سے ہی لیکن جو وہ زندگانی تغیر و تبدیل نہین رکھتی اور یکسان ہمیشہ قائم اور برقرار ہی اسیواسطے کچھ مناسبت اُسکے واسطے نہین ہی کہ مقام بر قسم کے لائی جاوے بلکہ وہ زندگانی اس قسم سے بھی نہین ہی کہ اُسکے احوال اور صفات متغیر ہونے رہین یعنے کبھی کچھ اور کبھی کچھ تاکہ بیان کے مقام بر وہ حالتین بیان کی جاوین اسیواسطے انھی تین قسم پر اکتفا فرما کر اس مضمون کو کہ اثبات اسکا منظور ہی ارشاد فرماتے ہین لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ البتہ تم سبلوجرھنا ہی کھنتہ پر کھنتہ یعنے پہلے بعد جانے کے اس دنیا سے ایک حالت مین ہوگی کہ انسلو رجوع الی اللہ سمجھو گے بعد اسکے اس حالت سے گذر کر ایک دوسری حالت کو پہنچو گے تو جانو گے کہ حالت رجوع کی یہی ہی اور اگلی حالت اسی حالت کی تمہید تھی اور علی ہذا القیاس یہان تک کہ بہشت مین یا دوزخ مین جا ٹھہرو گے اور سفر تمھارا تمام ہو جاویگا بعد اسکے سدا رہا کروگے اور جو گذرنا ان حالتون سے قطع منازل اور طی مراحل کے مشابہ تھا اسواسطے رکوب کا لفظ کہ معنے مین سوار ہونے کے ہی اس مقام پر استعمال فرمایا اور جو یہہ حرکت یعنے دنیا سے آخرت کو جانا حرکت صعودی ہی یعنے اس خاکدان پست سے عالم بالا کی رفعت گاہ کو جاتے ہین اسلئے

حالتون اور منزلون کو طبقا عن طبق ارشاد فرمایا ہی کیونکہ طبقا عن طبق تہ بتہ چیز کو کہتے ہین چنانچہ سات طبق آسمان مشہور ہین اور عمارت کے طبقے بھی عرف مین رایج ہین اور جو انتقالون کی ولیلین ہر دن اور رات مین اور ہر مہینے اور ہر برس مین انکھوںین پر خاص و عام کی جلوہ گر ہین ایمان نہ لانے سے کافرون کے اور انکے یقین نکرنے سے واقع ہونے کو ان حالتون کے بعد موت کے تعجب فرما کر ارشاد کرتے ہین **فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ** پس کیا ہو گیا ہی ان کافرون کو کہ باوجود اس بیان واضح اور روشن مثالون کے ایمان نہین لاتے اور یقین نہین کرتے کہ ہمکو بعد موت کے بھی کسی طرف رجوع ہونا ہی اور سفر درپیش ہی اور اس سفر کا غم نہین کہاتے اور توشہ اسکے واسطے نہین اٹھاتے اور نقصان اور نفع سے اس عالم کے کہ منتہا اس سفر کا ہی کچھ خبر نہین ہوتے اور بعضے مفسرون نے لترکبن طبقا عن طبق کو دوسرے معنون پر حمل کیا ہی کہ اس مقام سے ساتھ چندان مناسبت نہین رکھتے اگرچہ امر واقعی ہی اور وہ یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب ہی اور مراد توبیخ اور تشنیع ہی یعنے تم بھی اختیار کروگے ایک طبقے کو گناہون سے بعد ایک طبقے کے یعنے اگلی امتون کی طرح مکروہات صغیرہ اور کبیرہ اور طرح طرح کے الحاد اور بدعتین کہ اگلون نے کی تھین تم بھی کروگے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق مین فرمایا ہی کہ تم بھی اپنے اگلون کی پیروی کروگے بالشت بالشت سے اور گز گز سے یعنے اگر اگلے لوگ ایک گز راہ حق سے دور رہے تھے تم مین سے بھی بعضے لوگ اسیقدر حق راہ سے دور رہینگے اور اگر اگلے لوگ ایک بالشت دور رہے ہونگے تو تم مین سے بھی ایک گروہ اسیقدر دور رہین گے یہانتک کہ اگر اگلی امتونمین کوئی ایسا ہوا ہوگا کہ اسنے اپنی ماں سے زنا علانیہ بندون کیا ہوگا تو تم مین سے بھی بعضے شخص کرینگے اور اگر کوئی اگلون مین سے کوہ کے سوراخ مین گھسا ہوگا تو تم مین سے بھی کوئی اس سوراخ مین گھسے گا اور یہہ بھی حدیث صحیح مین ہی کہ تمہارا حال بھی اونکے سے مین حق اللہ اور حق خلق کے اور جھٹلانے مین پیغمبرون کے اور کتاب اور قیامت کے اور دوسرے گناہون کے کرنے مین بعینہ اگلی امتون کے مطابق اور موافق ہی جیسے کہ ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہی کہ جو بھر کا بھی دونون مین تفاوت نہ

نہین ہوتا بلکہ تم کتنی چیزین زیادہ کروگے کہ اگلی امتونمین وہ چیزین نہ تھین جیسے بیچنا احرار کا یعنے ایسے شخص کا کہ وہ کسی کا غلام لونڈی نہو اسکو فریب ومکر سے بیچنا اور اسکی قیمت کھانا اور انھین میں سے ہی سفربازی یعنے مساحقہ عورت کے ساتھ یعنے چپٹی کرنا اور انھین مین سے ہی قتل کرنا اپنے پیغمبر کی اولاد جیسے امام لائیے اور باوجود ایمانداری کے دعویٰ کے ایسی بات کسی امت مین نہین ہوئی کافرون نے ہر چند اپنے پیغمبرون کو قتل کیا ہی اور ایذا دی ہی لیکن کفر کی حالت مین ایسا کسی نے نہین کیا کہ دعوی ایمان کا کرین اور یہہ کام کرین آور بعضے قاریون نے لترکبن کے بے کو زبر سے پڑھا ہی اور اس صورت مین مفسرون نے معنے اسکے اس طور سے کہے ہین کہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی اور مراد معراج کا وعدہ ہی کہ البتہ براق پر سوار ہو کر سات طبق آسمانون پر ایک پر بعد دوسرے کے گذریگا اور یہہ معنے بھی سباق اور سیاق سے آیتون کے ہرگز مناسبت نہین رکھتے بلکہ بے کے زبر کی حالت مین بھی خطاب ہر بنی کو عام ہی جیسے پیش کی حالت مین سب بنی آدم کو خطاب تھا غرض کہ ظاہر معنی وہی ہین جو اول بیان کئے گئے اور مدعا کافرون کا دانستا ہی کہ آخرت کے سفر کی نشانیون کو جان بوجھ کے اس سفر کا انکار کرتے ہین اور جو جو معاملے کہ وہان ہونے والے ہین اُنپر ایمان نہین لاتے اور اگر انکی عقل خود بخود ان حالتون کو دریافت نہین کرسکتی تھی تو انکو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اُٹھاتے یعنے قرآن سنکر اُسپر عمل کرتے اور اسکو سچ جانتے لیکن انکو اسقدر ایمان لانے سے آخرت پر انکار اور دوری ہی کہ قرآن مین بھی اُن مضمونون کو سنکر فرمانبرداری نہین کرتے وَاِذَا قُرِیَٔ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ اور جب پڑھا جاتا ہی اُنپر قرآن تو اُسکی عبارت کو کہ سراسر اعجاز ہی اسکے تسخیر ہو جاتے ہین لیکن عاجزی اور تذلل نہین کرتے اور جس وقت کہ مسلمان اپنا عجز ظاہر کرنے کو سجدہ کرتے ہین تو یہ لوگ لَا یَسْجُدُوْنَ سجدہ نہین کرتے حالانکہ سجدہ کرنا اللہ تعالیٰ کو جسنے اس طرح کا قرآن فصیح اور بلیغ اُتارا کہ کوئی ایک سورت اُسکے برابر بنا نہین سکتا ہی کسی آئین اور مذہب مین منع نہین اور فقط نافرمانی اور سجدہ نکرنے پر اکتفا نہین کرتے ہین بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُکَذِّبُوْنَ بلکہ جو لوگ کہ کافر ہین جھٹلاتے ہین قرآن کو اور ہرچند کہ زبان سے

ان گناہون کا بیان ہی جو اگلی امتون مین نہ تھے

نہین کہتے لیکن حق تعالی انکے اس انکار کو جو دل مین رکھتے ہین جانتا ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ اور اللہ خوب جانتا ہی جو وے لکے برتن کرتے ہین یعنے جو کچھ کہ باطنین انکے سوائے تکذیب اور انکار کے منی لغت اللہ کے امرون کی اور نافرمان برداری اسکے حکمون کی اور خوشی اور شادمانی دنیا کی زندگانی پر اور اس گمان پر کہ آخرت کا سفر ہملو درپیش نہین اور محبت گناہون اور شہوتون کی اور مکر و حیلے کرنے پیغمبرون سے دل انکے لبالب اور مالا مال ہین سو اللہ تعالی سے پوشیدہ نہین اور لفظ یوعون کے اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ وہ نادان کوتہ اندیش ان قبیح چیزون کو کمال احتیاط سے اپنے اندر کے باسن مین نگاہ رکھتے ہین لیکن احتیاج کے وقت جب اس باسن سے یہ موذیات نکلینگے تب یہ جانینگے کہ ہم کیا جیسے کہ اندھیری رات مین کالے ناگ کو پھولون کا گجرا سمجھ کر گلےمین پہنا چنانچہ کسی نے کہا ہی شعر بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور لیکن جیسے جاہل برائیون کو نیکی جانتے ہین اور آیندہ کے نفع کے واسطے زر و جواہر کے مانند کمال احتیاط سے جان کے برتن مین رکھتے ہین نہ مٹی تانبے کے برتن مین بس تجھکو بھی چاہئے کہ انکے باطل اعتقاد کے موافق ہنسی ٹھٹھے کی بات چیت کر فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ بس خوشخبری دے انکو دکھ کی مار کی انکے فرحت اور شادمانی پر دنیا کی اور بشارت کا لفظ اس مقام پر استعارہ ٹھٹھول کا ہی واسطے ڈرانے اور خوف لانے کے اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنے اسکے سب لوگون کو عذاب الیم کا وعدہ دے مگر ان لوگون کو کہ ایمان لاوین اور اچھے کام کرین اور کفر اور گناہون کو اپنے اس عمل نیک کے سبب سے محو کرین پھر جو ایسا کرین انپر ہرگز عذاب نہین ہی نہ الیم اور نہ غیر الیم بلکہ لَهُمْ اَجْرٌ انکے واسطے خوشخبری ہی ایمان اور انکے نیک عمل پر اور باز رہنے پر کفر اور گناہ سے اور وہ مزد غَيْرُ مَمْنُوْنٍ بے انتہا ہی ہرگز تمام ہونیوالا نہین ہرچند کہ انکا ایمان خواب اور غفلت کے وقت منقطع ہو جاتا تھا اور نیک عمل انکا بسبب مرض اور شغل اور سفر اور موت کے بھی موقوف ہو جاتا تھا لیکن رحمت الٰہی نے اس غیر دایمی ایمان کو حکم دایمی ایمان کا دیا اور اس منقطع عمل کو استمراری قرار دیا اور نعمت سدا رہنے والی عوض مین اسکے ادا فرمائی اور یہہ سورت سجدےکی سورتون مین سے ہی اور بعد لا یسجدون کی آیت کے سجدہ ہی اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے ترک کرنے پر سجدہ کے مذمت اور عتاب جو اس جاے پر وارد ہی اس سے یہہ استدلال کیا ہی کہ سجدہ تلاوت کا

واجب ہی اسواسطے کہ ترک سنت پر مذمت اور عتاب نہین آتا ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
سجدہ تلاوت کا سنت ہی جواب اُسکا یہہ ہی کہ مراد سجدے سے اس جاے پر خضوع اور انقیاد ہی اور ارادہ
فرض نماز کے سجدے کے ادا کرنیکے واسطے ہی نہ سجدہ تلاوت کا لیکن اس جواب مین خدشہ ہی کیونکہ اگر یہی مراد ہوتی
تو سجدہ تلاوت اس جاے پر مسنون کس واسطے ہوتا حالانکہ حدیث صحیح مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہی کہ اس سورہ کو عشا کی نماز مین پڑھا ہی اور اس مقام پر سجدہ کیا ہی اور مقتدیون اور سننے والون نے
بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا ہی چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی اس جماعت مین
داخل تھے اور ظاہر ہی کہ جب اُن کافرون کی جو سجدہ نہین کرتے اس آیت مین مذمت فرمائی تو البتہ مسلمانونکو لازم ہی کہ
کافرون کی مخالفت کی جہت سے سجدہ کرے اور تمام سجدیکی آیتین جو قرآن مین ہین یا تو اُن آیتون مین برائی کافرونکی
ہی بسبب سجدہ نکرنے کے یا مدح مسلمانون کی ہی اور فرشتون کی بسبب سجدہ کرنے کے لیکن ملازمت
اس جانب سے ہی یعنے جو سجدہ کہ قرآن مین ہی اس قسم کی آیتون مین ہی نہ اسکے برعکس کیونکہ قرآن مین بہت سی
جاے پر اس قسم کی آیتین آئی ہین اور اُنمین سجدہ نہین ہی اسیواسطے کہا ہی کہ آیتین سجدیکی توقیفی ہین یعنے
شارع کی مقرر کی ہوئی ہین نہ قیاسی کہ جہان اس قسم کا مضمون پاوے وہان سجدہ کیجے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل



سورۃ البروج

سورۂ بروج مکی ہی اسمین بائیس [۲۲] آیتین اور ایک سو نو [۱۰۹] کلمے اور چار سو تیس [۴۳] حرف ہین اور ربط اس سورہ کا
سورۂ انشقاق سے یہہ ہی کہ ابتدا مین اُسکی ذکر آسمان کے پھٹنے کا ہی قیامت کے دن اور اس سورہ مین ذکر ہی
آسمان کے حصے کرنے کا دنیا مین بارہ جگہہ برابر کہ ہر ایک جدا جدا حکم رکھتا ہی اور اخیر مین اس سورہ کے بل الذین
کفروا یکذبون واللہ اعلم بما یوعون واقع ہی اور انتہا مین اس سورہ کے بل الذین کفروا فی تکذیب
واللہ من ورائہم محیط ہی اور یہ دونون مضمون آپسمین ظاہر اتحاد رکھتے ہین اور درمیان اس سورت کے
حال بہشتیون اور دوزخیون کا مذکور ہی جیسے کہ درمیان اس سورہ کے مذکور ہی پس دونون سورتون کو آپسمین
کمال مناسبت حاصل ہوئی اور اس سورہ کے نازل ہونے کا سبب یہہ تھا کہ ملکے کے کافر مسلمانون کو بسبب اسلام لانیکے

طرح طرح کے رنج و ایذا پہنچاتے تھے اور مسلمان یہہ قصہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے
عرض کرتے تھے اور جناب رسالتمآب ارشاد فرماتے تھے کہ ایک وقت ایسا آویگا کہ تمکو حق تعالیٰ ان لوگون سے
بدلا لینے کی طاقت بخشیگا اور جو کچھ کہ یے تمہارے ساتھہ کرتے ہین ایسا ہی تم انکے ساتھہ کروگے کافرون نے
جو یہہ ماجرا سنا تو طعن اور ٹھٹھول شروع کیا کہ یے ذلیل مفلس کیا حقیقت رکھتے ہین کہ ہم سے
بدلا لے سکینگے اگر ہماری عزت اور انکی ذلت حق تعالیٰ کے نزدیک ثابت نہوتی تو ہمکو کیون اُنپر غالب
کرتا پس معلوم ہوا کہ ہر وقت اور ہر آن انعام الٰہی ہمارے ہی نصیب ہی اور ذلت اور عجز اور خواری
اُنکے نصیب ہی کافرون کی اس بات کے جواب مین یہہ سورت نازل فرمائی اور مطلع مین اس
سورت کے سوگند آسمان کی کھائی ہی کہ جو بارہ برج رکھتا ہی اور ہر برج سبب ہی عالم اور اہل عالم کے
انقلاب کا اور بہت سی چیزین ہین کہ ایک برج کی تاثیر کے سبب سے عزیز ہوتی ہین اور وہی دوسرے
برج کی تاثیر سے ذلیل اور بیقدر ہو جاتی ہین چنانچہ پوشاکین شال اور پوستین وغیرہ گرمی کے
دنون مین اور ٹھنڈا پانی اور لطیف شربت اور برف جاڑون مین یہان سے اس انقلاب کو
اپنے دل مین خوب سمجھین اور بوجھین اور اپنی عزت پر مغرور نہون اور ذلت پر مسلمانون کی طعن
اور استہزا نکرین کہ ہر سال اختلاف موسم کے وقت اس انقلاب کو دیکھتے ہین اور یہان سے
معلوم ہوا کہ اس سورت کا نام سورۃ البروج اسی مناسبت کے واسطے رکھا ہی کہ منظور اس سورت
مین بیان نیکی اور بدی کے پے درپے آنے کا ہی اور سعادت اور نحوست کے بدلنے کا تا معلوم
ہو جاوے کہ جو شخص کہ مسلمان کو ایذا اور رنج پہنچاتا ہی اور نہایت قوت اور غلبہ رکھتا ہی
ہو سکتا ہی کہ انتقام مین گرفتار ہو اور خراب ہو اور زیادہ تر اور مشہور تر اسباب نیک بختی اور
بدبختی کی لیاقت کے نزدیک عوام کے کہ ہر سال اُسکو دیکھتے ہین اور جانتے ہین آسمان کے
بارہ برج ہین اسی واسطے قمری مہینے کو اس حق مین اعتبار نہین فرمایا ہی کہ انکے اختلاف کے
سبب سے انقلاب عالم مین نظر نہین آتا اور یہی سبب ہی کہ مہینے قمری ہر موسم مین آتے ہین اور
حکم اس موسم کا پکڑتے ہین اور خود بھی بسبب بدلنے برجون کے احکام کے انقلاب قبول کرتے ہین ؛

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ قسم کھاتا ہون مین آسمان برجون والے کی کہ ہر برج نیکی اور بدی اور
سعادت اور نحوست مین جدا حکم رکھتا ہی اور باوجود حکمون کے اختلاف کے تعاقب اور دوران کرتا ہی
اور چندروز حکم اسکا عالم مین جاری ہوتا ہی پھر زائل ہو جاتا ہی وہی حکم پھر آتا ہی سو کسی شخص کے واسطے
یون اعتماد کرنا نچاہئے کہ یہہ حالت خاص اسی کے واسطے ہی دوسرے کو زنہار نصیب نہوگی کیونکہ ہوسکتا ہی
کہ یہہ حالت موجودہ معدوم ہو جاوے اور وہ حالت معدومہ لوٹ آوے اور حقیقت برجون کی یہہ ہی
کہ آفتاب کی گردش کے سبب سے آسمان مین ایک دائرہ پیدا ہوتا ہی کہ اسکو دائرۃ البروج کہتے ہین اور آفتاب
اسکو ایک سال کی مدت مین تمام طی کرتا ہی اور جب اس دائرے کو بارہ حصون پر برابر تقسیم کرین تو بارہ
حصے ہونگے تو ہر حصے کو برج کہتے ہین اور سب ملکے بارہ برج پیدا ہوتے ہین اور وجہ اس دائرے کی تقسیم ہونے کی
بارہ حصہ پر نہ اُسے کم نہ زیادہ کہ جناب الہی سے دلوین تمام بنی آدم کے القا ہوا ہی اور تمام طائفے ہنود اور فارسیون
اور یونانیون اور عربون اور فرنگیون اور دوسری قومون کے اسی بات پر متفق ہین سو یہہ ہی کہ جو مدت ہی
آفتاب کے ہونے کی ہر ربع مین ارباع فلک سے اسکا فصل نام رکھا ہی کہ ہوا اور خاصیت اُن فصلونکی مخالف ایک
دوسرے کی ہی جیسے ربیع اور خریف اور گرمی اور جاڑے اور ہر فصل کو ابتدا اور بیچ اور انتہا ہی کہ حکم
اس فصل کا ان حالتون مین ساتھ قوت اور ضعف کے بدلتا ہی تو آسمان اسیواسطے بارہ قسم پر تقسیم کیا گیا
اور ہر قسم کا برج نام رکھا ہی اور آفتاب کو بھی ایک دورے کامل کی مدت مین بارہ مرتبے چاند سے ملنے کا
اتفاق ہوتا ہی اور یے دونون آسمان مین ایک مکان پر اکٹھے ہوتے ہین اور ہر بار جمع ہونا چاند کا آخر تک
یہی قمری مہینا ہی اسیواسطے آسمان کو موافق گنتی جمع ہونے شمس اور قمر کے بارہ حصے مقرر کیا ہی اور ہر قسم کو برج
مقرر کیا ہی اور ہر برج کا موافق اُس صورت کے کہ جمع ہونے سے تارون کے اس برج مین پیدا ہوئی ہی نام رکھا
جیسے حمل اور ثور اور جوزا اور سرطان اور اسد اور سنبلہ اور میزان اور عقرب اور قوس اور جدی اور دلو
اور حوت اور ہر ایک کو ان برجون سے آفتاب کی حرکت کے دنوں کی مانند تیس ۳۰ حصون پر تقسیم کیا ہی اور ہر قسم

ف بارہ برجون کا احوال

یعنے ہر حصہ کا اُن برجون سے درجہ نام رکھا ہی اور ہر درجے کو ساٹھ جگہہ بانٹا ہی اور ہر حصے کا نام ان درجون سے دقیقہ رکھا ہی کہ ہندی لغت مین اتنی دیر کو گھڑی کہتے ہین اور دقیقے کو ساٹھ قسم پر تقسیم کرکے ثانیہ نام رکھا ہی کہ ہندی لغت مین اسکو پل کہتے ہین اور ہر ثانیہ کو پھر ساٹھ حصے کیا ہی اور اسکا نام ثالثہ رکھا ہی جسکو ہندی مین چھن کہتے ہین اور علیٰ ہذا القیاس اور یہہ بارہ برج آپس مین صورت اور احکام مین نہایت اختلاف رکھتے ہین حمل[١] بکریکے بچے کی صورت ہی کہ سر مغرب کی طرف اور دُم مشرق کی طرف رکھتا ہی اور مُنہہ پیچھے پھیرے ہوئے کسی کو دیکھ رہا ہی اور جو ستارے کہ اسکی صورت مین واقع ہین تیئس[٢٣] ستارے ہین اور پانچ تارے دوسرے بھی اسکی صورت سے تعلق رکھتے ہین گو کہ صورت سے خارج واقع ہوئے ہین اور ثور[٢] بیل کی صورت ہی کہ سر اسکا مشرق کی طرف ہی اور دم اسکی مغرب کی طرف ہی اور صورت اسکی بتیس[٣٢] تارون سے مرکب ہی اور دوسرے تارے بھی مانند عین الثور اور ثریا کہ انگور کے خوشے کی مانند ہی اور دوسرے بھی اسکی صورت سے تعلق رکھتے ہین اگرچہ صورت سے خارج ہین اور جوزا[٣] دو آدمیون کی صورت پر ہی ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے کہ سر انکے شمال اور مشرق کی طرف ہین اور پانون اُنکے جنوب اور مغرب کی طرف ہین اور اٹھارہ تارے اس برج کی صورت مین واقع ہین اور سات تارے دوسرے خارج ہین کہ انمین سے ذراع اور تبیعہ بھی ہین اور سرطان[٤] ایک جانور کی صورت پر ہی کہ معروف اور مشہور ہی کہ فارسی مین اسکو خرچنگ کہتے ہین اور ہندی مین کیکڑا اور نو ستارون سے اسکی صورت مرکب ہی اور اسد[٥] شیر کی صورت پر ہی کہ ستائیس[٢٧] تارون سے مرکب ہی اور دوسرے تارے جیسے قلب الاسد اور زبرہ بھی اُسسے تعلق رکھتے ہین اور سنبلہ[٦] ایک عورت کی صورت پر ہی کہ ایک خوشہ اُسکے ہاتھ مین ہی سر اُسکا اسد کے پیچھے ہی اور پانون اُسکے میزان کی طرف ہین ؛ چھبیس[٢٦] تارون سے مرکب ہی اور دوسرے تارے بھی اُسسے تعلق رکھتے ہین اور اُسکے ہاتھ کے پاس جس ہاتھ مین خوشہ ہی ایک تارہ ہی جسکا نام سماک اعزل ہی اور میزان[٧] ترازو کی صورت ہی آٹھ تارون سے مرکب ہی اور عقرب[٨] بچھو کی صورت ہی مرکب ہی اکیس[٢١] تارون سے اور قلب العقرب اور اکلیل اور دوسرے تارے بھی اُسسے تعلق رکھتے ہین اور قوس[٩] ایک مرد کی صورت ہی

تیر کماں کا ہاتھ میں لئے ہوئے نارون سے مرکب ہی اور جدی کی صورت بھیڑ کے بچے کی ہی مرکب ہی اٹھائیس
تارون سے اور سعد ذابح بھی اسی سے تعلق رکھتا ہی اور دلو بھی ایک مرد کی صورت ہی کہ ڈول کو کنوین سے
نکال کے ہاتھ میں پکڑ کے اسکو اوندھا کئے ہوئے پانی اسکا زمین پر گرانا ہی اور صورت اسکی بیالیس تارون
مرکب ہی اور حوت کی شکل دو مچھلیون کی سی ہی کہ آپسمین دونون پیٹھ اور پیٹ ملائے ہوئے پڑی
ہین ایک کو اُنمین سے سمک مقدم کہتے ہین کہ جنوب کی طرف ہی اور صورت ان دونون مچھلیون کی چونتیس
تارون سے مرکب ہی یہہ بیان ہی برجون کی صورتون کے اختلاف کا لیکن بیان اُن برجون کے
احکام کے اختلاف کا بس یہہ ہی کہ حمل مریخ کا گھر ہی اور وبال زہرہ کا اور شرف آفتاب کا انیسوین
درجے مین اور ہبوط زحل کا اور حمل کو برج مذکر اور نہاری اور حار یابس اور صفراوی اور برج منقلب اور
ربیعی اور شمالی کہتے ہین اور ثور زہرہ کا گھر ہی اور وبال مریخ کا اور شرف قمر کا اُسکے تیسرے درجمین
ہی اور اسکو مونث اور لیلی اور سرد خشک اور سوداوی اور ثابت گنتے ہیں اور جوزا عطارد کا
گھر ہی اور وبال مشتری کا اور شرف راس کا اور ہبوط ذنب کا اور اُسکو مذکر اور نہاری اور گرم تر
اور دموی اور ذو جسدین گنتے ہین اور سرطان قمر کا گھر ہی اور وبال زحل کا اور شرف مشتری کا اور
ہبوط مریخ کا اور مونث اور لیلی اور برج منقلب ہی اور اسد سورج کا گھر ہی اور وبال زحل کا اور اسمین
شرف اور ہبوط نہین ہی اور ثابت ہی اور مذکر اور نہاری اور حار یابس اور صفراوی ہی اور سنبلہ
عطارد کا گھر ہی اور شرف بھی عطارد کا اور وبال مشتری کا اور ہبوط زہرہ اور ذو جسدین کا اور
مونث اور لیلی اور سرد خشک سوداوی ہی اور میزان زہرہ کا گھر ہی اور وبال مریخ کا اور شرف زحل کا
اور ہبوط آفتاب کا اور برج منقلب ہی اور مذکر اور نہاری اور گرم تر اور دموی بھی اور عقرب مریخ کا
گھر ہی اور وبال زہرہ کا اور ہبوط قمر کا اور برج ثابت اور مونث اور سرد تر اور بلغمی ہی اور قوس
مشتری کا گھر ہی اور وبال عطارد کا اور شرف ذنب کا اور ہبوط راس اور ذو جسدین کا اور مذکر اور
نہاری اور گرم اور خشک اور صفراوی ہی اور جدی زحل کا گھر ہی اور وبال قمر کا اور شرف مریخ کا
اور ہبوط مشتری کا اور برج منقلب اور مونث ہی اور دلو زحل کا گھر ہی اور وبال آفتاب کا اور کسی

ستارونکو اُنسے شرف اور ہبوط نہین ہی اور برج ثابت ہی اور ہوائی اور گرم وتر اور مذکر اور بہاری ہی
اور حوت مشتری کا گھر ہی اور وبال عطارد کا اور اُسکے ہبوط کا اور شرف زہرہ کا اور مونث اور لیلی
اور سرد اور تر اور بلغمی اور ذو جسدین ہی حاصل کلام کا ظاہر خواص اور احکام سے ان برجون کے کہ
بہ نسبت عوام کے ذہنون کے ظاہر اور روشن ہی سوا اختلاف فصلون کا ہی کہ اُسکے ضمن مین عزت
اور ذلت تمام عالم مین تعاقب اور تبادل کرتی ہی اور ہر سال یہہ انقلاب ظاہر ہوتا ہی پھر دوسرے
برس اُسی طور سے عزت مفقود اور ذلت معدوم پھر عود کرتی ہی تو یہہ دلیل صریح ہی حالات کی تبدیل کی
اور انقلاب عزت کا ذلت سے اور ذلت کا عزت سے اور جو اس قسم کے انقلاب کو ہمیشہ نظر مین عام و خاص کی
مشہور اور محسوس ہی ثابت فرمایا اب ایک قسم اور واسطے بیان کرنے ایک بڑے انقلاب کے
کہ واقع ہونیوالا ہی اور عام و خاص کی نظر سے مستور اور مخفی ہی اور عقل کسی عاقل کی خود بخود بغیر
نور نبوت کی مدد کے اُسکو معلوم نہین کر سکتی ہی یاد فرماتے ہین وَالۡیَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ اور قسم کھاتا ہون
مین اس دن کی کہ وعدہ کیا گیا ہی جزا دینے کے واسطے اور اُسمین ایک بڑا تغیر اور تبدیل ظاہر ہوگا کہ آسمان
اور آسمان کے برج اور زمین سب اس روز اُلٹ پلٹ ہو جاوینگے اور ایک عالم دوسرا اُس
روز پیدا ہوگا اور اس عالم کے عزت دارون کو اُس روز کمال ذلت ہوگی اور ذلیلون کو اِس عالم کے
اُس عالم مین کمال عزت حاصل ہوگی اور جو وہ روز جزا کے واسطے مقرر ہی تو پہنچانے مین جزا کے تین چیزین
ضرور ہین اول مستحق جزا کا ہونا دوسرے حاکم کا ہونا کہ ہر شخص کو اُسکے موافق بدلا دیوے تیسرے اس کام کا
ہونا نیکی اور بدی سے کہ موافق اُسکے جزا دی جاوے اسواسطے بیان کرنے کو ان تینون چیزون کے
کہ اس روز جمع ہونگی دو قسمین اور یاد فرمائین وَشَاهِدٍ اور قسم کھاتا ہون مین ہر حاضر ہونیوالے کی
جنس سے آدمیون کی اور جنون کی اور فرشتون کی کہ اُس روز ایک جا پر حاضر ہونگے اور ایک جماعت
عظیم کہ ہرگز اُسکی مانند خیال مین نہین سمائی ترتیب پاویگی اور بسبب اس اجتماع کے مقدمہ جزا کا درست
ہوگا کہ مدعی اور مدعا علیہ اور گواہ سب محکمہ مین موجود ہین وَمَشۡهُوۡدٍ اور قسم کھاتا ہون مین اس چیز کی
کہ اُسکے پاس حاضر ہونگی اور وہ چیز بھی کئی صورتین رکھتی ہی اول عمل نیک اور بد کہ بجرد اُٹھنے کے گور سے

اور زندہ ہونے کے نمودار ہونگے اور ہر شخص کے ہمراہ ہونگے دو دوسرے فرشتے کہ رنگارنگ صورتون سے تنعیم اور تعذیب کے واسطے آدمی کے ظاہر ہونگے اور فرشتے ساتون آسمان کے اور حاملان عرش اور لکھنے والے اعمال کے سب بیحجاب آدمی کو نظر آوینگے تیسرے نامۂ اعمال کے ہر شخص کو دینگے کہ مطالعہ کرے چوتھے اعمالون کا ورن کہ وقت حاضر ہونے میزان کے کھل جاویگا پانچوین تجلی الہی کہ عالم اس روز کا ہی بے پردہ نمایان ہو جاویگی چھٹے بہشت اور دوزخ کہ اس جہان مین پوشیدہ اور مخفی ہین سات لباس اور آرایش کے اور ہول اور سختیون کے جلوہ کرینگی اور بسبب ظاہر ہونے ان چھ چیزون کے ایک انقلاب عجیب آدمی کی جان اور بدن مین بلکہ تمام عالم مین نمودار ہوگا اور تفسیر مین شاہد اور مشہود کے بہت اختلاف ہی اور وہ جو اس جلکہ مذکور ہوا وہ صحابہ کرام کے معتبرون سے منقول ہی جیسے عبد اللہ ابن عباس اور حضرت امام حسن اور ضحاک اور مجاہد اور ابن المسیب رضی اللہ عنہم لیکن معالم التنزیل مین بغوی سے اور دوسری حدیث کی معتبر کتابون سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ مراد شاہد سے جمعہ کا دن ہی کہ ہر شہر اور ہر مسجد کہ اسمین جمعہ پڑھا جاتا ہی ہر کہین اس روز کی حاضر ہوتی ہین اور مراد مشہود سے عرفے کا دن ہی کہ حاجی دور دور کے ملکون سے حج کے انوار حاصل کرنے کو اس روز ایک خاص مکان مین جمع ہوتے ہین بس گویا وہ دن اس مکان مین سکونت رکھتا ہی کہ لوگ اسکے مشتاق ہوکر اسکے پاس آتے ہین اور وجہ نکرہ ہونے شاہد اور مشہود کی برخلاف اگلی مضمون کے کہ معرف ساتھ لام کے ہین یہی ہی کہ جمعہ کا دن اور عرفے کا دن ایک فرد مین منحصر نہین مکرر وارد ہوتے ہین برخلاف قیامت کے دن کے اور آسمان اور برجون کے کہ غیر مکرر واقع ہوئے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اھبط منھا وفیہ تقوم الساعۃ وفیہ تاب اللہ علی آدم یعنے بہتر دن جسمین سورج نکلا جمعہ کا دن ہی اسی دن پیدا کئے گئے حضرت آدم علیہ السلام اور اسی دن داخل کئے گئے جنت مین اور اسی دن نکالے گئے تھے اور اسی دن قیامت قایم ہوگی اور اسی دن توبہ قبول کی اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کی اور یہہ بھی وارد ہی کہ جمعہ کے دنمین ایک ساعت ہی

کہ اگر بندہ مسلمان اس ساعت کو ساتھ دعا اور التجا کے جناب الٰہی میں مطلب حاصل ہونے کے واسطے
اچھی طرح سے گذارے تو مطلب اُسکا حاصل ہو جاوے اور یہہ بھی وارد ہے کہ اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم
الجمعۃ یعنی بھیجو مجھ پر درود جمعہ کے دن کہ وہ دن مبارک ہے اور یہہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ حق
تعالیٰ عرفہ کے روز فرشتوں کو فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندوں کو کیسے دھولوں میں اٹے ہوئے بال بکھرے
ہوئے کہاں کہاں سے میرے گھر کا حج کرنے کو آئے ہیں گواہ رہو کہ میں نے انکو بخش دیا اور اس روز شیطان
عام معرفت الٰہی کو دیکھ کر ذلیل و خوار ہوتا ہے اور خاک سر پر اڑاتا ہے اور اُس دن کا روزہ دو سال
اگلے اور دو سال پچھلے گناہوں کی کفارت ہے اور یہہ بھی حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہفتے کے دنوں میں

ف جمعہ کے دن کی بزرگی

بہتر دن جمعہ کا ہے اور سال کے دنوں میں بہتر دن عرفہ کا ہے یعنی نویں ذی حجہ کی اور اگر دونوں جمع ہوں
تو نور علیٰ نور ہو جاوے اور ان دونوں دنوں میں بھی ایک طرح کا تعلق ہے کیونکہ جمعہ کا دن گویا

ف جمعہ کے دن سے ہفتے کی ابتدا ہے شریعت میں

شریعت میں ہفتے کی ابتدا ہے اور عرفہ کا دن سال کی عبادتوں کا نہایا ہے سبب ادا کرنے عبادت کبریٰ کے
کہ حج ہے خانہ کعبہ کا۔ اور بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ جو دن کہ اُس میں اجتماع عظیم واقع ہوا اور بہت سے
لوگ حاصل کرنے کو برکت کے یا سر انجام پہنچانے کو کسی مہم کے حاضر ہوں تو وہ دن مشہود ہے اور
حاضر ہونے والے اس روز کے شاہد اور بموجب اس تفسیر کے مشہود جمعہ کا دن ہے اور عرفہ اور عیدین کا اور
ترویہ کا دن یعنی آٹھویں ذی حجہ کی اور دوسرے دن اجتماعوں کے۔ اور ایک گروہ نے تفسیر والوں میں سے
شاہد اور مشہود کو جو معنے میں حضور کے ہیں نہیں پکڑا بلکہ معنے اوسکے جو معنے ہیں گواہی کے ہیں
اختیار کیا ہے اس تقدیر پر شاہد اور مشہود بہت سی چیزیں ہیں اول تو ذات حضرت حق کی جیسے
حسان بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ شاہد خدا ہے اور مشہود خلق کفیٰ باللہ شہیدا اور سعید ابن جبیر نے
کہا ہے کہ شاہد خدا ہے اور مشہود بہ توحید شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو دوسرے پیغمبر کہ شاہد
ہیں اور مشہود علیہ ہے قول اللہ تعالیٰ کا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید تیسرے پیغمبر کہ شاہد
ہیں کے لکھنے والے ہیں اور مشہود مکلفین جیسے قول ہے اللہ تعالیٰ کا وجاءت کل نفس معہا سائق
وشہید چوتھے ... شاہد آدمی کے اعضا ہیں اور مشہود علیہ آدمی جیسے قول ہے اللہ تعالیٰ کا یوم تشہد

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ پانچویں یہہ شاہد رات اور دن ہیں اور مشہود بہی آدم کے
اعمال جیسے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ ما من یوم الا ینادی ان یوم جدید وانی علی ما
تعمل فیّ شہید چھٹے یہہ کہ شاہد آسمان و زمین ہیں کہ ہر قطعہ انہیں کا جو چیز کہ اُسکے بیچ واقع ہوئی
ہی نیکی اور بدی سے بیان کریگا اور ہر ٹکڑا زمین کا جو کچھ اُسپر واقع ہوا ہی نیکی سے یا بدی سے قیامت کے
دن گواہی دیگا اور مشہود بہ وہ نیک و بد کام ہیں کہ آسمان کے بیچ اور زمین کے اوپر واقع ہوئے ہیں
ساتویں یہہ کہ شاہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی اور مشہود علیہ دوسری اُمتیں
قولہ تعالیٰ وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم
شہیدا آٹھواں یہہ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہی کہ شاہد تمام ممکنات ہیں اور مشہود ذات
پاک واجب الوجود کی کہ ہر ذرہ ذرات سے عالم کے وجود پر ذات اور صفات حق تعالیٰ کی گواہ
ہی اور موافق اسی تعبیر کے ہی اصطلاح اہل کلام کی کہ قیاس غائب کا شاہد پر درست نہیں اور
دلیل پکڑنا ساتھ شاہد کے اوپر غائب کے ہو سکتا ہی نویں یہہ کہ شاہد حجر اسود ہی اور مشہود لہ
حجاج کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہی کہ الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض یجیء یوم القیامۃ لہ عینان یبصر
بہما ولسان ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق اور حضرات صوفیہ نے بھی فرمایا ہی کہ مقام میں
جلا کے شاہد حق ہی اور مشہود خلق اور استجلا کے مقام پر شاہد خلق ہی اور مشہود حق بہر تقدیر
یے چیزیں کہ مذکور ہوئی ہیں بسبب شرافت اور عظمت کے کہ رکھتی ہیں قابل قسم کھانیکے ہیں اور فی الجملہ
دلالت انقلاب پر احوال کے بھی کرتی ہیں اور موافق بعضے معانی کے تنکیر اور ابہام بھی مناسب اُن کے
ہی اور معین کرنے میں ان قسموں کے جواب کے مفسروں کو بڑا اختلاف ہی بعضے کہتے ہیں کہ جواب
ان قسموں کا قتل اصحاب الاخدود ہی بعد حذف کرنے سے لام اور قد کے اور بعضوں نے کہا ہی کہ یہہ کلام
تقدیم اور تاخیر پر ساتھ لگا ہی یعنی قتل اصحاب الاخدود والسماء ذات البروج اور ابن مسعود اور
قتادہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ جواب ان قسموں کا اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ہی [illegible]
اُنکے [illegible] حکم جملہ [illegible] کا رکھتا ہی اور کھانے والے اور تھوڑے سے [illegible] ہیں [illegible]

یون اختیار کیا ہی کہ جواب قسم کا محذوف ہی یعنے لعن من یوذی المومنین لایمانھم کما لعن
اصحاب الاخدود اور اصح یہہ ہی کہ جواب قسم کا ان الذین فتنوا المومنین ہی اور قتل اصحاب
الاخدود بطور گواہی کے اس مضمون پر بعد ان چارون قسمون کے درمیان مین لائے ہین کہ دلایل
عقلیہ ساتھ دلائل نقلیہ کے ملکر کمال قوت سے اثبات مطلب کا کرین اور یہہ بھی ہی کہ ان قسمون سے
انقلاب عالم کا اور انتقام ظالم سے دنیا مین دائرۂ نحوست کے آنے کے وقت اور وعدہ دئے گئے دنین
بعد قائم ہونے شاہدون کے اور اظہار مشہود بہ کے مطلقا ثابت ہوتا ہی اور اس قصے سے بالخصوص
مسلمان بندون کی مدد اللہ تعالی کی طرف سے معلوم ہوتی ہی پس لانا اس قصے کا واسطے تمام
کرنے تقریب سخن کے اور تنزیل عام کی اوپر خاص کے ہی کہ تقدیر مطالب مین اُسکے نا چاری ہی یعنے
مقدر ماننے مین مطلب کے ضرور ہی گویا یون فرماتے ہین کہ انتقام مسلمانون کا ظالمون سے کبھا
دنیا مین اور کبھا آخرت مین بعد لانے گواہون کے اور ثابت ہونے حق کے ظہور ہونے والا ہی جیسے
قبل اُسکے واقع ہو چکا ہی کہ قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ قتل عام کئے گئے خندق والے [illegible]
جلانیوالے اور عوض مین بارہ بارہ گز کھودی تھین تاکہ مسلمانون کو اُن خندقون مین ڈالین اور عذاب کرین
اور وہ خندقین ایسی گرم ہوئی اور تپتی تھین کہ اَلنَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ تمام وہ خندق ایک آگ تھی
شعلہ والی یا بہت سی لکڑیون والی کہ اسمین جلا کر نہایت گرم کیا تھا اور حدیث شریف مین ہی کہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت مین اس سورے کی اس آیت کو پہنچتے تھے فرماتے تھے کہ اعوذ باللہ
من جہد البلاء اور یہہ قتل عام کہ خندق والون کو واقع ہوا بدلا تھا جلد اور سریع کہ بسبب بھڑکنے
آگ کے اور اُسکی چنگاریون کے بعد ڈالنے مسلمانون کے اُسمین فی الفور ہلاک ہوئے اور فرصت گھر تک
پھر جانے کی نپائی اسواسطے کہ یہہ انتقام اُس وقت واقع ہوا کہ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ جس وقت کہ
وے خندق والے اس آگ پر بیٹھے تھے قبل اسکے کہ کرسیون سے اٹھین اور گھر کو جاوین جل گئے اور تھوڑی
فرصت بھی نپائی اور اس قسم کا بدلا جلد اور سریع لینا بیشتر عوام کی نظرون مین موجب عبرت کا ہوتا
ہی حالانکہ فی الواقع اسی جا حیث سے ظلم مین کمال مرتبے کو زیادتی کی تھی کہ ویسی ہی سزا کو پہنچے کیونکہ

دوسرے ظالم جو کچھ ظلم کرتے ہین اپنے روبرو مار دھاڑ نہین کرتے بلکہ پیادون کو یا قید خانے والون کو حکم کردیتے ہین
کہ گناہ گارون کو سزا پہنچاوین تاکہ خلاف مروت کے اور خلاف رقت جنسیت کے واقع نہو وَهُمْ عَلٰى
مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ اور یے ظالم کہ صاحب خندق کے تھے جو کچھ کہ ایمان والون سے کرتے
تھے خود اپنے حضور مین کرتے تھے اور یہان سمجھ لیا چاہیے کہ قصہ اصحاب خندق کا کہ دین اور ایمان کے سبب سے
لوگون کو اُس آگ بھری خندق مین ڈالا ہی اور خود بھی جلد اسیر نقمت انتقام مین گرفتار ہو کر کندۂ دوزخ
ہوئے چار بستیون مین کہ قریب حجاز کے ملک یمن مین واقع ہوا ہی تو معلوم یون ہوتا ہی کہ اس آیت سے یہہ چارون
قصے مراد ہون اور منظور اہل مکہ کو ڈرانا ہی تاکہ ان قصون سے کہ ان پر بھی ظاہر ہین عبرت پکڑین اور مسلمانون کی
ایذا دینے مین زیادتی نکرین پہلا قصہ جو شام کے ملک مین واقع ہوا کیفیت اُسکی حدیث صحیح مین کہ مسلم اور
دوسری صحاح مین صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی روایت سے وارد ہی سو یہہ ہی کہ اُس ملک مین ایک بادشاہ تھا
بڑا جلیل القدر اور اُسکے یہان ایک جادوگر تھا کہ جادو کے فن مین کمال مہارت رکھتا تھا اور اس بادشاہ
کی سلطنت گویا اُسی کے سبب سے قائم تھی جو دشمن کہ ارادہ اُسکے ملک کا کرتا وہ جادوگر اُسکو جادو سے ہلاک
کر دیتا تھا کچھ لڑنے بھڑنے کی بھی حاجت نہوتی تھی اور جب کبھی ارکان اور امرا اس مملکت کے بادشاہ سے اُسکی
نالایق حرکتون کے سبب سے بیدل اور رنجیدہ ہوتے تو یہہ جادوگر جادو کے زور سے انکو رجوع کر دیتا تھا
اور اسی طرح سے ہر امر مین سحر اُسکا کام کرتا تھا یہان تک کہ وہ جادوگر بوڑھا ہوا اور اپنی زندگی سے
ناامید ہوا تب بادشاہ سے عرض کی کہ مین بوڑھا ہو گیا اور قریب ہی کہ اس جہان فانی سے رحلت
ہوا چاہتا ہون اب کوئی لڑکا صاحب عاقل اور ہوشیار اپنے غلامون مین سے میرے سپرد کرو تاکہ اسکو سحر کا علم تعلیم کرون کہ بعد
میرے کاروبار تمہاری مملکت کا وہ لڑکا درست کرتا رہے بادشاہ نے ایک غلام ہوشیار اپنے غلامون مین سے تجویز کر کے اسکو حکم کیا
کہ صبح سے شام تک ساحر کے پاس حاضر رہ کر اور جادو کا فن سیکھے اُس لڑکے نے روز آنا جانا اُس جادوگر کے پاس شروع کیا اور
جادو سیکھنے لگا اتفاقاً ایک روز راستے مین کیا دیکھتا ہی کہ بہت سے آدمی ایک دروازے سے نکلتے ہین پوچھا کہ اس
گھر مین کون ہی کہ لوگ اُسکے پاس جاتے ہین کسی نے کہا کہ یہان ایک راہب یعنی عابد کہ دنیا کو ترک کر کے خدا کی طرف مشغول
ہی یہہ سنکر وہ لڑکا بھی اس راہب کے مکان مین آیا اور اسکے حضور مین بیٹھا اور اُسکی باتین سنین بس سنتے ہی جو دین کہ کلام اُسکے دل مین

ف خندق والون کے قصے کی ابتدا

اثر کر گیا یہاں تک نوبت پہنچی کہ جب بادشاہ کے دولت خانے سے ساحر کے گھر کو جاتا تو راستے میں
راہب کے پاس بیٹھتا اور جو کبھی راہب کے پاس زیادہ بیٹھ جاتا تو جادوگر اُسکو بہت غصہ اور تنبیہ
کرتا کہ دیر کیوں کی وہ لڑکا کہتا کہ مجھکو گھر میں دیر لگی آخر ساحر نے یہ ماجرا بادشاہ کے حضور عرض کیا بادشاہ نے
بہت تاکید فرمائی کہ یہ لڑکا بہت سویرے ساحر کے پاس جایا کرے لوگوں نے عرض کی کہ یہ لڑکا یہاں سے تو
صبح دم جاتا ہے اگر دیر کرتا ہے تو راہ میں کرتا ہے تب بادشاہ اور ساحر دونوں نے یہ خبر سنکر لڑکے کو
دھمکایا کہ خبردار پھر ایسی دیر نہ کر بالکل یہ حال کیا کہ کسی راستے میں لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں لگتا تھا
اسواسطے دیر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ایک روز یہ لڑکا راہب کے گھر سے بادشاہ کے دولتخانے کی طرف
آتا تھا ناگاہ کیا دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک اژدہا پڑا ہے اور راستہ بند ہے ادھر کے لوگ ادھر
اٹک رہے ہیں اور ادھر کے لوگ ادھر ٹھٹک رہے ہیں لڑکے نے اپنے دل میں کہا کہ آج امتحان کرتا ہوں
کہ ساحر کی صحبت بہتر ہے یا راہب کی یہ کہکر ایک پتھر اُٹھایا اور کہا الٰہی اگر دین اور مذہب
گوشہ نشین کا بہتر ہے سحر اور ساحری سے تو اس اژدہے کو مار ڈال تاکہ لوگ خلاص ہو جاویں اور اُس
پتھر کو اژدہے کی طرف پھینکا اُس پتھر کے پہنچتے ہی وہ اژدہا ہلاک ہو گیا لوگ اس معاملے کو دیکھکر
پکار اٹھے کہ یہ لڑکا جادوگری کے کمال کو پہنچا ہے یہ خبر گوشہ نشین کو پہنچی تو اُسنے خلوت میں
لڑکے سے کہا کہ اے لڑکے تجھکو خدا تعالیٰ نے بزرگ کیا اور میری [illegible] تعالیٰ نے مرتبہ [illegible]
اسکو میں خوب جانتا ہوں لیکن [illegible] ایک بلا میں مبتلا ہوگا پھر [illegible]
[illegible] قول و اقرار کیا کہ میں ہرگز تیرا نام نہ لونگا اور تجھکو نہ بتاؤں گا تو خاطر جمع رکھ [illegible] تعالیٰ نے
برکت سے گوشہ نشین کی صحبت کی اور اصل [illegible] کی برکت سے کہ اُسنے تعلیم لی تھی اور دین عیسوی کے
اتباع کی برکت سے کہ اُن زمانے میں حنیفیت اسی دین میں منحصر تھی ولایت عظمیٰ کے مرتبہ کو پہنچا یہاں تک
کہ کوڑھی اور مادرزاد اندھے اسکے ہاتھ کی برکت سے اچھے ہو جاتے تھے اور بہت سے مریض کہ طبیبان [illegible]
سے عاجز ہو جاتے تھے اس لڑکے کی دعا سے تندرست ہو جاتے تھے اتفاقاً بادشاہ کی ایک مصاحب کی
آنکھیں جاتی رہیں تھیں اور اندھے ہونے کے سبب سے بادشاہ کی مصاحبت چھوٹ گئی تھی جب اُس لڑکے کی

غرض اسکے ایک ملازم میں بھی یہ اُسکے پاس آیا اور کچھ ہدیہ اور نذرانہ اُسکے واسطے لایا اور کہنے لگا کہ مجھ پر مہربانی تو فرما اور شفا بخش اُس لڑکے نے کہا کہ میں کیا چیز ہوں کہ شفا دوں شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوے اور بت پرستی چھوڑ دے اور بادشاہ کو اپنا پروردگار سمجھنے تو میں جناب الٰہی میں دعا کرونگا کہ تجھکو شفا نصیب ہو تو وہ اندھا اُسی مجلس میں مشرف بایمان ہوا اور دعا سے اس لڑکے کی فی الفور اچھا ہوگیا اور موافق معمول کے بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوا بادشاہ نہایت متعجب رہا اور کہنے لگا کہ اطبا اور کحال ہماری سرکار کے تیری آنکھوں کے معالجے سے عاجز ہوگئے تھے اب تو کس طور سے اچھا ہوا اُسنے کہا پروردگار نے میرے بے وساطت غیر کے مجھکو بینا کیا بادشاہ نے فرمایا کہ میرے سوائے پروردگار دوسرا کون ہے مصاحب نے کہا کہ پروردگار میرا اور پروردگار تمہارا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جسنے مجھکو اور تجھکو اور سب خلق کو پیدا کیا ہے بادشاہ غصے ہوا اور اُسکو مار دھاڑ شروع کی کہ یہ عقیدہ تو نے کس سے سیکھا جب مار کوٹ نہایت ہونے لگی تو لاچار ہوکر اس لڑکے کا نام بتا دیا بادشاہ نے لڑکے کو اپنے حضور میں بلایا اور کہنے لگا کہ تجھکو میری پرورش سے اور میرے ساحر کی برکت سے یہ فیض حاصل ہوا ہے کہ اندھوں کو انکھیارا کرتا ہے اور ہر مرض کو شفا دیتا ہے یہ کیا کفران نعمت ہے کہ میری پرورش کو کنارے کر دیا اور پروردگار اپنا دوسرے کو ٹھہرایا لڑکے نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں ہے نہ آپکے نہ ساحر کے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت پر موقوف ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو خوب عذاب کرو اور کہا کہ یہ لڑکا جو ساحر سے غائب رہتا تھا معلوم ہوا کہ دوسری جگہ جاتا تھا اور دوکان اس عقیدہ کو سیکھا ہے ساحر بھی اس بات کے سننے سے گھبرا کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور عرض کی کہ یہ لڑکا ایک مدت سے میرے پاس نہیں آتا معلوم نہیں کہ یہ کہاں جاتا ہے اور سرکاری لوگوں نے بھی عرض کی کہ یہ لڑکا یہاں سے تو صبح سے جاتا ہے نہیں معلوم کہ کہاں رہتا ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو طرح طرح سے عذاب کرکے پوچھو کہ یہ عقیدہ کہاں سے سیکھا ہے وہ لڑکا نہایت عذاب سے لاچار ہوگیا اور نام اُس گوشہ نشین کا بتلا دیا بادشاہ نے اُس گوشہ نشین کو بلا کر آرا اُسکے روبرو رکھا کہ اگر تو اپنے دین سے نہ پھریگا تو یہ آرہ تیرے اوپر پھریگا راہب نے کہا کہ میں ہرگز اس دین حق سے پھرنے والا نہیں آگے جو تیری مرضی ہو سو کر بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو آرے سے چیر ڈالو جس موافق حکم کے

فی الفور اسکو صبر کے والد یا پھر اُس مصاحب کو سمجھانے لگے کہ اِس راہ سے باز آ [illegible]
قبول کیا آخر اُسکو بھی اسیطرح ہلاک کیا پھر اس لڑکے کو لائے اور بادشاہ نے کہا کہ سر ان دونوں کے
دیکھی اگر تجھکو اپنی زندگی منظور ہے تو اُس دین سے پھر کر لڑکے نے بھی انکار کیا پھر بادشاہ نے اپنے کئی مصاحبوں
حکم کیا کہ اسکو فلانے پہاڑ پر لیجاکر اُسکی چوٹی پر کھڑا کرو اور اسکو خوب سمجھاو اگر یہہ سمجھ گیا تو اسکو امیر کرونگا اور اپنا مصاحب
بناونگا اور اگر باز نہ آوے تو اُسکو وہاں سے ڈھکیل دینا کہ نیچے اُسکا پاش پاش ہو جاوے [illegible]
جب اس پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے تو لڑکے نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ یارب [illegible] ان کے شر سے بچا
اُسیوقت پہاڑ میں ایک زلزلہ پیدا ہوا اور سارے مصاحب بادشاہ کے پہاڑ کے تلے گر گرکے پُرزے پُرزے
ہو گئے اور وہ لڑکا صحیح و سلامت گھر کو آیا بادشاہ نے پوچھا کہ تیرے رفیق کہاں ہیں غلام نے عرض کی کہ اُسی خدا نے
جسکا دین میں نے قبول کیا ہے اُنکی آفت سے مجھکو بچالیا بادشاہ اور زیادہ غصہ ہوا اور دوسرے مصاحبوں کو
حکم کیا کہ اس لڑکے کو ایک کشتی میں سوار کر کے دریا کے اندر لیجاو اگر یہہ لڑکا اس دین سے توبہ کرے تو
بہتر و الا اسکو دریا میں پھینک دینا جب اس لڑکے کو لیکر دریا کے بیچ میں پہنچے اور اسکو مرتد ہونے کی ترغیب
دینے لگے تو اُس غلام نے پھر جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا مجھکو شر سے اس گروہ کے بچالے فی الفور کشتی
الٹ گئی اور بادشاہ کے مصاحب سب کے سب غرق ہو گئے اور غلام صحیح و سلامت نکل کے بادشاہ کے حضور میں
گیا بادشاہ نے پوچھا [illegible] کرکے آیا غلام نے تمام قصہ بیان کیا بادشاہ سنکر تعجب میں رہگیا غلام نے عرض کی
کہ اگر بادشاہ کو میرا قتل کرنا منظور ہے تو بغیر ایک حیلے کے ہو سکیگا بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا ہے
عرض کی کہ وہ حیلہ یہہ ہے کہ اس شہر کے سب لوگوں کو شہر کے باہر ایک میدان میں جمع کرو اور
مجھکو سولی پر چڑھاکر ایک تیر اپنے ترکش سے نکالو اور اسکی سوفار کو کمان کی زہ پر رکھکے اس افسوں کو پڑھنا
بسم اللہ رب الغلام یعنی نام سے اللہ کے جو رب ہے غلام کا پھر اس تیر سے مجھکو مارو تو میں البتہ مر جاؤنگا
بادشاہ نے ویسا ہی کیا اور اس تیر کو غلام کے مارا جب وہ تیر غلام کے جاکر کنپٹی میں لگا تو غلام نے اپنا ہاتھ
اُس پر رکھا اور کہا کہ میں نے اپنا مطلب پایا کہ اپنے پروردگار کے نام پر ذبح ہوا انس ایک شور مخلوق سے
اٹھا کہ آمنا برب الغلام آمنا برب الغلام یعنی ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام کے ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام کے۔

عرض کی
روایت

بہت سے لشکر مصاحبوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ اب تو ساری خرابی پیدا ہوئی جس بات سے ہم ڈرتے
تھے وہی پیش آئی کیونکہ سب شہر والوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس غلام کا پروردگار بہت زبردست اور قدرت والا
ہے اور ہم اسے ضعیف اور زبردست ہو کر ان کو جب تک کہ اس غلام نے پروردگار کا نام نہ لیا تب تک اس غلام کے
مارنے پر قادر نہ ہوئے بادشاہ یہ بات سنکر کمال غصے میں آیا اور شہر پناہ سے حکم کیا کہ لگا شہر کے کوچوں
کنارے خندقیں کھودیں بادشاہ اور تمام اعیان دولت خندق پر حاضر ہوئے اور کرسیاں بچھائے ہوئے
اس عذاب کا تماشا کرتے تھے وہاں ایک عورت کو پکڑ کر لائے اس کی بغل میں ایک دودھ پیتا بچہ تھا چاہا
کہ اس عورت کو بھی آگ میں ڈالیں وہ عورت آگ میں گرنے سے ڈری اور جھجکی پیچھے ہٹی بادشاہ نے کہا کہ اس
عورت کو مہلت دو شاید اپنے دین سے پھر جاوے وہ دودھ پیتا لڑکا جو بغل کی گود میں تھا آواز بلند سے
کہ ہر خاص و عام نے سنا کہنے لگا کہ اے اماں جان یہ کیا کرتی ہے صبر کر تو سچے دین پر ہے بسم اللہ کر کے اس میں کود جا
کہ یہ آگ تجھ پر گلزار ہو جاوے گی وہ عورت یہ بات سنتے ہی بے دھڑک بچے سمیت آگ میں کود پڑی اور وہ آگ
یک بارگی ایسی بھڑکی کہ بادشاہ اور اس کے مصاحبوں کو کہ کرسیوں پر بیٹھے تماشا دیکھتے تھے اتنی فرصت نہ دی کہ
بھاگ جاویں سب کو وہیں جلا کر خاک کر دیا اور ہر خندق کے راستے سے آگ نکلی اور اکثر شہر والوں کو کہ
بادشاہ کی بیعت میں تھے اور مسلمانوں کی ایذا و جفا میں مشغول تھے سب کو جلا کر خاک کر دیا اور ربیع ابن انس نے
کہا ہے کہ حق تعالیٰ ان مسلمانوں کی جان کو کہ اس آگ میں ڈالے جاتے تھے قبل اس کے کہ آگ کی گرمی ان کے بدن تک
پہنچے ان کی جان قبض کر لیتا تھا اور بہشت میں داخل کرتا تھا اور اس قصے میں ایک باریک نکتہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام
اور ان کے پیرو اسباب کی طرف گئے ہیں وہ یہی ہے کہ اس غلام کا بادشاہ کے ہاتھ سے ہلاکت دنیوی کو وسیلے
بنایا کہ اپنے قول و اقرار کر کے اس سے پھر گیا تھا والا بادشاہ اس غلام پر دست یاب نہ ہوتا اور یہ ہلاکت دنیوی کی
کفارہ ہی سوئے ثمرات اخروی کے بکار رہ جانے کے کیونکہ ہلاکت دنیوی اس قسم کی صورتوں میں موجب
عتاب اور نارضامندی حضور خداوندی سے نہیں ہوتی بلکہ اہل کمال کی ترقی کا باعث ہوتی ہے [illegible]
اخروی کے چنانچہ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب مارتے اور دشمن حضرت امیر المومنین
مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی اور سب ان کے پیٹ چاک کرے اور ان کے کلیجے کے کباب کر کے کھائے چنانچہ واقع ہوا

کہ خود بھی شہید ہوئے اور کافرون نے اُنکے سینے کو چاک کرکے جگر کو نکال لے جا بکے ڈال دیا اور تفصیل اس مقام پر اسرار کی فتوحات مین موجود ہی دوسرا قصہ وہ ہی جو نجران کی سرزمین یمن اور وہ شہر یمن کے ملک مین واقع ہی کیفیت اُسکی یہہ ہی کہ ایک شخص مسلمانون مین سے کہ اس وقت مین مسلمان انجیل کے تابعدار تھے ایک شخص کے مکان پر آکر نوکر ہوا اور رات دن اُسکے دروازے پر ہتھیار رہتا تھا تاکہ جس کام کا حکم ہو بجا لاؤن اس مسلمان شخص کو انجیل مقدس یاد تھی ہمیشہ اسکو پڑھا کرتا تھا اس شخص کی [illegible] نوکر تھا ایسا نظر آیا کہ انجیل پڑھنے کے وقت ایک نور عظیم اسکے [illegible] اور تمام مکان میں پھیل جاتا ہی لڑکی نے اپنے باپ کے سامنے اس عجائبات کا مذکور کیا تو اُسکے باپ نے بھی اُسکے انجیل پڑھنے کے وقت سوراخ سے دیکھا کہ فی الواقع ایک نور عظیم ظاہر ہوتا ہی اس نوکر سے پوچھا کہ یہہ کیا کلام ہی اور کیا اسکی تاثیر ہی کہ تجھسے سنتے ہین اور دیکھتے ہین وہ مسلمان دہقان کے بادشاہ کافر کے خوف سے اور رئیسون کے ڈر سے امر جدید کو چھپاتا تھا لیکن وہ گھر والا اُسکا پیچھا نہ چھوڑتا تھا اور تنگ کرتا تھا یہان تک کہ لاچار ہوکر احوال دین اسلام کا اور انجیل مقدس کا اُسے بیان کیا پس وہ شخص اور اُسکی بیٹی فی الفور مسلمان ہو گئے اور انجیل کو پڑھکر اُسکی تلاوت مین مشغول رہتے تھے رفتہ رفتہ یہہ بات اس شہر مین مشہور ہوئی تو ستاسی ۸۷ آدمی دوسرے مرد اور عورتون مین سے شرف اسلام سے مشرف ہوئے یہان تک کہ یوسف ذی نواس حمیری کا بیٹا کہ بادشاہ اس شہر کا تھا اور بت پرستی مین مستغرق تھا یہہ بات سنکر اُن سب مسلمانون کو کہ نوے ۹۰ آدمی تھے اپنے حضور مین بلایا اور ایک خندق کھدوائی اور خوب آگ سے دھکائی اور حکم دیا کہ تم لوگ اگر عیسی علیہ السلام کے دین سے نہ پھروگے تو تمکو آگ مین پھونک دونگا اس جماعت مین بھی ایک عورت تھی بچے والی کہ دودھ پیتا بچہ اُسکے گود مین تھا اس دودھ کے بچے نے آواز بلند سے کہا کہ ہان بسم اللہ اس آگ مین گھسو کہ بدلا اس آگ کا بہشت ہی سدا رہنے کو پھر بعد اسباب کے کہ مسلمان ہلاک ہو چکے تو بادشاہ اور اُسکے مصاحب خندق کے پاس کرسیون پر بیٹھے تھے کہ یکایک اس آگ کے شعلے ایسے بھڑکے کہ اُن سبکو جلاکے خاک کر دیا اور یہہ قصہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر اُٹھ جانیکے بعد واقع ہوا تھا اس روز سے نجران کے لوگون نے دین نصرانی کو حق جانکر قبول کیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اُسی دین پر تھے اور سردار اُنکے کہ سید اور عاقب

قصہ دوم

وغیرہ تھے

ف تیسرا قصہ

ف مجوسیوں کے پاس بھی آسمانی کتاب تھی

ف چوتھا قصہ

وغیرہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو مدینہ منورہ مین آکر حضرت عیسی علیہ السلام کے حال مین بحث
اور تکرار کی تھی اور آیت مباہلے کی اُنہی کے جواب مین نازل ہوئی تھی تیسرا قصہ فارس کی زمین مین واقع ہوا تھا کیفیت
اسکی حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ آپ فرماتے ہے کہ مجوسی بھی اصل مین کتاب
آسمانی رکھتے تھے اور ایک پیغمبر کے دین کے تابع تھے اور شراب اُنکے دین مین اس قدر کہ بیہوش نکرے بدن کے
نفع کے واسطے حلال تھی ایک روز مجوسیون کے بادشاہ نے شراب بہت پی اور اس مستی کی حالت مین
اپنی بہن سے صحبت کی جب ہوش مین آیا تو نہایت نادم اور پشیمان ہوا اور اپنی بہن سے تدبیر اس عار کی کہ
اسکو لگ گئی پوچھی بہن نے کہا کہ تدبیر اسکی یہہ ہی کہ تو دعوی بہن کے حلال ہونے کا کر اور کہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی
اولاد مین بہن بھائی کا نکاح ہوتا تھا ہم بھی اُسی وضع پر قائم ہون بادشاہ نے لوگون کو جمع کرکے اُس
مذہب اور اس مسئلہ کو بیان کیا لوگون نے ہرگز قبول نکیا پھر بادشاہ کی بہن نے کہا کہ انکو کوڑون سے مارو
اُسنے اسیطور سے کیا لیکن لوگون نے قبول نکیا پھر اسکی بہن نے کہا کہ اُنکی گردنین مار اُسنے ویسا ہی کیا
لیکن لوگون نے اسپر بھی قبول نکیا پھر اُسنے کہا کہ خندقین کھدوا اور اُنمین ایندھن بھرکے آگ دلوا دے جب
آگ خوب دہک جاوے تو حکم کر جو کوئی اس مسئلہ سے انکار کرے اسکو اس آگ مین پھینک دو قدرت
الہی سے عین لوگون کے جلانے کی حالت مین خود بھی جل گیا اُس روز سے مجوس کے مذہب مین آتش پرستی
اور بہن کا حلال جاننا رائج ہوا چوتھا قصہ تفسیر زاہدی مین منقول ہی کہ بنی اسرائیل مین ایک شہر مسلمانون کا
تھا اسمین قحط پڑا تو مسلمان اُس شہر کے عول کے عول حبش کی طرف کو بھاگ گئے حبش کے لوگ کہ کافر تھے
اپنے بادشاہ سے عرض کی کہ اگر یہہ مسلمان قحط کے مارے ہوئے اس شہر مین آوینگے تو غلہ کی ہمیں تنگی
ہو جاویگی اور یہان بھی قحط پڑ جاویگا بادشاہ نے حکم دیا تو شہر کے دروازے پر ایک خندق کھود دی اور
اسکو آگ سے بھرا اور بادشاہ خود بھی اپنا تخت بچھا کر وہان بیٹھا اور ایک بڑا بت ہاتھی کے برابر وہان
کھڑا کیا اور شہر مین منادی پھرا دی کہ ان غریب الوطنون اور باہر کے آئے ہوون سے جو کوئی اس بت کو سجدہ نکرے
تو اسکو اس آگ مین جھونک دو اتفاقا ایک مسکین عورت کو کہ بچہ اُسکے گود مین تھا پکڑ کر لائے اور اس سے
کہنے لگے کہ اس بت کو سجدہ کر اُسنے کہا معاذ اللہ بادشاہ نے خفا ہو کر کہا کہ اسکے بچے کو ہاتھ سے چھین کے

آگ میں ڈال دو جب کھولوتے سے چھین کے آگ میں ڈال دیا تو وہ نہایت بیقرار ہوگئی تب اُس بچے نے آگ کے اندر سے آواز دی کہ اے ماں کچھ خوف نکر بدھڑک چلی آ کہ یہ تو آگ نہیں ہے پھول ہیں اُس عورت نے کہا تھا کہ جناب باری میں دعا کی کہ یا رب تو دیکھتا ہے اور جانتا ہے تیرے روبرو حاجت بیان کرنے کی نہیں فی الفور اُس آگ سے ایک شعلہ چالیس گز کا اونچا اٹھا اور اُن سب کافروں کے اس پاس فناتی مانند ہوکے سبکو گھیر لیا اور ایک ایک کو جلا دیا پھر جب اشارۂ اجمالی سے کہ ان چاروں قصوں میں سے منظور تھا فارغ ہو چکے اور بیان کر چکے کہ ان ظالموں سے دنیا میں بدلا ہاتھوں ہاتھ بلامہلت واقع ہوا اور انکا کام التا ہوگیا یعنے جو آگ کہ مسلمانوں کے جلانے کے واسطے تیار کی تھی اُسمیں آپ ہی جل گئے اب وجہ ایسے ہاتھوں ہاتھ بدلا لینے کی کہ خلاف عادت ہے بیان فرماتے ہیں وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ بدلا نہ لیتے تھے یہہ کافر ظالم مسلمانوں سے اِلَّا اَنْ يُّؤْمِنُوا بِاللهِ مگر اسبات کا کہ ایمان لائے تھے اللہ پر اور صیغہ مستقبل کا اس جہت سے لائے ہیں کہ مطلب کافروں کا مسلمانوں سے ایمان چھڑانا مستقبل کے زمانے میں تھا اور انکے ثابت رہنے اور صبر کرنے پر اُنکو عذاب کرتے تھے نہ ایمان ماضی کے ترک کے واسطے اور اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی وجہ کی ان کافروں کو مسلمانوں سے عداوت نتھی مگر ایمان کی جہت سے بس اس جہت سے عداوت مسلمانوں کی عداوت ایمان کی ہوئی برخلاف اور کافروں کے کہ باوجود مسلمانوں کی ایذا دینے کے سالہا سال کی مہلت پاتی اور بستے ہیں کیونکہ عداوت انکی فقط ایمان کی جہت سے نہیں بلکہ طمع ریاست کی اور امید مال وجاہ کی بھی اُسمیں ملی ہوئی ہے اور ان لوگوں کو عداوت خالص ایمان کے واسطے تھی اور جس ایمان سے دشمنی رکھتے تھے وہی ایمان صحیح تھا کیونکہ متعلق اس ذات پاک کے ساتھ تھا جو ان صفتوں کے ساتھ موصوف ہے الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ اللہ کہ غالب ہے سب خوبیوں سراہا گیا وہ ذات ہے کہ اسی کے واسطے ہے بادشاہت آسمانوں اور زمین کی اور ہر صفت ان تینوں صفتوں میں سے اسی بات کو چاہتی ہے کہ ایمان اُسی پر لانا چاہیے کہ وہ اپنے سب ماسوا پر غالب ہے اور کسی کی عزت اسکی عزت کو نہیں پہنچتی تو اسپر ایمان لانا بھی عزت اور افتخار کا سبب ہوا اور جو وہ محمود ہے تو شکر اسکا دل اور زبان اور اعضا سے واجب ہوا اور ظاہر ایمان کا فرض و لازم ہوا اور جو اُسی کے واسطے پادشاہیں آسمانوں کی اور زمین کی ہوئیں تو اُسکے مخالفوں سے ڈرنا

جائز ہوا اور یہ تینوں صفتیں مذکورہ جیسی موجب اظہار کرنے ایمان کی ہیں اسی طرح سے باعث ہیں جلد
بدلا لینے کی کیونکہ بدلا لینا دشمنوں سے موجب عزت کا ہی نہیں تو ذلت پہنچتی ہی اور مقتضائے محمودیت کا
بھی انتقام لینا دشمنوں سے ہی کیوں کہ مخالفوں سے بدلا ملنے والے کو بھی تعریف نہیں کرتے ہیں مگر عفو کی صورتیں
سو عفو کفار پر جائز نہیں اور بادشاہت بھی موجب انتقام کی ہی دشمنوں سے والا دشمن دلیر ہو جاویں اور بادشاہت کے
کارخانے میں خلل واقع ہو جاوے اور اگر باوجود ان صفتوں کے کوئی انتقام لینا چھوڑ دے تو ضرور رعایا کے
حال سے بیخبر ہی کہ دشمنوں کی دشمنی کو اور دوستوں کی دوستی کو نہیں جانتا یا دشمنوں کی ایذا رسانی سے
کہ اسکی دوستی کے سبب سے اسکے دوستوں کو پہنچانے ہیں بیخبر ہی یا محمول کسی اور اسباب پر کرتا ہی
اور خدا تعالی اس بیخبری سے پاک ہی کیونکہ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ ہر چیز پر خبردار
ہی اور جب کافر ایمانداروں سے ایمان کی جہت سے عداوت کرنے لگے اور انتقام سے اللہ تعالی کے غافل
ہوئے تو گویا عزت اور بادشاہت اور خبرداری اور محمودیت ذات پاک کی کو انکار کیا تو حکمتیں اللہ تعالی کی ان باعثوں کے
جمع ہونے کے سبب سے تعجیل انتقام کو تقاضا فرماتی ہیں چنانچہ خندق والوں کے قصے میں نمود ہوا اور جو دلیل ایک
فرد خاص میں صحیح ہوتی تو قیاس کلی کا اسپر درست آیا چنانچہ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ
تحقیق جو لوگ کہ ایذا دیتے تھے ایماندار مردوں کو ایمان کی عداوت کے سبب سے وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایماندار عورتوں کو اگرچہ
انکا ایمان بسبب عقل کے نقصان کے اور ہوا اور ہوس کے غلبہ کے ضعیف اور ناقص ہی لیکن وہ ضعف بسبب
بیکسی اور عجز کے رکھتی ہیں مقابلے اور مدافعے سے بدلا ہو جاتا ہی ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا پھر باوجود مہلت اور
فرصت کے اس ظلم سے توبہ نکی اور اسی شغل میں مرگئے اور اگر توبہ کر لیتے تو ہر چند کہ حق العباد کی جہت سے ان سے
پرسش ہوتی اور معذب ہوتے لیکن یہہ شدت اتنی نہ ہوتی کیوں کہ عداوت ایمانی اور حق اللہ کے تلف کرنیکے
الزام سے چھوٹ جاتے اور اسی آیت سے دلیل پکڑی ہی کہ جو کوئی کہ مسلمان کو عمداً مارے اور پھر توبہ کرے تو توبہ
اسکی مقبول ہی لیکن اس استدلال میں بحث ہی کیونکہ مسلمان کا قتل عمداً اگر کفر کی حالت میں ہو گیا ہی تو بالاجماع
توبہ اسکی مقبول ہی کسیکا اختلاف اسمیں نہیں ہی اور اس آیت میں مراد کافر ہیں کہ ایمان کے واسطے مسلمانوں کو
مارتے تھے اور ایذا دیتے تھے فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ پھر انکے واسطے عذاب ہی دوزخ کا اور اسمیں طرح طرح کے

ایذائیں ہیں سو وہ سارے دکھ اور ایذائیں انھیں کے کام ہیں مصروف ہونگی وَلَهُمْ اور انکے واسطے ہی
اور ظالموں سے علاوہ عَذَابُ الْحَرِيقِ عذاب جلن کا کہ تن من انکا اسمیں گرفتار ہوگا جیسے ایمان والوں
دلوں کو جور و جفا سے جلایا تھا اور بعضے مفسروں نے کہا ہی کہ عذاب جلن کا قبر میں ہوگا دوزخ کے عذاب سے پہلے
اور بعضوں نے جلنے پر خندق والوں کے کہ تھرک سے شعلوں کی جلے ہیں حمل کیا ہی اور جو ظالموں کا حال سننے سے
کہ ایمانداروں کو ایمان کی جہت سے ایذا دیتے تھے سننے والے کو ایک رنج پیدا ہوا کہ وہ ایمان والے کہ ظالموں کی
بلا میں گرفتار تھے اور جانیں انکی ایمان کے سبب سے برباد ہوئیں نہیں معلوم کہ بدلا اسکا قیامت کے دن کیا پاوینگے
تو اس انتظار کے دفع کے واسطے نئے سر سے ایمان والوں کا حال بیان کرنا ضرور پڑا اور جو یہہ بیان ایک نئی
بات ہی سامع کے انتظار کی تسکین کے واسطے کچھ مقصود اصلی اس جا پر تھا تو اسی واسطے حرف عطف کا ترک
فرما کے ارشاد کرتے ہیں إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور ایمان پر ثابت رہے اور باوجود
ظالموں کی ایذا اور تکلیف کے صبر کیا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور کام کئے اچھے کہ پہلے کام ایسی حالت میں
بڑی پونچی ہی جیسا بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور اللہ تعالی کی طرف کو اختیار کرنا ماسوا پر لَهُمْ
جَنَّاتٌ ان کے واسطے باغ تیار ہیں کہ دنیا کی بلاؤں کے بدلے میں ملینگے بس دنیا کا عذاب انکے
حق میں ایسا ہی کہ کسی کو اسکے محبوب کے روبرو اسکی محبت کے واسطے ایذا دیں کہ وہ ایذا انکو عین راحت ہو جاتی
ہی تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ بہتی ہیں اسکے درختوں کے تلے نہریں طرح طرح کی شہد اور دودھ اور
پانی اور شراب کے بدلے میں اس لہو اور پسینے کے کہ کافروں کے ظلم کے سبب سے بہا تھا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ
الْكَبِيرُ یہہ بڑی مراد ملنی ہی کیونکہ دنیا کی مرادیں ملنا فانی ہیں اور یہ مرادیں باقی کہ ہرگز فنا ہونیوالی
نہیں اور یہہ بھی ہی کہ مطالب دنیوی کے حاصل ہونے میں رضامندی محبوب حقیقی کی مشکوک اور نامعلوم ہی اور
ان آخرت کی لذتوں میں یقینی اور قطعی ہی اب یہاں ایک سوال باقی رہا کہ جواب طلب ہی اور وہ یہہ ہی
کہ کافروں کی جزا کے بیان میں حرف فاے جزائیہ کا لائے ہیں اور فلهم عذاب جهنم ارشاد فرمایا ہی
اور مسلمانوں کی جزا کے بیان میں اس حرف کو ترک کر دیا اور لهم جنات ارشاد کیا اسمیں کیا نکتہ ہی
جواب اسکا یہہ ہی کہ ثواب آخرت کا محض اللہ تعالی کا فضل ہی عمل پر موقوف نہیں جیسے نابالغ لڑکا

یا جو شخص کہ بلوغ کے وقت سے مجنون ہو گیا یا جو شخص کہ پہاڑ کی چوٹی پر بالغ ہوا اور طریقہ اسلام سے واقف ہی نہوا
اور توفیق عبادت اور طاعت کی بھی نپائی بے سب آخرت مین بغیر عمل اور طاعت کے ثواب پاوینگے بخلاف
دوزخ کے عذاب کے کہ بغیر فسق کے یا کفر کے نہوگا کیون کہ عذاب عدل کو چاہتا ہی اور عدل بغیر سبب کے ہو نہین
سکتا تو ان دونون چیزون کے فرق کے واسطے کہ فضل اور عدل ہی اس جگہ پر سبب او تعقیب کی تصریح فرما کر
ف کا حرف لائے ہین اور یہان حذف کیا ہی اور جو معاملہ حق تعالی کا ان ظالمون سے کہ بسبب ایمان کے مسلمانونکی
ایذا کے درپے ہوتے ہیں اور ان مظلومون سے کہ ایمان کے واسطے تحمل جفا کا کرتے ہین دنیا اور آخرت میں بیان
فرمایا تو یہہ مطلب ثابت ہوا کہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ تحقیق پکڑ تیرے رب کی بہت سخت ہی کیونکہ
اور ونکی پکڑ سے زور سے یا زاری سے یا صبر سے یا شفاعت سے خلاصی ممکن ہی اور عذاب سے اللہ تعالی کے کسی طور سے
ممکن نہین اور یہہ بھی ہی کہ دوسرون کی پکڑ کی نہایت یہہ ہی کہ ہلاک کر دینا پھر بعد موت اور ہلاک کے معدوم
نہین رکھنے کہ ایذا دے سکین کیون کہ انکی طاقت نہین کہ مردیکو جلادین بخلاف اللہ تعالی کے کہ مرنے اور
خاک ہونے کے بعد بھی اسکے دست قدرت سے خلاصی ممکن نہین وہ قادر ہی کہ جلاوے پھر زندہ کرے پھر جلاوے
اسیطرح ابدالاباد تک عذاب مین گرفتار رکھے اسواسطے کہ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ تحقیق وہی ایسا ہی
کہ اول بھی پیدا کرتا ہی اور بعد فنا کے بھی پیدا کرتا ہی وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ اور وہ اللہ تعالی با وجود
اس صفت قہاری اور گرفت گیری کے اپنے مسلمان بندون پر بخشش کرنیوالا ہی اور دوست رکھنے والا کہ دوستی کی
شدت کے سبب سے گناہ اپنے دوستون کے بخشتا ہی اور عیبون کو انکے چھپاتا ہی اور دوستون اور دشمنون سے
اسکا معاملہ ایسا کیون نہو کہ وہ اللہ تعالی ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ صاحب ہی جہان کی سلطنت کے تخت کا اور
بزرگی اسکی قدیم ہی اور مجد عرب کی لغت مین خاندانی اور موروثی بزرگی کو کہتے ہین اور جو قدم اور دوام موروثی
بزرگی کو لازم ہی تو یہان مراد قدیم بزرگی رکھی ہی اور قدیم السلطنت پادشاہون کی عادت ہی کہ اپنے
دوستون اور دشمنون سے اسیطرح معاملہ خوشی اور ناخوشی کا فرماتے ہین نہین تو انکی سلطنت کے
قدم میں خلل واقع ہو جاوے اور باوجود اسباب کے اور پادشاہون سے ایک چیز مین ممتاز ہی کہ کسی
بادشاہ کو متصور نہیں اور وہ چیز یہہ ہی فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کر ہی ڈالتا ہی جو چاہتا ہی جب ارادہ اسکا کسی چیز کو

متعلق ہوتا ہی پھر اسمین امکان مخالفت کا نہین بخلاف اور بادشاہون کے کہ بہت سی چیزین چاہتے ہین
اور میسر نہین ہوتین ایسے شاہنشاہ سے ہر وقت اور ہر آن ڈرنا چاہئے اور اُسکی رحمت کے امیدوار رہنا باقی رہا
یہان ایک سوال جواب طلب وہ یہہ ہی کہ پہلی صفتون مین جیسے الغفور اور الودود اور ذو العرش اور المجید مین لام
تعریف کا یا اضافت معرف باللام کی طرف واقع ہی اور اس صفت مین کہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہی تنکیر کو اختیار
کیا ہی اسمین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ فعال لما یرید شابہ مضاف کے ہی یا عامل عامل کے قبیل سے
اور مشابہ مضاف کا حکم مضاف کا رکھتا ہی حاجت تعریف کی نہین اور مبالغہ کے صیغہ کو اوپر صیغہ فاعل
لما یرید کے اسواسطے اختیار کیا ہی تاکہ اشارہ ہو کثرت پر مرادون کی اور کثرت پر حق تعالی کے مفعولون کی
جیسے کہ واقع ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ ان صفات متضادہ و متخالفۃ الآثار سے منظور یہہ بات ہی
کہ اُس مالک سے بعید نہین کہ کبھی معاملہ مہربانی اور مغفرت اور دوستی کا بندون سے کرے اور کبھی سخت
پکڑ مین پکڑے بلکہ اُس ذات پاک سے ہو سکتا ہی کہ انعام اور انتقام کو حق مین ایک فرقہ کے اور ایک آدمی کے
اوقات مختلفہ مین جمع کرے سو انعام پر حق تعالی کے کہ ایک وقتمین اپنے حال پر صرف ہو مغرور ہونا نہ چاہئے
اور انتقام سے اُس منتقم عادل کے بیخوف اور بے دھڑک نہ رہئے چنانچہ فرماتے ہین هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ
الْجُنُودِ کیا پہنچی ہی تجھکو بات ان لشکرون کی کہ ایک مدت تک دروازہ انعام کا اُنپر کھلا تھا اور ہر
طرف سے طرح طرح کی نعمتیں اُنکو پہنچتی تھین پھر کیسا کچھ انتقام اُن سے لیا اور سب انکی خرابی اور بدلے کے ہی
ذلیل اور خلیل لوگ ہوئے کہ انعام الہی کے زور کے سبب سے اُن لوگون کو کمال ذلت اور خواری سے رکھتے تھے
اور وہ لشکر فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ فرعون والے اور ثمود کی قوم تھے پس فرعونیون کو ایک مدت تک
حکومت اور نعمت دیکے بنی اسرائیل پر کمال تسلط دیا تھا کہ سارے نیچ اور بوچ کام بیگار پکڑ کے اُن سے
کراتے تھے پھر تمام مال اور ملک اُنکا چند روز کے عرصے مین اُنہین بنی اسرائیل کو دلوایا اور اُن فرعونیون کو
اُنکے آنکھون کے دیکھتے دریائے قلزم مین غرق کر دیا اور ثمود کی قوم کو اول تو نہایت قدرت اور قوت عنایت فرمائی
یہان تک کہ ایک ہزار سات سو بستیان تمام سنگین عمارات لین آباد کی تھین اور حضرت صالح علی نبینا و علیہ السلام کو
اور ضعیف مسلمانون کو اونٹنی کی تنگ کیا کیا کچھ تذلیل اور ہتک کرتے تھے وہ سب کے سب ایک کڑک مین ہلاک
ہو گئے

ہو گئے اور وہان کے بدبخت اور اشرار کو حضرت صالح علیہ السلام کی بد دعا سے اندھا کر دیا پس یہ قصے
عاقلون کی عبرت کے واسطے کفایت کرتے ہین تاکہ اللہ تعالی کے انعام پر مغرور نہو جاوین اور انتقام سے اُسکے
ڈرتے رہین لیکن کافر ان قصون سے عبرت نہین پکڑتے ہین اور غرور اور بیخودی مین گرفتار ہین بَلِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ بلکہ جو لوگ کہ کافر ہین سو ان قصون کے انکار کے درپے ہین اور کہتے ہین کہ یہ قصے اس قسم کے ہین کہ اہل تواریخ نے لوگون کے
تعجب کرنے کو بنائے ہین اور کتابون مین لکھ دیتے ہین اور یہہ نہین جانتے کہ قطع نظر ان قصون سے اللہ تعالی کی
قدرت ہر شخص کو ہر وقت بے پردہ نمایان ہی اور اگر اپنے ہی حال مین غور کرین تو دیکھین کہ آدمی کا دم
کہ زندگانی انسان کی اُس سے تعلق رکھتی ہی وہ بھی اُسی کے ہاتھ مین ہی وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ
مُّحِيْطٌ اور اللہ تعالی آگے پیچھے سے اُنکے گھیرے ہی کہ اُنکے زمانے سے پہلے بھی بہت سے سرکشون کو
ہلاک کیا اور اُنکے زمانے کے بعد بھی بہتون کو ہلاک کریگا بس انکار ایسے قصون کا کہ اس طرح کے
قصے ہر وقت مین نمودار رہین بیجا ہی اور لفظ وراء کا اصل لغت مین اس چیز کے معنون مین ہی کہ کوئی
شخص اس چیز کو چھپا دے یا وہ چیز کسی شخص کو چھپا دے اسی واسطے اس لفظ کو آگے اور پیچھے
دونون کے معنون مین استعمال کرتے ہین اور اس آیت مین بطور اشتراک معنوی کے یا عموم مجاز کے
دونون معنون کو شامل ہی باوجود اسبات کے یہ قصے اس قسم سے بھی نہین ہین کہ فقط اہل تاریخ نے
اُنکو ذکر کیا ہی بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ بلکہ یہہ قصہ قرآن قدیم ہی کہ اس قصے کے ہونے سے پہلے لکھا گیا
تھا فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ایک تختے مین کہ شیاطین اور جن اور انسان کے دخل سے باہر ہی اور محفوظ
ہی اُسمین کوئی تصرف نہین کر سکتا کہ زیادہ اور کم اور تحریف اور الحاق کر دے بس اس قسم کی محفوظ
چیز مین احتمال جھوٹھ اور ملاوٹ کا کرنا مقتضاے عقل کے خلاف ہی اور بغوی معالم مین ابن عباس رضی اللہ عنہ کی

لوح محفوظ کا بیان

سند کے ساتھ لایا ہی کہ لوح محفوظ سفید موتی کی ہی طول اُسکا جیسے زمین سے آسمان اور عرض اسکا جیسے مشرق سے
مغرب اور کنارون پر اُسکے یاقوت جڑے ہین اور دونون دفتیان اُسکی یاقوت سرخ کی ہین اور نور کے
قلم سے کلام قدیم اُسمین لکھا ہی سرا اُس تختی کا عرش سے معلق ہی اور نیچے کی طرف اسکو ایک
معزز فرشتے کی گود مین رکھی ہی اور وہ عرش عظیم کی سیدھی طرف کھڑا ہی اور سر پر لوح کے یہہ عبارت

واقع ہی لا الہ الا اللہ وحدہ دینہ الاسلام محمد عبدہ ورسولہ فمن امن باللہ عز وجل و
صدق بوعدہ واتبع رسولہ ادخلہ الجنۃ اللہم اجعلنا منہم

سورۃ الطارق

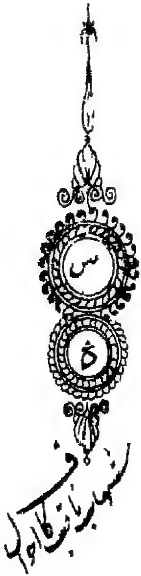
سورۂ طارق مکی ہی اسمین انیس ۱۹ آیتین اور ایکسٹھ ۶۱ کلمے اور دو سو انتالیس ۲۳۹ حرف ہین اور ربط اس سورہ کا سورۂ بروج سے بسبب مناسبت کلام کے ہی کہ ابتدا ان دونون کے قسم ساتھ آسمان کے اور برجون کے اور ستارون کے واقع ہی اور انتہا مین بھی دونون کے بیان محافظت الہی کا غیب کی چیزون کو جیسے لوح محفوظ اور آسمان اور آدمی کی جان سو یہ چیزین ظاہر ہین کچھ حاجت بیان کی نہین اور اس سورے کا نام سورۂ طارق اسواسطے رکھا ہی کہ طارق عرب کی لغت مین اس مہمان کو کہتے ہین جو رات کے وقت آوے اور جو حادثہ کہ رات کو نمود ہو اسکو بھی طارق کہتے ہین اسیواسطے حدیث مین وارد ہی کہ نعوذ باللہ من طوارق اللیل پناہ لیتا ہون مین اللہ کی اس شر سے کہ رات کو اچانک آ پڑے کیونکہ دفع کرنا اسی آفت کا مشکل پڑتا ہی اور عرب کے اشعار مین معشوق کے خیال کو بھی کہ بار بار عاشق کے دل مین گذرتا ہی طارق کہا ہی کیونکہ معشوق کے خیال کا آنا اکثر فراغت کے وقتون ہوتا ہی اور بڑی فراغت کا وقت رات ہی اور حدیث شریف مین مسافر کو منع فرمایا ہی کہ طروق کرے یعنے یکایک رات کے وقت گھر مین چلا آوے جب تک کہ اسکے گھروالے بن سنور کے درست نہو لین کہ اسکو بکترے حال مین دیکھ کے نفرت نہو جاوے اور اس سورے مین مراد طارق سے آسمان کے تارے ہین اور سب تارے اس صفت مین برابر ہین اسواسطے کہ رات کو نظر آتے ہین اور دنکو غائب ہو جاتے ہین اور بعضے علما کے نزدیک یہان زحل مراد ہی کیونکہ سب تارون سے اونچا ہی اور اسکی شعاع ساتون آسمان کی متانی کو سوراخ کر کے زمین پر پڑتی ہی پس کمال ظہور ثاقبیت کا اسمین پایا جاتا ہی اور بعضون کے نزدیک ثریا مراد ہی کہ بسبب جمع ہونے روشنی تارون کے اسمین چمک زیادہ پائی جاتی ہی اور اکثر علما اسبات پر ہین کہ مراد جنس ہی اور ہر ستارہ اسمین داخل ہی کیونکہ ہر ستارہ تین صفتین رکھتا ہی اول تو یہہ کہ ہر ستارہ اپنی شعاع سے

تاریکی کو دفع کرتا ہی دوسرے یہہ کہ تعین طرف کا یعنی راہ کا مشرق کی طرف ہو یا مغرب کیطرف ہر مسافر کو تری کا
ہو یا خشکی کا اِس سے معلوم ہوتا ہی تیسرے یہہ کہ سبب ہی آسمان کی محافظت کا شیاطین کے شر سے اور اُسکے دو سبب
ہین اول تو یہہ کہ شیاطین دخانی مادّے سے پیدا ہوئے ہین اور ظلمت اور تیرگی کو بالطبع دوست رکھتے ہین اور
روشنی سے بھاگتے ہین چنانچہ تجربہ کیا ہوا ہی کہ اکثر غلبہ انکا اندھیرے مین اور اندھیرے مکان مین ہوتا ہی اور جس
مکان مین چراغ اور شمع ہوتی ہی وہان انکا دخل کم ہوتا ہی پس آسمان کو ان نورانی قندیلون سے روشن کیا تاکہ
روشن ہونے سے آسمانون کے کہ محض شفاف ہین سب شیطان جھنجھلا کر بھاگ جاوین دوسرے یہہ کہ فرشتے شعاع سے
ستارون کی گیند بناکر شیاطین کو مارتے ہین جیسے توپ کے گولے سے دشمنون کو مارتے ہین اور محافظت آسمان کی
تارون سے ایسی ہی ہی جیسے محافظت قلعون کی ہوتی ہی توپون سے کہ برجون اور فصیلون پر چنی ہوتی ہین لیکن
فرق اسیقدر ہی کہ تارون کو اور اُن گولون کو کہ فرشتے اُن تارون کی شعاع سے تیار کرکے شیاطینونکو
مارتے ہین دونون کو عرب کی لغت مین نجم اور کوکب اور ہندی مین تارا کہتے ہین اور توپ کے گولے کو توپ نہین
کہتے اور قرآن مجید مین ستارون کے ان فائدون کو جابجا مذکور فرمایا ہی اور تینون وصف کہ ہر ستارے مین موجود
ہین اس قسم مین منظور ہین کیونکہ جس مضمون کی کہ اس قسم کی تاکید فرمائی ہی یہہ ہی کہ آدمی کی جان ہرچند کہ
تکلیف اور محنتون مین گرفتار ہوتی ہی لیکن اللہ تعالی کی نگہبانی کے سبب سے ٹوٹنے اور فنا ہونے سے محفوظ ہی
اور اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ اِنَّمَا خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ یعنی جان آدمیکی حقیقت مین آدمی عبارت اُسی سے
ہی ابدی ہی ہرگز فنا ہونیوالی نہین اور وہ جو عرف مین مشہور ہی کہ موت جان کو ہلاک کرتی ہی محض مجاز
ہی موت کا نہایت کام یہہ ہی کہ جان کو بدن سے جدا کر دیتی ہی اور بدن بسبب نہونے مربی اور نگہبان کے
بیبس ہوکر بکھر جاتا ہی والا جان کو ہرگز فنا نہین ہی اور ثابت ہونا عالم برزخ کا اور ہونا حشر اور نشر کا
موقوف اسی مسئلے پر ہی اور اس سورتین بھی معاد اسی راہ سے ثابت کیا ہی اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی
کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہی جان اور بدن اور جزو اعظم اُسکا جان ہی کہ تبدل اور تغیر کو اُسمین دخل نہین اور
بدن مانند لباس کے ہی جب تک کہ ماکے پیٹ مین تھا تو اور رنگ تھا پھر جب ماکے پیٹ سے نکلا تو آخر لڑکپن تک
کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہی اور جوانی اور بڑھاپے مین کچھ اور ہی اختلاف ہوتا ہی پس جزو اعظم اسکا کہ جان ہی

اور شعور اور ادراک اور لذت اور دُکھ کو دریافت کرنا اسیکا خاصہ ہی جو فنا کو قبول نہین کرتی اور ہاتھون مین
نگہبانون کے کہ حضور سے جناب کبریائی اُنپر مقرر ہین معید رہتی ہی تو جمع ہونے مین بدن کے اور دوبارہ بنا دینے مین
اُسکے اسی صورت اور شکل پر کون سا تعجب باقی رہا کہ اسیطرح کا معاملہ شروع پیدایش سے آخر عمر تک ہمیشہ نظر آتا ہی اور جو دلیل
جان کی محافظت کی ساتھ معین ہونے نگہبانون آسمان کے طفیل سے ستارون کے تھی تو پہلے ہی ثابت کرنے
مین اس مطلب کے قسم آسمان کی اور ستارونکی یاد فرمائی اور اس سورے کا ستار یکے نام پر نام رکھا کہ
بہتر ثابت ہونا مطلب کا اُسی کی محافظت کے ملاحظے سے ہی یہان پر سمجھ لیا چاہئے کہ اس سوریکا سبب نزول
دلالت کرتا ہی اسبات پر کہ مراد طارق سے ٹوٹنے والا تارا ہی جسکو شہاب کہتے ہیں اور حقیقت میں
شیطانون کو آسمان کے جانے سے روکنے والا وہی ہی کہ شیطان کی راہ کو بند کرتا ہی اور اُسکو جلا دیتا ہی اگرچہ
توپ کے گولیکی مانند شعاع سے چڑھے ہوئے ستارون کے پیدا ہوتا ہی پس بہتر یہہ ہی کہ طارق شہاب پر حمل
کیا جاوے اور سبب اس سوریکے نازل ہونیکا یہہ تھا کہ ابو طالب حضرت کے چچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
دیکھنے کو آپ کے مکان پر تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا اُنکے روبرو رکھا کہ دودھ
اور روٹی تھی پھر دونون کھانے لگے اُسوقت ایک تارا آسمان سے ٹوٹا اس قدر زمین سے نزدیک ہوا کہ تمام
گھر اُسکی روشنی سے بھر گیا اور ابو طالب کی آنکھیں چندھلا گئیں اور گھبرا کر ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا اور اُٹھ کھڑا ہوا
اور پوچھنے لگا کہ یہہ کیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ تارہ ہی کہ فرشتے آسمان کی محافظت کے لیئے
شیاطینون سے اُسکو اوپر سے پھینکتے ہین اور یہہ ایک علامت ہی اللہ تعالی کی قدرت کی علامتون سے
ابو طالب متعجب ہوکر خاموش بیٹھ گیا اتنے مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سوریکو لائے اور اس سوریمین اشارہ
اسبات کی طرف ہوا کہ ان چیزون کے دیکھنے سے عقاید حقہ پر دین اسلام کے مضبوط ہونا چاہئے اور اسکو بیجا
چھوڑ دینا نچاہئے کیونکہ یہہ معاملہ بڑی دلیل ہی آدمی کے حشر اور نشر اور معاد پر اسواسطے کہ آسمان باوجود اپنی
عظمت اور بلندی کے یہان تک کہ ہاتھ کسی کا اس تک پہنچ نہین سکتا تب بھی محافظت الہی کا محتاج
ہی اور صورت اُسکی محافظت کی اس وضع پر ظاہر ہوئی کہ گرتے ہوئے تارون سے آسمان کے ایک ستارہ
دوڑنے والا پیدا ہوتا ہی کہ شیطانونکو سد راہ ہوتا ہی اور بھگاتا ہی سو آدمی کی جان کہ نہایت

ناتوان ہی

مانوان ہی کس طور سے بغیر اللہ تعالی کی محافظت کے ایسی مصیبتون اور حادثون کی کشمکش مین باقی اور سلامت رہ سکتی پس جب یہہ بات ثابت ہوئی کہ آدمی کی جان اللہ تعالی کی قبض و تصرف مین ہی زندگی مین ہو خواہ بعد موت کے تو بس یہین سے سمجھ لیا چاہئے کہ بعد موت کے نعمتین اور تکلیفین دلوں کی اللہ تعالی کے دست قدرت مین ہین باقی رہا حال بدن کا سو اسکو بھی تامل اور فکر کے قابل پھر پیدا ہونیکے سمجھا چاہئے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

والسماء والطارق قسم کھاتاہوں مین آسمان کی اور اس تارہ کی کہ رات کے وقت نمودار ہوتا ہی جو اس ستارہ مین کہ رات کے وقت دوڑتا نظر آتا ہی لوگوں کو اسمین بڑا مدد ہی بعضے یون کہتے ہیں کہ دھوان زمین سے اٹھ کر آسمان کی طرف جاتا ہی جب کرۂ نار کے متصل پہنچتا ہی تو سبب ہیئت کے کہ اسمین باقی ہی جل اٹھتا ہی پھر اگر لطیف ہی تو جلد محو ہو جاتا ہی اور اگر غلیظ ہی تو کئی روز تک بطور زمیر یلے یا دم دار ستارہ کی طرح یا کسی اور صورت سے رہتا ہی اور بعضے یون کہتے ہین کہ آسمان قمر کے نیچے آگ کا کرہ ہی اور اس کرہ سے کبھی حرکت کی زیادتی سے ایک شعلہ کہ بسبب جمع ہونے شعاع ستارون گرم مزاج کے کسی درجہ میں درجون آسمان سے حاصل ہوتا ہی اور اس شعلہ سے کوئی چیز مثل چنگاری کے جدا ہو کے نیچے آتی ہی اور دخانی طبعے مین کہ درمیان کرۂ آگ اور ہوا صرف کے ہی وہ چیز نمود ہوتی ہی تو دور سے ستارہ کی طرح نظر آتی ہی ۔۔ جب طبقہ زمہریر کو پہنچتی ہی تو جم جاتی ہی اور نظر سے غائب ہو جاتی ہی اور ان دونوں باتون مین بہت سے بحثین ہین کیونکہ جو نور کہ اس دوڑتے تارون مین نظر آتا ہی اسکو ہرگز آگ کے شعلہ سے کہ دھوئیں کے ساتھ روشن ہوتا ہی مشابہت معلوم نہین ہوتی بلکہ نور اس تارہ کا کمال مشابہت نور آسمانی سے رکھتا ہی چنانچہ ظاہر نظر آتا ہی اور دوسرے یہہ بھی ہی کہ حرکت کی جہت اس ستارہ کی موقوف تحت اور فوق پر نہین ہی تاکہ دھوئیں چڑھنے والیکے شعلے پر یا انگارے گرنے والے پر حمل کیا جاوے اکثر اوقات داہنے سے بائین طرف اور بائین سے داہنی طرف دوڑتا ہی پس صریح معلوم ہوتا ہی کہ حرکت انکی طبیعی نہین بلکہ کوئی زبردست ارادے اور اختیار والا انکو دوڑاتا ہی پس دفع کرنے کو ان ترددون کے بطور سوال و

جواب کے ارشاد فرماتے ہین وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ اور کیا جانتا ہی تو کہ کیا ہی وہ ستارہ رات کا
آنیوالا اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ ایک تارہ ہی کہ شیطانونکی آنکھون مین چلک چوندکر دیتا ہی اور کبھی اس شعلے سے
کہ اُسمین سے پیدا ہوتا ہی انکو جلا دیتا ہی اور شیطانونکو اُسکے شعاع کے زور سے ایسی حالت ہو جاتی
ہی جیسے چمگادر کی سورج کی چمک سے اور کبھی طارق کی حقیقت بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب اس مضمون کو کہ
جسپر قسم کھائی ہی یاد فرماتے ہین اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ کوئی جان نہین چھوٹی ہو
خواہ بڑی نیک ہو خواہ بد مگر کہ اُسپر ایک نگہبان ہی اللہ تعالی کی طرف سے کہ اُسکو حادثون کی سختی مین
اور صدمونمین فنا نہین ہونے دیتا یہان پر سمجھا چاہئے کہ داروغہ آدمی کی جان کی محافظت کا کہ فنا نہو جاوے
ایک فرشتہ ہی حضرت اسرافیل کے لشکر کا آخر کام اسکا یہہ ہی کہ جان کو درمیان دو نفخون کے صور مین
داخل کر دیگا اور آدمی کے اور کامون کے واسطے نگہبان بہت ہین کہ نوبت بنوبت رات دن چوکی پہرہ کرتے
ہین جب تک کہ تقدیر الہی اسکی تکلیف کے واسطے متوجہ نہو پھر جب مقدر وقت تکلیف آجاتا ہی تو وے
لوگ دست بردار ہو جاتے ہین اور تقدیر الہی کو سونپ دیتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہی وُکِّلَ
بالمؤمنین مائۃ وستون ملکا یذبّون عنہ کما یذب عن قصعۃ العسل الذباب ولو
وُکِلَ العبدُ الی نفسہ طرفۃ عین لاختطفتہ الشیاطین عضوًا عضوًا یعنے مقرر کئے گئے ہین ہر
مسلمان پر ایک سو ساٹھ فرشتے کہ ہانکتے ہین اُسے شیطانون کو جیسے شہد کے پیالے سے مکھیون کو ہانکتے
ہین اور اگر بندیکو بندے پر ایک پلک مارنے برابر چھوڑ دین تو شیطان اُسکی بوٹی بوٹی توڑ کے لیجاوین
اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانون پر اور آدمیون سے زیادہ نگہبان ہین کیونکہ ایمان کے سبب سے اسکے
دشمن بہت ہین کہ اُتنے دشمن اور کافرون کے نہین ہین اور وے نگہبان کہ مومن اور کافرکو آفتون سے
نگاہ رکھتے ہین اُنکا ذکر سورۂ رعد مین ہی کہ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ
من امر اللہ اور بیان ہر شخص کی جان کے نگہبانون کا سورۂ انعام مین مذکور ہی کہ وھو القاھر فوق
عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون
اور دوسرے فرشتے کہ آدمیون کے اور بداعمال لکھنے کے واسطے مقرر ہین اُنکا مذکور سورۂ اذا السماء انفطرت مین

ف زن فرشتون کا بیان کہ آدمی کی نگہبانی کرتے ہیں

ہی یعنے ان علیکم لحافظین کراما کاتبین اور جو فرشتہ کہ حرف اور لفظ ہر آدمی کے مقرر ہی اور انکو گننا ہی اور لکھنا اُسکا ذکر سورہ قاف میں ہی یعنے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید غرض کہ یہان بیان جان کی محافظت کرنیکا ہی کہ یہہ امر رب کے واسطے ہی اور کبھی اس محافظت مین قصور نہین ہوتا اور جو آدمی کو بحث معاد کا اور باقی رہنا اُسکی جان کا اور محفوظ رہنا اُسکے نفس کا قبل موت کے اور بعد موت کے معلوم ہو چکا اور سمجھ چکا کہ میری جان کہ حقیقت مین ذات میری وہی ہی اور بدن اُسکے لباس کی مانند ہی سو وہ جان مالک حقیقی کے قبضۂ تصرف مین ہی تو اب اُسکو اعتقاد کرنے مین معاد کے واقع ہونیکے اور سچ جاننے مین حشر اور نشر کے کچھ تردد نرہا مگر استبعاد کی جہت سے بدن کے اعادہ مین کہ اجزا اسکے بعد موت کے نہایت متفرق اور پراگندہ ہو جاتے ہین کچھ زمین کی خاک مین ملکر نیست و نابود ہو جاتے ہین اور کچھ حیوانات کا طعمہ ہو جاتے ہین پھر وہ حیوانات ملکون مین جا کر مرتے ہین اور خاک مین رل مل جاتے ہین اور بعضے ایک ملک سے دوسرے ملک کو اور ایک جنگل سے دوسرے جنگل کو اڑ جاتے ہین پھر ان منتشر اجزا دن کو جمع کرنا اور پہچاننا کہ یہہ جز فلانے کے بدن کا ہی اور یہہ جز فلانے کے بدن کا یہہ ایک کام ہی کہ عقل ظاہر بین کو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہی اور اسی سبب سے کسی کہنے والے نے کہا ہی ہندی کا دوہرہ بات جو تنے یون کہین سر ریتلے رلے دانے بچھڑے نا ملین دور پڑینگے جاے ناچار اس تعجب کے دفع ہونے کے واسطے ایک راہ اُسکو دکہاتے ہین کہ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ بس دیکھے آدمی کہ کس چیز سے بنایا گیا ہی اور مادہ اُسکی خلقت کا کہان کہان سے جمع کر کے لاتے ہین تفصیل اسکی یہہ ہی کہ نطفہ آدمی کا خلاصہ ہی لہو کا کہ غذا سے حاصل ہوتا ہی اور غذا یا اگنے والی چیزمین سے ہی یا جاندار چیز سے سو اگر اگنے والی چیز سے ہی تو اُسکی بہت قسمین ہین جیسے اناج اور ساگ اور ترکاری اور میوے اور مصالح گرم اور سرد اور سوا اسکے بہت سی چیزین ہین اور جو حیوانی ہی تو اسکی بھی کئی قسمین ہین جیسے گوشت اور دہی اور دودھ اور گھی اور چربی اور بیضہ اور سوا اسکے اور طب کے علم مین مقرر ہی کہ غذاے صالح کے کھانے کے بعد جب بہتر ۷۲ ساعتین گذرتی ہین تو منی پیدا ہوتی ہی بس آدمی کو اپنی ہر روز کی غذا مین فکر کرنا چاہیے جیسے چانول کہ کہان سے آئے ہین کس قطعہ زمین مین کس کھیت مین کس گانون مین پھر وہ گانون کس پرگنے مین اور وہ پرگنہ کس سرکار مین اور وہ سرکار کس صوبہ مین اور وہ صوبہ کون سی مملکت مین

متعلق ہی جہان این جانورون کو بویا تھا اور بنجارون کو کس ارادے پر اسباب کا مستعد کیا کہ اس ملک سے اونٹون یا بیلون پر لاد کر اس بازار مین لائین اور مجھ بیچارے کے ہاتھہ بیچین اور مجھکو انہین سے کھانا نصیب ہو اور اسی قیاس پر حال تمام ضروریات کو اپنی غذا کے جانین اور بوجھیں کہ میرے ماباپ کو بھی اسیطرح سے غذا بین طرح طرح کی دور دور کے ملکون سے جمع کر کے کھلائین تھین تو نطفہ میرا انکے بدنین پیدا ہوا تھا اور مجھکو اس نطفے سے بنایا پھر جو شخص کہ ہر روز کی غذا مین اس قدر اجزاے متفرقہ کو جمع کرتا ہی کہ اگر ان سب کو ایک جاے پر اکٹھا کرین تو آدمی کے بدن کے اندازے سے ہزارون درجے زیادہ ہو پھر اسسے کیا بعید ہی کہ چالیس برس کے عرصے مین کہ دونون نفخون کے درمیان مین ہی تمام اجزاکو بدن کے کہ بلاشبہہ اس مقدار سے کمتر ہین متفرق مکانون دور دراز سے جمع کر کے صورت گوشت اور پوست کی پہنا وے پھر بعد اسکے غذا کو نطفہ کر کے کہان سے کہان کو پہنچاتے این اور راہ مین اس نطفے کی کون کون سی ہڈیان بڑی بڑی سخت کہ آدمی کے بدن مین پہاڑون کی مانند حائل ہین پھر باوجود اسباب کے اس نطفے کو کس تدبیر سے دماغ سے کھینچکے احلیل کو یعنے پیشاب کے مقام کو پہنچاتے ہین پھر اس راہ سے رحم کے اندر کس طور سے پہنچتا ہی چنانچہ فرماتے این خُلِقَ مِن مَّآءٍ دَافِقٍ پیدا کیا گیا ہی آدمی اُچھلتے پانی سے اور وہ پانی مرد اور عورت کا نطفہ ہی کہ رحم مین خلط ہو کر یکسان ہو جاتا ہی ہر چند کہ دفق یعنے اچھلنا مرد کی منی کا خاصہ ہی لیکن جب بعد مل جانے کے دونون ایک ہو جاتے این تو مرد کی منی کی صفت کو بسبب غالب ہونیکے ان دونون مین اطلاق فرمایا اور بعضے طبیب اسباب کے قائل ہین کہ عورت کی منی بھی رحم مین اچھلتی ہی لیکن رحم کے گہرے پن کے سبب معلوم نہین ہوتی چنانچہ تھرتھرانا عورت کا انزال کے وقت اسبات پر گواہ ہی بس اس غذا کو بعد طبخ ہو جانے ہضمیت کے درجون کے صورت پانی کی بخشنا دلیل صریح ہی کہ بدلنا صورتون کا یعنے ایک صورت کو دوسری صورت پر کر دینا قدرت الٰہی کے روبرو بہت آسان کام ہی يَخْرُجُ مِنۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ نکلتا ہی وہ اچھلتا پانی درمیان سے پیٹھ کے اور سینے کی ہڈیون کے کیونکہ مادہ منی کا اول دماغ سے نزول کرتا ہی اور ان رگون مین کہ دونون کانون کے پیچھے این وہان سے گذر کر نخاع مین آتا ہی اور مقام نخاع کا درمیان مین پیٹھ اور سینے کے ہی پھر مرد کے وہ مادہ پیٹھ کے منکونکی راہ سے گذر کر گردون مین آتا ہی وہان سے خصیون مین وہان سے ذکر کے بیچکی رگ مین ہو کر رحم مین گرتا ہی اور عورت کے سینے کی طرف سے اسی طور سے

دونون نفخون کے درمیان مین چالیس برس کا عرصہ ہوگا

خصیون مین کہ رحم کی عمق مین ہین آکر جماع کی حرکت کے سبب سے رحم مین گرتا ہی اور رحم کے اندر دونون مل جاتے ہین اور یہان سے معلوم ہوا کہ منظور اس آیت سے پانی کے گذارنے کا بیان ہی کہ کس طور سے اس قسم کی سخت راہ سے کہ دونون طرف ایسی بڑی بڑی ہڈیان ہین اسکو روانہ کرتے ہین اور اسکے سفر کے انتہا کو پہنچا دیتے ہین نہ یہہ کہ مادہ منی کا پیٹھ مین یا سینے کی ہڈیون مین پیدا ہوتا ہی والا طب کے قاعدے کے مخالف ہو کیونکہ اُنکے نزدیک منی تمام اعضا سے لی جاتی ہی اسیواسطے اولاد مین مشابہت ماباپ کی ہر عضو مین پائی جاتی ہی اور وہ مادہ دماغ مین جمع ہوتا ہی اور وہان سے رگون کے راستے سے جو کانون کے پیچھے ہین اُترتا ہی اور جب آدمی کو بقا اپنی جان کی حضرت حق کے قبضے مین معلوم ہو چکی اور کیفیت اپنی تمام غذاے متفرقہ کی اور اپنے ہونیکے مادیکی ابتداے خلقت مین اور بدلنا اسکا ایک صورت سے دوسری صورت مین اور گذرنا اسکا ایک جاے سے دوسری جاے کو بھی ظاہر ہو چکا پھر پیدایش اور معاش کو بھی اپنی خوب معلوم کرلیا تو اب اگر آخرت کو بھی انہی دونون حالتون پر قیاس کرلے گا تو اُسکے نزدیک یقینی ثابت ہو جاویگا کہ اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ تحقیق کہ اللہ تعالی خالق آدمی کا ہی اس طور سے کہ البتہ وہ پھیرلانے پر اُسکے قادر اور توانا ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ جب اللہ تعالی لوگون کے زندہ کرنیکا ارادہ کریگا تو ایک مینہ عرش عظیم سے نازل کریگا کہ اسکا پانی خاصیت مرد کی منی کی رکھتا ہوگا اور قوت جماؤ کی اسکے اندر ودیعت یعنے امانت رکھی ہی کہ مردیکے بدن کے اجزا کو زندگی کے قبول کرنیکا مستعد کرے اور تعلق ارواح کا اُنکیساتھہ صحیح ہو جاوے گا لیکن اس بار کا پھیرلانا موقوف ہی ایک وقت پر کہ بیان اس وقت کا اس آیت مین ہی يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ جسدن ظاہر کئے جاوینگے بھید اور تحقیق اس مقام کی یہہ ہی کہ آدمی پر دنیا مین احکام بدن کے غالب ہین اور احکام روح کے مغلوب اسیواسطے اپنی روح کے اوصاف کو صنعت اور تکلف سے دبا چھپا سکتا ہی یہان تک ہرگز اثر اسکا بدن پر ظاہر نہین ہونے دیتا جیسے کہ لوگ نامردی اور بخل اور دوسری بُری خصلتون کو اپنی صنعت اور تکلف سے پوشیدہ رکھتے ہین اور اثر اضطراب اور گھبراہت کا چہرے پر ظاہر نہین ہونے دیتے اور قیامت کے دن حکم روح کا غالب ہو جاویگا اور جو سیاہی کہ روح کے جوہر مین مخفی تھی چہرے کی سیاہی بنکر ظاہر ہوگی اور جوارح جو کہ اعضا مین منتشر ہین کامون پر اُن اعضا کے گواہی دینگے اور تمام اوصاف باطن کے ظاہر ہو جاوینگے اور جو پھیرلانا آدمی کا جزا دینے کے واسطے

تو ضرور اسوقت پر موقوف ہونا چاہئے اور پہلے اُسسے پھیر لانا حکمت کے خلاف ہی اور سرایر لغت مین چھپی چیزونکو
کہتے ہین اور یہان پر شامل ہی عقاید باطلہ کو اور فاسد نیتون کو اور نیک اور بد عملون کی نشانیون کو گوکہ
آدمی کی روح مین سما جاتے ہین اور مانند اچھے برے رنگ کے روح کے چہرے پر نمودار ہوتے ہین اور بعضے مفسرون نے
کہا ہی کہ مراد سرایر سے پوشیدہ گناہ اور مکر اور حیلے ہین کہ دنیا مین اُن کے چھپانیکے واسطے کوشش کرتے
تھے اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد اُنسے وہ فرایض ہین کہ ادا کرنا اور نکرنا اُنکا محض آدمی کے ظاہر کرنے پر موقوف
ہی دوسرے کو اسپر اطلاع ممکن نہین جیسے نماز روزہ وضو غسل جنابت کا اور ادا کرنا زکوۃ کا اور دوسرے واجبات سے
کہ درمیان بین اللہ تعالی کے اور بندیکے واقع ہین دوسرے آدمیون کو مطالبہ اسکا نہین پہنچتا اور ادا کرنا اُسکا
دوسرون سے تعلق نہین رکھتا مثلاً اگر کوئی شخص بے روزے والا ظاہر کرے کہ مین روزہ دار ہون یا جنب ظاہر کرے
کہ مین نے غسل کیا یا کوئی بے وضو کہے کہ مجھکو وضو ہی یا جو شخص کہ زکوۃ نہین دیتا اور کہتا ہی کہ مین زکوۃ دیتا ہون
تو فقط اُسکے اس کہنے پر چھوڑ دینا چاہئے اور اُس سے تعرض نکیا چاہئے اور تحقیق یہہ بات ہی کہ لفظ سرائر کا ان چیزون سے
عام ہی اور سبکو شامل ہی فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ پھر نہو گی آدمی کو اس روز کچھ قوت کہ اپنے کامون کو ظاہر نکرے اور
بھیدون کو چھپا رکھے جیسے کہ دنیا مین قوت روکنے چھپانے کی رکھتا تھا کہ خوف اور گھبراہٹ کے وقت اپنے کو تھامتا تھا
اور باوجود مار دھاڑ کے اپنی چوری بدکاری کا اقرار نکرتا تھا وَلَا نَاصِرٍ اور نہو گا کوئی مددگار کہ باوجود ظاہر ہونے
قصور کے اُسکی سزا موقوف کردے جیسے دنیا مین یار دوست باوجود ثابت ہونے تقصیرون کے آڑے آجاتے ہین
اور سزا نہین دینے دیتے اور جو دنیا مین طریقہ نجات کا سزا سے وقت ثابت ہونے گناہون اور تقصیرون کے انہی
دو طریقون مین منحصر ہی اس طور سے کہ کمال قوت سے اسکو چھپا ہوا اور پوشیدہ رکھے اور کسی طرح ثابت ہونے
دے یا باوجود اظہار کے مدد سے رفیقون اور مددگارونکی بدی سے اسکی محفوظ رہے ان دونون طریقونکو اس
دن مطلق نیست و نابود کر دینگے تاکہ سزا دینے مین جو قابل سزا کے ہی قصور واقع نہو نہین تو وہ دن بھی دنیا کے
دنکی طرح سے درہم برہم ہو جاوے اور روز فصل نرہے اور جب کہ ان آیتون مین دو مضمون مذکور ہوئے اول تو
یہہ کہ دوسری بار پیدا کرنا آدمیکا روح اور جسد کے ساتھ مقدور اللہ تعالی کا ہی دوسرے یہہ کہ قیامت کا دن
سرائر اور پوشیدگی کے ظہور کا دن ہی کہ چھپے بھید نفس کے اس روز ظہور کرینگے اور حیلے اور تدبیر سے

جیسا اسکا ممکن ہو گا آپ ثابت کرنے کو ان دونوں مضمونوں کے دو دلیلیں دوسری قسم کی صورت سے
بکو فرماتے ہیں وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ اور قسم کہاتا ہوں میں آسمان چکر مارنیوالے کی کہ ہمیشہ حرکت دوریہ
میں اپنی وضع متروک کو پھر عود کرتا ہی اور ہر دورے میں رات و دن کے ہر جز اسکا اپنی وضع متروک کو
رجوع کرتا ہی بعضے ستارے سال میں بعضے مہینے میں بعضے اُس سے زیادہ میں اپنی وضع متروک کو رجوع کرتے
ہیں پس رجوع ہونا انسان کی روح کا اپنی حیات متروک کی طرف اور اپنے بدن قدیم کی تدبیر کے واسطے
کیا بعید ہی کیونکہ ایسے طور سے ہر رات و دن میں حرکت دوریہ فلک کی نظر آتی ہی وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ
اور قسم ہی زمین دراڑ کہانیوالی کی کہ اُسکے پھٹنے سے طرح طرح کی نباتات اُسکے اندر سے ظہور کرتی ہیں
اور چشمے جاری ہوتے ہیں اور زر و جواہر معدنوں سے نکلتے ہیں پس قیامت کے دن ظاہر ہونا اسرار مودعہ کا
یعنے امانت کا جو نفس انسانی میں ہی کچھ بعید نہ رہا کیونکہ زمین کو جو خزان کے دنوں میں دیکھے تو سارے
نباتات اسمیں پوشیدہ اور مخفی ہوتے ہیں پھر جب موسم بہار کا پہنچتا ہی اور مینہ کا پانی اسکی زمین کے
اجزا میں ملتا ہی اور اسکو نرم کر دیتا ہی پھر تمام چھپی چیزیں اُسکی ظاہر اور نمود ہوتی ہیں پس یہی حالت
نفس کی ہوگی جب اسپر روح کا فیضان ہوگا عالم آخرت میں اور بعضے مفسروں نے رجع کو مینہ پر قیاس
کیا ہی اور کہتے ہیں کہ بخارات زمین اور دریا کے اوپر چڑھتے ہیں جب طبقۂ زمہریر کے متصل پہنچتے ہیں تو پانی
ہو کر برستے ہیں پس اس تفسیر سے بھی بخارات کے مادّہ کا اپنے مکان اصلی کی طرف رجوع ثابت ہوا اور یہہ دلیل انسان کے
رجوع ہونے کی ہی عالم روحانی کی طرف کہ وہ بھی ٹھکانا اصلی اسکا تھا ان دو اسباب سے پہلا مضمون
ثابت ہوتا ہی اِنَّهٗ تحقیق یہہ بات کہ حق تعالی پھیر لانے پر انسان کے قادر ہی اور پھیر لانا اسکا موقوف تھا
اسرار ظاہر ہونے کے وقت پر کہ وہ قیامت کا دن ہی لَقَوْلٌ فَصْلٌ البتہ یہہ بات کھلی دو ٹوک ہی
کچھ شبہ اسمیں نہیں وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ اور نہیں ہی یہہ بات ٹھٹھولی کہ دلیل قوی نرکھتی ہو اور بطور خیال کے
دل میں گذری ہو یا شعرا کے مبالغوں کی طرح کچھ اصل نرکھتی ہو جیسے کفار کہتے ہیں کہ وعدہ وعید پیغمبروں کے بعث
اور جزا کے دن کے ایسے ہیں جیسے لڑکوں کو فرضی ناموں سے ڈراتے ہیں کہ شوخی نکریں اسطرح سے پیغمبر بھی
اسلئے ڈراتے ہیں کہ دستور عالم کا فاسد نہو جاوے اور اسمیں بد ادراعمال قبیح رائج نہوں پس ازراہ عظمت

وعدہ اور وعید اور ترغیب اور ترہیب کرتے ہین اور حقیقت مین یہ چیزین کچھ بھی نہین ہین اور انکا محال
ہونا ثابت کرنے کو کافر حجتین اور شبہے بیان کرتے ہین چنانچہ حق تعالی نے فرمایا ہے اِنَّهُمْ یعنی تحقیق یہ کافر
کہ قرآن کو کلام فصل نہین جانتے بلکہ ہزل سمجھتے ہین يَكِيدُونَ كَيْدًا کرتے ہین ایک داو یعنی قرآن کے
مضمون کے دفع کرنے کو شبہے پیدا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ باتین عقل کے خلاف ہین تا عام لوگون کے
نزدیک ہزل ہونا اسکا ثابت ہو جاوے وَأَكِيدُ كَيْدًا اور مین بھی انکے مقابلے مین داو کرتا ہون بطور
مکر کے تاکہ کلام فصل ہونا اسکا مدلل اور واضح ہو اسکا عام و خاص کے نزدیک ظاہر ہو جاوے کیونکہ جس وقت کہ کافر وقوع
ہونے مین جزا اور حشر اور نشر کے شک و شبہے لاتے تھے تو جواب اسکا ساتھ مسئلون اور دلیلون کے
جزا اور حشر نشر کے مقدمے مین صاف صاف نازل ہوتا تھا یہان تک کہ مجمل باتین مفصل ہو گئین اور کسی طرح کا
شک و شبہ اسمین نہ رہا تو شبہے انکے سبب ہوئے زیادتی ثبوت مطلب اور وضوح مقصد کا اور وے اس بات سے بیخبر اور
غافل رہے اور یہی حقیقت ہے کید کی کہ بے خبر حریف کو ملزم کر دے اور اسکے مطلب کا نقیض ہے الٹا ثابت ہو جاوے اور ہر چند
کہ حق تعالی قادر ہے کہ اثبات مطلب کا عین ہوشیاری اور خبرداری کی حالت مین کر دے لیکن بے خبری کی حالت
الزام دینے مین کمال خجالت اور ذلت انکی منظور ہوئی کیونکہ وے لوگ بھی ذلت اور خجالت دینے مین اسکے
رسولون کی ارادہ کرتے تھے اور جب معلوم ہوا کہ ہونا کافرون کا اس وقتین کہ وقت نزول وحی کا اور اوائل اسلام کا
تھا اور طرح طرح کے شبہے لانا انکا اسلام کے عقیدون مین گویا دلائل اسلام کی ترقی کا موجب تھا اور جب تک
کہ وہ زندہ ہین اور شبہے لاتے ہین تو گویا اسلام کی دلیلون کی ترقی مین کوشش کرتے ہین اس سبب سے کہ حقیقت کار
بیخبر ہین پس اسمین منفعت اور اسرار حکمت ہے تو ہلاکت کی دعا کرنا انکے واسطے اس وقت مناسب
نہ تھا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنگ دلی کے سبب سے چاہتے تھے کہ جلد ہلاک ہون اسی واسطے ارشاد ہوا
فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ پس مہلت دے کافرون کو اور جلدی انکی بد دعا مین نکر کہ انکے شبہے کرنے کے
سبب سے نزول وحی کا اور جواب شبہون کا پے در پے پہنچتا ہے اور حقائق شریعت اور دین کے اور احوال حشر
اور نشر کے کما حقہ تحقیق اور واضح ہوتے جاتے ہین اور بعد اسکے ظہور دین کا خوب متحقق ہو جاوے اور الزام اور حجت
اور دفع شبہہ کا اپنی نہایت کو پہنچے تو اس وقت تجھکو جہاد اور قتال پر مامور کرینگے اور تیرے ہاتھون سے

انکو ہلاک کرینگے اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا فرصت دے انکو تھوڑے دنون کہ وے دن ابتدا بعثت سے قریب چودہ برس کے تھی اور اس عرصے مین جو شبہہ کہ انکی خاطر مین گذرتا تھا کرتے تھے اور جواب اسکا پاتے تھے بعد اسکے کوئی شبہہ انکے دل مین نرہا تو عناد اور شرارت انکی ظاہر ہوگئی اور قابل سیاست اور تنبیہ کے ہوئے اور اتنی مدت کی مہلت دینے مین نکتہ یہہ ہی کہ یہہ مقدار آدمی کے سن بلوغ کا ہی کہ جب اس عمر کو پہنچتا ہی تو عقل اور بدن اسکا کامل ہوجاتا ہی اور قابل سیاست اور جزا کے ہوتا ہی بس ابتدائے بعثت مین مکے اور عرب کے کافر حکم لڑکے کا رکھتے تھے کہ آہستہ آہستہ تعلیم اور سمجھانا شریعت کے حکمون کا اور تامل کرنا اسکے دلائل مین اور جاننا بھلائی برائی دین کے قواعدون کی انکو منظور تھی اور دکھانا معجزون اور آیات بینات کا اس مقدمے مین کفایت کرتا تھا جب اس مدت تک بھی بعضے انمین سے صلاح پذیر نہوئے تو باوجود پرورش کامل کے محتاج تادیب اور تعذیر کے ہوئے تو بس حکم جہاد اور قتال کا نازل ہوا

ف جہاد کے حکم نازل ہونیکی وجہ



سُوۡرَةُ الۡاَعۡلٰی

سورۂ اعلیٰ مکی ہی اور اسمین انیس[19] آیتین اور بہتر[72] کلمے اور دوسو اکہتر[271] حرف ہین اور وجہ اسکے ربط کی سورۂ طارق سے یہہ ہی کہ اس سورے مین بیان فرمایا ہی کہ نفس انسانی کے واسطے نگہبان مقرر ہین اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس سورے مین یہہ مذکور ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کا اللہ تعالیٰ خود حافظ و نگہبان ہی اس بات سے کہ علوم غیبی کی وحی کو فراموش کرین اور اس سورے مین انسان کی کیفیت کی ابتدا کا بیان ہی کہ نطفہ اسکا کہان سے آتا ہی اور کہان کو جاتا ہی اور اس سورے مین اسکی خلقت کی انتہا کا بیان ہی کہ بعد کمال تربیت کے کیا صورت پکڑتی ہی اور اس سورے مین قرآن مجید کے اوصاف مذکور ہین کہ اپنی ذات سے وہ کلام اعجاز نظام کیا کچھ مرتبہ رکھتا ہی اور اس سورے مین بھی اوصاف قرآن مجید کے بیان ہین بہ نسبت آدمیو نکے کہ عمل کرنا اسپر موجب نجات کا ہی اور منہہ پھرانا اُس سے ہلاکت کا سبب ہی اور ان مضمونون کو جو کچھ کہ آپسمین ربط ہی سو پوشیدہ نہین ہی اور اس سورے کا نام سورۂ اعلیٰ اسواسطے رکھا ہی کہ اول مین اسکے یہہ نام اسماء الٰہی مین سے مذکور ہی اور حقیقت اس نام کی دلالت کرتی ہی اس بات پر اللہ تعالیٰ

مرجع ہی ہر کمال کا ابتدا ہین بھی اُس کمال کے۔ انتہا ہین بھی یہن بھی اس کمال کے کیونکہ عالی ہونا مرتبے کا منحصر ہی دو قسم مین ایک قسم علو بہ بہت کا ہی یعنے کمال وہان سے شروع ہوتا ہی اور دوسرا قسم علو نہایت کا کہ کمال وہان انتہا کو پہنچتا ہی اور جو کہ دونون قسمون کو جامع ہی وہ اعلی ہی اور جو حق تعالی کو اس نام سے مذکور فرمایا تو معلوم ہوا کہ اُسکے بخشے ہوئے کمالات کو ہرگز نقصان نہین آتا ہی والا علو مرتبے میں اسکے ابتدا مین یا انتہا مین قصور لازم آوے بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فورا ذکر سے اس نام کے تسلی خاطر کی حاصل ہوا اور جو دغدغہ کہ خاطر مبارک مین آتا تھا بالکل زائل ہو جاوے اور اس سورے کے نازل ہونے کا سبب اس طور سے بیان کیا ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی بڑی سورتین نازل ہونا شروع ہوئیں اور بیحد و بے حساب غیب کی طرف سے جبریل علیہ السلام کے واسطے سے علوم نازل ہونا شروع ہوئے تو خاطر مبارک مین آپ کی یہہ دغدغہ خلجان کرتا تھا کہ مین تو امی محض ہون یاد رکھنا ان الفاظوں اور ان معنوں کا بغیر لکھنے اور کتابت کرنیکے مجھسے کیا ہو سکیگا مبادا کہ بہت سی چیزین اس مین سے بھول جاؤن اور رسالت کے مقدمے مین نقصان واقع ہو جاوے بس حق تعالی نے انکی خاطر مبارک کی تسلی کے واسطے یہہ سورت نازل فرمائی اور اس سورے مین خوشخبری دی کہ جناب خداوندی خود تیری اُستادی فرما دے گی اور تجھکو سبق بھولنے کا خطرہ ہرگز نجاہئے کرنا اور اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سورے کو بہت دوست رکھتے تھے اور وتر کی پہلی رکعت مین اور جمعہ کی پہلی رکعت مین اس سورے کو اکثر پڑھتے تھے اور سلف کے لوگ بھی اکثر تہجد کی نماز مین اس سورے کو پڑھتے تھے اور اسکی برکت کے امیدوار رہتے تھے اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جب آیت فسبح باسم ربك العظيم نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے رکوع مین مقرر کرو یعنے رکوع مین سبحان ربی العظیم کہو اور جب آیت سبح اسم ربك الاعلى نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے سجدے مین بجالاو یعنے سجدے مین سبحان ربی الاعلی کہا کرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہی کہ جو شخص سبح اسم ربك الاعلى پڑھے تو چاہئے کہ اُسکے ساتھ ہی سبحان ربی الاعلی کہے تا کہ فرمان برداری امر الہی کی ادا ہو جاوے

بسم اللہ الرحمن الرحیم



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پاک سمجھ نام کو اپنے پروردگار کے کہ سب اونچون سے اونچا ہی اسجگہہ جان لیا
چاہیے کہ پاک جاننا نام کا اکثر مفسرون کے نزدیک کنایہ ہی پاک جاننے سے ذات کے کیونکہ عرب کا قاعدہ
ہی کہ تعظیم اور ادب کے مقام پر ذات کو نام کے ساتھ تعبیر کرتے ہین چنانچہ عرف مین مشہور ہی کہ بادشاہون
امیرون کے حضور مین عرض کرتے ہین کہ حضور کے نام سے یہہ کام ہوا اور فلانا قلعہ فتح ہوا پس اگر سبح
ربک فرماتے تو یہہ رعایت تعظیم اور ادب کی حاصل نہوتی دوسرے یہہ کہ ذات کو حق تعالیٰ کے سوائے
حق تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا پس پاک جاننا اسکی ذات کا یہی ہی کہ ناقص اور بے ادبی کے نامون کو
اسکی ذات پاک کی طرف نسبت نکرے اور حق تعالیٰ کی ذات کو پاک جاننے کے معنے جسقدر کہ شریعت مین
وارد ہوئے ہین کہ اجمال کے طور سے سمجھ لیجیے کہ حق تعالیٰ کی ذات ہماری عقل اور وہم اور ادراک سے برتر ہی
اور کوئی نالایق صفت اور نقصان اور عیب اسکے جاہ و جلال کے سراپردون کے گرد نہین پھٹکنے
اور تفصیل سے بھی سمجھ لیا چاہیے کہ وہ ذات پاک نہ جوہر ہی نہ جسم نہ عرض اور کل اور بعض کو اسمین گنجایش
نہین اور صورت اور جہت اور حد اور نہایت اور مکان اور مجلس کی قیدین ہرگز اسکو لاحق نہین ہوتی
ہین اور نہ کوئی چیز اسّے مشابہت رکھتی ہی اور نہ وہ کسی چیز سے مشابہت رکھتا ہی پس مثل اور شریک سے
اور جورو بچون سے اور کھانے اور پینے سے اور جو چیزین کہ حدوث انکو لازم ہی یا موجب زوال و فنا کی ہین
وہ ذات پاک ان سب چیزون سے پاک اور مبرا ہی اور ایک گروہ نے مفسرون کے لکھا ہی کہ جیسے
اللہ تعالیٰ کی ذات کو پاک جاننا فرض ہی اسی طرح سے اسکے پاک نامون کی بھی تعظیم اور عزت واجب
ہی پس اس آیت مین کس واسطے اسکے نامون کا پاک رکھنا مراد ہوا اور اللہ تعالیٰ کے نامون کو پاک رکھنے کے
معنے یہہ ہین کہ اسکے نام کو ایسی چیز پر جو نقصان اور عیب پر دلالت کرتی ہو نہ لین اور اسکے نام کو اسکے
غیر پر جاری نہ کرین اور ذکر اس جناب پاک کے نامون کا تعظیم اور طہارت اور حضور قلب اور کمال توجہ سے
بجا لاوین تاکہ تصفیہ قلب کا حاصل ہو اور اچھا پھل پاوے اور ظاہر یہہ بات ہی کہ اعلیٰ رب کی صفت اچھا

کیونکہ آگے کی صفتین جیسے الذی خلق فسوی اور سوا ے اسکے رب کی صفتین ہین نہ اسم کی اور بعضے صوفیہ کرام نے فرمایا ہی کہ اعلیٰ صفت اسم کی ہی اور وہ اشارہ ہی ایک مسئلے کی طرف تصوف کے مسئلون مین سے کیونکہ اہل تصوف کے نزدیک مخلوقات الٰہی سے ہر مخلوق کا ایک رب ہی اسماء آلہیہ سے کہ اُس مخلوق کی تعین کا مبدا اور اسکی کمال کی نہایت کا مرجع اور اُسکے سفر کا منتہا ہی اور روح محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہ سب مخلوقات سے اکمل ہی اُسکا رب اُسکا اسم اعلیٰ ہی اور وہ عبارت ہی اس ذات سے جو جامع ہی سب کمال کی صفتونکی اور معنے اس اسم کی تسبیح کے یے ہین کہ ماسوا ے حق سے تجرد کرا ور نظر کرنے سے غیر کی طرف اپنے کو بچا تا کہ تیری ذات پر کمالات غفانیہ سبکی سب روشن فرمادین کہ استعداد تام قبول کرنے کو کمالات الٰہی کے سوا ے ذات محمدی کے کسی مخلوق کو حاصل نہین ہی اور تسبیح ہر چیز کی کہ اُس چیز کے ساتھ خاص ہی وہ تسبیح ایک اسم کی ہی اسماء الٰہی سے کہ وہ اسم مربّی اس چیز کا ہی اور مرجع اس چیز کے کمال کا حاصل کلام کا یہہ ہی کہ لانا اس اسم کا اس مقام پر اس فائدے کے واسطے ہی کہ جو کمال کہ تجھمین ظاہر ہوا ہی اسمین اسباب کا خوف مت کر کہ کبھی اسمین نقصان دخل پاویگا کیون کہ تیرا پروردگار وہی ہی اعلیٰ کہ مبدا اور مرجع ہر کمال کا ہی اور ہر چیز کو اُسکے لایق کمال کے درجے کو پہنچا دیتا ہی اور اُسکے کام تکمیل اور تربیت مین ناتمام نہین رہتے چنانچہ گواہی دینے کو اس مطلب کی اور ثابت کرنے کو اسباب کے کہ اللہ تعالیٰ مبدأ اور مرجع ہر کمال کا ہی تین صفتین دوسری یاد فرماتے ہین کہ اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی یعنے پروردگار تیرا وہ ذات ہی کہ پیدا کیا ہر چیز کو پھر پورا کیا اور معتدل بنایا حاصل یہہ ہی کہ پیدایش کو ہر چیز کی بہ اعتبار خواص اور منفعتون اور اُن فائدون کے جو اس چیز سے منظور ہین کمال کے درجے کو پہنچایا ہی اور ایک خاص مزاج کہ ان کمالون کو قبول کرے اور وے منفعتین اور فائدے اُسسے ظاہر ہون اُسکو بخشا ہی چنانچہ جو شخص حیوانات کی قسمون کو انسان اور ہاتھی سے لیکر مچھر اور چیونٹی تک غور کرے اور اسی طرح سے نباتات اور معادن کو دھیان کرے تو یقینی جان لے کہ ہر چیز کو اس چیز کے فائدے اور منفعتین حاصل ہونے کا اسباب عنایت فرمایا ہی۔ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی اور تیرا پروردگار وہ ذات پاک ہی کہ اندازہ فرمایا ہی ہر شخص کے واسطے ایک کمال کو پھر راہ بتائی ہی اُسکو اپنے کمالات حاصل کرنے کی یہان تک کہ بچے کو ماں کے پیٹ مین پیٹ سے

باہر نکلنے کی الہام فرماتا ہی اور بیت کے نکلنے کے ساتھ ہی دودھ پینا اور رونے سے اپنا حال ظاہر کرنا اسکو الہام ہوتا ہی اور ہر نر کو مادہ پر جست کرنا اور پانی مین تیرنا اور کوئے باؤلی کا پہچاننا اور دوسرے معاش کے کامون کی مصلحتین غیب سے تلقین ہوتی ہین اور شہد کی مکھی کو مہندسی کے فن مین کامل کیا ہی کہ عجیب اور غریب طرح کے گھر بناتی ہی پھر اسمین سے شہد نکالتی ہی اور کہتے ہین کہ سانپ جاڑون مین ہوا کی سردی سے اندھا ہو جاتا ہی پھر جب بہار کے دن آتے ہین تو سونف کے درخت کی طرف جاتا ہی اور اپنی آنکھون کو اسکے پتون پر ملتا ہی یہان تک اسکی آنکھین روشن ہو جاتی ہین اور جو کچھ کہ امورات جانورون اور حشرات کو معاش کے اسباب حاصل کرنے مین اور توالد اور تناسل اور دوسرے امورات ضروری کے واسطے الہام ہوتے ہین سو یہہ سب احوال کتاب عجائب المخلوقات مین خوب تفصیل سے لکھے ہین اور حکمانے کہا ہی کہ ہر مزاج مستعد ایک قوت خاص کا ہی اور ہر قوت قابل ایک کام معین کے ہی اور تقدیر اسی سے عبارت ہی کہ اجزا کو حکم اس طور سے بنا دین کہ ایک قوت کے قبول کرنے پر مستعد ہووے اور ہدایت عبارت ہی اس قوت کے فیض دینے سے تاکہ مصدر اس معین کام کا ہو جاوے اور ان دونون تصرفون سے صلاحیت عالم کی منتظم کی ہی وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی اور پروردگار تیرا وہ ذات ہی کہ اپنی قدرت سے ایسی چیز نکالی ہی کہ اسکو جانور چرتے ہین جیسے گھاس کہ بہائم اور وحوش اسکو کھاتے ہین اور طرح طرح کے پھول اور ریحان کہ شہد کی مکھی اور اسکے خورہ اور دوسرے پرندے اسکو غذا کرتے ہین اور طرح طرح کی کھیتیان اور میوے اور پھل کہ آدمی اور بعضے جانور اسکے کھانے سے فائدہ مند ہوتے ہین فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی پھر کر ڈالا اس کھیتی کو خشک سیاہ کہ جاڑے کی خشکی اور سردی کے سبب سے رطوبت اور تراوت اسکی جاتی رہتی ہی اور خشک اور سیاہ ہو کر ذخیرہ کرنے کے کام مین آتی ہی کہ نایابی کے وقت مین کام آوے اور یہان پر سمجھ لیا چاہئے کہ اسبات کے ثابت کرنے کو کہ پروردگار عالم کا سب چیزون سے اونچا ہی اور مرجع ہر کمال کی ابتدا اور انتہا کا ہی ان تینون صفتون کو اختیار فرمایا ہی اور نکتہ اسکا یہہ ہی کہ تمام عالم مین کمال تین قسم سے باہر نہین ہین کیونکہ ہر شی کا کمال یا اپنی ذات مین ہی یا غیر کے نفع کے واسطے اور کمال ذاتی یا باعتبار جسم اور ظاہر کے

ہی یا باعتبار روح اور باطن کے بس کمال ذاتی کے ثابت کرنے کو کہ تعلق جسم و ظاہر سے رکھتا ہی ؛
الذی خلق فسوی لایا گیا اسواسطے کہ پیدا کرنے مین ہر چیز کے رعایت حسب کی اعتدال کی اور مناسبت
اعضا کی اور برابر کرنا ہاتھ کا ہاتھ سے اور کان کا کان سے اور آنکھ کا آنکھ سے اور پانون کا پانون سے
کمال زیب و زینت کے ساتھ ظاہر اور موجود ہی اور ثابت کرنے کو کمال ذاتی کے کہ روح سے تعلق رکھتا ہی
والذی قدر فھدی لایا گیا کیونکہ ارواحون کے استعداد کے اندازے کو مختلف کرنا پھر موافق استعداد کے
راہ دکھانا تاکہ اس کمال کو کہ اسکی استعداد کے لایق ہی حاصل کرے یہہ بھی آنکھون کے روبرو نظر آتا ہی
اور ثابت کرنے کو اُس کمال کے کہ غیر کے نفع سے تعلق رکھتا ہی والذی اخرج المرعی فجعلہ غثاءً
احوی لایا گیا کیونکہ پیدا کرنا جانورون کی گھاس کا اور آدمیون کی غذا کا اور طرح طرح کی خوشبوون کا
اور لباسون اور دواؤن اور زہرون کا اور ایک وقت معین تک انکو رطوبتون اور طراوتون سے بڑھانا
اور بعد اسکے خشکی اور سردی کے مسلط کرنے سے زیادتی رطوبتون کو اُن سے دور کر ڈالنا تاکہ مدتون رہنے
سے سڑنے نہ پاوین اور ذخیرہ ہوسکین ایک دلیل قوی ہی ابتدا اور انتہا پر اس کمال کے اور جو معلوم ہوا
کہ حق تعالی رب اعلی ہی کہ مرجع ہر کمال کا ہی ابتدا مین بھی اور انتہا مین بھی اور تجھکو اسکی نام کی تسبیح سے
بڑی مناسبت اُس جناب سے حاصل ہوئی ہی اب اپنے کمال کے نقصان سے اندیشہ نہ کر کیونکہ سنقرئک
ہم آپ تجھکو پڑھا دینگے قرآن اور بے انتہا علم تجھکو تعلیم کرینگے کہ اُسی قرآن سے نکلتے ہین اور تصفیہ اپنے قلب کا
اُس تسبیح سے کر تا زنگ آلودہ نہو جاوے فلا تنسی پھر ہرگز نہ بھولیگا تو اس واسطے کہ تیری استعداد تصفیہ
قلب کے سبب سے کمال کو پہنچیگی اور کوئی زنگ غیب کے فیض کو حجاب نہو سکیگا الا ما شاء اللہ یعنے کسی
چیز کو علوم غیب سے جو تیری استعداد کے لایق ہی اور میثاق کے دن جو استعداد ونکی تقسیم کا وقت تھا
تیرے حصے مین پہنچی ہی ہرگز نہ بھولے گا مگر وہ جو اللہ تعالی نے چاہی اور حکمت اسکی نے تقاضا فرمایا ہی
کہ تیرے دل سے اس جہان مین بھول جاوے تاکہ قیامت کے دن مقام محمود کے حاصل ہونے کے واسطے
ذخیرہ ہووے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ مقام محمود مین مجھکو اس طرح کی حمد و ثنا اللہ تعالی
تعلیم فرما دیگا کہ اس وقت مجھکو یاد نہین ہی اور بے شبہہ وہ محامد استعداد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

داخل تھے اور عالم روحانی مین التفات اجمالی اُن حدون پر رکھتے تھے گویا کہ اس دنیا میں ایک حکمت کے واسطے انکو بھلا دیا تھا اور بعضی قرآن کی آیتین کہ سینۂ مبارک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محو ہوگئی تھین اور بھول گئی تھین وہ بھی ماشاء اللہ مین داخل ہین کیونکہ بھلانا بھی ایک طرح کا منسوخ کرنا ہی چنانچہ سورۂ بقر مین فرمایا ہی کہ مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا لیکن اتنا سمجھ لیا چاہئے کہ بھلا دینا اس وقت علامت منسوخ ہو جانیکی ہوتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سینۂ مبارک سے اور ساری اُمت کے قاریون کے دل سے محو ہو جاوے والا حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار نماز کی قرأت مین ایک آیت چھوڑ گئے پھر بعد نماز کے اُبی ابن کعب سے پوچھا کہ مین اس سورت مین کوئی آیت چھوڑ گیا اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ہان فلانی آیت رہ گئی فرمایا کہ مجھکو بتائی کیون نہین اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مین سمجھا کہ یہہ آیت منسوخ ہوگئی فرمایا کہ نہین مین ہی بھول گیا تھا اور اگر منسوخ ہوتی تو تم کو خبر کر دیتا إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ تحقیق وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہی اُن کمالوں کو جو تجھ مین ظاہر ہین اور جلوہ گر اور ہر ادنیٰ اعلیٰ اُسکو دیکھتا ہی اور جانتا ہی اُنکو جو کہ ہنوز تیری استعداد کی تہہ مین پوشیدہ ہین اور اپنے وقت پر مصلحت کے موافق پوشیدگی سے فعل کیطرف ظہور کرینگے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے استادی سے تسلی بخشی تاکہ حفظ قرآن سے اُنکا دل فارغ ہو اور جان لین کہ یہہ تو وہ بے شک اور شبہہ بھلنے والا ہی اور یہہ بات اس طرح کی نہین جیسے دوسرے انسانون کے استاد کسی شخص کی تعلیم کے درپے ہوتے ہین اور وہ شخص بعضے عارضون کے سبب سے ناقص رہ جاتا ہی تو اب دوسرے علمون کی حفاظت سے بھی اُنکی خاطر جمع فرمائی وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ اور آسان کر دینگے ہم تجھپر آسانی کی راہ چلنا کہ اللہ کی طرف کے رستون مین سے بہت نزدیک کا راستا ہی معرفت مین بھی اور عبادت مین بھی اور ملک اور ملت کی سیاست مین بھی پس جو جو علم کہ ان تینون چیزون سے متعلق ہین فوارے کے مانند تیرے دل سے جوش مارینگے اور اُن علمون کے حاصل کرنے مین کچھ محنت اور مشقت بھی نہ کھینچیگا اور کسی کتاب اور دستور العمل اور مرشد اور استاد کا بھی محتاج نہوگا پھر جب حقیقت مین بات یون ہی تو تجھکو یاد کرنے مین قرآن اور دوسرے علمون کے مبالغہ اور کوشش ضرور نہین ہی بلکہ تجھکو چاہئے کہ دوسرون کو انکے بھولے ہوئے علم یاد دلا دے اور کامل ہونے سے کامل کرنیکی طرف

رجوع کرے کہ ہم نے تجھکو محض امت کی تکمیل کی محنت اور رنج کے واسطے بھیجا اور تیری تکمیل ہمارے ذمے
ہی چنانچہ فرماتے ہین فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ پھر یاد دلا اگر نفع کرے یاد دلانا اور نصیحت کرنا
تاکہ تیرا کمال متعدی ہو جاوے اور ہزارون آدمی تیرے رنگ مین رنگ جاوین یہان پر ایک سوال ہی جواب
طلب کہ اکثر مفسر اسسے رنج و تاب مین ہین وہ یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تذکیر اور وعظ
اور پند دینا ہی خواہ کوئی قبول کرے یا نکرے پھر اس شرط کو کس واسطے بڑھایا ہی یہانتک کہ بعضے
مفسرون نے کہا ہی کہ مراد الہی یہہ ہی کہ ان نفعت الذکری وان لم تنفع بس ایک قرینے کو محذوف رکھا ہی
چنانچہ رب المشارق اور سرابیل تقیکم الحر مین بیان ہی اور دوسرے جواب بھی اسی قیاس سے ذکر کئے
ہین اور تحقیق مقام کی یہہ ہی کہ تذکیر اور موعظت اور پند دینا یہ سب مشروط ہین قبولیت کے ظن کے ساتھ
اور منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکیر اور وعظ ہر شخص کا نہین ہی ہان حکم الہی کا پہنچانا
اور ڈرانا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تاکہ الزام حجت کا ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے البتہ بنسبت ہر شخص کے ضرور
ہی لیکن اسکو تذکیر اور موعظہ نہین کہتے ہین اور سورۂ غاشیہ مین قول صریح یہی ہی کہ الا من تولی وکفر
استثنا ہی فَذَكِّرْ سے تو اسسے صراحۃً یہی شرط بوجھی جاتی ہی اور یہہ بات بھی ہو سکتی ہی کہ یہہ شرط
امر کی تاکید کے لئے ہی تذکیر کے واسطے یعنے اگر کسی کو تذکیر نفع کرے تو تجھکو تذکیر کرنا چاہئے اور یقین ہی
کہ تذکیر البتہ عالم مین کسی کو نفع کریگی گو ہر کسی کو نفع نکرے بس گویا معلق ہونا ایک شئی کا ایسی چیز پر
ہوا جسکا واقع ہونا ضروری ہی کہ یہہ امر موجب تاکید کا ہی چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ قَدْ كَانَ فِيمَا
قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ اور یہان پر دو سوال دوسرے بھی
تفسیر ہمین بیان کرتے ہین سو وہ دو سوال مع جواب لکھے جاتے ہین اول تو یہہ ہی کہ معلق کرنا کسی شرط پر
اس شخص کے واسطے جائز ہی جسکو کام کے انجام کی خبر نہو اور اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہی اسکے
کلام مین تعلیق کے کیا معنے ہونگے اسکا جواب یہہ ہی کہ انبیا کی دعوت اور مبعوث ہونا سب ظاہر کی
چیزون کے واسطے ہی پوشیدہ چیزون کے واسطے نہین ہی اسی واسطے حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت
خضر علیہ السلام پر انکی حرکتون پر کہ ظاہر مین بری تھین اور باطن مین اچھی گرفت فرمائی اور حضرت موسی

علیہ السلام کو بھی فرعون سے ہم کلام ہونے مین ارشاد ہوا کہ فقولا لہ قولاً لیّناً لعلّہ یتذکّر او یخشیٰ
یعنے فرعون سے کلام نرم کرو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے حالانکہ علم الٰہی مین مقرر تھا کہ وہ
نصیحت قبول نکریگا اور حق تعالیٰ سے نہ ڈریگا دوسرے یہہ کہ وعظ کا نام تذکیر کسواسطے رکھا حالانکہ عرب کی لغت مین
تذکیر معنے یاد دلانے کے ہین اور یاد دلانا اس چیز مین ہوتا ہی کہ اوّل سے معلوم ہو لیکن فی الحال بھول گئی ہو جواب
اسکا یہہ ہی کہ دین کی خوبی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید اس ذات پاک کی عقلون مین بنی آدم کی موافق
اصل خلقت کے گڑی ہوئی ہی چنانچہ فرمایا ہی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا پس گویا ہر شخص کی ذات مین دین کے
کامون پر علم حاصل تھا لیکن بسبب پیدا ہونے موانع کے بھول گیا تھا اب وعظ اور نصیحت پیغمبرون کی اُس
بھولے ہوئے علم کی یاد دلانے کے واسطے ہی اسیواسطے بعضے عقلانے کہا ہی کہ ارواح بنی آدم کی اُن چیزون کو
کہ جاننا اُنکا ضرور ہی بدن کے تعلق سے پہلے جانتے ہین جو اس دنیا مین آئیں اور بدن کی تدبیر مین مشغول ہو گئین
تو وہ سب بھول گئین جیسے کمال بڑھاپے کی حالت مین کہ تدبیر بدن کی مشکل پڑ جاتی ہی تو پچھلی یاد باتین بھول
جاتی ہین پس انکو بھی معلوم باتین جو بھول گئے ہین انبیا اور واعظ یاد دلاتے ہین چنانچہ اس حدیث سے کہ
الارواح جنودٌ مجنّدۃٌ ما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف یعنے سب روحیں مثل لشکر کے
ہین اکٹھا کی گئین جسے پہچان وہان کی تھی اُسے دنیا مین اُسمین محبت ہوتی ہی اور جسے پہچان نہین اُنمین
محبت نہین ہوتی بھی تو ایسی بات کی آتی ہی اور افلاطون حکیم سے بھی یہی منقول ہی کہ اپنے شاگردون سے
کہتا تھا انی لستُ اُعلّمکم ما کنتم تجہلون ولکنی اُذکّرکم ما کنتم تعلمون بے شک مین تمکو نہین سکھلاتا جو تمکو نہین
معلوم ہی ولیکن یاد دلاتا ہون مین تم کو جو تم جانتے تھے اور جو بیان فرمایا کہ تجھکو خلق اللہ کے نفع کے واسطے تذکیر کرنا چاہیے
اب بیان اُس شخص کا جسکو پیغمبر کی تذکیر سے فائدہ ہوگا فرماتے ہین سیذّکّر من یخشیٰ اب سمجھ جاویگا جسکو اللہ کا ڈر ہی چند کہ تجھکو علی
العموم نصیحت کرنا فرض ہی لیکن ہر شخص کو اُس سے فائدہ نہوگا بلکہ نفع اُسکا استعداد کی شرط کے ساتھ
مشروط ہی اسیواسطے کہا گیا ہی بیت اصل استعداد شرط صحبت است مرد چون کور است عینک لعبت است
اور علامت خدا کے خوف کی دل کا نرم ہونا اور سلامت رکھنا جان کا بیہودہ اور لوچ باتون سے مصاحبون کی
تاکہ نورانیت اور صفائی روح کی ظلمت اور کدورت سے بدل نہ جاوے اور نبوت کی شعاع سے روشنی قبول کرتی رہے

دین کی خوبی [illegible]

اور بعضے مفسرون نے اس آیت کے معنے یون کہے ہین کہ بار بار نصیحت کر اگر ایک بار کی بھی نصیحت نے نفع کیا ہو کیونکہ جلد وہی پوری نصیحت پکڑیگا جو کہ ایک ہی بار نصیحت کرنے مین خدا سے ڈرا پس اس صورت مین اشکال بھی بالکل جاتا رہا اور علامت بھی اس شخص کی کہ اسکو نصیحت نفع کرے بیان ہوگئی اور تعلیل کا باب کہ تکرار کے معنون پر دلالت کرتا ہی ان معنون کے ساتھ نہایت مناسب ہوگیا واللہ اعلم اور جب فائدہ لینے والون کی نصیحت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب فائدہ نہ لینے والون کا بیان فرماتے ہین وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ۔ اور کنارہ پکڑیگا اس نصیحت سے وہ شخص جو بڑا بدبخت ہی اور حقیقت مین وہ شخص وہ ہی کہ کچھ خدا کا خوف نہین رکھتا ہی اور عداوت اور عناد کی راہ سے کفر کرتا ہی پس حقیقت کلام کی اس طرح سے بھی کہ ویتجنبها من لا یخشی لیکن اسباب کی آگاہی کے واسطے کہ جو شخص کہ خدا کا خوف نہین رکھتا ہی نہایت بدبخت ہی اس واسطے اشقی کو من لا یخشی کی جاے پر لائے ہین اب یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ آدمی کی شقاوت یہہ ہی کہ عمل اور اعتقاد اسکا درست نہوا اور جسکا عمل نادرست ہی اور اعتقاد درست ہی وہ بھی شقی ہی لیکن جو شخص کہ اعتقاد بھی فاسد رکھتا ہی وہ اُس سے بھی زیادہ بدبخت ہی پھر اگر کوئی قصور اسکے اعتقاد مین جہل بسیط کے سبب سے ہی یا مالوف اور تقلید کرنے سے کسی مذہب کے مذاہب باطلہ سے تو اسکو ممکن ہی کہ نیک نصیحت سے اور مرشد کے سمجھانے سے راہ پر آجاوے اور جو شخص کہ اسکا اعتقاد بسبب عناد کے نادرست ہی کہ دیدہ و دانستہ انکار حق کے کئے جاتا ہی اور ایک بڑا حجاب کثیف اسکے استعداد کے آئینے پر پیدا ہوا ہی کہ ہرگز تعلیم سے معلم کی اور ارشاد سے مرشد کی اصلاح اسکی ممکن نہین رہی ہی اور بدبختی کی نہایت کو پہنچا ہی لا ینفع الایات والنذر اسی کی شان مین ہی اور اس آیت مین مراد شقی سے وہی ہی اور انجام اسکے کام کا یہہ ہی کہ الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی ۔ یعنے یہہ شخص وہ ہی جو داخل ہوگا بڑی آگ مین کہ اسکا وصف سورۂ واللیل مین ہی جس جاے پر کہ فرمایا ہی فانذرتکم نارا تلظی اور وہ ایک آگ ہی نیچے کے طبقے مین دوزخ کے کہ ساتوان درجہ ہی اور فرعون والے اور اس امت کے منافق اور حضرت عیسی علیہ السلام کے مائدے کے منکر اُسی طبقے مین ہونگے اور دوسرے طبقون کی آگ سے سو ر س مین بہت تیز ہی اور ہرچند کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ نارکم ہذہ جزء من سبعین جزء من نار جہنم

ف دنیا کی آگ سترواں حصہ ہی دوزخ کی گرمی مین سے

کالھن مثل جرھا یعنے یہہ دنیا کی آگ ستروان حصہ ہی دوزخ کی آگ سے گرمی مین بس دوزخ کی آگ کی اصل مین نسبت دنیا کی آگ کے بہت بڑی بزرگ ہی اسیواسطے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہی کہ نار کبری جہنم کی آگ ہی اور نار صغری دنیا کی آگ ہی لیکن جو آگ کہ اُسکے درکے مین ہی بہ نسبت دوسرے درکون کی آگ کے جہنم کی آگ کا حکم رکھتی ہی دنیا کی آگ کی نسبت سے بس آتش کبری حقیقت مین وہی آگ ہی اور سبب اُس آگ کی گرمی کی زیادتی کا بہ نسبت دوسری آگون کے اس مثال سے سمجھ لیا چاہئے کہ دنیا کی آگ سرد ملک مین جیسے سردی کے موسم مین برف پڑنیکی حالت مین سردی کے کام مین مشغول ہونے کے وقت جیسے ملاحی اور سقائی علی الخصوص بڑھاپے مین اور مزاج بھی سرد ہو جیسے بوڑھا بلغمی مزاج اس قدر سوزش رکھتی ہی کہ اسکا تحمل بدن پر نہین ہوسکتا پھر وہی آگ گرم ملک مین عین دوپہر کے وقت گرمی کے موسم مین گرمی کے کام مین مشغول ہونے کے وقت جیسے باورچی گری اور نان بزی علی الخصوص جوان صفراوی مزاج کو کہ روزہ دار بھی ہو اور تپ بھی چڑھی ہو تو قیاس کیا چاہئے کہ کتنا تفاوت رکھتی ہی بس اسی قیاس پر تفاوت اُس آگ کی گرمی کا دوسری آگون کی گرمی سے قیاس کر لیا چاہئے والعیاذ باللہ من کل اصناف النار اور جو دنیا مین ہر مصیبت کہ آدمی کو پیش آتی ہی نہایت اُسکی یہہ ہی کہ موت کو پہنچا دیتی ہی اور موت موجب خلاصی اور راحت کا اُس مصیبت سے ہو جاتی ہی اور اِس بدبخت کو اس راحت سے بھی محروم رکھا ہی کہ باوجود ایسی گرمی کی شدت کے ہلاک نہین ہوتا ہی چنانچہ فرماتے ہین ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا پھر باوجود اس قدر عذاب کی شدت کے اور دراز ہونے مدت کے نہ مریگا اُس آگ مین کہ بسبب مرنے کے جسم اسکا اس بلا سے علحدہ ہو جاوے اور روح اسکی اس دکھ سے نجات پاوے کیونکہ بنیاد اُس عالم کے بدنون کی ایسی ہین کہ روح اُن سے جدا ہو سکے اور بھید اسمین یہہ ہی کہ احکام روح کے اس عالم مین بدن پر غالب ہونگے اور بدن حکم روح کا پیدا کرینگے اور روح کا معدوم ہونا محال ہی اسیواسطے دنیا مین ہرچند کہ محنتین سخت اور مصیبتین بے انتہا پیش آتی ہین لیکن روح فنا نہین ہوتی بلکہ نہایت بیقراری اور دکھ سے بدن کو چھوڑکر چلی جاتی ہی اور جو وہان کے بدن حکم ارواح کا پیدا کرینگے تو بگڑنا ترکیب کا بھی اُنسے غیر ممکن ہوگا وَلَا يَحْيَىٰ اور نہ جیئےگا کیونکہ اسکی روح ہمیشہ دکھ اور عذاب مین ہی یہان تک کہ موت کی آرزو کرینگے اور موت

نہ اولکی اور اس قسم کی زندگانی حقیقت مین زندگانی نہین ہی ؎ عمر چون خوش گذرد زندگی خضر کم است ورنہ ناخوش گذرد نیم نفس بسیار است ؛ بس یوبت انکے بدن کا آگ کی تاثیر سے جل جاویگا پھر روح کے غلبے کے سبب سے آنا فانا دوسرا اپنا چمڑا پیدا ہوگا تا کہ انمین ایذا اور دکھ زیادہ ہو چنانچہ زخم پر انگور آنے کے بعد دنیا مین تجربہ مین آچکا اور جو آیت سیذکر من یخشی مین بیان اس شخص کا تذکیر سے پیغمبرون کی فائدہ مند ہوتا ہی کہا گیا تو فرماتے ہین کہ خوف الہی کا ہونا آدمی کے دل مین سننے سے پند اور نصیحت بزرگون کی ابتدا ہی کمال کی اور نہایت کمال کی دوسری چیز ہی اعتماد کرنا فقط خوف ہونے پر نہ چاہئے کیونکہ اگر وہ خوف دلکے خیال کی مانند آیا اور چلا گیا تو کچھ کام آنیوالا نہین جب تک دلمین جم نہ جاوے اور ہر ہر عضو کو برے کامون سے بند نکرے اور اچھے کامون پر قائم نہ کرے پھر جب ایسا ہو گیا تو اس وقت قابل اعتبار کے ہوا اور بسبب اسکے قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی تحقیق مراد کو پہنچا جو پاک ہوا اور پاکی کی کئی قسمین ہین اول دلکی پاکی کفر اور شرک سے اور باطل عقیدون سے اور بری نیتون اور بد اخلاق سے جیسے غل یعنے بد باطنی اور حقد یعنے کینہ اور دغا بازی اور حسد اور تکبر وغیرہ سوا اسکے جو اسطرح کی چیزین ہین دوسری بدنکی پاکی اور کپڑون کی نجاستون سے جیسے پیپ اور لہو اور بول و براز اور منی اور مذی اور سوا اسکے تیسرے پاکی بدنکی حدث اور جنابت سے وضو اور غسل کے ساتھ چوتھی پاکی بدن کی پیدا ہونے والی چیزون سے جیسے ناف کے نیچے کے بال اور بغل کے اور ناخن اور بدن کا میل اور سوا اسکے اور اگر کسی کی داڑھی یا سر کے بال لنبے ہون تو ہر ہفتے مین جمعے کے دن ان بالون کو دھونا اور کنگھی کرنا اور عطر ملنا سنت موکدہ ہی پانچوین مال کی پاکی کرنا زکوۃ اور صدقہ فطر کے دینے سے اور سود کا مال ملنے سے بچانا اور دوسرے طور کے حرام مالون سے جیسے جوا اور زنا کی اجرت اور سینگھیان لگانے کی اجرت یا جو نجس چیزون کی تجارت سے حاصل ہو جیسے کچے چمڑے اور ذبح کی اجرت اور دوسرے کام کہ انمین نجاست کے ہاتھ مین بھرنا پڑے وَذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ پھر بعد کمال طہارت کے لیا اپنے پروردگار کا نام تکبیر تحریمہ مین جو شروع نماز مین ہی اور قرات اور تسبیح اور تشہد مین اور حاضر رکھنا دل کا درمیان نماز کے اور زبان اور دل سے یاد کرنا سوا نماز کے وقتون کے کیونکہ ذکر سبب ترقی استعداد کی صفائی کا اور کمالات کی زیادتی کا اور جس قدر کہ ذکر مین نام پروردگار کا بہت لیا جاتا ہی اسیقدر معرفت کا درخت بڑھتا ہی فَصَلّٰی پھر نماز پڑھی اور

پاکی کی قسمون کا بیان

جس نے ذکر کو کہ دل اور زبان سے کرتا ہی اسکو جوارح سے یعنے ہاتھ پیر وغیرہ سے ملا کر ایک صورت ظاہر مین
بنا دی اور دل اور زبان اور جوارح یعنے ہاتھ پیر وغیرہ کی موافقت سے کمال مرتبہ منعم حقیقی کی نعمتون کا شکر حاصل کرے
حضرت مولینا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہی کہ اس آیت مین اشارہ ہی سلوک کی منزلون کی طرف
کہ اول اسکے توجہ ہی اور بعد اسکے تزکیہ اور تصفیہ نفس کا ہی یعنے پاک اور صاف کرنا دور کرنے سے بری صفتون کے
اور حاصل کرنے سے نیک صفتون کے اور بعد اسکے ہمیشگی ذکر لسانی اور قلبی اور روحی اور سری کی ہی اور بعد اسکے
پہنچنا ہی مشاہدات کے مقام کو پس قد افلح من تزکی اشارہ ہی اول مرتبے کی طرف اور ذکر اسم ربہ
اشارہ ہی ذکر قلبی کے ہمیشہ ہونیکی طرف اور فصلی اشارہ ہی مشاہدے کا مرتبہ حاصل ہونیکی طرف
کہ الصلوۃ معراج المومنین کے یہی معنے ہین اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی کہ جو کوئی
صدقہ فطر کا ادا کرے اور عیدگاہ کے راستے مین بھی تکبیرین کہتا جاوے اور عیدگاہ مین پہنچنے کے بعد بھی کہے
اور عید کی نماز پڑھے تو مین امیدوار ہون کہ اس آیت کی بشارت مین داخل ہوگا پس تزکی کا لفظ اس صورت مین
زکوۃ سے ماخوذ ہی اور صدقہ فطر کا واجب ہونا فرض حکم زکوۃ کا رکھتا ہی پس یہہ لفظ اشارہ صدقہ فطر کے
دینے کی طرف ہوا اور ذکر اسم ربہ اشارہ ہی عید کی تکبیرون کی طرف اور فصلی اشارہ ہی عید کی نماز
کی طرف پس مقصود حضرت امیر المومنین کا اس تعبیر سے یہہ ہی کہ ہر جگہ قرآن مین زکوۃ کا ذکر نماز کے بعد آیا ہی
اور یہان پر جو نماز پر بلکہ ذکر پر بھی مقدم کیا ہی تو ضرور کوئی خاص صورت مراد ہی کہ اُنہین تینون کام ترتیب سے
واقع ہون اور وہ صورت شرع مین سوا اس صورت کے نہین ہی اور اکثر فقہا نے ان تینون سے شرطین اور ارکان
نماز کے مراد رکھے ہین اور کہتے ہین کہ تزکی اشارہ ہی طہارت کی طرف خواہ وضو ہو اور غسل خواہ تیمم اور
ذکر اسم ربہ اشارہ ہی تکبیر تحریمہ کی طرف اور فصلی اشارہ ہی نماز ادا کرنیکی طرف اور حضرت امام اعظم
رحمۃ اللہ علیہ نے موافق اس تفسیر کے دو مسئلے فقہ کے مسئلون سے اس آیت سے نکالے ہین انہین سے ایک تو یہہ ہی
کہ تحریمہ باندھنے کے وقت بالخصوص اللہ اکبر کا لفظ کہنا لازم نہین ہی جو چیز کہ خدا کا ذکر ہو سکے کفایت کرتی ہی
جیسے الرحمن اعظم یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ مگر جو ذکر کہ ملا ہوا غرض اور حاجت سے ہو شروع نماز کا
اُسسے جائز نہین جیسے اللہم اغفرلی کیونکہ ذکر خالص نہین ہی اور انہین سے یہہ بھی ہی کہ تکبیر تحریمہ انکے نزدیک

نماز کی شرط ہی رکن نہین ہی یعنے نماز مین داخل نہین کیونکہ وَصَلّٰی کو ذکر اسم ربہ کے بعد حرف عطف سے لائے
ہین کہ معطوف اور معطوف علیہ کی مغائرت پر دلالت کرتا ہی اور اِسی مذہب سے یہہ بات بھی نکلتی ہی کہ
اکثر نماز کی شرطین جیسے طہارت اور ستر عورت اور رو بقبلہ ہونا اگر تکبیر تحریمہ کے وقت کسیکو حاصل نہوا اور بلا
فصل بعد اُسکے حاصل ہو جاوے تو نماز اُسکی درست ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ تکبیر تحریمہ بھی نماز
مین داخل ہی اِس واسطے کہ تکبیر مذکور قیام کی حالت مین واقع ہوتی ہی اور قیام نماز کا رکن ہی اور جو ارکان نماز کے بطور
فرضیت کے مقرر ہوئے ہین وہ بھی نماز کے ارکان سے ہین بس سب شرطین نماز کی اُنکے مذہب پر تکبیر تحریمہ کی حالت مین
ضرور چاہیئے اور جو اِن آیتون مین فرمایا کہ حاصل ہونا کمال کا اور خلاصی عذاب سے موقوف تطہیر اور ذکر اور نماز پر ہی
کہ خدا کے خوف کا پھل ہی تو مقام اسبات کا تھا کہ کافر بطریق شبہہ کے ذکر کرین کہ ہم کو باوجود کمال عقل و دانش کے
کس واسطے خوبی اِن اعمالون اور افعالون کی معلوم نہین ہوتی اور سبب ہونا اس اسباب کا حاصل کرنے کو فلاح کے
کس واسطے ہماری نظرون سے پوشیدہ اور مخفی رکھا ہی جواب مین اُسکے فرماتے ہین کہ تم سب لوگ بسبب تفاوت
ازلی کے اِن چیزون کے کمال کو نہین جانتے ہو بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بلکہ اختیار کرتے ہو تم دنیا کی
زندگانی کو آخرت پر اور دنیا ایک سبزہ زار سے بڑھکر نہین ہی اور انجام اُسکا سوکھی گھاس کی طرح سے سیاہ
ہو جاتا ہی اور جانی بوجھی لذتون مین دنیا کی اور حاصل کرنے مین نام و جاہ کے کمال کو منحصر جانتے ہو حالانکہ
دنیا کی زندگانی ہرگز اِس قابل نہین کہ آخرت کی زندگانی پر ترجیح دی جاوے کیونکہ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ اور آخرت سبکی
سب اُسمین نیکی ہی بدی کو اُسمین گنجایش نہین بخلاف دنیا کی زندگانی کے [illegible]
جاوے لیکن اُسمین رنج اور فکر اور غم اُسکو لازم ہی اور کوئی نعمت دنیا کی نظر نہین آتی مگر ایک دُکھ اور ضعف اور
کھلانا اُسکے پیچھے لگا ہی اور اگر بالفرض دنیا بھی نیک ہو اور کسی طرح سے شر اور بدی اُسمین گنجایش نکرے
اگرچہ یہہ فرض محال ہی پھر بھی دنیا اس قابل نہین ہی کہ آخرت پر ترجیح دی جاوے کیونکہ آخر دنیا فانی ہی اور آخرت باقی چنانچہ فرماتے
ہین وَاَبْقٰى اور آخرت بہت باقی ہی دنیا سے کیونکہ دنیا کی بقا ہرچند کہ دراز و طویل ہو لیکن فنا اُسکے پیچھے
لگی ہی اور آخرت کی بقا کو فنا کا کھٹکا ہی نہین اسیواسطے کہا گیا ہی ؎ حاصل دُنیا نکہن تا بنو جون گذرندہ نیست
نیز زد بجو غرض دنیا سے یہی ہی کہ اسکو آخرت کا وسیلہ کرین کہ اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ یعنے دُنیا کھیتی

ہے آخرت کی چنانچہ عقلا نے کہا ہے کہ دنیا کو جلتے گھر کی طرح سمجھ کر جہان تک ہوسکے اُسمین سے باہر نکال لے
حافظا عمر عزیز است غنیمت دانش گوی خیری کہ توانی ببر از میدانش نکتہ فہمون نے کہا ہے کہ اس کلام اعجاز
نظام مین باوجود کمال اختصار کے دو دلیلیں قوی باطل کرنے پر دنیا کی ترجیح کے آخرت پر مذکور ہین یعنے ایک
تو خیر ہونا اور دوسرے باقی رہنا اسواسطے کہ عاقل ہرگز ادنی کو اعلی کے بدلے مین نہ لیگا اسی طرح سے فانی کو
باقی کے بدلے اختیار نہ کریگا بس ترجیح دنیا کی آخرت پر تاجرون کی مقتضائے عقل کے بھی خلاف ہے کہ بادشاہون
اور امیرون اور علما اور حکما سے بہت کم عقل رکھتے ہین اور جبکہ مضمون کو کہ ترجیح دنیا کی آخرت پر نہ چاہئے اور دلکو دنیا سے نہ لگایا چاہئے مقتضائے
نفوس بنی آدم کے خلاف دیکھا کہ انکی جبلت مین محبت دنیا کی اور مُنہہ پھرانا آخرت سے ودیعت ہے یعنے
امانت ہے اور ہرگز آخرت کی ترجیح کو وہم بھی انکا باور نہین کرتا لاچار ہوا اسواسطے ثابت کرنے اس مطلب کے اگلی
کتابون کی سند سے کہ عالم کے فرقون کے نزدیک علی الخصوص عرب کے ملک کے رہنے والون پاس مسلم الثبوت
ہین لاکر فرماتے ہین اِنَّ هٰذَا البتحقیق یہہ مضمون کہ قد افلح من تزکی سے یہان تک کہ مذکور ہوا لَفِی
الصُّحُفِ الْاُوْلٰی البتہ اگلی کتابون مین بھی مذکور ہے اور کسی وقت مین یہہ مضمون منسوخ اور بدلا
نہین گیا صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی صحیفون مین حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہما السلام کے کہ انپر
آسمان سے نازل ہوتے تھے بس یہہ اُن قاعدہ کلیون سے دین اور شریعت کے ہے کہ کسی پیغمبر کے زمانے مین نہین بدلے
اور انکار انکا گویا علوم نظریہ کا انکار ہے کہ سوفسطائیون کا کام ہے اور کشاف مین مذکور ہے اور بعضی حدیث کی
کتابون مین بھی سند ضعیف سے دیکھنے مین آیا ہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالی کی طرف سے کتنی کتابین نازل ہوئی ہین آپنے فرمایا کہ ایک سو چار کتابین
حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام پر دس صحیفے اور توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان اور طیبی کشاف کے حاشیہ مین ایک سو چو
لایا ہے اور ان سب مین سے دس صحیفے سوائے توریت کے موسی علیہ السلام پر زیادہ کہتے ہین واللہ اعلم ٭
لیکن یہودیون کی زبانی سُننے مین نہین آیا کہ حضرت موسی علیہ السلام پر سوائے توریت کے دس صحیفے دوسرے
بھی نازل ہوئے ہین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے تو موجود ہین اُنمین طرح طرح کے وعظ اور نصیحتین

ف آسمانی کتابون کی گنتی

ہین چنانچہ اُنہین سے ایک یہہ ہی کہ ینبغی للعاقل ان یکون حافظا للسانہ عارفا بزمانہ مقبلا علی شانہ یعنے عاقل کو چاہئے کہ اپنی زبان کو نگاہ رکھے اور اپنے زمانے کو پہچانے اور اپنے کام پر بالکل مصروف ہو جاوے

سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ

یہہ سورۃ مکی ہی اسمین ۲۶ چھبیس آیتین اور ۷۲ بہتر کلمے اور ۳۹۱ ایک سو اکانوے حرف ہین اور حدیث صحیح مین مکرر آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نمازون مین جمعہ و صلاۃ جمعہ کی نماز مین اور عید کی اس سورہ کو سبح اسم ربک الاعلیٰ کی سورت کے ساتھ دونون رکعتون مین جمع فرماتے تھے پس ربط اس سورہ کا سبح اسم کی سورت کے ساتھ اشارۂ نبوی سے ثابت ہوا اسیواسطے صحابہ کرام نے قرآن جمع کرنے کے وقت اس سورے کو پیچھے سبح اسم کی سورت کے رکھا ہی اور تامل کرنے سے بہت سی وجہین ربط کی ظاہر مین بھی نظر آتی ہین ؛ چنانچہ اُن مین سے ایک یہہ ہی کہ اس سورہ مین فذکر انما انت مذکر ہی ؛ اور اس سورے مین فذکر ان نفعت الذکریٰ ہی اور اس سورے مین تصلی نارا حامیہ اور اُس سورت مین یصلی النار الکبریٰ واقع ہی اور ختم اُس سورت کا اس مضمون پر ہی کہ دنیا کی زندگانی کو اختیار کرنا برا ہی اور آخرت ہر صورت سے بہتر ہی اور اس سورت مین تفصیل اُن لوگون کے حال کی ہی کہ دنیا کی لذت مین مشغول ہین اور آخرت کو بھلا دیا ہی اور اُن لوگون کا حال ہی کہ دنیا مین آخرت کی زندگی کے واسطے مشقتین کھینچی ہین اور تفصیل آخرت کی خوبی کی بھی ہی کہ طرح طرح کی نعمتین وہان موجود ہین اور سب باقی غیر فانی ہین پس گویا اسباب مین یہہ سورت تمامی اُس سورت کی ہی کو کہ بندہ وقت مین کلام کے مناسبت کم ہو اور اس سورہ کو سورۂ غاشیہ اسواسطے کہتے ہین کہ غاشیہ نام قیامت کا ہی ڈراو لیکن اس سورہ کے ہول سے قیامت کے ڈرانا اور ڈرانا قیامت کے حالات سے بڑا مقصود قرآن کا ہی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ ؕ کیا پہنچی تجھکو قیامت کی خبر کہ لوگون سے کیا کریگی اور غاشیہ عرب کی لغت مین

اس چیز کو کہتے ہیں جو چھپا لیتی ہے اسیواسطے زین پوش کو غاشیہ کہتے ہیں اور قیامت کا حادثہ کئی چیزوں کو
چھپا دیگا اول ہوش کو کہ بسبب شدت ہول کے پوشیدہ ہو جاویگا دوسرے بدن کو سب طرف سے یعنے اوپر اور نیچے
سے اور پیچھے داہنے اور بائیں سے اس روز عذاب چھپا دیگا چنانچہ دوسری جا پر فرمایا ہے یوم یغشٰہم
العذاب من فوقہم ومن تحت ارجلہم وتغشی وجوہہم النار تیسرے نیک کاموں کو کافروں کے چھپا دیگی
اور مسلمانوں کے بھی برے کاموں کو چھپا دیگی اول کو حبط کے طور سے اور دوسروں کو عفو سے اور غرض
اس پوچھنے سے کہ تجھکو کچھ قیامت کی خبر پہنچی ہے یہہ ہے کہ سننے والا کمال توجہ سے کان دھر کے ملتفت ہو جاوے
اور آیندہ کی بات کو حضور دل سے سنے چنانچہ بعد اس چونکانے اور جتانے کے معاملہ اس دن کا لوگوں سے
بیان فرماتے ہیں وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ کئی منہہ اس روز ذلیل اور خوار ہونگے ہرچند کہ ذلت اور خواری
صفت چہرے والوں کی ہے لیکن جو آثار ذلت اور خواری کے اکثر چہروں پر ظاہر ہوتے ہیں تو گویا ذلت
اور خواری صفت چہروں کی ہے اور عرب کا قاعدہ ہے کہ ذات سے شخص کی منہہ اور گردن اور سر کے ساتھ
تعبیر کرتے ہیں کیونکہ یے اعضا ہر شخص کی ذات کے بقا کا سبب ہیں پس گویا قایم مقام ذات کے ہیں اور وے
چہرے ان لوگوں کے چہرے ہونگے کہ دنیا میں کبھی خوف اور جھکنا اور فروتنی اور ذلت اور خواری دین کے
مقدموں میں اپنے اوپر پسند نہ رکھتے تھے اور رنج اور مشقت دینی سے استراحت ڈھونڈھتے تھے اور صورت
آرائی اور تن پروری میں مشغول اور حریص تھے اسیواسطے لذیذ طعام کھانا اور ٹھنڈے شربتوں کا پینا اور استعمال
عطریات کا کرنا انکا مقصد تھا دنیا سے سو اس دن بدلے میں انکے کسل اور تن پروری کے انکو ذلت
اور خواری میں گرفتار کرینگے اور اگر خوف اور فروتنی دنیا میں دین کے مقدموں میں اور اللہ تعالی کی عبادتوں میں
انکو نصیب ہوتی تو بڑے بڑے درجے ثواب کے پاتے لیکن تکلیف کے کاموں سے اپنی تن پروری کے سبب سے دل چراتے
تھے چنانچہ اسکے بدلے میں اس روز تکلیف اعمال شاقہ کی انکو دینگے اور رنج بے حساب اور بے ثواب
انکو ملیگا چنانچہ فرماتے ہیں عَامِلَۃٌ یعنے وہ چہرے اس روز کام کرینگے کہ ان سب میں سے ایک یہہ ہے
بکمال محنت اور ذلت سے چڑھنا ہوگا آگ کے پہاڑوں پر جو دوزخ میں ہیں اور انھیں میں سے ہے کہ طوق اور
زنجیریں آگ کی گردن اور پاؤں میں گھسیٹتے پھرینگے اور انہیں میں سے ہے کہ دوزخ کی آگ میں دھنس جانا

جیسے اونٹ دلدل مین غوطے کھاتا ہی اور تفصیل اس اعمال شاقہ کی جو اُس روز واقع ہونگے مین دوسرے سورتون
مین مذکور ہی جیسے سارھقہ صعودا و خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعہا سبعون ذراعا
فاسلکوہ و یوم یدعون الی نار جہنم دعا و یطوفون بینہا و بین حمیم آن اور حدیث شریف مین
وارد ہی کہ مانع زکوٰۃ کو چاندی سونے کے تختون سے آگ مین گرم کرکے داغ دینگے پیشانی اور پہلو اور پشت پر
اور جو لوگ کہ چارپائے رکھتے تھے اور حق تعالیٰ کا حق ان چارپایون مین سے ادا نہین کرتے تھے تو وے لوگ
قیامت کے میدان مین چت لٹائے جاوینگے اور اُن جانورون کو حکم ہوگا کہ انکو روندو اور تصویر بنانے والون کو
تکلیف دینگے کہ اپنی بنائی ہوئی تصویرون مین جان ڈالو اور اُن لوگون کو کہ جھوٹے خواب بناتے ہین حکم
ہوگا کہ دو جو مین گرہ لگاؤ اور جو لوگ کہ حق بات سے خاموش ہوئے آگ کی لگامین انکے منھہ مین ڈالین گے
اور علی ہذا القیاس ناصبۃ وو چہرے اس روز اُن اعمالون کے سبب سے دکھ اٹھاوینگے کیونکہ
کام بھاری کہ توقع پر ثواب اور تحسین کے نہو تو محض رنج ہی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ عمل اور رنج وہ تو
دنیا ہی مین ہین اور مُراد اُن چہرون سے چہرے ریاضت کرنیوالونکے ہنود اور یہود اور نصاریٰ اور
دوسرے باطل دینون کے ہین کہ دنیا مین شاق عمل خدا کے واسطے کرتے ہین اور محض رنج اٹھاتے ہین
کیونکہ ریاضتین اُنکی اپنے وقت سے پیغمبرون کی انکار کے سبب سے بیفائدہ اور اکارت ہین اور بعضے
مفسرون نے کہا ہی کہ عمل دنیا مین اور رنج آخرت مین مراد ہی اور وو چہرے چہرے عیاشیون اور
دولتمندون اور مال و جاہ کے طالبون کے ہین کہ حاصل کرنے کو ان مطلبون کے دنیا مین بڑی بڑی محنتین اور
مشقتین کرتے تھے آخرت مین پھل اُن تکلیفون کا رنج بیہودہ اور مشقتین بے فائدہ حاصل ہونگی بلکہ فقط
اُس رنج بیہودہ پر اکتفا نہوگی کچھ اور بھی اُسکے ساتھ زیادہ کیا جاویگا کہ اس آیت مین اسکا بیان
ہی تصلیٰ نارًا حامیۃ پیٹھینگے دہکتی آگ مین بدلے مین اس بات کے کہ خدا سے غافل ہوکر ہوا دار
مکانون اور خسخانون مین رہا کرتے تھے اور بیان اس آگ کی گرمی کا حدیث شریف مین یون وارد ہی کہ ایک
ہزار برس تک وہ آگ پھونکی گئی تو سفید ہوگئی پھر ہزار برس پھونکی گئی تو سرخ ہوگئی پھر ہزار برس پھونکی گئی تو سیاہ
ہوگئی اب اُسی سیاہی پر ہی اور جب گرمی دوزخ کی ہوا کی اُنکے اندر وینہی نہایت تشنگی پیدا کریگی بے اختیار

ف گنہگارون کے عذاب کی قسمون کا بیان ۸

ف عبادت خدا کی ... رنج سے قبول نہین

ف دوزخ کی آگ کا بیان ۸

پیاس پیاس پکارینگے کہ شاید پانی پینے سے یہہ پیاس دفع ہو جاوے تو اسوقت تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ پلائے جاوینگے پانی ایک کھولتے چشمے سے کہ جسکے پیتے ہی انکے ہونٹھ کباب ہو جاوینگے اور آنتین انکی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرینگی پھر فوراً درست ہو جاوینگی اور اسیطور سے عذاب مین گرفتار ہونگے اور یہہ پانی انکی عوض مین شربتون اور بہشتون کے ہے گلاب اور کیوڑے ڈالکے برف مین ٹھنڈا کرکے پیتے تھے اور جب کہ دوزخ کے لوٹون کی گرمی اور اس پانی کی گرمی پیٹ مین انکے جمع ہوکر بھوک کی آگ کو بھڑکاوینگی تو ایک ہزار برس بھوک کا عذاب انپر مسلط ہوگا اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ یہہ بھوک کا عذاب اکیلا دوزخیون کو دوزخ کے سارے عذابون کے برابر معلوم ہوگا پھر بہت سی داد بیداد کے بعد دوزخ کے پیادون کو حکم ہوگا کہ انکو کچھ کھلاویں لَیْسَ لَھُمْ طَعَامٌ نہین ہی انکے واسطے وہان کوئی کھانا کہ عوض مین ان میٹھے سلونے متمن و پیارے چٹ پٹے چاشنی دارون کے کہ دنیا مین لذتون اور فربہ ہونے کو اور رنگ روپ نکلنے کے واسطے تناول کرتے تھے اور صبح سے شام تک فرمائشون مین طرح طرح کے کھانون کی اور باورچیون کو فرمائشین کرتے رہتے تھے اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ مگر ضریع کی قسم سے اور ضریع نام ہی ایک گھاس کا کہ اکثر پانی کے کنارون پر ہوتی ہی اور جبتک کہ سبز رہتی ہی تو اسکو شبرق کہتے ہین اور اونٹون کے چارے کے کام مین آتی ہی اور جب خشک ہو جاتی ہی تو اسکو ضریع کہتے ہین اور زہر قاتل ہو جاتی ہی اور کوئی جانور اسکو نہین کھاتا اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ وہان کے ضریع کو یہان کے ضریع پر قیاس نہ کیا چاہیے کیونکہ وہ ایک چیز ہی آگ کے اندر پھنسے مین جیسے کانٹا اور کڑوانی مین ایلوے سے زیادہ اور بدبو مین مردار سے بدتر اور گرمی مین آگ سے بڑھکر ہی اور وجہ اسکی یہہ ہی کہ جیسے کہ دنیا مین جوہر خاک اور آب کا طبیعتون پر یہان کے حیوانات اور نباتات کے غالب ہی اسیطرح سے دوزخ مین جوہر ناری طبیعتون پر وہان کے حیوانات اور نباتات کے غالب ہی بس حیوانات اور نباتات وہان کے ظاہر صورت مین حیوانات اور نباتات سے دنیا کے مشابہت رکھتے ہین اس واسطے کہ اسی نام سے وہ بھی پکارے جاتے ہین والا معنے مین مادہ انکا جوہر آگ کا ہی اور ہر چیز مین وہان کی سوزش اور ناریت موجود ہی اور جو مقصود کھانا کھانے کا خالی ان تین چیزون سے نہین ہوتا ہی یا تو لذت یا تو موٹا کرنا بدن کا یا دفع کرنا بھوک کا سو ذکر کرنے سے ضریع کے اور اسکے وصفون کے جو حدیث شریف مین وارد ہین لذت تو کوسون نزدیک نہین بھٹکتی اب باقی رہین دو چیزین دوسری کہ بعضے وقت

بدمزہ کھانے سے بھی کچھ مقصود ہوتی ہین اُسکی بھی نفی فرماتے ہین کہ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ
نہ موٹا کرے بدن کو اور نہ کام آوے بھوکھ مین اور فائدے کھانے کے یہی تین چیزین ہین اور جو کھانا کہ اِن
تینون چیزون سے خالی ہی تو گویا کہ طعام نہین کیونکہ اگر موٹا کرتا بدن کو تو بھی دوزخیون کو فائدہ ملتا کہ ایک
قوت اُسے حاصل کرنے اور سہنا عذاب کا اس قوت کے سبب سے اُنپر آسان ہو جاتا اور اگر بھوکھ کو دفع
کرتا تو بھی البتہ ایک طرح کا فائدہ ہوتا کہ بھوکھ کے عذاب سے رہائی پاتے سو یہہ کوئی فائدہ وہان کے کھانے مین
نہین ہی باقی رہے یہان دو سوال جواب طلب اول یہہ کہ وجود نباتات کا آگ مین ممکن نہین کیونکہ دھوپ گرمی
موسم کی اکثر درختون کو جلا دیتی ہی تو آگ کی گرمی کا کیا حال ہوگا خصوصا دوزخ کی آگ جواب اُسکا
یہہ ہی کہ وجود انسان کے بدن کا اور وجود سانپ اور بچھوون کا جو آتش آگ مین مسلم ہی تو وجود بھی
نباتات کے کیا تعجب ہی اور علاوہ یہہ کہ بعضے نباتات عین شدت مین آفتاب کی گرمی کے بڑھتے ہین
اور سبز اور ہرے رہتے ہین جیسے کوکرو یا جواسا اور علی ہذا القیاس بہت سے درخت گرمیون کے موسم مین بڑھتے ہین
پھر کیا بعید ہی کہ وہان کی آگ مین بھی اسطرح کی تاثیر ودیعت ہو کہ بعضے نباتات کو بڑھا وے اور سرسبز
کرے علی الخصوص جب کہ جوہر آتشی اصل طبیعت پر اُن نباتات کی غالب ہو پھر از راہ تماثل کے گرمی سے آگ کی
مدد پاوین جیسے سمندر کیڑا دنیا کی آگ سے دوسرے یہہ کہ اسجگہ آیت مین دوزخیون کا کھانا فقط ضریع پر منحصر
رکھا ہی کہ سوا اُسکے انکو وہان دوسرا کھانا نہ ملیگا حالانکہ دوسری آیت مین دوسرا کھانا بھی دوزخیون کے
واسطے مذکور فرمایا ہی اُنمین سے زقوم بھی ہی کہ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ اور انمین سے ایک غسلین ہی
وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ جواب اُسکا یہہ ہی کہ دوزخ کے بہت سے طبقے ہین بعضے طبقے والون کا یہی کھانا ہوگا اُسکے
سوا اور کچھ نہ ملیگا بس وجوہ یومئذ خاشعۃ سے مراد اُسی طبقے والے ہون تو بس کچھ اشکال باقی نہ رہا
اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد من ضریع سے خصوصیت ضریع کی نہین بلکہ جو کچھ کہ ضریع کی جنس سے ہی بے لذتی
اور تلخی اور بدبو اور موٹا نکرنے اور بھوک کے دفع نکرنے مین وہ سب ضریع مین داخل ہی یہان تک کہ بعضے مفسرون نے
ضریع کو فعیل جو مفعل کے معنون مین ہی جیسے علیم اور بدیع مقرر کیا ہی اور معنے اُسکے یون کہتے ہین کہ جو طعام کہ
سبب ضراعت اور خواری اور طبیعت کی بدمزگی کا ہو وہ ضریع ہی اور اس صورت مین کچھ اشکال دفع ہو جاتا ہی

جب کہ احوال بیان کرنے سے دوزخیون کے کھانے اور پینے کے اور رہنے کی جاے کے فارغ ہوئے تو اب جنتیون کے
کھانے پینے رہنے کی جاے اور اسباب اور سامان کا بیان فرماتے ہین اور جو بیان بہشتیون کے حال کا ہی تفصیل
اس اجمال کی ہی جو حدیث الغاشیہ مین مذکور ہوا ہی حرف عطف کا یہان مذکور نہ کیا بخلاف سورۂ قیامت کے کہ
وہان حرف عطف کے ساتھ مذکور فرمایا ہی کیون کہ وہان تفصیل مجمل کی نہین ہی کیونکہ پہلے اجمال نہین گذرا ہی
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ کتنے منہہ اس روز خوش منظر اور نازک اندام ہونگے اسواسطے کہ علامتین ذلت اور خواری
اور خوف اور دہشت اور رنج اور محنت کی چہرون مین انکی تاثیر نکرینگی کیونکہ ان چہرون والون نے دنیا مین
بہت سی تکلیفین اُس روز کی سختی کی آسانی کے واسطے اٹھائی تھین اور محنتین اور مشقتین حق تعالی کی
خوشنودی کے واسطے اپنی جان اور تن پر گوارا رکھتے تھے چنانچہ فرماتے ہین لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ اپنی کوشش سے
اُس روز خوش و خورم رہینگے کہ وہ کوشش ہماری ٹھکانے لگی اور اچھا پھل ملا فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ وہ چہرے ایک
باغ مین ہونگے کہ بلند ہی اور بسبب اس بلندی کے ہول قیامت کا اور دوسری موذی چیزون کا وہان نہ پہنچیگا اور
دوزخ کی بھاپ کا وہان اثر نہو گا بلکہ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً نہ سنینگے وہان بیہودہ بات جو کہ گالی گفتہ
اور ذلت کی بات ہو یا یہہ کہ فریاد اور الغیاث دوزخیون کا کہ محض بیہودہ ہی وہان نہ پہنچیگا تاکہ عیش انکا
مکدر نہو جاوے اور یہہ صفت بہشتیون کو مقابلے مین تصلی نارا حامیۃ کے دی ہی اور مقابلے مین کھولتے چشمے کے
انکو فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ اُس باغ مین چشمہ ہی کہ پانی اسکا بہتا ہی اور برف سے ٹھنڈا اور شہد سے
میٹھا ہی اور مقابلے مین دوزخیون کی ذلت اور خواری کے انکو فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ انکو اُس باغ مین تخت
ہین اونچے تاکہ کمال عزت سے اسپر بیٹھین اور مقابلے مین دوزخیون کی محنت اور رنج کے اور بخیل کھانے پینے کے
انکو وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ اور کوزے ترتیب سے چنے ہونگے انھین تختون پر یعنے جب کہ خواہش کھانے یا پینے کی
جیسے شراب اور دودھ اور شہد کی انکو ہوگی تو بن مانگے اٹھا کر پینگے اور کھاینگے اور اسباب کی حاجت
نہوگی کہ تختون سے اترین اور محنت کرین اور انکے فرش کے واسطے اُس بہشت مین وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ
اور مسند اور توشکین برابر بطور صف کے بچھی ہونگی تاکہ جس مسند اور توشک پہ چاہین لیٹین اور تکیے لگا دین
اور انکے مکانون مین وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ اور قالین ہونگے بکھرے پڑے تاکہ جس مکان مین جا بیٹھین

پہنچوادین پھر جب کہ حال دوزخیون اور بہشتیون کا تفصیل سے اس سورہ مین مذکور ہوا تو کافر بطور طعن اور ٹھٹھول کے کہتے تھے
کہ اس پیغمبر کے کلام مین تناقض پایا جاتا ہی کیون کہ دوزخیون کے رہنے کی جاگہہ اور کھانا اور پینا انکا اس طور سے بیان کرتا ہی
اور یہہ بھی کہتا ہی کہ اس عذاب شدید سے دوزخی مرینگے بھی نہین اور ابدالاباد تک زندہ رہینگے حالانکہ آدمی اور جانورونکو
اس قسم کے عذاب مین ایک لحظہ زندگی بسر لیجانا محال ہی اور بہشتیون کی تعریف مین کہتا ہی کہ اونچے اونچے تختون پر
بیٹھے ہونگے اور مشقت اور رنج کسی طرح کا نکو نہ پہنچیگا حالانکہ بار بار اترنا چڑھنا اونچے اونچے تختون سے یہہ بھی تو مشقت ہی
اور یہہ بھی کہتا ہی کہ وہان کوزے پانی اور شراب کے بھرے دھرے ہونگے اور مسند اور قالین بھی بچھے ہونگے حالانکہ
جو بیٹھنے کے تخت ہوتے ہین انمین اس قدر گنجایش کہان ہوتی ہی اور دوسرے یہہ کہ اگر وہ کوزے ڈھل جاوین تو
تمام فرش بھیگ جاوے اور قابل بیٹھنے کے نرہے حق تعالی نے انکے اس ٹھٹھول اور طعن کے جواب مین یہہ آیتین
بھیجی اور حاصل جواب کا یہہ ہی کہ نمونہ بہشتیون اور دوزخیون کا عالم مین موجود ہی اور صورت بھی بہشت اور دوزخ کی
نمودار ہی پھر کس واسطے بہشتیون اور دوزخیون کے احوال کا اور بہشت اور دوزخ کی صفتون کا انکار کرتے ہو اور
ان چیزون مین جو تمھارے سامنے موجود ہین کیون تامل نہین کرتے اور وہ چار چیزین ہین اول جانورون مین سے
تو اونٹ ہی دوسرا بسائط علویہ سے آسمان ہی تیسرا معادن مین سے پہاڑ ہین چوتھا بسائط سفلیہ سے زمین ہی
پس اول ذکر شتر کا فرماتے ہین أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ کیا نظر نہین کرتے اونٹون کی
طرف کہ کیسے پیدا کئے گئے ہین اور پیدایش مین انکے نمونے جنتیون کے اور دوزخیون کے دونون موجود ہین
ذات اور معاش مین اپنی مشابہت دوزخیون سے رکھتا ہی اور فوائد اور منفعتون مین مشابہت بہشتیون سے
لیکن مشابہت دوزخیون سے اپنی ذات اور معاش مین جو رکھتا ہی سو اسوجہت سے ہی کہ باوجود اس ڈیل ڈول کے
اس مرتبے کو ذلیل اور خوار ہی کہ ایک بچہ بلکہ چوہا اسکی مہار پکڑلے تو جہان چاہے وہان لئے پھرے اور جب
چاہے بٹھلا لے پھر لادکے جہان چاہے لیجاوے اور یہہ سب اسکے بھرپور خشوع کے سبب سے ہی کہ اسکی ناک چھید کے
نکیل ڈالتے ہین پس اسکے سبب سے ذلیل اور تابعدار ہو جاتا ہی اور اکثر اسکے رہنے کی جگہہ گرم اور ریگستان
ہوتی ہی کہ لوؤن کے چلنے سے اور آفتاب کی گرمی سے گویا کہ آگ ہو جاتی ہی اور مدتون تک یہہ جانور پیاسا
رہتا ہی اور اگر پانی میسر ہوتا ہی بالکل گرم کہ دھوپ کی شدت سے کاڑھا بن جاتا ہی اور خوراک اسکی

درخت خار دار اور کڑوے جیسے گوکھرو اور جواسا اور ضریع اور باوجود ان سب باتون کے حیات اور قوت اور طاقت بارکشی
اور اعمال شاقہ کی اور اترنا چڑھنا پہاڑون کا اور ذلت کھینچ پانی کی جو اسکو نصیب ہوتی ہی عشر عشر
اسکا کسی اور جانور کو نہین اور سر اگرفتاری سی رنج و بلا مین رہتا ہی اور مناسبت اسکی بہشتیون سے فائدون
اور منفعتون کی جہت سے ہی کہ اگر اسکی پیٹھ کو خیال کرین تو گویا ایک اونچا تخت چار ستون پر دھرا ہی پھر باوجود
اس بلندی کے کہ ہاتھ بھی آدمی کا اس تک نہین پہنچ سکتا جب چاہین بٹھلا کر سوار ہو جاوین جیسے جنت کے تخت
چنانچہ معالم التنزیل مین ذکر کیا ہی کہ بہشت کے تخت دور سے بلند نظر آوینگے پھر جب جنتی چاہینگے کہ انپر بیٹھین
تو وہ نیچے ہو جاوینگے پھر اونچے ہو جاوینگے اور اسکے چارون تھن گویا دودھ کے بھرے آبخورے تیار رکھے ہین
اور چشمے دودھ کے ان سے جاری ہین اور اسکے پشم سے نمدے اور قالین اور مخملی مسندین بناتے ہین
اور گوشت اسکا کھاتے ہین اور دودھ اسکا پیتے ہین اور اسکے بال سے پہننے اوڑھنے کے اسباب بناتے ہین
اور پیٹھ پر اسکے سوار ہوتے ہین اور جب اسکو لاد کر لیچلو تو گویا ایک کشتی ہی کہ اپنے پانون چلی جاتی ہی
اور اگر بغیر بوجھ کے لے چلو تو ایک پیک ہی کہ دوڑا جاتا ہی اور اگر اپنے اہل و عیال کے ساتھ اسپر سوار ہو جئے اور
تمام اسباب اور سامان گھر کا اسپر لاد دیجئے تو گویا ایک گھر کا گھر چلا جاتا ہی پس دنیا کے جانورون مین یہہ جانور
نہایت عجیب ہی لیکن رات دنکے باہم رہنے سے کچھ تعجب کی چیز معلوم نہین ہوتی ہی کہتے ہین کسی جانور مین یہہ خوبی نہین کہ
اگر اسکو لادین تو تمام اسباب گھر کا اٹھا لے اور اگر کہین بھیجنا منظور ہو تو تمام راستے دوڑتا چلا جاوے اور اتنی دور
جاتا ہی کہ کوئی جانور اسکے ساتھ نہین پہنچ سکتا ہی اور اگر اسکا دودھ دوہین تو سارے گھر کو کفایت کرتا ہی
اور اگر اسکو ذبح کرین تو اسکا گوشت ایک محلے کو کفایت کرتا ہی اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ الابل عز لاھلھا
والغنم برکۃ والخیل معقود بنواصیھا الخیر الی یوم القیمۃ یعنے اونٹ عزت کا سبب ہی گھر والون کی اور بکریان
برکت ہین اور گھوڑے کے ساتھ بہتری لگی ہوئی ہی دن قیامت تک اور باوجود اس ڈیل کے تو اونٹون کی قطار کو
ایک بچہ لئے پھرتا ہی اور صابر ایسا ہی کہ دس روز تک پیاسا رہتا ہی اور محنت اور مشقت مین قصور نہین کرتا اور
عجائبات سے اسکے ایک یہہ ہی کہ روبقبلہ چلتا ہی اور اگر بالون کو اسکے جلا کر خشک کرکے جاری خون پر رکھ دیجئے
تو بند ہو جاتا ہی دودھ اور پیشاب اسکا استسقی والون کو اور تلی اور بواسیر والون کو نہایت مفید ہی اور طبیب لوگ

اسباب کو خوب جانتے ہین لو اونٹ کی کلنی کو اگر عاشق کی آستین پر باندھ دین تو اسکا عشق جاتا رہے اور اونٹ
سب جانورون مین باغیرت مشہور ہی کہ اپنی ماہن پر دلستہ نہین ہوتا اور مستی کے وقتین آثار عشق کے اور ولولے
اور جوش جنون کے کہ اُسمین نظر آتے ہین نمونے سچے عاشقون کے ہین اس وقت کھانا پینا چھوڑ دیتا ہی اور قدیم عادت سے
تین حصے زیادہ بوجھ اُٹھاتا ہی اور خلقت مین اسکی درازی گردن کی عجائبات سے ہی نقل کرتے ہین کہ ایک
شخص نے کسی حکیم کے روبرو ذکر کیا کہ جانورون مین سے ایک جانور ہی کہ اسکو اونٹ کہتے ہین اسمین عجیب خاصیت ہی
کہ اسکو بٹھا کر من من بھر لاد دیتے ہین پھر وہ اپنے زور سے کھڑا ہو جاتا ہی اور یہہ خاصہ کسی اور جانور مین نہین ہی کہ لادنیکے
بعد کھڑا ہو جاوے اُس حکیم نے کہا کہ معلوم ہوتا ہی کہ اس جانور کی گردن دراز ہوگی کہ گردن کے زور سے کھڑا ہو جاتا
ہوگا اور اکثر اسکی خوراک اونچے اونچے درختون کے پتے ہین اگر اسکو ایسی لنبی گردن نہ ملتی تو بڑے درختون کے پتے کھانے
سے محروم رہتا اور یہین سے معلوم ہوا کہ ہاتھی کو اس مقام پر مذکور نفرمایا اس واسطے کہ ہاتھی مین نمونے دوزخ اور
جنت کے موجود نہین کیونکہ اول تو مکان اسکی بود و باش کا سرسبز اور آب دار ہوتا ہی اور اکثر خوراک اسکی
نیلے کے پتے ہین یا اور زراعتین اور کاروبار مین رنج و مشقت اٹھا نہین سکتا اور ذلیل اور مقہور بھی نہین ہی بلکہ سرکشی
اور تکبر حد سے زیادہ اسمین پایا جاتا ہی اور اکثر اوقات کمال عزت اور توقیر سے فیلخانون مین امرا اور سلاطین کے ہوتا ہی
اور اسکو گھاس کی جاے بر گنے کھلاتے ہین اور خوب تر تراتے ملیدون کا راتب پاتا ہی اسکو دوزخ کے جلے بھنے
بھوکے پیاسون سے کیا مناسبت دوسرے یہہ کہ یہہ جانور بے منفعت بھی ہی کہ نہ دودھ ہی نہ پشم اور نہ گوشت
اسکا لایق کھانے کے اور نہ ہر شخص ہر وقت اسپر سوار ہو سکے اور نہ ہر ایک کا تابعدار اور فرمانبردار ہی پس نمونہ بہشت کا
بھی نہین ہو سکتا اگرچہ ڈیل اسکا بڑا ہی تو کس کام کا کیونکہ یہان بیان لوہی مقصود کا ہی وَاِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ
رُفِعَتْ اور کیا نظر نہین کرتے آسمان کی طرف کہ کس قسم کا بلند کیا گیا ہی تاکہ بلندی کو بہشت کی اور وہان کے
تختون کی کچھ عجب نجانو اور آسمان باوجود اس بلندی کے بسبب حرکت دوری کے ہر جز اسکے اجزا کا دورہ مین رات
اور دن کے پست بھی ہو جاتا ہی اس طور سے کہ سر کی طرف سے قدمون کی طرف آجاتا ہی اور نیچا ہونا بہشت کے اونچے
تختون کا بہشتیون کے قدمون کے نیچے اس بلندی اور پستی سے سمجھ لیا چاہیے اور یہہ بھی سمجھا چاہیے کہ آسمان مین ستارے
کوزون کی طرح رکھے ہین اور اس حرکت دوری سے آسمان کی دو نارے اپنے مرکز سے جنبش نہین کرتے اور

اوندھے نہین ہوجاتے جیسے کہ کوزے بہشت کے پینے کی گرم و سرد چیزون سے بھرے دھرے ہین اسیطرح سے
کوزے آسمان کے رنگا رنگ شعاعون سے مثلاً زہرہ کی شعاع مروارید کی سی ہی اور مریخ کی شعاع سرخ اور
مشتری مین صرف سفیدی اور زحل مین گندلا پن اور سہیل گوئی اور کف الخضیب مین شعاع عباسی اور گرو اکثر مین شعاعین
ستارون کی مختلف اور گوناگون ہین پس جو سردی کہ چاند کے نور مین بھی ظاہر ہی اسیطرح سے حرارت آفتاب کی
اور خشکی زحل کی اور رطوبت زہرہ کی اور اسی قیاس پر اور ستارون کو سمجھا چاہیے اور یہہ بھی ہی کہ چشمہ آفتاب
اور مہتاب کا آسمان میں نمونہ ہین بہشت کی جاری نہرون کا کہ ایک سے شراب گلگون نہر دستہ فوارہ کی مانند جوش
مارتی ہی اور دوسرے سے دودھ سرد و تر نکلتا ہی اور جو تارے برجون اور منزلون مین بکھرے نظر آتے ہین
مانند مخمل کی مسندون کے اور رنگا رنگ قالیون کے ہین کہ بعضون کو برابر مانند صفون کے بچھا دیا ہی اور بعضون کو
مانند بکھرے ہوئے پھولون کے متفرق چھڑک دیا ہی پس آسمان دنیا مین نمونہ بہشت کا ہی اور وہان کے رہنے والے
کہ فرشتے ہین اپنے کامون سے جو عمدہ مقبول ہین نورانی چہرون کے ساتھ خوش اور خورم ہین اور وہان بغیر
تسبیح اور ذکر الٰہی کے بیہودہ بات نہین سنتے اور اگر اسی آسمان کو بہ نسبت شیاطین کے اور مطلوکون بنی آدم
اور بدبختون کے ملاحظہ کرین تو مانند دوزخ کے نظر آتا ہی کہ شیاطین اور بدکارون کی ارواح کو ہمیشہ مارنا
اور ہانکنا تارون سے برابر جاری ہی اور انکو کمال ذلت اور خواری وہان حاصل ہی جب جیسے شیطان
استراق سمع کو یعنی آسمان کے احوال جو فرشتے آپس مین ذکر کرتے ہین اُسکے سُننے کو جاتے ہین اور اُن پر آگ کے
انگارے اور گرز مارے جاتے ہین تو خوف سے ملک الموت کی پکڑ کے ناامید ہو کے وہان سے بھاگتے ہین تو
اور رنج بیہودہ اٹھاتے ہین اور آسمان کے دربانون کا غصہ اور آفتاب کی گرمی اور خدا کی عوض مین دربانون کی
مار دھاڑ اُنکے نصیب ہی یہ سب دوزخیون کی مشابہت ہی وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ اور کیا پہاڑون کی
طرف نہین دیکھتے ہین کہ کیسے کھڑے کیئے گئے ہین کہ ہرگز آندھیون سے اور مینھون کے برسنے سے اور پہونچانے لوگون کے
آفت سے گرتے نہین ہین نہ اوندھے ہوتے ہین اس طرح سے بہشت کے آبخورون کو سمجھ لینا چاہیے بلکہ اگر فکر کرے
تو پہاڑ بلندی اور خوش ہوا ہونے مین بہشت کی مانند ہین کہ بدبوئین اور موذی جانور زمین کے اور حرارت
بخارات وہان نہین پہنچتے ہین اور بیہودہ گوئی دنیا والون کی خصوصاً لڑائی جھگڑے ہرگز وہان سنے نہین جاتے

اور چشمے میٹھے پانی کے وہان جاری ہین اور اونچے اونچے پتھر صاف مانند تختون کے جا بجا دھرے اور خودرو درختون
ہو میوے لٹکتے ہین ہشکے کوزون کی مانند تیار رکھے ہین اور سبزہ رنگا رنگ مانند مسندون اور قالینون کے
بچھا ہی اور اگر کوئی اِنہی پہارون کو بہ نسبت بدبختون کم نصیبون کے کہ گرفتار مصیبت اور تباہی کے ہوکر
وہان پڑے ہین ملاحظہ کرے تو نمونہ دوزخ کا نظر آتا ہی کہ اُترنا چڑھنا وہان سے بالکل مشقت اور رنج ہی
اور وہان کی ناموافق آب و ہوا خصوصا پہار کے تلی کی جسکو ادل کہتے ہین دوزخ کے گرم چشمے کی مانند ہی اور
درخت کڑوے اور خار دار مانند ضریع اور زقوم کے ہین وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ اور کیا نہین
دیکھتے ہین زمین کو کہ کیسی بچھائی گئی ہی کسی جا پر برابر مصفا مسند کی طرح سے بچھی ہی اور کسی جلہ پر تختے
رنگا رنگ پھولون کے قائم مقام گھرے قالینون کے جھلک رہے ہین بلکہ یہی زمین ہی کہ بہ نسبت اغنیا اور امرا کے
حکم بہشت کا رکھتی ہی کہ کمال عزت اور تمکنت سے باغون اور سیرگاہون مین مکلف فرشون پر بیٹھے ہوتے
ہین اور کھانے پینے کی نعمتون کے برتن طرح طرح کے سامنے دھرے رہتے ہین اور چشمے زر و جواہر کے معدنون
اور خزانون سے جاری اور تخت بلند سنہرے روپہلے جڑاؤ بیٹھنے اور سواری کو موجود اور اگر اسی زمین کو
بہ نسبت محتاجون اور مفلسون کے خیال کرین خصوصا بہ نسبت اُن لوگون کے کہ گرم ملک ہین مین گرمی کے
موسم مین بے سامانی کے ساتھ پیادہ پا بے توقع منفعت کے سفر کی سرگردانی مین گرفتار ہین حکم دوزخ کا
رکھتی ہی کہ تمام اسباب رنج اور محنت کے موجود اور آرام اور راحت بالکل مفقود تب یہہ چارون چیزین
عاقلون کو بہشت اور دوزخ کے احوال دریافت کرنے کو کافی ہین اور ان چارون چیزون کو مثل کے
واسطے اس سبب سے اختیار کیا کہ اس کلام اعجاز نظام کے مخاطب اس ملک کے جنگلون کے رہنے والے
عرب تھے کہ جانور وہین اکثر اونٹ کو پالتے تھے اور اسکا دودھ بھی پیتے تھے اور گوشت بھی کھاتے تھے اور
اُسکے بالون کے کپڑے پہنتے تھے اور فرش فروش اور خیمے بھی بناتے تھے اور سفر مین اُسی پر سوار ہوتے تھے
اسی واسطے تجربہ والون نے کہا ہی کہ تمام کاروبار عرب کا موقوف اونٹ پر ہی اور اہل ایران کا خچر پر اور
اہل توران کا گھوڑے پر اور اہل ہند کا بیل پر اور جو اکثر جنگلون کے رہنے والے جانور بہت پالتے ہین تو پانی
اور چارہ کی طرف انکو احتیاج بہت ہوتی ہی اسی سے ہمیشہ نظر انکی آسمان کی طرف ہوتی ہی کہ کدھر

ہوا چلتی ہی اور کون سی ہوا سے مینہہ برستا ہی اور اکثر بنا کی جاے اور گزر گاہ اُنکی بڑے بڑے پہاڑ ہیں جب کوئی غنیم آتا یا زمین مین پانی اور گھاس کا قحط ہوتا تو بھاگ کر پہاڑون پر چلے جاتے تھے اور وہان فراغت سے گذران کرتے تھے چنانچہ کسی شاعر نے بطور فخر کے کہا ہی ۔ لنا جبل یحتلہ من نجیرہ منیع یرد الطرف وھو کلیل پھر احتیاج اس قسم کے لوگون کو بلکہ تمام بنی آدم کو بادشاہ سے فقیر تک طرف زمین کے ہوتی ہی کیونکہ محل گھاس اور چارہ کا اور مکان زراعت اور میوہ کا اور مقام سکونت اور عمارت کا اور زر اور جواہر کے معدنون کا ہی بس یہہ چارون چیزین ہمیشہ وہان کے رہنے والون کے خیال مین رہتی ہین اور مقصود مثال سے حاضر کرنا خیالیہ صورتون اور محسوسات کا ہی کہ ان صورتون سے کھوج معنون معقولہ کا ملے اور جو چیزکہ جلد خیال مین آوے مثال دینا ایسی چیز کی نہایت مفید ہی اور کمال بلاغت کا ایسی مثال کے بیان کرنے مین ہی اور محققون نے کہا ہی کہ قرآن مجید مین اپنے نعمتون کے یاد دلانے کے مقام پر ذکر دلیلون وحدت ذات کا اور کمال صفاتون خود مختاری کا بیان فرمایا ہی تاکہ حرص اور شہوت مین نہ جا پڑے اور دنیا کی زینتین مدنظر ہو جاوین والا یہہ غرض کہ اس تمثیل سے ہی بیفائدہ ہو جاوے اور لوگ بسبب ذکر کرنے خواہشون اور ریجھ کی چیزون کے اُسی خیال مین جا پڑین اور مقصود کو نہ پہنچین اسی طرح سے عجیب و غریب چیزین کہ بنی آدم کی صنعت کے سبب سے ظاہر ہوئی ہین اور بمو دیکری ہین وہ بھی قابل استدلال کے ہین کہ مبادا ان تمام عجائبات کو ارادے اور اختیار سے بنی آدم کے نصور حکمت اور قدرت اُنکی حوالہ کرین اور مطلب کو پہنچنے سے محروم رہین ناچار جو چیزکہ ہر شخص کو حاصل ہی اور ہرگز موجب طمع اور حرص کی نہین ہوسکتی اور حسن و جمال طبیعی رکھتی ہی اس کلام پاک مین ایسی چیز تمثیل کے واسطے جابجا اختیار کی ہی اسیواسطے کہین نہین فرمایا کہ نونہ کارخانون مین بادشاہون کے اور سامانون مین امر کے فکر کرو یا خوب صورت امردون کو یا حسین عورتون کو غور سے دیکھو اور یہان سے یعنے ان چیزون کے دیکھنے سے صانع کی حکمت کو دریافت کرو اور بعضے علما نے سطحت کی لفظ کو کہ زمین کے حق مین وارد ہوئی ہی استدلال اسبات کا گردانا ہی کہ زمین کی شکل گروی نہین لیکن یہہ استدلال نہایت ضعیف ہی کیونکہ زمین حقیقت مین شکل کروی رکھتی ہی لیکن بسبب بڑے پن کے معلوم نہین ہوتی اور بسبب دریافت ہونے بلندی اور پستی اسکے اجزاے مثلاً صفحہ یعنے

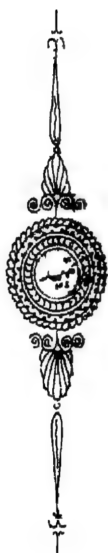
بیچ پہاڑ کے ... [illegible]

زمین کی شکل گول ہی

باہم چسپیدگی سے سطح معلوم ہوتی ہی اور کلام وہم اور خیال والون سے ہی کہ کرویت اس قدر بڑے جسم کی دریافت نہین
کرسکتے اور جب کہ کافرون کے طعن اور استبعاد کے جواب سے کہ حق مین بہشت اور دوزخ کے اور احوال مین بہشتیون
اور دوزخیون کے کرتے تھے فارغ ہوئے تو گویا مقام اسباب کا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال عناد اور سرکشی
ان کافرون کی دیکھ کر ایسا نہو کہ پند ونصیحت کرنا موقوف کرین اور اس تمام وعظ اور نصیحت کو بیفائدہ سمجھین
اسواسطے تا ابد اس امر کی منظور ہوئی اور تسلی آپ کی خاطر مبارک کی ضرور ہری تو ارشاد فرماتے ہین فَذَكِّرْ
إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ پس نصیحت کر نہین ہی تو مگر نصیحت کرنیوالا یعنے جوان چارون چیزون کو کہ نزدیک
ہر ادنی اور اعلی کے انہین سے حاضر اور موجود ہین مانند آخرت کے کامون کے معلوم کیا تو نے اور دلیل قوی بہشت
اور دوزخ کے احوال پر باقی تو انکے طعن اور استبعاد کے لفظون سے کہ سوا جھگڑے کے کچھ اور نہین ہی تنگدل نہو
اور اپنا کام کہ تذکیر اور پند ہی کرتا رہ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ نہین ہی تو انپر اتالیق اور داروغہ کہ ہرگز
انکو حق کی راہ سے بے راہ نہونے دے اور دلون مین انکے حق بات کو زور سے ڈالدے کیونکہ یہہ کام مقلب
القلوب کا اور دلون کے مالک کا ہی بشر کا مقدور نہین إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ یعنے سبکو بار بار نصیحت اور
پند کر مگر اس شخص کو کہ جسنے منہہ پھیرا تیری نصیحت سے اور کفر اختیار کیا اور انکار تیری رسالت کا کیا اسکو بار بار
نصیحت کرنا تجھپر فرض نہین ایک بار پہنچا دینا احکام الہی کا اور عذاب سرمدی سے ڈرا دینا ضرور تھا سو اس سے تو
فارغ ہو چکا اب معاملہ اسکا خدا سے ہی فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ پس عذاب کریگا اسکو
اللہ تعالی وہ عذاب کہ بہت بڑا ہی دوسرے گنہگارون کے عذاب سے جنھون نے کفر نہین کیا اور اسلام سے
منہہ نہین پھیرا کیونکہ وہ سدا کا عذاب ہی اور ایمان دار ہر چند کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہون اور بے توبہ
مرین تو بھی اس عذاب دردناک سے یعنے ہمیشگی کے عذاب سے محفوظ رہین گے اور اگر یہہ کافر عناد کرنیوالے عذاب
کرنے مین اللہ تعالی کے کہ دریافت سے انکے حواس کی غائب ہی یعنے بشر کی عقل اسکو دریافت نہین کرسکتی
اور سوا بنی آدم کے مار دھاڑ کے اور عذاب کو نہین جانتے تردد کرین تو بیجا ہی کیونکہ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ
مقرر ہماری ہی طرف ہی پھر آنا انکا کہ بعد مرنے کے روح ہر شخص کی دریافت سے حواس کی غائب ہو جاتی ہی
اور عالم غیب کو پہنچتی ہی پس ناچار سب کو ایک عالم کی طرف کہ مالک اس عالم کا سوا جناب باری کے کوئی نہین

جاتا ہی

جانا ہی ثُمَّ اِنَّ عَلَینَا حِسَابَهُم پھر تحقیق ہمارے ہی اوپر ہی حساب انکے گناہ صغیرہ اور کبیرہ اور انواع
کفر اور عناد کا کہ موافق انکے جزا اور سزا دوینگے پھر جو شخص کہ روگردانی اور کفر مین سخت ہی اور زیادہ تکلیف اور
عذاب بھی اُسپر زیادہ ہی والعیاذ باللّٰہ منه پس ان الینا ایابهم کی آیت مین اشارہ برزخ کے احوال کی
طرف ہی کہ بعد موت کے بلا فاصلہ روبرو آنیوالا ہی اور آیت ثم ان علینا حسابهم کی اشارہ ہی قیامت کے دنکے
معاملے کی طرف کہ بعد مدت دراز کے ظاہر ہوگا اور اسیواسطے کلمۂ ثمّ کا کہ دلالت تراخی اور مہلت دراز پر
کرتا ہی سرے پر اس آیت کے وارد فرمایا ہی



سورۃ الفجر

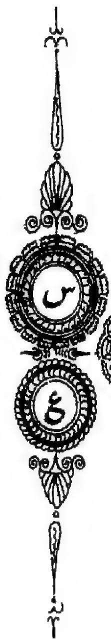
یہہ سورت مکی ہی اِسمین تیس^۳۰ آیتین اور ایک سو سینتیس^۱۳۷ کلمے اور پانچ سو ستانوے^۵۹۷ حرف ہین اور اسکے ربط کی
هل اتاك سے یہہ ہی کہ اُس سورہ مین بھی قیامت اور بہشت اور دوزخ اور ثواب اور عذاب کا ذکر ہی اور
آدمیون کے دو قسم ہو جانے کا بہشتی اور دوزخی اور ظاہر ہونا برائی اور بھلائی کی نشانیون کا چہرون پر
اور اس سورہ مین بھی اسی مضمون کا بیان ہی اور اُس سورہ مین لسعیها راضیة بھلائی والون کے حق مین فرمایا
ہی اور اِس سورہ مین راضیة مرضیة اور اُس سورہ مین فیعذبه الله العذاب الاکبر کافرون کے حق مین
ارشاد ہوا ہی اور اس سورہ مین فیومئذ لا یعذب عذابه احد ارشاد ہوا اور یے دونون مضمون
آپسمین قریب ہین اور نازل ہونا اس سورہ کا دفع کرنے کو ایک شبہے کے ہوا ہی جو اکثر ملحدون اور زندیقون کے
خیال مین گذرتا ہی اور اِس شبہے پر مقابلہ انبیاؤن اور واعظون سے کرتے ہین اور حاصل اس شبہے کا
یہہ ہی کہ حق تعالیٰ کو بندون کے نہ گناہ کی پرواہی نہ نیکی کی اور یہہ جو انبیا اور واعظ کہتے ہین کہ دنیا کی پیدایش کے
بعد از سرنو ایک اور عالم پیدا ہوگا کہ حشر اور نشر اور سوال اور جواب اور بدلا دینا اسمین ہوگا سو اسبات کی
کچھہ اصل نہین ہی کہ اللہ تعالیٰ بنی آدم کے سب برے بھلے کامون سے خبردار رہے اور ہر شخص کو اُسکے کام کی سزا
اور جزا دینے پر بھی قادر ہی اگر طاعتون سے خوش ہوتا اور گناہون سے ناخوش تو کس واسطے نیکون کو نعمتون سے
نوازش نہین کرتا اور بدکارون کو گناہون کے بدلے عذاب مین گرفتار نہین کرتا بس تاخیر کرنا جزا دینے مین

اور انتظار کرنا قیامت کے دن کا یا تو اسواسطے ہی کہ اب اسکو آدمیون کی نیکی بدی کا مونپر اطلاع نہین ہی یا اس سبب سے ہی کہ اس وقت بدلا لینے کی طاقت نہین رکھتا اور یہ دونون باتین اُسکی ذات پاک کی طرف متصور نہین ہو سکتی ہین بس معلوم ہوا کہ بدلا نیک اور بد کا اسکو منظور نہین ہی اور جو کچھ کرتا ہی سو اسی دنیا مین کرتا ہی مگر بے پروائی کے طور سے کسی کو دولت دنیا حشمت دیکر معزز اور مکرم کر دیتا ہی اور کسی کو دکھ درد محنت مشقت مین ڈال کے ذلیل کرتا ہی سو جواب اس شبہہ کا یہہ ہی کہ حق تعالی باوجود اپنے کمال علم اور قدرت کے حکیم مطلق بھی ہی اور حکمت اُسکی چاہتی ہی کہ ہر شخص کی سزا اور جزا پہنچانے کے واسطے قیامت کا انتظار کیا چاہئے اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ آدمی کے تین حال ہین اول تو دنیا کا حال کہ اسمین طرح طرح کی حاجتون میں گرفتار ہی اور قسم قسم کے علاقے قرابت اور دوستی اور ہمسایگی کہ مخلوق سے رکھتا ہی اور مکلف طاعت اور بندگی کا بھی ہی اور مشغول ہی آخرت کا توشہ حاصل کرنے مین اور اپنی اصل پونجی کے بڑھانے مین نفعون اور فائدون سے دوسرا حال برزخ کا ہی کہ مرنے کے بعد وہان رہتا ہی اور ان شغلون سے فارغ ہوتا ہی لیکن جو کچھ کہ بھائی بند یار آشنا شاگرد مرید اپنی طرف سے یا اُسکے کہنے سے اسکے واسطے دنیا مین کرتے ہین اسکا ثواب اسکو ملتا ہی اور اسکے نامہ اعمال مین لکھا جاتا ہی تو گویا کہ ابھی وہ خود دار العمل یعنے دنیا مین ہی اور یہہ بھی ہی کہ برزخ مین جمع ہونا حق دارون کا کہ دنیا مین اُن سے طرح طرح کے معاملے نیکی اور بدی کے کئے تھے ممکن نہین اس واسطے کہ ہر شخص کی موت اپنے وقت پر مقرر ہی پھر انفصال کرنا معاملون کا بغیر حاضر ہونے حقداروں کے خلاف ہی عدالت کے تیسرا حال آخرت کا کہ ہرگز کسی طرح کا عمل اور کسی طرح کا شغل وہان نہوگا اور بنی نوع اور اُسکے تابعدار اور آشنا سب وہان حاضر ہونگے اور جو کچھ کہ اُسنے خود کیا تھا یا دوسرون نے اسکے واسطے اسکے کہنے سُننے سے کیا تھا سب اسکو پہنچ چکا اور جمع ہوگیا اب آیندہ کو کسی اور چیز کے آنیکی امید بسبب منقطع ہونے نوع انسانی کے نرہی بس حکمت ہرگز اسبات کو تقاضا نہین کرتی ہی کہ اسکو دنیا کے حال مین سزا دی جاوے اس واسطے کہ وہ ابھی کام مین مشغول ہی اور اسکے عمر کی مدت کہ اُسکی پونجی کے قایم مقام ہی ہنوز بالکل اُسکے ہاتھ مین نہین آئی ہی اور اپنی گذری ہوئی عمر کے جمع خرچ کو برابر نہین کیا ہی اگر اسکو اس حالت مین جزا اور سزا مین گرفتار کرین تو وہ جواب مین البتہ کہیگا کہ ابھی مجھکو فرصت دینا چاہئے کہ مین اپنی عمر پوری کرلون اور جو جو تقصیرین

ف شبہ اسکی حکمت [illegible] بیان

کہ مجھسے

کہ مجھسے ابتدا سے جوانی مین او ناتجربہ گی مین ہوگئی ہین انکا بدلا آخر عمر مین ادا کرون اور تجارون کا بھی یہی معمول ہی کہ جب کسی کا شتہ کو تجارت کے واسطے کسی طرف بھیجتے ہین تو اسکو مہلت دیتے ہین کہ چند مدت اپنی راے کے موافق لین دین کیے اور اگر ایک معاملے مین کچھ کھو بیٹھا اور نقصان کیا تو بھی نہین بولتے کہ شاید دوسرے سودے مین کما لیگا اسیطرح سے عالم برزخ مین بھی جزا دینا حکمت کے خلاف ہی اسواسطے کہ ابھی نیکیان اور نتیجے آدمی کے عملون کے اسکے بنی نوع کے باقی رہنے کے سبب اسکو چلے آتے ہین بس گویا کہ ابھی جمع خرچ اسکا برابر نہین ہوا اور حق کے لینے دینے والے بھی ابھی جمع نہین ہوئے ہین کہ معلوم ہووے کہ اسکا حق کسپر ہی اور اسپر کسکا حق ہی اور کونسا حقدار اپنا حق معاف کرتا ہی اور کونسا طلب کرتا ہی بس چار ونا چار بدلا لینے کے واسطے قائم ہونا آخرت کا مقرر ہوا اور اس وقت کے آنے تک حق تعالی بندون کے خیر و شر کے اعمالون کو دیکھتا ہی سو یہ ہرگز غفلت نہین ہی اور ان ربک لبالمرصاد کے یہی معنے ہیں اور اسی مضمون کو اس سورے مین کئی قسمون کے ساتھ تاکید سے ارشاد کیا ہی اور اس سورے کا نام سورۃ الفجر اسواسطے رکھا ہی کہ اول قسم فجر کی کھائی ہی اور فجر کمال مشابہت رکھتی ہی قیامت کے دن سے کہ تمام رات لوگ اسکے آنے کا انتظار کرتے ہین اور جب فجر ہوتی ہی تو گویا ایسا ہوتا ہی کہ مرنے کے بعد پھر جی اٹھے اور بازار اور رستے اور دربار لوگون سے بھر جاتے ہین اور جن کامون کے انتظار مین تمام شب گذاری تھی وہ کام سرانجام کو پہنچے اور جو ان قسمون مین بیان ہی انتظار کرنے کا کامون کے واسطے کہ یہ ہر انسان کی عادت ہی اور فجر اسباب کے ثابت کرنیکی اول دلیل ہی تو اس سورے کو اس نام سے موسوم کیا۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْفَجْرِ قسم کھاتا ہون مین فجر کے وقت کی کہ اکثر لوگ اپنے کام کاج کرنے کے واسطے اسکا انتظار کرتے ہین اور با وجود کام کی ضرورت کے فجر کے آنے کے واسطے تاخیر کرتے ہین پرند جانور اپنے گھوسلون مین روزی کی تلاش کے واسطے بھوکھ پیاسے اسکے انتظار کرتے ہین اور چرنے والے جانور بھی چرنے جانے کو اسکے منتظر رہتے ہین اور درباری لوگ اپنی عرض اور معروض کے واسطے اور محلے والے اپنے جھگڑے قصے فیصلہ کرنے کو اور اہل حرفہ اور

بازاری لوگ اپنے کاروبار کے واسطے اور کھیتی کرنے والے جوتنے بونے کو اور مسافر چلنے کے لیئے اسکے منتظر رہتے ہین اور
جو کام کہ روشنی اور اُجالے سے متعلق ہین وہ سب فجر کے ہونے پر موقوف ہین اور بعضی فجرون کو اور بھی زیادہ خصوصیتین
ہین کہ بہت سی مخلوق اپنا اوقات اُسکے انتظار مین کاٹتی ہی جیسے عرفہ کے اور نحر کے روز کی فجر حاجیون کے واسطے
کہ تمام سال اس دن کی آرزو مین گذارتے ہین اور مہینون اور برسون کی راہ سے چلکر اس دن کے واسطے اس متبرک
مکان مین اپنے تئین پہنچاتے ہین اور صبح کی نماز بھی اسیوقت مین ہی اور جو فرشتے کہ بندون کی محافظت کے واسطے
مقرر ہین وے صبح اور شام اپنی اپنی باری سے آتے جاتے ہین اُسوقت وے دونون چوکیان آنے اور جانے کی جمع
ہوتی ہین اور اُسوقت کی نماز کا انتظار کرتی ہین اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ من صلی صلوة الفجر فهو فی
ذمة الله یعنے جس شخص نے پڑھی نماز فجر کی تو اُس دن اللہ کے ذمے مین داخل ہوا اور سورۂ اسری مین واقع
ہوا ہی ان قرآن الفجر کان مشهودا یعنے فجر کی قرأت حضور مین ہوتی ہی اور حدیث شریف مین اسکی
تفسیر فرمائی ہی کہ رات اور دن کے فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہین اور انکی حضوری کے سبب سے زیادتی برکات
اور انوار کی ہوتی ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ جو کچھ انتظار مخلوق کو اپنے کاروبار مین فجر کے آنے کا ہوتا ہی سو
ظاہر ہی کہ دردمند تمام رات اس امید پر دُکھ درد سے گذارتے ہین کہ صبح کو طبیب کے پاس جاکر اپنا حال بیان کرینگے اور
اسکی دوا پوچھینگے اور فقیر اور مسکین تمام رات بھوکے پیٹ سے گذارتے ہین اس توقع پر کہ صبح کو امیرون دنیادارون کے
دروازون پر جاکر کچھ مانگ لاوینگے اور اپنے بچے بالون کے ساتھ اوقات بسری کرینگے اسیطرح سارے بنی آدم
اپنی حاجتون کو صبح کے نکلنے پر موقوف رکھتے ہین بس دیر کرنا کامون مین باوجود ضرورت اور قدرت کے
ایک وقت کے انتظار کے واسطے کہ حکمت الٰہی نے اُس وقت کو اُس کام کے واسطے مقرر کیا ہی انسان کی
عادت ہی تو اسی قیاس پر جزا کے مقدمے کی تاخیر کو قیامت کے آنے کے انتظار پر سمجھ لیا چاہیئے ولیال
عشر اور قسم کھاتا ہون مین اُن دس راتون کی کہ بہت بزرگ اور متبرک ہین کہ لوگ تمام سال انکے آنیکے
انتظار مین گذارتے ہین اور کاروبار کو انکے آنے پر موقوف رکھتے ہین اور وہ دس راتین تین قسم پر ہین اول تو
دس راتین ذی حجہ کے مہینے کے اول کی کہ سب حاجی لوگ اطراف و جوانب سے اُن دس راتون مین مکہ معظمہ کے
شہر مین یا اُسکے گرد و نواح مین حج و طواف کے بجا لانے کو جمع ہوتے ہین اور ہسند اجمع ہونے کی شب

اول سے

شب اوا سے ہوتی ہی اور انتہا اسکی دسوین رات کو ہوتی ہی اور حدیث شریف آیا ہی کہ دنون مین سے
کوئی دن اس مرتبے کا نہین جیسا کہ اسمین عمل صالح بہتر اور افضل ہو ذی حجہ کے دس دنون سے کہ ہر روزہ ان
دس روز کے روزون مین سے ایک برس کے روزون کی برابر ہی ثواب مین اور عبادت ہر رات کی ان راتون مین سے
شب قدر کی عبادت سے دس گنی ہی دوسرا رمضان مبارک کے آخر کا دہاکہ کہ عابد لوگ اعتکاف کی
سنت ادا کرنے کو اور لیلۃ القدر کے برکات حاصل کرنے کو تمام سال اُسکے انتظار مین کاٹتے ہین اور حدیث
شریف مین وارد ہی کہ جب یہہ دہاکہ داخل ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چھوڑ کر کمر چست باندھ کے مسجد مین
اعتکاف بیٹھتے تھے اور اپنے اہل و عیال کو شب بیداری مین اپنے ساتھ شریک رکھتے تھے اور محنت اور کوشش
بڑے دور جیلی کرتے تھے تیسرا محرم کے اول کا دہاکہ کہ شہداء کربلا کی کربت اور غربت کے دن ہین اور صبر
اور رنج کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین کھینچا ہی اسکا ثواب انکی ارواح مقدس پر اس دہے مین نازل ہوتا ہی اور بدعتی
لوگ جہالت کی راہ سے قائم کرنے کو رسومات غم اور الم کے جیسے سینہ زنی اور کتاب خوانی اور تصویر
سازی اور نوبت نوازی کے واسطے تمام سال انتظار اُس دہے کا کرتے ہین اور بعضے مفسرون نے
ان دس راتون کو تمام سال مین سے متفرق لیا ہی کہتے ہین کہ پانچ راتین طاق رمضان مبارک کے آخر دہے کی
کہ انمین مظنہ لیلۃ القدر کی برکات کا ہی اور ایک رات عید الفطر کی اور ایک عرفے کی اور ایک عید النحر کی
اور ایک معراج کی رات یعنے ستائیسوین رجب کی اور ایک شب برات کی مراد ہین واللہ اعلم اور اس جاے پر
سمجھ لیا چاہئے کہ ہر قسم کو اس سورے مین معرف باللام لائے ہین اور لیال عشر کو منکر فرمایا ہی وجہ اسکی یہہ ہی کہ
ان دس راتون کی تعظیم کا سبب پوشیدہ تھا اسواسطے نکرہ لائے تاکہ یہہ تنکیر ان دس راتون کی تعظیم پر دلالت
کرے برخلاف دوسری قسمون کے کہ انکی عظمت کی وجہ ظاہر اور باہر ہی اور یہہ بھی ہی کہ لیال عشر کا
احتمال چار طور پر ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہی واسطے فائدہ ابہام اور شیوع کے انکو نکرہ فرمایا ہی تاکہ سب احتمالونکی
گنجایش ہو سکے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ اور قسم ہی جفت اور طاق کی کہ شامل اور محیط ہی تمام عددونکو
اسواسطے کہ کوئی عدد ان دو قسمون سے باہر نہین ہو سکتا اور تمام معدودات کو بلکہ جمیع موجودات کو شامل
ہی اور انسان کو جیسے وقت کا انتظار کرنا اپنے کاروبار کے واسطے جبلی اور پیدایشی ہی اسیطرح سے

ف معراج کی تاریخ

جفت اور طاق عدد دونکا بھی اپنے معاملات اولین دین مین جبلی اور پیدائشی ہی جیسے کہ حاملہ کو وضع حمل مین
نو مہینے کا انتظار کھینچنا چاہئے کہ طاق ہی آور بچے کے دودھ چھڑانے مین دو برس کا انتظار کرنا چاہیے کہ جفت ہی آور
مکتب مین بٹھالنے کو لڑکے کے انتظار چار برس کا اور نماز کے سکھانے کے واسطے سات برس کا اور روزہ کی
تعلیم کے واسطے دس برس کا اور بلوغ اور نکاح کے واسطے پندرہ برس کا انتظار چاہئے کرنا اور اسیطرح سے
مہینے کی تاریخون مین کاروبار کے واسطے جفت اور طاق کا انتظار کرتے ہین اور شمسی سال کے پورا کرنے کو انتظار بارہ
برجون کا اور قمری سال کے واسطے انتظار بارہ مہینون کا کرتے ہین آور ہفتہ پورا کرنے کو انتظار سات روز کا آور
تمام کرنے مین مہینے کے انتظار تیس یا انتیس روز کا آور دوگانہ اور چہارگانہ نماز دن مین ابتدائے تکبیر سے
سلام پھیرنے تک انتظار دو یا چار رکعت کا ہوتا ہی اور سہ گانی نماز مین انتظار تین رکعت کا کرتے ہین اور
ایسی طرح سے تمام امور شرعیہ اور عرفیہ مین انتظار جفت اور طاق کا معمول اور مروج ہی آور بعضے مفسرون نے
کہا ہی کہ مراد جفت سے خلق ہی اسواسطے کہ ہر چیز کو مخلوقات کی دوسری چیز کے ساتھ ذکر کرتے ہین اور شریک کر دیتے ہین جیسے
آسمان اور زمین دن اور رات اندھیرا اور اُجالا نر اور مادہ آور مراد طاق سے حضرت حق کی ذات پاک ہی
کہ کوئی چیز اُسکے برابر نہین آور بعضون نے کہا ہی کہ مراد شفع سے خلق کی صفات ہین کہ تناقض اور
اضداد سے ملے ہوئی ہین جیسے علم اور جہل اور قدرت اور عجز اور حیات اور موت اور عزت اور ذلت اور
قوت اور ضعف آور وتر سے مراد صفات حق کے ہین کہ وجود ہی بے عدم اور قدرت ہی بغیر عجز کے اور علم ہی
بغیر جہل کے اور حیات ہی بغیر موت کے اور عزت ہی بغیر ذلت کے اور قوت ہی بغیر ضعف کے آور بعضے مفسرون نے
کہا ہی کہ شفع سے مراد دوگانی نماز اور وتر سے مراد سہ گانی نماز ہی آور یہہ تفسیر عمران ابن حصین کی روایت
ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آور بعضون نے کہا ہی کہ مراد جفت سے جنت کے درجے اور آٹھ دروازے
ہین اور طاق سے مراد دوزخ کے ساتون طبقے اور اسکے دروازے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ جفت
بارہ برج ہین اور طاق سات ستارے سیار کہ اُنکے پھرنے سے اُن برجون مین طرح طرح کی وضعین
اور قسم قسم کی تغییرین عالم مین نمودار ہوتی ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد جفت سے وہ چاند ہی کہ پورے
تیس روز مین نکلتا ہی اور طاق سے مراد وہ چاند ہی کہ اُنتیس روز مین نمود ہوتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ

مراد جفت سے

مراد جفت سے دو سجدے ہیں ہر رکعت مین اور مراد طاق سے ایک رکوع ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد جفت سے
وہ بارہ چشمے ہین کہ موسی علیہ السلام کے لاٹھی کے مارنے سے ایک پتھر مین سے جاری ہوتے تھے اور مراد طاق سے
وہ دونون معجزے ہین کہ فرعون کے مقابلے مین ظاہر کئے تھے اور قرآن مجید مین بھی اشارہ ہی ولقد اٰتینا
موسیٰ تسع اٰیات بینات اور ابو سعید خدری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہی کہ مراد جفت
سے عید قربان کا روز ہی کہ دسوین ذی حجہ کی ہی اور طاق سے مراد عرفہ کا روز ہی کہ نوین ذی حجہ کی ہی اور
یہہ تفسیر لیال عشر سے بہت مناسبت رکھتی ہی وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ اور قسم کھاتا ہون مین رات کی جس وقت
کہ اسکی اندھیری سرایت کرتی ہی عالم مین کہ وہ وقت بھی ان لوگون کے انتظار کا ہی کہ جنکا کاروبار پردہ پوشی
سے علاقہ رکھتا ہی خواہ نیک ہو خواہ بد جیسے عبادت شب بیدارون کی اور عقد نکاح اور چورونکی چوری کرنا اور
ناچنے والون کا ناچنا اور عیاشون کا عیش کرنا اور جادوگرونکا جادو کرنا اور طلسم کرنا شعبدہ بازون کا اور
تماشا کرنا پتلیون کا پس ان پانچ قسمون سے ثابت ہوا کہ انتظار وقت اور مدت کا باوجود جمع ہونے اسباب
اور ارادون اور خواہشون کے کرتے ہین اور یہہ از روی حکمت کے انسان کی جبلت کی موافق ہی کہ ہر نیک اور
بد کام مین وقت کی رعایت کرتے ہین اور صاحب عقل کو تھوڑی سی فکر کرنے سے ان چیزون مین معلوم ہو جاتا ہی
کہ جزا کی تاخیر کرنے مین قیامت کے روز کیا کیا حکمتین اور فائدے ہین اور اسی واسطے ارشاد ہوتا ہی هَلْ فِیْ ذٰلِكَ
قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ کیا ہی ان چیزون مین جو بیان ہوئین کوئی قسم کہ کفایت کرے عقل والے کو گویا ہر قسم ان پانچ
قسمون سے عقل والے کو ثابت کرنے مین اسباب کے کافی ہی کہ حق تعالیٰ قیامت کے وقت کا منتظر ہی ہر نیک و بد کے
جزا اور سزا دینے کو اور اگر کم فہمون کو کچھ تعجب آتا ہو تو شاید اسبات پر آتا ہو کہ اس روز اگلے پچھلے سب
جمع ہونگے اور ایک دم مین ہر ہر شخص کو جزا اور سزا دینا ایک مشکل امر ہی کیونکہ اگر ساری حشر کی مخلوق اکٹھی
کھڑی ہون اور مقابلے پر آجاوین تو اس وقت سزا دینا انکو ہرگز ممکن ہو سکے اسی واسطے بادشاہون نے انبوہ
کثیر کے تنبیہ دینے سے حکمت کی رو سے کنارہ کیا ہی اور حیلون اور تدبیرون سے اول انکی جمعیت کو بکھیر دیا ہی
جب انکا زور کم ہو گیا ہی تب حسب دلخواہ جو منظور رہا ہی سو کیا ہی پس اگر کارخانہ مجازات کا بھی ہر ایک گنہگار پر
جدا جدا جاری کیا جاتا تو اس اندیشے کا کھٹکا ہوتا سو حق تعالیٰ نے درمیان مین ان قسمون کے کہ مذکور ہوئین

اور اُس مضمون کے جسپر قسمین کھائی ہین کہ ان ربك لبالمرصاد یہی بطور جملہ معترضہ کے بیچ مین اپنے مجازات کے
جو دنیا مین واقع ہوئی ہین کہ آئین بری بری مخلوقون کو جو نہایت قوت اور شوکت رکھتے تھے ادنی اسباب سے
ہلاک کے نیست اور نابود کر دیا پس اسکی قدرت کے آگے بری مخلوقون زور آور کو سزا دینا کچھ مشکل نہ سمجھا چاہیے
اور حق تعالے کی قدرت کو ذوی الاقتدار پادشاہون کی قدرت پر قیاس نچاہیے کرنا کیونکہ اُنسے کچھ نسبت نہین رکھتی
ہین اور اس مقام پر تین قصون کے اختیار کرنے کی وجہ یہہ ہی کہ اگر ایک کام خلاف قیاس کسی سے ایک
بار وقوع مین آوے تو لوگ اسکو اتفاقات سے سمجھتے ہین اور جو مکرر سہ کرر واقع ہووے تو معلوم کر جاتے
ہین کہ یہہ کام اس شخص کے روبرو نہایت آسان اور سبک ہی اور یسر اصل مین یسری تھا یا کو حذف
کر دیا اور کسرے کو اُسپر دلیل رکھا کہتے ہین کہ ایک شخص نے اخفش نحوی سے اس یے کے ساقط کرنیکی وجہ پوچھی اخفش نے
کہا کہ جب تک کہ برس بھر میری خدمت نہ کریگا تب تک مین تجھکو اُسکے اسقاط کی وجہ نہ سکھاونگا پھر
ایک برس کی خدمت کے بعد یون بیان کیا کہ یسری مشتق سری سے ہی کہ شب روی کے معنے مین ہی اور شب روی
رات کے چلنے والون کی صفت ہی رات کی صفت نہین لیکن مجاز کے طور پر رات کی صفت کر دیا ہی اسواسطے
کہ وقت شب روی کا ہی اور عرب کی اصطلاح مین اسنا و فعل کی طرف زمان اور مکان کے بطور مجاز کے بہت
مستعمل ہی چنانچہ کہا کرتے ہین لیلہٗ قائمٌ ونہارہٗ صائمٌ اور جو معنے مین یسری کے تغیر واقع ہوا تو چاہا کہ اسکے
لفظ مین بھی تغیر کرین کہ لفظ مطابق معنے کے ہو جاوے یہہ ہی جو کچھ کہ اخفش سے اسباب مین منقول
ہی لیکن یہہ بات موقوف ہی دو مقدمون پر ایک تو یہہ کہ یسری سری سے مشتق ہی سو یہہ لازم
نہین بلکہ ظاہر یہہ بات ہی کہ مشتق سرایت سے ہی کہ مطابق واللیل اذا سجی اور واللیل اذا یغشی کے ہو جاوے
دوسرے یہہ کہ اگر مشتق سرا سے ہووے تو صفت رات کے چلنے والون کی ہو نہ رات کی صفت اور یہہ بھی کچھ
لازم نہین ہی بلکہ ظاہر یہہ بات ہی کہ شب روی کے معنے چھوڑ کر مطلق چلنا مراد ہو چنانچہ واللیل اذا ادبر مین ہی
یا شب روی استعارہ ہی رات کے چلنے سے اسواسطے کہ رات کا چلنا اور چلنا رات مین دونون مناسب
ہین آپسمین یعنے مطلب دونون کا ایک ہی بلکہ اگر خوب غور اور تامل کرکے دیکھیے تو شب روی یعنے چلنا رات کا
بھی صفت رات کی ہو سکتا ہی اسواسطے کہ حقیقت مین رات نام ہی زمین کے سایے کے عکس کا کہ

آفتاب کے

آفتاب کے مقابلے مین حرکت کرتا ہی اور بسبب منطبق ہونے اس علکے کے قاعدے کی کسی قدر آفاق شب سے وہ افق آتا ہی اور وہ مخروط ہیئتہ حرکت مین ہی لیکن بہ نسبت ہر افق کے حرکت اسکی رات کو ساتھ اس افق کے ہوتی ہی تو اولی یہی ہی کہ وجہ اسکے ساقط ہونے کی ساتھ رعایت مشابہت پہلی آیتون کے ہی سوا اُسکے
اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ کیا نہین دیکھا تونے کیا کیا میرے پروردگار نے اور دیکھنا یہان پرجانسے کے معنو مین ہی اسواسطے کہ یہہ قصہ اس قدر معروف اور مشہور تھا کہ جاننا اسکا گویا دیکھنا ہی اور لفظ رب کا اس تمام سورے مین اور دوسرے سورون مین ذات پاک کے نام کی جاے پر مستعمل ہوا ہی اور اس لفظ کے اختیار کرنیکی وجہ اس مقام پر اور دوسرے مقامون پر یہہ ہی کہ ربوبیت کہ متوجہ اس پیغمبر جلیل القدر کی طرف ہی جامع ہی اور ربوبیت جامع عدل و انصاف قائم کرنا چاہتی ہی اور عدل و انصاف چاہتا ہی بے انصاف اور سرکشوں کی ہلاکت اور تباہی کو بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ عاد کے فرقے سے کہ ارم کے رہنے والے تھے اور وہ ارم بستی لنبے لنبے ستونوں والی تھی اور عماد جمع ہی عمد کی جیسے جبال اور جبل اور یہان پر سمجھ لیا چاہئے کہ عاد دو فرقون کا نام ہی ایک تو عاد اولی کہ انکو عاد قدیمہ بھی کہتے ہین اور وہ اولاد مین عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی تھے اور انکو عاد ارم بھی کہتے ہین کہ ارم انکا دادا تھا اور شہر ارم کو بھی اپنے دادا کے نام پر نام رکھا تھا اور وطن انکا عدن کے متصل تھا اور دوسرے عاد وے اور شخص کی اولاد مین کہ اسکا نام بھی عاد تھا اور انھین عاد اولی مین کا تھا کہ احقاف کی سرزمین مین متصل حضرموت کے وطن اختیار کیا تھا اور اسکی اولاد اس ملک مین بہت پھیل گئی تھی اور انکا یعنے عاد دوم کا قصہ اپنے پیغمبر کے ساتھ کہ حضرت صالح علیہ السلام تھے قرآن مجید مین مکرر وارد ہی چنانچہ اپنے مقام پر مذکور ہی اور عاد اولی کا قصہ قرآن مجید مین دو جاے سے زیادہ نہین آیا سو وہ بھی اجمال کے طور پر ایک تو اس جاے پر اور دوسرے سورۂ نجم مین کہ اَهۡلَكَ عَادَ ا۟لۡاُوۡلٰى اُسیکی طرف اشارہ ہی الغرض انکا قصہ جسقدر کہ تفسیر مین اس آیت کی کفایت کرے لکھا جاتا ہی کہ حق تعالی نے اس فرقے کو قد و قامت اور قوت بے حساب عنایت فرمائی تھی اور زمانے کے سب لوگون سے اس بات مین ممتاز تھے کم سے کم قد کا آدمی اُنمین بارہ گز کا ہوتا تھا اور ہر شخص اُنمین کا بڑے بڑے پتھر دنکو جو بہت لوگ اٹھا نہ سکین ایک ہاتھ سے اٹھا کر پھینک دیتا تھا اور تمام یمن کے ملک پر اپنے زور

…کے قصے کا بیان

اور قوت کے سبب سے قابض او متصرف تھے یہانتک کہ اُنمین دو بادشاہ عظیم القدر پیدا ہوئے ایک تو شدید
اور دوسرا شداد اور یہ دونون بادشاہ تمام روے زمین پر متصرف ہوئے تھے اور لشکر اور خزانے
بے نہایت جمع کئے تھے لیکن شداد نے اپنے بھائی شدید کے مرنے کے بعد سلطنت کو کمال رونق اور عروج بخشا
تھا کہ چار سو کئی بادشاہ اُسکے مطیع اور فرمان بردار تھے اور کسی روے زمین کے بادشاہ کو طاقت اُسکے مقابلے
کی نتھی پس اس غرور اور تکبر کے سبب سے دعوی خدائی کا کیا تو واعظوں اور عالموں نے اُس زمانے کے کہ علم و عمل انبیاء کا
بطور میراث کے رکھتے تھے اُس ملعون کو پند اور نصیحت کے طور سے حق تعالی کے خوف اور اسکی عبادت کی
طرف رغبت دلانے لگے اُسنے کہا کہ دولت اور حکومت اور جاہ اور ثروت جو اب مجھکو موجود ہی اسے زیادہ اللہ کی عبادت مین کیا حاصل
ہوگا اور جو کوئی کہ کسی کی خدمت کرتا ہی یا تو منصب کی ترقی کے واسطے یا دولت کے واسطے سو یہہ سب میرے
پاس موجود ہی مجھکو کیا پروا ہی کہ کسی کی خدمت گذاری کرون اُنھونے کہا کہ یہہ سب ملک اور دولت دنیا کی
فانی ہی اور اللہ تعالی اپنی عبادت کے ثواب مین بہشت عنایت کریگا کہ تمام دنیا سے بہتر ہی اُسنے پوچھا
کہ اُسمین کیا خوبی ہی واعظون نے جو کچھ کہ تعریف اور خوبی اُسکی اگلے انبیاؤن سے منقول تھی اُسکے سامنے
بیان کی اُسنے کہا مجھکو اس بہشت کی بھی حاجت نہین ہی کیونکہ مین دنیا مین ویسی بنا سکتا ہون پس اپنے
معتبر سردارون مین سے سو آدمیون کو مقرر کیا اور ہر ایک کے ساتھ ہزار ہزار آدمی متعین کئے کہ جیسا کچھ کہ وہ
کہین اُنکے حکم کے موافق عمارت کے کام مین مشغول رہین اور ہر ایک سردار کو اپنا اپنا کام سونپ دیا اور تمام
ربع مسکون مین حکم بھیجا کہ چاندی سونے کے معدنون مین سے جہان کہین کہ ہون گنگا جمنی اینٹین بنوا کر بھیجو
اور گڑے ہوئے خزانے نکلوائے اور متصل کوہ عدن کے ایک شہر مربع یعنے چوکھنٹا دس کوس کا لنبا
اور دس کوس کا چوڑا اکثر دور اسکا چالیس کوس کا ہوا بنا کرنے کو حکم دیا اور اسکی نیو اس قدر کھودی
کہ پانی کی قریب جا پہنچی اور اسکو سنگ سلیمانی سے بھر دیا جب نیو بھر چکی اور برابر زمین کے پہنچی تب
اُسپر سونے روپے کی اینٹون سے دیوارین چننا شروع کیا بلندی اُن دیوارون کی اس زمانے کے گز سے
پانچ سو گز کی مقرر کی جس وقت کہ آفتاب نکلتا تھا تو اسکی چمک سے دیوارون کی روشنی پر نگاہ ٹھہرتی نتھی پھر چہار
دیواری کے اندر ہزار محل تیار کئے اور ہر محل ہزار ستون کا اور ہر ستون جواہرات مین جڑا ہوا اور درمیان

شہر کے ایک نہر بنائی اور ہر ہر مکان میں حوضیں اور چوبچے تیار کئے اور اُس نہر سے ہر ہر مکان کو ایک ایک نہر دوڑائی تھی کہ ہر مکان میں ہمیشہ فوارے اُڑا کرتے تھے اور چادریں چھوٹا کرتی تھیں اور حوضیں اور چوبچے سدا لبالب رہتے تھے اور صحن اُن نہروں کے یاقوت اور زمرد اور مرجان و نیلم سے بھروئے تھے اور کناروں پر اُن نہروں کے درخت بنائے تھے کہ جڑیں اُنکی سونے کی اور شاخیں اور پتے زمرد کے اور پھول پھل اُنکے موتی لئے یاقوت کے اور دوسرے جواہرات کے بنا کر لگائے تھے اور دوکانوں اور دیواروں کو مشک اور زعفران اور عنبر کو گلاب سے کہگل کر کے استرکاری کروا کے مطلا اور مذہب کیا تھا اور خوب صورت خوش آواز جانور یاقوت اور جواہر کے بنوا کر درختوں پر بٹھائے تھے اور گرداگرد شہر کے ہزار منارے سونے روپے کے جڑاؤ بنائے تھے کہ چوکی پہرے والے لوگ اپنی اپنی باری سے اُنمیں بیٹھے چوکی دیا کریں جب اس انداز کا شہر بن کر تیار ہوا تو حکم دیا کہ سارے شہر میں قالین اور فرش ریشمین زردوزی کے بچھاویں اور برتن سونے روپے کے سب مکانوں میں ترتیب سے چن دیں اور کسی نہر میں میٹھا پانی اور کسی میں شراب اور کسی میں دودھ اور کسی میں شہد اور شربت جاری کر دیا اور بازار اور دوکانوں کو بھی کمخواب اور زربفت کے پردوں سے آراستہ کیا اور ہر پیشے اور ہنر والے کو حکم دیا کہ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں اور حکم دیا کہ انواع انواع قسم کے میوے اور طرح طرح کے عمدہ کھانے ہمیشہ سب شہر والوں کو پہنچایا کریں بارہ برس کے عرصے میں یہ شہر اس بناوٹ کے ساتھ تیار ہوا بعد اسکے حکم کیا کہ تمام اُمرا اور ارکان کمال تجمل اور زینت کے ساتھ اس شہر میں جا کر رہیں اور خود بھی اپنی فوج اور لشکر کو ہمراہ لیکر کمال غرور اور تکبر سے کوچ کیا اور راستے میں بطور تجمل اور تفشول کے اُن واعظوں اور نصیحت کرنیوالوں کو کہنے لگا کہ تم ایسی بہشت کے واسطے مجھکو کہتے تھے کسی دوسرے کے روبرو سر جھکانے اور ذلیل ہونے کو اب تم نے میری قدرت اور ثروت دیکھی اور بے پروائی اور بے نیازی کو میری معلوم کیا کہتے ہیں جب قریب اُس شہر کے پہنچا تو اُس شہر کے لوگ غول کے غول استقبال کے واسطے شہر کے دروازے سے باہر آ کر زر و جواہر اُس پر نچھاور کرنے لگے اور تحفے تحائف نذر گذرانے اِسیطرح سے جب دروازے پر شہر کے پہنچا اور ایک قدم اسکا دروازے کے باہر اور ایک قدم اندر تھا کہ آسمان کی طرف سے ایک ایسی کڑک کی آواز سخت ہوئی کہ تمام مخلوق ہلاک ہو گئی اور بادشاہ بھی وہیں دروازے میں گر پڑا اور مر گیا اور اس شہر کے دیکھنے کی حسرت کہ کس محنت اور مشقت سے

ف شخصون کا حال

اسکو تیار کیا تھا دل مین لے گیا اور بعضی کتابون مین دیکھنے مین آیا ہی کہ ملک الموت سے حق تعالی نے پوچھا
کہ تجھکو کسی بندیکی جان نکالنے کے وقت کبھی رحم بھی آیا ہی یا نہین ملک الموت نے عرض کیا کہ بارخدایا مجھکو
دو شخصون کی جان نکالنے مین کمال رقت ہوئی اگر تیرا حکم نہوتا تو مین ہرگز اُنکی جان نہ نکالتا ایک تو ایک بچہ
تھا نیا پیدا ہوا اپنی ماکے ساتھ کشتی کے تختے پر رہ گیا تھا حکم ہوا کہ اسکی ماکی جان قبض کر لے اسوقت مجھکو
اس بچے پر نہایت رحم آیا کہ اس بچیکا اسکی ماکے سوا کوئی خبرگیر نہ تھا دوسرا ایک بادشاہ تھا کہ اسنے ایک
شہر کمال آرزو سے بنایا تھا کہ ویسا کہین دنیا مین نہین بنا جب تیار ہو چکا اور وہ اسکے دیکھنے کو آیا جس
وقت کہ قدم دروازیمین رکھا حکم ہوا کہ اسکی جان قبض کر لے اسوقت بھی مجھکو نہایت رقت آئی کہ وہ کیا کچھ
حسرتین اپنے دل مین لے گیا ہوگا جناب الٰہی سے ارشاد ہوا کہ یہہ بادشاہ وہی لڑکا تھا کہ ہمنے اسکو بغیر ما
باپکے پرورش کیا اور اس حشمت اور ثروت کو پہنچایا جب ایس مرتبے کو پہنچا تو ہماری تابعداری سے منہہ موڑا
اور تکبر کرنے لگا آخر اپنی سزا کو پہنچا کہتے ہین کہ وہ کشتی کا تختہ کہ یہہ بچہ اُسپر رہ گیا تھا بہتا بہتا دریا کے کنارے
لگا اُس گانون کے دھوبی وہان دھوتے تھے جو دیکھا کہ ایک بچہ اپنی ماکے لاش کے پاس تختے پر پڑا ہی تو اس
تختے کو کھینچ لائے اور مردیکو مدفون کر دیا اور بچے کو اپنے مہتر پاس لے گئے مہتر اسکا حسن اور جمال دیکھ کر ہزار جان سے
عاشق ہو گیا اور اس مہتر کے اولاد نتھی پس اس بچے کو فرزندی مین لیا اور پرورش کرنے لگا یہان تک کہ سات برس کا
ہوا لیکن اسکی عقل اور دانائی اور چالاکی اُسیوقت سے کچھ اور طرح کی نظر آتی تھی ایک روز گانون کے باہر
بچون کے ساتھ کھیلتا تھا کہ ایکبارگی شور ہوا کہ بادشاہ کی سواری آتی ہی اور لوگون کا گذرنا شروع ہوا
سارے لڑکے ہیبت سے بھاگ گئے اور یہہ شوخ ایک ٹیکرے پر کھڑا بادشاہ کی سواری کا اور لشکر کا تماشا
دیکھتا تھا یہان تک کہ سارا لشکر چلا گیا اور چند ولی کے پیادے کہ گرے پڑیکی خبرگیری کے واسطے لشکر کے
پیچھے پیچھے آتے تھے گذرنی شروع ہوئے ایک پیادے نے اُن پیادون مین سے ایک پوٹلی پائی اُسمین سرمہ دانی
اور سلائی تھی اپنے یارون سے کہنے لگا کہ مین نے سرمہ پایا ہی اگر تمھاری صلاح ہو تو مین اسکو لگاؤن
کہ میری بینائی مین فرق ہو گیا ہی شاید کہ فائدہ کرے اُنھون نے کہا کہ اول تو رستے کی پڑی ہوئی چیز اُٹھانا
نکاہیے خیر اگر تو نے اُٹھائی تو بغیر آزمائے ہوئے آنکھون مین لگانا ہرگز مناسب نہین پہلے کسی اور کے آنکھون مین

لگا جب اُسکو فائدہ کرے تو تو بھی استعمال میں لا اس پیادے نے ادھر اُدھر دیکھا تو کوئی وہان نتھا مگر یہہ
لڑکا ایک ٹیلے پر کھڑا تھا اُسنے کہا لڑکے آ ہم تیری آنکھوں مین سرمہ لگا دین کہ تیری آنکھیں اچھی لگیں یہہ لڑکا دوڑتا
ہوا اُس پیادے کے پاس گیا اور سرمہ دانی اور سلائی پیادے سے لیکر اپنی آنکھون مین لگائی لگانے کے ساتھ ہی
تمام زمین کے خزانے اُسکو نظر آنے لگے جیسے صاف پانی مین چیز نظر آتی ہی لڑکا اپنی لیاقت اور دانائی سے
چلایا اور فریاد کرنے لگا کہ اے خانہ خراب ظالمون تم نے میری آنکھیں پھوڑ ڈالیں مین پادشاہ کے پاس فریاد
کرونگا اور تمکو سزا دلواؤنگا پیادون نے جو یہہ بات سنی سرمہ تو وہین چھوڑا اور گرتے پڑتے اپنی جان لیکر
بھاگے یہہ لڑکا سرمہ دانی لئے ہوئے اپنے گھر آیا اور یہہ حقیقت مہتر سے بیان کی مہتر نے کہا اپنے گدھے
خچرین موجود ہین رات کو جب سب لوگ سو جادین تو پھاوڑے کداریان لیکر جو جو مزدور کہ اپنے اعتباری
ہین اُنکو ساتھ لے جس جاے پر تجھکو خزانہ نظر آوے وہان سے کھود کے اپنی گدھون خچرون پر لاد لا
اس لڑکے نے اسیطور سے کیا آخر لا لاکر بہت سا مال جمع کیا اور سب گانون والون کو اپنا رفیق کر لیا اور
اُس گانون کے سردار کو مار ڈالا اور اُسکی جاے پر آپ ہو بیٹھا ہوتے ہوتے یہہ خبر حاکمون فوجدارون تک
پہنچی تو اُنھون نے ارادہ اُسکے سزا دینے کا کیا اُس لڑکے نے بھی فوج رکھکر مقابلہ کیا اور ان سبکو مار دیا
آخر چند روز کے بعد وہ بادشاہ مرگیا تو اس لڑکے نے فوج کشی کی آخر ہوتے ہوتے بادشاہ ہو گیا اسی
طرح سے بڑھتے بڑھتے تمام روے زمین کا بادشاہ ہوا اور سارے جہان کے پادشاہ اُسکے مطیع اور
فرمان بردار ہوئے آپ سنا چاہئے کہ وہ شہر کیا ہوا معتبر معتبر تفسیرون مین لکھا ہی کہ اس بادشاہ اور
لشکر کے ہلاک ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس شہر کو لوگون کی نظرون سے پوشیدہ کر دیا مگر کبھی
کبھی رات کو عدن کے گرد و نواح کے لوگون کو اُسکی جھلک اور روشنی اُس جاے پر معلوم ہوتی ہی
کہتے ہین کہ یہہ روشنی اُسی شہر کے دیوارون کی ہی اور عبداللہ بن قلابہ کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے
اصحابون مین سے تھے اتفاقاً اُس نواح مین وارد ہوئے کہ ناگاہ ایک اونٹ اُنکے اونٹون مین سے چھوٹکر
بھاگ گیا وہ اُسکے ڈھونڈنے کو نکلے جب اُس شہر کے نزدیک پہنچے تو اُن منارون اور دیوارون کو دیکھ کر
بیہوش ہو گئے اور اپنے دلمین کہنے لگے کہ شہر کی تو صاف اُسی بہشت کی سی صورت ہی جسکا پیغمبر صلی اللہ

شداد کی بہشت کے عجائب ہونے کا حال

علیہ وآلہ وسلم نے ہمسے وعدہ فرمایا ہی شاید کہ یہہ معاملہ ہی خواب مین دیکھتا ہون جب اُس شہر کے دروازے پر پُہنچے اور اندر گئے تو دیکھا کہ تمام مکانات اور نہرین اور درخت وہان کے سب بعینہ جنت کے سے ہین لیکن شہر مین کوئی آدمی نہین تھوڑے سے جواہرا ور یاقوت کہ مکانات کے صحن مین سنگریزون کی جاے پر بکھرے پڑے تھے اپنے چادرین لے لئے اور تنہائی کے خوف سے جلد نکل بھاگے اور دمشق کو گئے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو یہہ سارا احوال بیان کیا تو حضرت معاویہ نے اُنسے پوچھا کہ یہہ شہر تم نے خواب مین دیکھا ہی یا بیداری مین اُنھون نے کہا بیداری مین اور نشانیان اس شہر کی خوب دل مین یاد رکھی ہین کہ عدن کے پہاڑ سے فلانی جانب کو اس قدر مفاصلہ رکھتا ہی اور دوسری طرف فلانی قسم درخت کی نشانی ہی اور ایک طرف کو فلانا کنوان ہی اور یہہ جواہرا ور یاقوت کہ وہان سے لایا ہون میرے پاس موجود ہین حضرت معاویہ اسبات کے سننے سے نہایت متعجب ہوئے اور اس وقت کے عالمون کے پاس آدمی بھیجا کہ دنیا مین کوئی شہر ایسا بھی ہی کہ سونے روپے سے بنا ہوا ور ایسا ایسا ہو اُسوقت کے علما نے کہا کہ کلام قرآن مجید مین اُسکا مذکور آگیا ہی ارم ذات العماد مگر اس شہر کو اللہ تعالی نے لوگونکی نگاہ سے پوشیدہ کر دیا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ میری اُمت مین سے ایک شخص اسمین جاویگا اور وہ شخص کوتاہ قد سرخ رنگ اور ابرو اور گردن پر اُسکی دو خال ہونگے اور اپنے اونٹ کو ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا اس شہر مین جا پہنچیگا اور وہان کے عجائبات دیکھیگا جب حضرت معاویہ نے یہہ سب نشانیان اُن مین دیکھین تو برابر نکلین فرمایا واللہ یہہ وہی شخص ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ اس شہر کی اسّے زیادہ کوئی کیا تعریف کریگا کہ خود رب العزت باوجود احاطہ علم کے تمام معلومات پر اُسکے حق مین ارشاد فرماتے ہین کہ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ وہ شہر کہ ہرگز پیدا نہین کیا گیا ویسا روے زمین کے شہرون مین وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ اور کیا کیا تیرے پروردگار نے ثمود کے فرقے سے کہ بڑے بڑے پتھرون کو تراشتے تھے وادی القری مین اور ثمود قوم عاد کے بنی عم تھے کہ عادیون کے ہلاک ہونیکے بعد حجاز شریف اور شام مقدس کے درمیان مین اپنا مسکن مقرر کیا تھا اور حجر سے وادی القری تک ایک ہزار سات سو بستیان اپنے تصرف مین رکھتے تھے اور ہر ہر بستی مین بڑے بڑے محل اور اٹاریان اور

اور دروازے اور طاق پتھرون کے تراشے تھے اور تصویرین گل اور ریاحین کی اُنمین بنائی تھین اور طرح طرح کے اسباب عیش اور عشرت کے جمع کرکے بیٹھے چین کرتے تھے مگر بت پرستی مین مشغول تھے یہانتک کہ حضرت صالح کو اللہ تعالیٰ نے رسول کرکے انکی طرف بھیجا اور اُنکا قصہ والشمس کی سورت کی تفسیر مین مذکور ہی اور وادی القریٰ ایک شہر کا نام ہی کہ عرض اور طول مین مکہ معظمہ کے برابر ہی اور نخلستان اور چشمے اُسمین بہت ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے فتح کے بعد اُسپر مع متعلقات کے ساتھ قابض اور متصرف ہوئے ہرچند کہ بہت سے باغات اور عمارات ثمودیون کی حجر اور اسکے گرد و نواح مین تھین لیکن بالتخصیص ذکر وادی القریٰ کا اس جہت سے واقع ہوا کہ یہہ مکان اُنکے شہرون کی انتہا کا تھا حجاز کے متصل اور ہنوز آباد تھا برخلاف حجر کے کہ اتصال اسکا شام کی طرف ہی حجاز سے دور اور حجاز کے لوگ کماحقہ اسکے احوال پر مطلع بھی نہ تھے اور اُو جرلق و دق پڑا تھا طول حجر کا نجومی ستر درجے اور تیس دقیقے ہی اور وادی القریٰ کا ۷۲ درجے اور عرض نجومی دونون کا برابر ہی وَفِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ اور کیا کیا فرعون میخون والے سے جو لوگون کو چومیخا کرکے مارتا تھا چنانچہ کئی مسلمانون کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اسی طور سے شہید کیا آنمین سے ایک کا نام حزبیل کہ اُسکے خزانے کے داروغہ تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پوشیدہ ایمان لائے تھے جب فرعون کو خبر ہوئی تو انکو چومیخہ کرکے شہید کیا اور ایک حزبیل کی بی بی کہ وہ فرعون کی بیٹی کی مشاطہ تھین انکے ایمان لانیکی بھی فرعون کو خبر پہنچی تو انکو بلاکر کہا کہ تو اسلام سے باز آ اُنھون نے کہا کہ یہہ بات تو ممکن نہین آخر خفا ہوکر حکم دیا کہ انکو زمین پر ڈالکر چارون ہاتھ پانون پر میخین ٹھونک کر مارنا شروع کرو آخر اسی حالت مین اُنکی روح پرواز کر گئی اُنہی مین سے ایک حضرت آسیہ فرعون کی بی بی کہ وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھین جب فرعون موسیٰ علیہ السلام کی ایذا کا ارادہ کرتا تھا تو وہ سمجھا کے اُسکو روک دیتی تھین یہانتک ایک روز اُنپر غصے ہوکر حکم کیا کہ انکو چار میخون سے باندھ کے چکی کا پاٹ اُنکے سینے پر رکھ دو غرض اُنکو دھوپ مین گرم زمین پر لٹاکر چکی کا پاٹ اُنکے سینے پر رکھ دیا اُس وقت حضرت آسیہ نے جناب باری مین دعا کی کہ یا اللہ تو میرے واسطے بہشت مین گھر بنا دے اور ان ظالمون کے ہاتھ سے مجھکو نجات دے اُسیوقت جبریل علیہ السلام حکم الٰہی سے آئے اور انکی روح مبارک کو بہشت مین

لیجا کر ایک موتی کے محل مین کہ انکے واسطے تیار ہوا تھا داخل کیا فرعون نے جب نزدیک آکر دیکھا تو تن
بیجان پڑا تھا مایوس ہوکر چلا گیا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ میخون سے مراد لشکر کی میخین ہین کہ
لشکر کا کاروبار سب میخون پر موقوف ہی کیونکہ گو انکے تنبو شامیانے بے چوبی قناتین ہین وے سب میخون کے
کھڑے ہوتے ہین اور جو لشکر کے جانور ہین جیسے ہاتھی گھوڑے اونٹ خچر بیل یے سب بھی میخون ہی سے بندھتے ہین ۔
اسیواسطے لشکری لوگ میخ دینے مین اس قدر تجمل کرتے ہین کہ شہر کے لوگ روپیہ پیسا دینے مین اتنا تجمل نہین کرتے
اور فرعون کا لشکر گنتی سے باہر تھا کہتے ہین کہ اسکے لشکر کا یہہ دستور تھا کہ ایک دوسرے رسالے کی یا
ایک دوسرے مثل کی پہچان گھوڑون کے رنگون سے ہوتی تھی مثلاً کمیت گھوڑون کی ایک مثل اور مشکی کی
ایک مثل اسیطرح سے ابلق گھوڑون کے سوار کہ یہہ رنگ اور رنگونکی نسبت بہت کم ہوتا ہی ستر ہزار تھے
کہ لشکر کے آگے ہراولی مین چلتے تھے اس جاسے اسکے لشکر کی تعداد قیاس کرلیا چاہیے جب کہ بیان کرنے سے
تینون قصون کے کہ دلالت کرتے ہین بدلا لینے پر بڑے بڑے سرکش زورآورونکی جماعت سے آن واحد مین اس
دنیا کے اندر کہ جزا کا محل بھی نہین ہی فارغ ہوچکے تو اب فرماتے ہین کہ ہلاک کرنا ان تینون سرکشون کے گروہ کا
انکے مال اور ملک کی طمع کے واسطے نتھا جیسے کہ دنیا کے پادشاہون کو اپنے دشمنون کے مارنے مین منظور ہوتا
ہی بلکہ انکی سرکشی اور ظلم کے دفع کرنیکے واسطے تھا اسواسطے کہ انکا خیال یہہ تھا الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ
جنھون نے سر اٹھایا تھا شہرونمین اور تخصیص شہرونکی اسواسطے ہی کہ اکثر محل امن اور امان کا اور بنی آدم کے
ہر قسم کے فرقونکی سکونت کا مقام ہوتے ہین اور ہرچند کہ ملک کے مالک ظالم اور ستمگر ہوتے ہین لیکن اپنے شہرونمین
عدل و انصاف کا طریقہ جاری رکھتے ہین اور اگر ظلم اور تعدی کرتے ہین تو جنگلون پہارون لشکرونمین کہ خارج اپنے قلمرو سے
ہوتے ہین اور یے تینون فرقے بیباک اپنے شہرون مین ظلم اور تعدی کرتے تھے فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ
پھر بہت کرتے تھے ان شہرونمین فساد اور بہت کرنا فساد کا یہہ ہی کہ شہر والون کے عقیدے بھی فاسد کرتے
تھے اور بری رسمین اور مار دھاڑ اور پرائے مال زور سے چھین لینا اور گالی گلوچ کرنا جاری رکھتے تھے بس ان مین
بھی لوگون کا برباد جاتا تھا اور جان مال عزت آبرو بھی بخلاف اور ظالمون کے کہ اکثر انھون سے مال اور جان ہی کو
ضرر پہنچتا تھا فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ پھر برسایا انپر تیرے رب نے کہ ربوبیت اسکی عام اور جامع ہی جیسا

مفسدونکا

معدون تارب ہی ویسا ہی مظلومون کا بھی ہی سو ربوبیت اُس ذات پاک کی ایسی بات کو چاہتی
ہی کہ مظلومون کا بدلا ظالمون سے پورا پورا لیا جاوے سَوْطَ عَذَابٍ ایک کوڑا عذاب کا اور
کوڑے کے لفظ مین اشارہ اسبات کا ہی کہ یہہ تمام سخت عذاب کہ مینہہ کی طرح سے اِن تینون گروہ پر برسا
بہ نسبت اُن عذابون کے کہ آخرت مین اُنکے واسطے تیار ہی اور وے اُسکے سزاوار ہین حکم کوڑے کا رکھتا ہی
بہ نسبت شمشیر کے اور مجموع لفظ صب اور سوط سے معلوم ہوا کہ عذاب کے واسطے دو استعارے فرمائے ہین اول
مینہہ کہ صَبَّ کا لفظ اُسکی تشریح ہی دوسرا تازیانہ کہ سوط کا لفظ اُسکی تصریح ہی اور ایک عبارت مین
دو استعارے جمع فرمانا آئین کلام اللہ کا ہی بشر کے کلام مین پایا نہین جاتا چنانچہ اس آیت مین بھی
فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ مذکور ہی اور بالتخصیص اِن تینون قصون کے لانے مین نکتہ یہہ ہی کہ
لوگون کے ذہنون مین جو بدلا لینا جمع کثیر سے مشکل معلوم ہوتا ہی سو یا تو اس جہت سے ہوتا ہی کہ وہ جماعت
کثیر بڑے زور آور اور قوی ہیکل ہوتے ہین کہ کوئی اُنکے مقابلے کی طاقت نہین رکھتا تو اُسکے واسطے قصہ شداد
اور عاد کا بیان فرمایا اور یا گڑھی کوٹ کی مضبوطی کے سبب سے ہوتا ہی سو اس شبہے کے دفع کے واسطے
ثمود کا قصہ ارشاد ہوا یا فوج اور لشکر کے باعث سے ہوتا ہی سو اُسکے لئے فرعون کا احوال مذکور فرمایا اب
اُس مضمون کو جسکے واسطے پانچ قسمین اور تین قصے تمہید ہوئے تھے ارشاد فرماتے ہین اِنَّ رَبَّكَ
لَبِالْمِرْصَادِ تحقیق ثابت ہوا کہ تیرا رب البتہ گھات مین ہی جیسے کوئی شخص پوشیدہ سر راہ بیٹھا آنے جانے والونکا
احوال دیکھتا ہی اور معلوم کرتا ہی کہ فلانا کیونکر گذرا اور کیا کرتا گیا اور فلانا کیا لایا اور کیا لے گیا کہ ملاقات کے
وقت اُسکے موافق عمل مین لاوے پس جناب باری کہ دنیا مین انتقام نہین لیتا محض بنی آدم کی بھلائی برائی
پوری ہو جانے کو کہ وہ بغیر فنا ہو جانے نوع انسانی کے ممکن نہین نہ کہ اُنکے بھلے بُرے کامون سے غافل ہی
یا بے پرواہی کی راہ سے بدلا لینا منظور نہین رکھتا پس یہہ سب امہال ہی یعنے ڈھیل دینا ایک مدت تک ہی
اہمال نہین یعنے مہمل چھوڑ دینا نہین ہی اور اکثر یہہ کہین گا وہ اور انتظار بندون کے حق مین مال اور جاہ اور عزت
اور نعمت کے دینے اور نہ دینے کے سبب سے ہوتا ہی تاکہ معلوم کرے کہ مال اور جاہ اور نعمت کے دینے سے
شکر کرتا ہی اور اپنی حد کے اندازے سے قدم باہر نہین رکھتا ہی یا تکبر اور فخر اور سرکشی اختیار کرتا ہی اور مال

اور جاہ اور نعمت نہ ہونے کی حالت مین بھی دیکھتا ہی کہ کون ان نعمت اور جزع اور فزع کرتا ہی یا صبر اختیار کرتا ہی اور رضا بقضا یعنے اللہ کے حکم پر ثابت رہتا ہی لیکن اس گھات اور انتظار کو سوے اللہ تعالی اور پیغمبرون اور صدیقون اور اولیاؤن اور عالمون ربانی کے کوئی نہین جانتا اور بنی آدم غیب کے معاملے کی کیفیت سے غافل ہین ہرگز اس بھید کو نہین جانتے اور ظاہر کی نعمت اور مال پر فریفتہ ہو جاتے ہین اور ظاہر کے فقر اور تکلیف پر جزع اور فزع کرنے لگتے ہین اور ناامید ہو جاتے ہین چنانچہ فرماتے ہین فَاَمَّا الْاِنْسَانُ بس آدمی اس چھپے معاملے سے غافل ہی اور اسکی غفلت کی دلیل یہہ ہی اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ جب آزماتا ہی اسکا پروردگار کہ گھات مین اہی مال دے کر فَاَكْرَمَهٗ بس عزت دیتا ہی اسکو بسبب اس مرتبے کے کہ مال دینے سے اسکو حاصل ہوا ہی وَنَعَّمَهٗ اور نعمت مین رکھتا ہی اسکو کیونکہ مال سے ساری نعمتین حاصل ہوتی ہین فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ پھر کہتا ہی میرے رب نے مجھکو عزت دی بے سمجھے بوجھے یہہ نہین جانتا کہ سب آزمایش ہی بلکہ الٰہی سے نڈر ہونا بیجا ہے اور دھوکا نہ کھاے کہ جو اول بار مین مال اور عزت دی ہی تو آخرت مین بھی اسیطرح سے کرینگے یہہ بات ہرگز نہین ہی بلکہ مقدمہ ہنوز پردہ مین ہی دیکھیے کیا ہو وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ اور مقرر آدمی جب آزماتا ہی اسکو پروردگار اسکا فقر فاقے سے فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ تو تنگ کرتا ہی اسپر رزق اسکا اگرچہ حاجت ضروری کے موافق کہ زندگانی اسپر موقوف ہی میسر ہو فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ پھر کہتا ہی میرے پروردگار نے مجھکو ذلیل کیا بے سمجھے بوجھے اسباب کے کہ یہہ سب آزمایش ہی میرے صبر کی اور عزت اور ذلت کا مقدمہ تو پوشیدہ ہی نہین معلوم کہ کیا ہی کیونکہ بہت ہوتا ہی کہ فقر آخرت کی عزت کا سبب ہو جاتا ہی اور بہت ہوا ہی کہ مال اور دولت نے آخرت کی ذلت اور وبال کے سبب ہوئے ہین سو دنیا کے پہلے حال پر مغرور ہونا اور ان دونون صورتون مین یعنے نعمت اور بلا مین غیب کے معاملے کو کہ امتحان اور آزمایش ہی نہ سوچنا بڑی غفلت ہی ان دونون کلمون کا المرصاد کے مضمون سے باقی رہے یہان پر چند سوال کہ جواب انکا بہت ضروری ہی اول یہہ کہ لفظ ف کا تفریع کے واسطے آیا ہی اور عرب کی لغتین اما کا کلمہ مجمل کی تفصیل کے واسطے ہوتا ہی وہ مجمل جو سابق کے کلام مین گذرا ہو سو اس کلام مین وہ مجمل کہان ہی اور تفریع تفصیل کی کس چیز سے علاقہ رکھتی ہی جواب

اسکا یہہ ہی کہ وہ مجمل کلام مضمون ان ربک لبالمرصاد کا ہی اس واسطے کہ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ پروردگار عالم کا آزمایش اور امتحان کے درپے ہی اور بندون کے احوال سے غافل ہی آور یہہ بات اسکو چاہتی ہی کہ بندے بھی ڈرتے اور ہوشیار رہین غافل ہو جاوین لیکن آدمی غفلت مین گرفتار ہی اور اسکی غفلت کا بیان دونون صورت مین عزت ہو یا ذلت دولت ہو یا فقر تفصیل اس مضمون کی ہوئی اور اس تفصیل کو اس اجمال پر فے کے لفظ سے تفریع فرمایا ہی دوسرے یہہ کہ دولت کی آزمایش کی جاپر فاکرمہ ارشاد ہوا اور بندیکی زبانی بھی فاکرمن نقل فرمایا اور فقر کی آزمایش کی جاے پر فاھانہ نہ فرمایا اور بندیکی زبانی سے فاھانن فرمایا اسمین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ حقیقت مین رزق کی تنگی اہانت کا سبب نہین ہی بس فقر کو اہانت کہنا غافل بندے کا کام ہی کچھ موافق واقع کے نہین ہی کیونکہ اکثر ہوتا ہی کہ فقر ظاہری دنیا اور آخرت کی صلاح کا سبب ہو جاتا ہی بلکہ موجب عزت اور جاہ کا بھی ہو جاتا ہی چنانچہ بہت سے اولیا امت کے احوال سے ظاہر اور ہویدا ہی اور دولت اور مال حقیقت مین عزت ظاہری کا سبب ہوتا ہی اکثر حالات مین گو کہ آخرت کی عزت کا سبب نہو پھر صورت فراخی رزق کی دنیا مین بہتر ہی دنیا اور آخرت کے خسران سے معاسو اس نکتے کے واسطے فاکرمہ کے لفظ کو اس جاپر بڑھایا تیسرے یہہ کہ اصل کلام یون معلوم ہوتا ہی کہ فاما الانسان فیقول ربی اکرمن اذا ما ابتلاہ فاکرمہ واما ھو فیقول ربی اھانن اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ بس لفظ فیقول کا مبتدا کی خبر ہی دونون جاپر واما اذا ما ابتلاہ ظرف ہی یقول کا اور کلام مجید مین اول اما کو انسان پر داخل کیا اور دوسرے بار اذا ما ابتلاہ پر کہ ظرف یقول کا ہی لائے اس تغییر مین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ حقیقت مین اما ظرف پر داخل ہی اسواسطے کہ اما کا لفظ لانے سے انسان کی تفصیل منظور نہین ہی بلکہ اسکی آزمایش کی تفصیل دولت اور فقر سے منظور ہی اور پہلے قرینے مین کہ انسان کا لفظ متصل اما کے وارد ہی ضمیرونکی مرجع کی تعین کے واسطے ہی جو کہ سابق مین مذکور نہین ہوئے سو باعتبار اصل معنی کے کلام کو یون سمجھا چاہئے کہ ان ربک لبالمرصاد والانسان غافل عن ذلک فی کلتا الحالتین فاما اذا ما ابتلاہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن بلکہ اگر خوب غور کیجئے تو

یہان دو تفصیلیں منظور ہین اول یہہ کہ اَمّا الانسانُ فھو غافلٌ عن کونِ ربّہٖ لبالمرصاد فی کِلتا الحالتین اور دوسری یہہ کہ اَمّا فی حالۃ الابتلاء بالنعمۃ والمالِ فلا یَلقَی النّعمۃ بالشکر واما فی حالۃ الابتلاء بالفقر والضیق فلا یتلقّاہ بالصبر ولا یدری انّ ربّہ مترقب لمجازاتہ علی مُعامَلتہٖ اور جو تفصیل اول کی مقصود بالذات تھی تو انسان کے لفظ کو اس تفصیل کے واسطے شروع مین اس تفصیل کے زیادہ کیا تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل پر اور دوسری تفصیل کو اشباع کے طور پر لائے ہین اسواسطے کہ یہی تفصیل بالذات مقصود تھی واللہ اعلم جو شبہے یہہ کہ انکار اور مذمت انسان کی جو اکرمن اور اھانن کی لفظ سے بوجھی جاتی ہی کس چیز کی طرف متوجہ ہی حالانکہ انسان بیچارہ اس کہنے مین سچا ہی چنانچہ اکرام کے مقام پر اسکے مطابق خود بھی ارشاد فرمایا ہی پھر اگر بندے نے بھی اسکے موافق کہا تو کیا جائے انکار کی ہی اور اہانت کی جائے پر ہرچند کہ خود نہین فرمایا ہی لیکن مطابق واقع کے ہی کیونکہ فقر اور معاش کی تنگی اکثر اوقات سبب ذلت اور حقارت کا ظاہر بینون کی نظر مین معلوم ہونے ہی چنانچہ کہا ہی عِزّۃُ الدّنیا بالمالِ وَعِزّۃُ الاٰخرۃِ بالاعمالِ جواب اسکا یہہ ہی کہ انکار اور مذمت کہنے پر اکرمن اور اھانن کے نہین ہی اسواسطے کہ موافق واقع کے نہین ہی بلکہ اس جہت سے ہی کہ بندہ اکرام اور اہانت دنیوی مین گرفتار ہی اور اسی آزمایش کہ ہر دو مین اکرام اور اہانت کے معنی اور مستور ہی غافل ہو جاتا ہی اور حقیقت کو اکرام اور اہانت کی کہ قیامت کے روز ظاہر ہو گی نہین جانتا اور سوا اکرام اور اہانت دنیوی کے کسیطرح کا اکرام اور اہانت تصور نہین کرتا لبس بندہ مانند بے عقل بچے کے ہی کہ زہر شکر آلود کو مانند شکر کے جانتا ہی اور بد مزے دوا کو کہ سراسر اسکے حق مین نافع ہی زہر جانتا ہی سو یہہ انکار اور جھڑکیان اسکی بے وقوفی پر ہین کہ حقیقت کو چھوڑ کے ظاہر پر ریجھ رہا ہی یہان ایک بحث یہہ بات ہی کہ ابتلا کے معنے عرف کے موافق فقر مین تو ظاہر ہین لیکن دولت اور اکرام مین ابتلا کے کیا معنے ہونگے جواب اسکا یہہ ہی کہ لغت مین ابتلا کے معنے امتحان اور آزمایش کے ہین سو جیسی کہ فقر مین آزمایش منظور ہی یعنے صبر کریگا یا نہین اسیطرح دولتمندی مین بھی وہی آزمایش منظور ہی کہ شکر کریگا یا نہین ؎ بادہ نوشیدن و ہشیار نشستن سہل است گر بدولت برسی مست نگردی مردی بس ابتلا سے اس جگہ پر لغوی معنے مراد ہین نہ عرفی اور جب آدمی کے

حال کی تفصیل بیان کرنے سے فقر ہو یا غنا فارغ ہو چکے تو اب اسکو اور انکے بران حقون کے جو لوازمات غنا کے ہین اور ادا نکرنے پر اسلیے شکر کے زجر اور توبیخ فرماتے ہین کَلَّا بات یون نہین ہی کہ ملنے سے مال اور جاہ کے مغرور اور فریفتہ ہو کر اپنی بزرگی کی حقیقت اللہ تعالی کے نزدیک لازم جانو اور اسکی نعمتون کو اسکی مرضیات مین صرف نکرو جسطرح بنی آدم کرتے ہین بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہین کرتے حالانکہ اللہ تعالی نے تمکو مرتبہ اور عزت اس واسطے دیا ہی کہ بے عزت لوگون کی عزت کرو خصوصا یتیم کی کہ بے عزتی ہر طرف سے اسپر برستی ہی چنانچہ بہت سا مال اور دولت تمکو اسواسطے دیا گیا ہی کہ فقیرون اور محتاجون پر خرچ کرو اور انکا پیٹ بھرو اور تم لوگ یہہ کام نہین کرتے وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ اور ایک دوسرے کو تقید نہین کرتے ہو کھانا کھلانے پر مسکین کے بلکہ اپنے مال کمائے ہوئے سے دینا تو کیا ممکن ہی غیر کے مال سے بھی جو بے محنت اور مشقت تمکو ملتا ہی خرچ نہین کرتے ہو اور اسکو بھی بے دھڑک چکھ جاتے ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہی وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا اور کھاتے ہو میراث باپ دادون کی بے موقع اور بیجا اور فرق نہین کرتے ہو تم درمیان اپنے حق کے کہ حلال ہی اور اپنے شریکون کے حق کے کہ حرام ہی بس تمہاری سمجھ بوجھ جانورون کی سمجھ بوجھ سے بھی کمتر ہی کہ اپنی گھاس کو اول سونگھہ لیتے ہین پھر اگر قابل کھانے کے ہوتی ہی تو کھاتے ہین نہین تو نہین اور اگر کوئی یہہ کہے کہ نہ تو میرے پاس مال ہی کہ یتیم اور مسکین کو اسمین سے دون اور نہ باپ دادے کی میراث ملی ہی کہ اسمین سے شریکون کا حق کھا لیا ہوگا اسکے جواب مین فرماتے ہین وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا اور دوستی رکھتے ہو تم مال سے جی بھر کے ہر چند کہ مالدار نہین ہو لیکن تمہارے دلمین مال کی محبت بھری ہوئی ہی اگر تمہارے ہاتھہ مین آوے تو تم بھی وہی کرو جو دوسرے کرتے ہین اور یہان پر جَمًّا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہی کہ فی لحملہ محبت مال کی اور تعلق دل کا اسکیطرف اگر موافق حاجت ضروری کے ہووے تو معیوب نہین ہی کیونکہ عالم کی انتظام کی بقا اسی پر موقوف ہی اور وہ محبت جو بد ہی سو اسی قدر ہی کہ زیادہ حاجت سے ہو کَلَّا یون نہ سمجھنا چاہیے کہ حق تعالی نیک اور بد کامون سے بندون کے غافل ہی یا بدلا دینا نیک اور بد کامون پر منظور نہین ہی بلکہ اللہ تعالی گھات مین ہی اور منتظر ہی ایک وقت کے آنے کا جو اسکی

... معیوب نہین ہی

حکمت نے اعمالوں کی جزا اور سزا دینے کے واسطے مقرر کیا ہی اور بیان اسوقت کا یہہ ہی اِذَا دُكَّتِ
الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا یعنے جب کوٹی جاویگی زمین جیسا کہ حق ہی کوٹنے کا یہانتک کہ ریزہ
ریزہ ہوجاوے اور پہاڑ اور اونچی نیچی زمین سب برابر ہوجاوے اور یہہ حالت بھونچال کی سختی
سے ہوگی جو قیامت کے دن آویگا اور اُسی زلزلے کے سبب سے مُردے قبرون سے نکلینگے اور پھونکنے سے
صور کے روحین بدنون سے مل جاوینگی وَجَآءَ رَبُّكَ اور آویگا تیرا پروردگار جلال اور قہر کی صفت
اور تجلی فرماویگا اور جزا اور سزا دینے کو بندون کے متوجہ ہوگا وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اور آوینگے فرشتے
صفین کی صفین یعنے فرشتے ساتون آسمان کے سات صفین ہو جاوینگے اور حاملان عرش کی ایک صف
دوسری اور علی ہذا القیاس وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ اور لائی جاویگی اس روز دوزخ یعنے ظاہر
کی جاویگی چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا ہی وبرزت الجحیم لمن یری اور بعضی روایتون مین آیا ہی
کہ ستر ہزار فرشتے دوزخ کو اپنے مقام سے ستر ہزار باگھون سے کھینچتے ہوئے بائین طرف کو عرش معلی کے
لاوینگے اور جب دو سو برس کی راہ حشر کے میدان سے دور رہیگی تو چنگاریان اور لپٹین اُسکی اڑینگی اور
اُسکے جوش وخروش کی آوازانی دور سے سب اہل محشر سنینگے اسوقت محشر کے لوگون پر نہایت خوف
غالب ہوگا اور پیغمبر منبرون اور کرسیون سے اتر پڑینگے اور ساری مخلوق گھٹنون کے بل بیٹھ جاویگی اور نفسی
نفسی پکارا اٹھیگی يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اس دن سوچیگا اور یاد کریگا آدمی کہ وہ جو پیغمبر اور نصیحت
کرنیوالے کہتے تھے کہ بدلا نیک اور بد کامون کا حق ہی اور قیامت آنیوالی ہی بیشک سچ تھا کیونکہ اسباب
جزا اور سزا کے سب موجود دیکھیگا قیدخانہ تو دوزخ سا اور فرشتون سے مارنے دھاڑنے والے پیادے
اس کثرت کے ساتھ حاضر اور حاکم حق تعالی ایسے قہر و اور جلال کے ساتھ متجلی اور زمین کہ اجسام اور
ارواح کے رہنے سہنے کی جاے تھی سب توٹ پھوٹ کر برابر ہوگئی تو کوئی ٹھکانا بھاگنے کا اور نکوئی
پہاڑ قلعہ گڑھی کوٹ اُسمین کہین نظر آتا ہی کہ وہان جا چھپے لیکن یاد کرنا اور سوچنا اسوقت کا کچھ فائدہ
نکریگا چنانچہ فرماتے ہین وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى اور کہان ملے اُسکو سوچنا یعنے سوچنا اور یاد کرنا اُسکو
کچھ مفید نہوگا کیونکہ وہ دن سوچنے یاد کرنے کا نہین ہی بلکہ وہ دن تو جزا اور سزا کا ہی ہان آج اگر

سوجے تو اُس روز کام آوے نہین تو سواے حسرت اور افسوس کے کہ یہہ بھی ایک بڑا عذاب ہی کچھ ہاتھ
مین نہ آویگا چنانچہ فرماتے ہین يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي کہنے لگے گا آدمی افسوس
اگر مین نے کچھ آگے سے بھیجا ہوتا اس زندگانی کے واسطے مال اور اعمال نیک جیسے ایمان اور طاعت
اور یہہ حسرت اُسکو عذاب جسمانی سے بہت سخت ہوگی فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ
پس اس روز نہ مار یگا اُسکا سا مارنا کوئی نہ آگ نہ دوزخ کے موکل نہ سانپ نہ بچھو کہ اس آگ مین
ہونگے کیونکہ مارنا اور دُکھ دینا انکا عذاب جسمانی ہی اور حق تعالیٰ کا عذاب اس طور پر ہوگا کہ تقصیروار کی
روح کو حسرت اور ندامت مین گرفتار کر دیگا اور یہہ عذاب روحانی ہی پس عذاب جسمانی کو عذاب
روحانی سے کیا نسبت ہی وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ اور نہ باندھیگا اسکا سا باندھنا کوئی
کیون کہ دوزخ کے پیادے ہرچند کہ دوزخیون کے گلے مین طوق ڈالینگے اور زنجیرون سے جکڑینگے اور
دوزخ کے دروازون کو بند کرکے اوپر سے سرپوش بند کر دینگے غرض کہ طرح طرح سے عذاب کرینگے لیکن عقل
اور خیال کو انکے بند نہ کر سکینگے اور عقل و خیال کی عادت ہی کہ بہت سی باتون کی طرف التفات کرتا ہی
اور بعضی باتین اُنہین سے دوسری باتون کی حجاب ہو جاتی ہین اسیواسطے عین قید مین انسان کو کمال
وسعت عقلی اور خیالی حاصل ہوتی ہی برخلاف اس شخص کے کہ اللہ تعالیٰ عقل و خیال کو اسکے ادھر اُدھر
جانے سے روک رکھے اور بالکل دکھ درد ہی کے متوجہ رکھے تو ایسے قید ہزارون درجے بدنی قید سے
سخت ہی اسیواسطے سودائیون اور مجنونونکو چمن سیر مین باغون اور جنگلون کی خفگی اور گھبراہٹ وہم و خیال کے
سبب سے پیدا ہو جاتی ہی کہ وہ باغ اور وہ بڑے بڑے جنگل اُسکی نظر مین تنگ معلوم ہوتے ہین اور بعضے
معتبر قاریون نے لَا يُعَذَّبُ اور وَلَا يُوثَقُ مجہول کے صیغہ سے پڑھا ہی اور اس صورت مین معنے ظاہر
ہین کہ نہ عذاب کیا جاویگا اس غافل کی طرح سے کوئی اور نہ بند کیا جاویگا اس غافل کی طرح سے کوئی کیونکہ دوسرے
گنہگارون نے ہرچند کہ گناہ کئے تھے لیکن اس دن سے غافل نہ تھے کبھی کبھی اُس دن کا خوف انکے خیال مین گذرا
کرتا تھا جب اُس دن کو دیکھینگے تو اس قدر خائف اور بیہوش نہ ہو جاوینگے کیونکہ اول سے دہشت اسکی
رکھتے تھے اسواسطے اُنکے حق مین وہ روز بلاے ناگہانی نہ ہوگا اور اُنکے عذاب اور قید مین منکرونکی عذاب

اور قید سے تخفیف ہوگا اور اس ہول اور دہشت کے دن مین سب نیکون اور بدون کو اول مرتبے مین خوف اور اضطراب غالب ہو جاویگا تو اسوقت تا بعدارون اور نیکون کو تسلی بخشینگے اور ایک منادی ندا کریگا یَاۤ اَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ای جی چین پکڑے ہوئے ساتھ حق کے کہ تو التفات سوائے حق کے کسی اور کی طرف نہ رکھتا تھا تجھکو پس جانے سے زمین کے اور فرشتون کی صفون کے دیکھنے سے اور ہول آواز سننے سے دوزخ کے کیا پروا ہی اِرۡجِعِیۤ اِلٰی رَبِّكِ پھر آ اپنے پروردگار کی طرف کہ ہمیشہ تو اُسکے حضور مین مستغرق رہتا تھا اور اسکے ماسوا کی طرف التفات نکرتا تھا رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ایسی حالت مین کہ خوشوقت ہونیوالا ہی تو دیکھنے تجلی سے جمال حق کی اور پسند کیا گیا ہی تو ساتھ ظہور آثار جمال جمیل مطلق کے فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبَادِیۡ پھر داخل ہو میرے مقرب بندون کی گروہ مین کہ دیدار کے مقام مین رہجھ رہے ہین اور یہہ تیرا مرتبہ ہی سعادت روحانی کا وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ اور داخل ہو میری جنت مین کہ وہ مقام ہی لذت جسمانی کے مزہ اٹھانے کا رَزَقَنَا اللّٰہُ الۡفَوۡزَ بِالسَّعَادَتَیۡنِ اس جگہہ پر سمجھ لیا چاہئے کہ نفس انسانی کو قرآن مجید مین تین صفتون سے موصوف کیا ہی امارہ اور لوامہ اور مطمئنہ امارہ گی صفت ہی کافرون اور فاسقون کے نفس کی کہ کفر اور فسق سے مُنہہ نہین پھیرتے اور انکا نفس اُنکو ہر وقت اُنہی کامون کی طرف رغبت دلاتا ہی اور لوامگی ان گنہگارون کے نفس کی تعریف ہی کہ وہ اپنی بدی پر ندامت کھینچتے ہین اور گناہ ہو جانے کے بعد اپنے کو آپ ملامت کرتے ہین کہ یہہ کام مین نے کیون کیا اور بہت برا کیا اور مطمئنہ ہونا انبیا اور اولیا اور صحابہ کے نفسون کی صفت ہی کہ ایمان اور اطاعت اور ذکر اور فکر مین حق کی اطمینان رکھتے ہین اور کشمکش سے خواہشون کے اور خطرات سے گناہون کے انکے احوال پراگندہ اور اُنکے اوقات مکدر نہین ہو سکتے اور بعضے کہتے ہین کہ امارگی ہر نفس کی صفت ذاتی ہی کہ شہوت اور غضب کے وقت اور عقل اور شرع کے حکم پر ظہور کرتی ہی اور لوامگی بھی ہر نفس کی صفت ہی مگر جس وقت کہ عقل اور شرع کی طرف رجوع کرے اور خیر و شر کو پہچانے اور اطمینان بھی ہر نفس کی صفت ہی مگر جب کہ ذکر کا نور تمام بدن کے اجزا پر غالب ہو جاتا ہی اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ نے فرمایا ہی کہ سارے نفس قیامت کے دن لوامہ ہونگے اور آپ کو ملامت کرینگے کہ طاعت تو نے زیادہ کیون نہ کی

بین نفس امارہ اور لوامہ مطمئنہ کا

اور گناہ کیون کیا اور ہرچند کہ اصل مین وقت اس ندا اور بشارت کا وقت فزع اکبر کا ہی کہ قیامتکے روز ہوگا لیکن نمونہ اسکا وقت مرنے ہر مومن کے ظاہر ہوتا ہی چنانچہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہی کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سُنا ہی کہ جب باایمان آدمی کو اجل آتی ہی تو سرھانے اُسکے فرشتے خوبصورت خوش لباس معطر آتے ہین اور کہتے ہین ای جان بحق آرمیدہ خوشی اور آسانی سے نکل آ کہ تیرا پروردگار تجھسے خوش ہی یہہ بات سنکر مسلمان کی جان بکمال خوشی سے نکل آتی ہی اور ایک عالم اسکی خوشبو سے معطر ہو جاتا ہی اور فرشتے اسکو ریشمی معطر کپڑے مین لیجاتے ہین اور دروازے آسمان کے کھل جاتے ہین اور وہان کے دربان مرحبا کہتے ہوئے استقبال کرتے ہین اور اُسکے واسطے بخشش طلب کرتے ہین اور اُسکو عرش معلی کے نیچے لیجاتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے اور حضرت میکائیل کو حکم ہوتا ہی کہ اس جان کو مسلمان اور نیکوکارون کی ارواح کے مقام مین داخل کرو اور اسکی قبر کو فراخ کردو کہ آرام اور راحت اسکو پہنچتی رہے اور اسکو کہدو کہ آرام سے سو رہے نئی دولہنکی مانند کہ اسکو کوئی بدخواب نہین کرتا اور کافرون کے ساتھ اسکے برعکس معاملہ واقع ہوتا ہی

سورۃ البلد

یہہ سورت مکی ہی اسمین بائیس[۲۲] آیتین اور بیاسی[۸۲] کلمے اور تین سو اکتیس[۳۳۱] حرف ہین اور اس سورۃ کا سورۂ بلد اسواسطے نام رکھا ہی کہ اُسکے شروع مین مکہ معظمہ کے شہر کی قسم کھائی ہی اور بلد عرب کی لغت مین شہر کو کہتے ہین۔ اور دیکھنا اس شہر کے حال کا اس وقت کہ قسم کھانے کا وقت تھا دلیل صریح ہی اس بات پر کہ آدمی کو دنیا اور آخرت مین اٹھانے سے مشقت اور رنج کے چارہ نہین ہی کیونکہ جب ایسا شہر بزرگ مجمع ایسی مشقتون کا ہووے تو دوسرے شہر تو بطریق اولی بڑے بڑے رنج اور مشقتون سے خالی نہونگے اور انسان جو مدنی الطبع ہی یعنے اسکی طبیعت مین شہر کی محبت لپٹی ہوئی ہی بغیر شہر کے رہ نہین سکتا اور کوئی شہر مقام راحت کا نہین **مصرع** ہیچ گنجی بے ددوبے دام نیست اور شہر مکے کی عظمت بہت وجہون سے ثابت ہی اُنمین سے یہہ ہی کہ حرم الٰہی کا مکان ہی اور مقام امن کا اور مرجع خلق کا کہ ہر سال مین ہزارہا آدمی دور دور کے ملکون اور شہرون سے ارادہ وہان کا



کرتے ہین اور وہ عمدہ بُنک کی جا ہی کہ حج اور عمرہ ہی اور اول ہی سب دنیا کی بناؤن سے اور (یعنے عبادت ۱۲)
قبلہ ہی عالم کا اور مقام حضرت خلیل علیہ السلام کا بھی وہان ہی اور اُن سب سے بڑھکے یہہ بات ہی کہ
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تولد کی جا ہے ہی اور اس جناب پر اللہ تعالی کی طرف سے وحی
نازل ہونے کی جگہہ ہی اور اس سورت کی ربط کی وجہ سورۂ والفجر سے یہہ ہی کہ اس سورۃ مین تاکید عزت
اور حرمت کرنے پر یتیم کے اور کھانا کھلانے پر مسکین کے اور مذمت مال کی محبت کی مذکور ہی اور اس سورۃ مین
بھی یہی مضمون منظور ہین اور اس سورۃ مین ہلاک کرنا بڑے بڑے زبردست سرکشون کا گناہون کی شامت کے
سبب سے مذکور ہی جیسے عاد اور ثمود اور فرعون اور اس سورے مین بھی ایسے کافر پر جھڑکی ہی کہ اپنی قوت پر
اترا تا تھا اور کسی کو خیال مین نہ لاتا تھا اور سبب اس سورے کے نازل ہونے کا یہہ ہی
کہ قریش مین ایک کافر کلدہ بن اسید نام بڑا پہلوان قوی ہیکل زور آور تھا اور ابو الاسد اسکی
کنیت مقرر کی تھی اور قوت اُسکی اس مرتبے کو تھی کہ چمڑا عکاظی گاے کا اپنے پانون سے دبا لیتا تھا
اور لوگون سے کہتا تھا کہ اس چمڑے کو میرے پانون کے نیچے سے کھینچ لو تمام آدمی ملکر زور کرتے تھے (نام بازار ۱۲)
یہان تک کہ وہ چمڑا پرزے پرزے ہو جاتا تھا لیکن اُسکے پانون کے نیچے سے جنبش نہین کرتا تھا جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسکو اسلام کی طرف دعوت کی تو وہ کافر ایمان نلایا
اور کلام سخت کیے کہ تو مجھکو ایک قید خانے دوزخ سے ڈراتا ہی جسکے کل انتیس ٢٩ پیادے ہین اُنکو تو مین ایک بائین
ہاتھ سے بس کرتا ہون ایسا کون ہی کہ میرا سامنا کرے اور مجھ سے عہدہ برا ہووے
اور ایک باغ پر مجھے پھلاتا ہی کہ مین نے شادیون مین اور خاطر داریون مین ڈھیرون مال
خرچ کیئے ہین اگر اُن مالون کو گنیئے تو وہ تیرا باغ سامان اور اسباب اور درختون اور نہرون سمیت
اُسکے روبرو بے حقیقت ہی بس اسکی اِن باتون کے جواب مین اللہ تعالی نے یہہ سورت
بھیجی اور مضمون اس سورت کا یہہ ہی کہ آدمیکو اپنی قوت اور زور زبر اور مال کی کثرت اور بڑائی پر نام اور جاہ کی
مغرور ہونا نہ چاہیے اور ابتدا کو اپنی پیدایش کی موت کی نہایت تک نظر مین رکھنا چاہیئے کہ کیا کیا
سختیان درپیش ہین کہ طاقت اُنکے اٹھانیکی بغیر اللہ تعالی کی مدد کے ممکن نہین ہی اور مال کو اُس

دفت نعمت جاننا چاہیے کہ آخرت کی سختیون مین کام آوے نہین نام اور جاہ دنیا کا جیسے سراب کا پانی اور نقش بر آب ہی

بسم الله الرحمن الرحيم

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ قسم کھاتا ہون مین اس شہر کی اور لا اصل مین نفی کے معنون مین ہی اور یہان پر قسم کی تاکید کے مقام پر اس لفظ کو لاتے ہین اور وجہ تاکید کے سمجھانے کی اس لفظ سے یہہ ہی کہ قسم اکثر اثبات پر کھاتے ہین کہ اس بات سے کوئی منکر ہو پس اول لا کے کلمے سے منکر کے انکار کو نفی کرتے ہین بعد اسکے قسم سے اپنے مطلب کو ثابت کرتے ہین پس گویا مطلب دو طور سے ثابت ہوتا ہی باطل کرنے سے نقیض کے اور ثابت کرنے سے عین مدعا کے اور اگر فقط قسم ہی کو ذکر کرتے تو اثبات ایک ہی طور سے ہوتا اس واسطے نفی کے کلمے کو لاتے تاکہ تاکید کی زیادتی ہو اور بعضے علما کہتے ہین کہ قسم کی نفی مراد ہی یعنے اس مطلب پر قسم کی حاجت نہین ہی کہ خود ظاہر ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ یہہ کلمہ مقسم بہ کی بزرگی پر دلالت کرتا ہی کہ اس چیز کا رتبہ اس سے برتر ہی کہ ایسی چھوٹی سی بات پر اسکی قسم کھائی جاوے اور دونون صورتون مین اشارہ ہی ثابت ہونے پر مطلب کے دعوی کرنے سے اسکے ظہور کے پس اس راہ سے بھی تاکید ثابت ہوئی اور جو مطلب قسم کا یہہ ہی کہ حقیقت مین آدمی ابتدا سے انتہا تک مشقت اور رنج مین گرفتار ہی پس قسم اس شہر کی کہ شہر مکہ ہی نہایت مناسب اس مطلب کے واقع ہوئی کیونکہ شہر مکہ اصل تمام زمین کا ہی کہ اول پانی پر یہی نقطہ پیدا ہوا تھا بعد اسکے اس نقطے سے تمام زمین کو پھیلا کر بچھایا اور زمین انسان کے مادے کی اصل ہی پس اصل الاصول اسکا جو محل مشقت اور رنج کا ہووے تو اسکو کہان سے توقع رکھنا چاہیے کہ مشقت اور رنج سے خلاصی پاویگا اب آئے ہم اثبات پر کہ یہہ شہر کس جہت سے مقام مشقت اور رنج کا ہی سو اسکا بیان یہہ ہی کہ اول تو یہہ کہ زمین سنگلاخ اور ریگستانی واقع ہوئی ہی اصلا قابل زراعت کے نہین اور پانی بھی کھارا اور زمین کے نیچے بہت دور ہی کہ بسبب سنگلاخی کے کنوان کھودنا اسمین نہایت دشوار ہی تو قحط دانے اور پانی کا سدا وہان کے رہنے والون کے واسطے موجود ہی اور اس وضع سے واقع ہوا ہی کہ آفتاب گرمی کے موسم پر کہ دو مہینے جوزا اور سرطان کے ہین

متصل سمت الراس اُسکے ہوتا ہی یعنے اُسکے نزدیک داہن بائین رہتا ہی اور سب گرمی کی شدت کا ہوتا ہی
اور آفتاب کی طپش کے سبب سے رات کو بھی پہاڑون مین گرمی کی شدت ہوتی ہی اور سموم یعنے گرم ہوا ہلاک کی
چلتی ہی ان سب بے برگی اور بینوائی کی جہتون سے عیاشون اور خوشطبعون کے رہنے کے قابل نہین ہوسکتا اور
اسیواسطے قدیم الایام سے بڑے بڑے بادشاہون نے ارادہ اس ملک کا نہین کیا اور اُسکو اپنی قلمرو سے خارج
رکھا ہی اور جو شخص کہ قصد اس مکان کا کرتا ہی تو فقط زیارت کی نیت سے کرتا ہی کیونکہ عیش اور خوش گذرانی کے
اسباب سے کوئی چیز وہان نہین ہی اور اس مقام معظم کی زیارت کے سفر مین بھی جو جو مشقتین اور رنج کہ بحر اور بر
مین کھینچنے ہین ظاہر اور جو دہین اور یہ سب چیزین جو مذکور ہوئین مشقت اور رنج دنیاوی کے اسباب سے اس مکان
عالیشان مین قبل پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے موجود تھین اور جب وہ جناب
پاک مبعوث ہوئے تو ایکسا اور گل کھلا اور ایک دینی مشقت نہایت بڑی نمود ہوئی کہ ایک گروہ اس شہر والونمین
سے اس جناب کے ساتھ گرویدہ ہوئے اور اپنے باپ دادون کے باطل مذہبون کو چھوڑ دیا اور عبادت سے
بتون کی بالکل دست بردار ہوئے تو ہر گھر مین مخالفت اور پھوٹ اور جھگڑا اور لڑائی پیدا ہوئی اور کافرون نے
قتل اور ایذا اس جماعت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر کمر باندھی اور اوقات اُس شہر کے
رہنے والون کے بسبب اس مہلک واقعہ کے نہایت رنج اور مشقت سے گذرنے لگے اور رات دن دونون
طرف ولے مار دھاڑ لڑائی بکھیڑے مین مشغول ہوئے تو اب اشارہ اس نئے رنج و مشقت کی طرف اس
عبارت مین فرماتے ہین وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ اور قسم کھانا میرا اس شہر کی اس وقت ہی کہ تو اس
شہر مین آیا ہی یعنے وجود وہین آیا کیون کہ تیری روح نازل ہونے کے سبب سے اس شہر کی بھی شرف اور بزرگی
زیادہ ہوئی کہ شرف المکان بالمکین اور اسباب بھی دینی رنج اور مشقت کے بڑھ گئے اور اس شہر کے لوگ
اکبر کبائر مین یعنے بڑے گناہ مین کہ قتل اور ایذا بہترین خلق اللہ کی تھی گرفتار ہوئے اور حرمت کو حرم کی کہ اسکے
ملاحظے کے واسطے موذی جانورون کو نہ مارتے تھے اور کیلے درختون کو نہ کاٹتے تھے بلکہ قلم صاف جو اب دیکر
مخالف اس عقیدے کے ہوگئے اس وقت جو جو ظلم کہ وہان کے رہنے والون سے واقع ہوتے تھے آدم کے وقت سے
اس دم تک کسی سے نہوئے ہونگے بس زیادہ کرنے اس قید کے یعنے وانت حل بهذا البلد کے اس قسم کو

بستگی مطلب کے ساتھ ہوگئی اور جو اس قسم مراد مناسبت مین اسکی ساتھ مطلب کے ایک طرح کی
پوشیدہ تھی کہ سوائے اولیا کے اسکو کوئی دریافت نہین کرسکتا تھا تو ایک دوسری قسم عام
فہم بھی مذکور فرمائی وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ اور قسم ہی جنے والے کی اور جنے گئے کی کہ دونون کمال مشقت
اور رنج مین گرفتار ہین کیونکہ جنے والی کو اول تو بوجھ اٹھانا حمل کا اور بدمزہ رہنا طبیعت کا اور جنے کا
درد اٹھانا چاہئے اور بعد اسکے بچے کے پالنے مین سختیان اور رنج کھینچنا چاہئے اور جسکو جنتی ہی
اسکی مصیبتین یہ ہین کہ اول تو اسکو اندھیرے مین بچہ دان کے کمال عجز اور ناتوانی سے گذران کرنا چاہئے
اور بعد اسکے اس محنت سرائے فانی مین یعنے دنیا مین طرح طرح کے دردون اور رنجون جسمانی اور
روحانی مین مبتلا ہونا چاہئے اسیواسطے لکھا ہی کہ بچے کے رونے مین پیدا ہونے کے ساتھ اشارہ اسی
بات کی طرف ہی کہ اس جہان مین زندگانی رو دھو کے کاٹے گا اور کیا اچھا کہا ہی کسی شاعر نے
لِمَا تُؤْذِنُ الدُّنْيَا مِنْ صُرُوْفِهَا يَكُوْنُ بُكَاءُ الطِّفْلِ سَاعَةَ يُوْلَدُ وَالَّا فَمَا يُبْكِيْهِ مِنْهَا
وَاِنَّهَا لَاَوْسَعُ مِمَّا كَانَ فِيْهِ وَاَرْغَدُ یعنے اس سبب سے کہ خبر دیتی ہی دنیا تغیر حال اپنے سے ہوتا ہی رونا
لڑکے کا وقت پیدا ہونے کے اور اگر ایسا نہوتا تو نہ روتا لڑکا جنے کے وقت اور البتہ وہ فراغت مین آیا
ہی اس جگہ سے کہ تھا اسمین اور کشادگی مین اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد والد سے حضرت آدم علیہ السلام
ہین کہ کس مشقت سے بہشت سے نکالے گئے اور دیکھی بھالی کھائی پی نعمتون کو ان سے چھین لیا اور مراد
ما ولد سے انکی ذریات یعنے اولاد ہین کہ تمام عمر مین اپنی سوا اس دار المحنت کے کچھ نہین دیکھا اور وصف اپنے
وطن اصلی کے کمال حسرت اور افسوس سے سنے اور ان دونون جنس سے قسم ثابت ہوئی کہ آدمی کی اصل
ترابی بھی مشقت اور رنج ہی اور اصل آبی بھی مورد مشقت اور رنج کی ہی اب اس دلیل پر مدلول کو متفرع کرکے
فرماتے ہین لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ مقرر پیدا کیا ہم نے انسان کو مشقت اور رنج مین کیونکہ
اصل آدمی کی عالم خاک مین مکے کی زمین ہی اور اصل اسکی عالم آب مین نطفہ آدم علیہ السلام کا ہی
اور دونون مشقت اور رنج مین گرفتار رہین اور کبد کو یہان پر بے کے زبر سے پڑھنا چاہئے کہ مشقت کے
معنی ان مین ہی اور کبد بے کے زیر سے کہ جگر کے معنے مین ہی وہ بھی اسی سے مشتق ہی کیونکہ آدمی کے بدن مین

باورچی گری اُسی کا ذمہ ہی غذا کو اپنے اندر لانے مین اور اُسکے پکانے مین اور اُسکے تقسیم کرنے مین بڑی بڑی مشقتین اٹھاتا ہی اور دوسرے اعضا لقمہ بے دود بر قابض اور متصرف ہوتے ہین اور اگر مشقت اور رنج آدمی کے تفصیل کے ساتھ بیان کئے جاوین تو ایک بڑا دفتر چاہئے لیکن مجمل اسقدر سمجھ لیا چاہیے کہ آدمی کی خلقت چار ضدون سے ہی حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست اور یہہ چارون اسکے مزاج مین اپنا اپنا غلبہ چاہتی ہین اور اُسکے اعتدال کے خراب کرنے کے پیچھے پڑی رہتی ہین مصرع پیوستہ در کشاکش این چار اژدہا ہست ۔ پھر کتنے دنون قید خانے مین بچہ دان کے قید رہتا ہی پھر کتنے دنون کمال عجز اور ناتوانی سے جھولے مین مردے کی مانند پڑا رہتا ہی نہ تو زبان ہی کہ اپنے دل کا حال بیان کرے اور نہ ہاتھ پانون ایسے ہین کہ اپنی خواہش کو اُسسے کرے پھر دانت نکلنے کے درد مین اور دودھ چھڑانے کی ایذا مین مبتلا ہونا ہی پھر مکتب مین استاد کی مار دھاڑ کا رنج اٹھاتا ہی اور جب عقل کے پنجے مین گرفتار ہوا اور کشاکش مین کن مکن کی پڑا تو طرح طرح کے رنج اور ملال مین گتھ گیا طبیعت اسکو کبھی قوت شہوانی کے زور سے چارپائے کی مانند ذلیل بنا دیتی ہی اور گرفتار حرص کا کرتی ہی اور روپیے کے واسطے اُسکے سر پر بھاری بوجھ دھرواتی ہی اور تمام دن اسکو ایک ذلیل مزدوری کے واسطے آگ اور دھوین مین مقید رکھتی ہی اور چند پیسون کی محبت کے واسطے دوکان کا قیدی رکھتی ہی اور آرزو مین مٹھی بھر دانون کی اسکو بیل کے پیچھے دوڑاتی ہی اور کبھی اُسکو قوت غضبیہ کے غلبے سے درندے چارپایون مین ملا دیتی ہی اور بدگوئی خلق کی اور پھٹکار عالم کی اُسکے نصیب ہوتی ہی اور مانند بھیڑئے اور چیتے کے پنجا کھولتا ہی اور مخلوق کو ایذا دیتا ہی اور ان سب سے طرفہ ایک اور دشوار ہی کہ مقید طبع کا بھی ہی اور مامور شرع کا بھی شرع مخالف طبیعت کے راہ بتاتی ہی اور طبع موافقت نفس کی کرتی ہی اور عبادت سے روکتی ہی اور یہہ عبادت کا مامور ہی بے عبادت کئے اُسکی نجات نہین ہی اور باوجود گناہ کے اسباب موجود ہونے کے گناہ سے مجبور ہی بچنے پر کوئی رنج عالم مین زیادہ تر جمع ہونے سے ضدون کے اور راضی کرنے سے مخالفون ہمزاد کے نہین ہی اور یہ تمام مشقتین اور رنج ہر شخص کی ذات سے تعلق رکھتے ہین لیکن جو مشقتین کہ غیر کے حق سے تعلق رکھتی ہین پس ان سب سے زیادہ تر سخت ہین جیسے رعیت ہمیشہ اطاعت مین پادشاہ کی گرفتار ہی اور پادشاہ رعایت کرنے مین عدل اور احسان کے

بیان مشقت اور رنج آدمی کے

رعیت پر

رعیت پر ناچار اور اولاد رنج مین ماباپ کی خدمت کے اور ماباپ رنج مین بیٹا بیٹی کی محبت کے اسیطرح خاوند کا
حال ہی جورو سے اور جورو کا خیال ہی خاوند سے اور مہمان کا غلام سے اور غلام کا میان سے اور ہر دوستی کا
ہر دوستی سے بس کوئی شخص اس طرح کی مشقت سے بھی خالی نہین اور ان سب دنیا کی مشقتون کے سوا
جان کندن کی مشقت اور مال کی مفارقت کا اور اولاد کے فوت ہونے کا رنج اور قبر کی تنگی کا اور لحد کے ۔
اندھیر کا اور اس مقام تنہا پڑے رہنے کا اور منکر نکیر کے سوال کا اور ہول قیامت کا اور اٹھنے کے دن کا
اور ہیبت صور پھونکنے کی اور اولین اور آخرین کے سامنے فضیحت ہونے کا خوف اور سر نیچا ہونے کا
حساب کے وقت اور اعمال کے وزن کے وقت کا اور کھڑا ہونا روبرو حضرت رب العزت کے اور اگر معاذ اللہ
ساتھ ان مشقتون کے دوزخ کی مصیبت نصیب ہوئی تو ذلت اور ہمیشہ کا توتا اسکے نصیب ہوا اور
مشقت اور رنج اسکا حد سے گذر گیا اور جو کوئی ابتدائے عمر سے انتہا تک اس قسم کی مشقتون اور
تکلیفون مین گرفتار ہو اسکو فخر کرنا اپنے زور اور بازو پر اور بہت مال خرچ کرنے پر نہایت بیجا اور نازیبا
ہی چنانچہ فرماتے ہین أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ کیا گمان کرتا ہی آدمی ساتھ ان مشقتون
اور رنجون کے کہ قدرت نپاویگا اسپر کوئی تاکہ جزا اسکی دے اور بھلے برے کامون سے پوچھے حالانکہ
دم بدم مقہور قہر الہی کا اور تابعدار اسکی قدرت نامتناہی کا ہی بلکہ اسکی ضعیف سے ضعیف مخلوق سے
جو مکھی اور مچھر ہی عہدہ برا نہین ہو سکتا اور جو اکثر فخر اسکا زیادہ مال خرچ کرنے پر تھا اور اس دعو مین
کہ مجھپر کوئی قدرت نہ پا سکیگا اکثر اعتماد اسکا اپنی عزت اور جاہ پر تھا کہ بہت سا مال خرچ کرکے اس
عزت اور جاہ کو حاصل کیا تھا کیونکہ جو شخص کہ بہت مال خرچ کرتا ہی سب دلون مین عزیز اور سبکی نظرون مین
برا مرتبے مین معلوم ہوتا ہی اور کوئی شخص اسکی خفگی اور اسکے برا بھلا کہنے پر بسبب حیا کے یا طمع کی جہت سے
کہ اس سے رکھتا ہی اسکا سامنا کرنے پر پیشقدمی نہین کرتا ہی سو اب دفع کرنے مین اسکے اس غرور کے
فرماتے ہین يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا یعنے فخر کے مقام مین اور ثابت کرنے مین اس بات کے کہ مجھپر
کوئی قدرت نہ پاویگا کہتا ہی کہ کھپا دیا مین نے ڈھیرون مال اور اکثر بڑے بڑے عمدہ کامون مین بہت سا
مال خرچ کیا ہی اس سبب سے بڑائی اور عزت میری لوگون کے دلون مین قائم ہو گئی ہی کوئی شخص پیشقدمی

میرے مقابلے پر نہین کرسکتا اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗٓ اَحَدٌ کیا گمان کرتا ہی کہ نہین دیکھا ہی
اُسکو کسی نے اسوقت کہ ماکے پیٹ سے ننگا بھوکھا پیدا ہوا تھا اور کچھ اپنے پاس نہ رکھتا تھا پھر جو
مال کمانا شروع کیا تو کس وجہ سے حلال سے یا حرام سے پھر جو مال کو خرچ کیا تو کس مصرف
مین جایا بیجا اور کس نیت سے خدا کے واسطے یا فخر اور ریا کے واسطے بس اسکو خرچ کرنے پر اس مال کے
اُسکے ہاتھ مین عاریت محض ہی اور اکثر حرام کی وجہ سے حاصل کیا ہی اور حرام جگہہ پر صرف ہوا ہی
بری نیت سے بس ایسی چیز پر فخر اور بڑائی سزاوار نہ تھی اور اگر یہہ فخر اور بڑائی اس شخص کے
روبرو کرتا تاکہ ابتدا سے اُسکے حال سے اور اُسکی کمائی سے اور اسکی نیت باطنی سے آگاہ نہوتا تو گنجایش بھی
یہہ تو اسکی کمال بیحیائی ہی کہ مقابلے مین رب الارباب کے اور عالم السرور والخفیات کے کہ جاننے والا حال
واستقبال کا ہی زبان ساتھ فخر کے کھولی ہی اور اگر وہ کفر اور جہل کی راہ سے انکار حق تعالی کے دیکھنے کا
کرتا ہی تو حق تعالی اُسکے جواب مین یون فرماتا ہی اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ کیا نہین بنا دین ہم نے
اُسکو دو آنکھین تاکہ چیزون کو دیکھے اور جوکہ غیرون کو بینائی بخشتا ہی اور اسباب بینائی کے درست
کر دیتا ہی تو آپ کس طرح سے بینائی مین قصور رکھتا ہوگا اور اگر اللہ تعالی کے دیکھنے کو مسلم رکھتا ہی
اور کہتا ہی کہ وہ جو میرے دل مین نیتین ہین انکو تو کوئی نہین جان سکیگا سو اُسکے جواب مین فرماتے ہین
وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ کیا نہین بنا دئے ہین ہم نے اُسکے واسطے ایک زبان اور دو ہونٹھ اور جسنے
کہ قدرت دل کے بھید ظاہر کرنے کی دوسرون کو بخشی ہی وہ کیونکر دوسرے کے دلکے بھیدون پر مطلع
نہوگا اور فائدہ زبان کا آدمی کے اندر ظاہر ہی کہ سبب ہی بات کرنے کا اور دلکی چھپی باتین ظاہر کرنے کا
بھی وہی سبب ہی اور دونون ہونٹھون کے فائدے کئی چیزین ہین اول تو چوسنا دودھ کا اور اسیطرح
میوہ وغیرہ کا چوسنا جیسے آنبہ وغیرہ اور دوسرے چھپانا منہہ کا کہ خاک دھول مکھی مچھر وغیرہ اسمین نہ چلا جاوے
اور تیسرے دانتون کا چھپانا کہ کھلا رہنا دانتون کا نہایت بدزیب معلوم ہوتا ہی چوتھے مددگاری کرنا
بات مین کیونکہ شفتی حروف جیسے ب اور واو کہ بغیر ہونٹھون کے نہین نکلتے اور دوسرے حروف مین بھی
مدد انکی ضرور ہی پانچوان یہہ کہ کھانا کھانے مین اور پانی پینے مین اور چابنے مین اور حلق سے اُتارنے مین

فائدہ زبان کے پیدا کرنے کا

اور گٹھلی چھلکے پھینکنے مین منہہ سے مدد انکی صرور ہی چھنا پھونکنا بانسری کا اور دوسرے پھونکنے کی چیز مین منفعت انکی ظاہر ہی اور دقیقہ شناس عالمون نے کہا ہی کہ حق تعالی نے آدمی کو دو آنکھین اور ایک زبان دی ہی تا اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ بولنا اسکا دیکھنے سے کم چاہئے کیونکہ دیکھنا اسکا شامل ہی خیر اور شر کو اور بولنا سواے بھلائی کے اچھا نہین اسیواسطے ایک زبان پر دو نگہبان مقرر فرماتے ہین کہ دونون ہونٹھ ہین تا کہ معلوم کرے کہ زبان کو اپنی لگام رکھنا چاہئے چنانچہ حق تعالی دوسری جگہہ فرماتا ہی ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید نہین بولتا آدمی کوئی بات مگر یہہ کہ اُسکے نزدیک مقرر ہین نگہبان تیار اسی کام کے واسطے اور حدیث صحیح مین ہی کہ جو شخص کہ خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہی پس چاہئے کہ نیک چیز کہے یا خاموشی اختیار کرے اور ترمذی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نجات کس چیز مین ہی فرمایا کہ اپنی زبان کو بند کر اور گھر مین بیٹھہ رہ اور اپنے گناہون پر رو اور سلف کے لوگ کہہ گئے ہین کہ آدمی کی زبان ایک مہلک اژدہا ہی کہ سوراخ اسکا دہن ہی اور کیا خوب کہا ہی احفظ لسانک ایہا الانسان لا یلدغنک انہ ثعبان یعنے نگاہ رکھہ زبان کو اپنی ای آدمی نہ کاٹ کھائے تجھکو وہ تو ایک اژدہا ہی اور امام شافعی رحمہ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ جب آدمی چاہے کہ بات کرے تو اول چاہیے کہ فکر کرے اور اپنے دل سے مشورت لے پھر اگر جانے کہ میری بات کرنے مین سراسر مصلحت ہی اور اسمین کسی طرح کی دین دنیا کی کوئی مضرت نہین تو البتہ بات کرے اور اگر مضرت کا بھی شک ہو تو ہرگز اُسکو بات کرنا روا نہین ہی پھر اس بات کا کہان ٹھکانا جسمین مصلحت نہو اور مضرت ظنی یا یقینی ہو اور یہہ بھی حدیث شریف مین ہی کہ جب آدمی صبح کو اٹھتا ہی تو تمام اعضا اور جوارح اُسکے زبان کے آگے عاجزی اور زاری کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ای ظالم انصاف کر کہ ہم سب تیری اچھائی اور برائی کے ساتھہ متعلق ہین اگر تو سیدھی راہ پر رہے گی تو ہم بھی نجات پاوینگے اور نہین تو تیرے کئے پر ہم بھی گرفتار ہونگے اور اس آیت مین تخصیص ان تینون نعمتون کے بیان کی آنکھہ اور زبان اور اونٹھ مین ایک وجہ دوسری بھی ہی وہ یہہ ہی کہ جب آدمی اپنی ماکے پیٹ سے پیدا ہوتا ہی تو بھوکا ہوتا ہی اور پہلی چیز کہ اپنے قوت کے واسطے

دنیا سے حاصل کرتا ہی وہ دودھ ہی کہ پستان سے پیتا ہی اور دودھ پیتے ہین یہ تین عضو ضرور
ہین تا کہ دودھ پلانیوالی کو دیکھے اور پستان کو ہونٹھون سے چوسے اور دودھ کو زبان کی مدد سے مزہ
چکھہ کر حلق سے اُتارے پس جو شخص کہ پہلی کمائی پر اپنی قادر ہو کہ بقا اسکی زندگی کی اُسپر موقوف
ہی تو دوسرے کموبات پر اپنی خودی سے کس قسم سے اُسکو اترانا روا ہوگا اور مقابلے مین وہی کافر کہے
کہ ہر چند کہ خدا تعالی سب چیزون کو ظاہر اور باطن سے دیکھتا ہی اور جانتا ہی لیکن مین نے جس جائے
کہ مال خرچ کیا ہی اور جس نیت سے کیا ہی معرور تھا کیون کہ مجھکو وہی محل اور وہی نیت بہتر اور خوب
معلوم ہوئی تھی دوسرے محل اور دوسری نیت کو مین جانتا ہی نتھا کہ اس محل اور اس نیت سے مال خرچ کرون
اُسکے جواب مین فرماتے ہین وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ اور بتا دین اور دکھا دین ہم نے اسکو دونون
راہین خیر اور شر کی پس دعوی مین بے علمی اور بے سمجھی کے جھوٹھا ہی کیون کہ اول اُسکو ہمنے عقل دی پھر انبیا
اور عالمون اور واعظون کے واسطے سے اُسکے کان مین علامتین نیک راہ کی اور بد راہ کی پہنچا دین
اور دونون راہون کو جدا جدا اسکی نظر مین دکھا دیا اُسنے بری راہ کو اختیار کیا اور سیدھے رستے کو
چھوڑ دیا اور ہر گز اپنے مال کو نیک جگہہ پر خرچ نہ کیا چنانچہ فرماتے ہین فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ بس اس کافر سے
نہو سکا کہ گھسنا سخت گھاٹی پر اور سختی اور دشواری بھی ایک عمدہ علامتون سے ہی نیک راہ کی
کیون کہ بری راہ نفس کی موافقت اور اُسکی خواہش کے سبب سے آسان اور سہل معلوم ہوتی ہی
اور خرچ کرنا مال کا خواہشون مین اور لذتون مین آسان ہو جاتا ہی مال خرچ کرنا تو وہان مشکل ہوتا
ہی کہ کچھہ لذت اور توقع منفعت کی اسمین نہو اور محض ابتغاء لمرضات اللہ واقع ہو یعنے واسطے طلب کرنے
رضامندی اللہ تعالی کے ہو چنانچہ فرماتے ہین وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ اور کیا بوجھا تو اے آدمی
کہ کیا ہی وہ سخت گھاٹی کہ خرچ کرنا مال کا اُسین طبیعت اور نفس پر شاق اور بھاری معلوم ہوتا ہی فَكُّ
رَقَبَةٍ وہ گھاٹی سخت اور دشوار خلاص کرنا گردن کا ہی اور یہہ کئی قسم ہوتا ہی اول آزاد کرنا غلام
یا لونڈی کا اپنی ملک کی قید سے دوسری قسم خلاص کرنا جان کا ہی قصاص اور خون سے کہ اُسکی عوض
مین خون بہا دیکر اُسکی جان بخشی کرے تیسرے قرضدار کا چھڑا دینا ہی کہ اُسکو اُسکے قرض خواہون سے

اپنے قرض کی بابت پکڑ کر قید کیا ہو اُسکا قرض ادا کر کے قرض خواہون سے چھڑا دے جو تھی قیدی کا خلاص کرنا ہی کہ کوئی کافر یا ظالم اسکو زور سے پکڑ لے گیا ہو اور بغیر مال دینے کے نہین چھوڑتا اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ مجھکو ایک کام بتا دو کہ اُسکے سبب سے بہشت مین داخل ہون فرمایا آزاد کر بردہ اور خلاص کر گردن اُسنے عرض کی یارسول کیا یہ دونون ایک چیز نہین ہین فرمایا نہین آزاد کرنا بردے کا یہہ ہی کہ فقط اُسکو قید سے غلام پنے کی آزاد کر دے اور خلاص کرنا گردن کا یہہ ہی کہ مدد کرے تو اُسکی تاوان سے چھڑانے مین یا غون سے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیم سے فک رقبۃ کے اطعام مسکین پر کہ اس آیت مین واقع ہوئی ہی استدلال کیا ہی اس بات پر کہ یہہ خرچ صدقے سے بہتر ہی اور دوسرے علما اُسکے برعکس پر قائل ہوئے ہین اور کہتے ہین کہ صدقے مین جان کا بچانا ہی ہلاکت سے کیونکہ قوام بدن کا غذا سے ہی اور آزاد کرنا بردے کا خلاص کرنا قید سے ہی اور قید اس قدر موذی نہین ہی کہ اُس سے خوف ہلاک ہونے کا ہو اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ یا کھانا کھلانا ہی بھوک اور احتیاج کے دن مین جیسے قحط کہ اس مین کھانا کھلانا بہت سے مومنون سے عزیز ہوتا ہی یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ یتیم ناتے والے کو جیسے بھتیجا یا چچا کا بیٹا اور خالہ کا بیٹا اور سوا اُسکے اور بہت قید اس واسطے لائے ہین کہ کھانا کھلانا ہر وقت مین عبادت ہی کیونکہ کھانے والا بغیر بھوک کے کھا نہین سکتا بس ہر شخص کیا غنی اور کیا فقیر کھانے کے وقت محتاج طعام کا ہوتا ہی اور کھانا کھانے سے اسکی روح تازہ ہو جاتی ہی اسی واسطے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر کام اسلام کا کون ہی فرمایا کہ کھانا کھلانا اور جو ملے اُس سے سلام علیک کرنا اور نماز پڑھنا رات کو جب لوگ سوتے ہون اور جو کھانا کھلانا قحط اور غلے کی تنگی کے وقت واقع ہو تو اسکا اجر کتنے درجے بڑھ جاتا ہی کیونکہ دوسرے وقتون مین اگر کوئی شخص ابتدا بھوک مین اذیت اُٹھا دیگا لیکن بعد ایک دو ساعت کے کہین نہ کہین روٹی کے سر جا لگیگا اور خوف جان جانے کا نہوگا بخلاف قحط اور غلے کی نایابی کے دنون مین کہ خوف ہلاکت کا ہی اور ان وقتون مین بھی جو لوگ کہ محنت اور تلاش معاش پر قادر ہین یا والی وارث رکھتے ہین انکو ایک دو روز کے بعد

کھانے کو مل رہتا ہی اور ذمہ دار انکی معاش کی تھوڑی بہت اُنکی خبرگیری کرتے رہتے ہین اور یتیم کہ ان علاقون مین سے ایک بھی نہین رکھتا ہی اور خوف اُسکی ہلاکت کا یقین کے درجے کو اور احتیاج اسکی نہایت کو پہنچی ہی علی الخصوص ایسا یتیم کہ قرابت کا علاقہ بھی اُسسے رکھتا ہو کہ اُسکے کھلانے مین صدقہ بھی ہی اور صلہ رحم بھی کہ یہہ جدی ایک عبادت ہی اور یہہ بھی ہی کہ کھلانے مین یتیم کے علی الخصوص کہ ناتے والا بھی ہو کوئی نفع حال یا اینده کا متوقع نہین ہی سواے آخرت کے ثواب کے کیونکہ سبب بچپن کے کوئی کام اُسکے ہاتھ سے ہو نہین سکتا اور تعریف اور بڑائی کا اُسکی کوئی اعتبار نہین کرتا اور اگر اسکے کھانا کھلانے کے وقت کوئی دیکھے بھی تو دل مین یہی سمجھے کہ رشتہ داری کے سبب سے اُسکو کھلاتا ہی بس دروازہ ریا اور بڑائی کا بالکل بند ہو جاویگا اور خلوص نیت کا کما حقہ ثابت ہوگا اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ یا کھانا کھلانا اس مسکین کا ہو جو خاک مین رلا ملا ہی اور یہہ قید اس واسطے بڑھائی ہی کہ مسکین کبھی اس محتاج کو بھی کہتے ہین کہ خرچ اُسکا اُسکے دخل سے زیادہ ہو چنانچہ سورۂ کہف مین واقع ہی واما السفینة فکانت لمساکین یعملون فی البحر لیکن وہ مسکین خاکساری اور افتادگی کے مرتبے کو نہین پہنچا کہ اسکی جان جانے کا خوف دمبدم لگا ہو اور جب نوبت فقیر کی اس مرتبے کو پہنچتی ہی تو اسوقت مین وہ بھی محل کسیطرح کے نفع کی توقع کا حال اور استقبال مین نہین رہتا اور صرف کرنا مال کا محض اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے ثابت ہوتا ہی اور جو خرچ کرنا مال کا ان تینون وجہون مین کہ مذکور ہوئی ہین کبھی کبھی کافرون اور بد اعتقادون کے ہاتھ سے بھی جنسیت کی محبت اور رحم جبلی کے سبب سے واقع ہوتا ہی اور آخرت کے حساب مین رایگان اور برباد ہی تو ناچار احتراز کے واسطے اس قسم کے مال خرچ کرنے پر تھوڑا سا اور بھی بڑھا کر فرماتے ہین ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پھر ان سب باتون کے ساتھ اُن لوگون کے گروہ مین سے ہو کہ ایمان لائے ہین اور تصدیق دین اور شریعت کی اور اپنے وقت کے پیغمبر کی کی ہی تاکہ یہہ عمل خیر اس شخص کا آخرت مین شامت سے کوفر کی اور تکذیب سے پیغمبر کی بے فائدہ اور برباد نہووے اور ثم کا لفظ ہر چند کہ ان اعمالون سے تراخی اور تاخیر پر ایمان کی دلالت کرتا ہی حالانکہ ایمان تمام طاعتون اور عبادتون کے قبول ہونے کی شرط ہی اور شرط مقدم ہی مشروط پر لیکن مراد تاخیر اور تراخی بیان مین ہی نہ واقع ہونے مین چنانچہ کہتے ہین نماز اس وقت مین مقبول ہوتی ہی کہ ابتداے ترکیب سے سلام تک اُسکے ارکان ترتیب سے ادا کرے پھر وضو بھی کیا ہو حالانکہ وضو نماز کی شرط ہی پہلے نماز سے کیا چاہئے لیکن بیان مین مرتبہ شرط کا پیچھے ہی مشروط کے

مسکین کی تحقیق

مرتبے سے

مرتبے سے سوا اس تاخیر کی آگاہی کے واسطے ثم کی لفظ کو استعمال فرمایا ہی اور اگر اول سے ایمان کو مذکور فرماتے تو یون گمان ہوتا کہ ایمان بھی عقبہ مالی کے ارکان مین داخل ہی اور واقع مین اس طور سے نہین ہی آور بعضے علما نے کہا ہی کہ تاخیر وقوع مین مراد ہی کیونکہ کافرون کے عمل توقف مین رہتے ہین اگر آخر عمر مین ایمان لائے تو وہ سب پچھلے اعمال برکت سے ایمان لانے کی مقبول ہوجاتے ہین اور انپر ثواب پاتے ہین چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ حکیم بن حزام نے جو بھتیجا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد اسلام کے سوال کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کفر کی حالت مین بہت نیک کام کئے ہین فرمایا کہ تیرے اسلام نے اُن سب کامون کو نیک کردیا اور مقبول ہوگئے پس معنے اس تقدیر پر اس طور سے ہین کہ اول جس شخص نے خرچ وجوہ مذکورہ مین کیا اور بعد اسکے توفیق ایمان کی بھی پائی تو سخت اور کٹھن گھاٹی سے گذر گیا آور عربیت کے علما کو ترکیب مین اس آیت کی ایک اشکال مشہور ہی اسکا حاصل یہہ ہی کہ عرب کے کلام مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھ نہین آئی ہی مگر دعا مین چنانچہ دعا مین لا بارك الله فی سهیل یا تکرار کے ساتھ چنانچہ فلا صدق ولا صلی مین ہی اور اس آیت مین یعنے فلا اقتحم مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھ ہی دونون نوع سے خارج ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ جو عقبہ کی چیزون کے ساتھ بیان فرمایا تو باعتبار معنون کے ماضی کو تکرار پیدا ہوگیا اور کلام مین زیادہ اعتبار معنے کا کرتے ہین نہ لفظ کا اور اسکے ساتھ بھی قرآن خود حجت کافی ہی گواہ لانے کی حاجت نہین ہی اور جو بیان مین عقبہ کے اس حد کو پہنچے تو مرتبہ کمال کا طرح کرنے مین مال کے تمام ہوا اب مرتبہ تکمیل کا اسباب مین ارشاد ہوتا ہی کیونکہ کمال بغیر تکمیل کے چندان اعتبار کے قابل نہین ہوتا وتواصوا بالصبر اور آپس مین وصیت کرتے ہین صبر کی کہ مجموعہ نیک خلقون کا ہی اور کتاب اللہ مین بتیس اور کئی آیتون مین اسپر تاکید واقع ہی اور حق تعالی نے اپنے پیغمبر کو بھی اسکا حکم فرمایا ہی کہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل اور اسی جگہ سے صبر کی بزرگی کو سمجھ لیا چاہیے کہ قرآن مین اسکا ذکر نماز پر بھی مقدم رکھا ہی جس جاے پر کہ فرمایا ہی یا ایها الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ اور اپنی رفاقت بھی صبر والون کے ساتھ مخصوص کیا ہی کہ ان الله مع الصابرین اور کسی جاے پر ان الله مع المصلین اور مع الصائمین اور مع المتصدقین نہین فرمایا اور یہہ بھی ہی کہ ہر عمل کے واسطے ایک اجر مقرر فرمایا ہی

ف کافرون کے عمل موقوف رہتے ہین ایمان لانے پر

ف صبر کی بزرگی کا بیان

اور صبر کے واسطے بے حساب اجر کا وعدہ دیا ہی قال اللہ تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر
حساب اور دین کی پیشوائی کو ساتھ صبر کے متعلق رکھا ہی وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا
لما صبروا اور بنی اسرائیل کو صبر کی برکت سے عزت دین اور دنیا کی بخشی کہ تمت کلمۃ ربک الحسنیٰ علیٰ بنی اسرائیل
بما صبروا فرمایا آب حقیقت کو صبر کی سمجھ لیا چاہئے تاکہ معلوم ہوجاوے کہ صبر کی وصیت کرنا گویا سب وصیت کے
کاموں کی وصیت کرنا ہی اور حقیقت صبر کی یہہ ہی کہ آدمی اپنے دین پر طمع اور نفس کی کشاکش کے
وقت ثابت رہے اور بے پروائی کرے اور یہہ استقلال اور ثبات کبھی تو جسم سے ہوتا ہی اور وہ
دو قسم ہی ایک تو عبادات شاقہ سے تکاسل اور سستی نکرنا اور دل نہ چرانا اور تکلیف اور ایذا کے آجانے
سے ہراساں نہونا اور وضع دینی کو اپنی چھوڑ نا اور کبھی ساتھ نفس کے ہوتا ہی بس اگر دو شہوتوں سے
کہ شہوت بطن کی اور شہوت فرج کی ہی نفس اسکا نہ جھکا اور خلاف دین کے کوئی حرکت اور خواہش
اسسے صادر نہوئی تو اسکو عفت کہتے ہین اور مقابل اُسکے مجانت اور فجور ہی آور اگر پرہیز کرنے مین مکروہ
سے اور طبیعت اور نفس کی ناخوشیون پر تحمل اور استقلال کرے تو اسکو صبر مطلق کہتے ہین اور ضد اسکی
اضطرار اور بے باکی ہی آور اگر مالداری اور دولت مندی کی حالت مین اپنے نفس کو حکم شرع کے ضبط مین
رکھے اور تکبر اور خود پسندی کو دخل ندے اور بڑائی اور فخر نکرے تو اسکو حوصلہ کی وسعت کہتے ہین
اور اسکی ضد تنگی حوصلے کی ہی آور اگر لڑائی مین بھاگنے سے اور سستی کرنے سے اپنے کو بچاوے تو اسکو
شجاعت کہتے ہین اور ضد اسکی جبن ہی یعنے نامردی آور اگر غصہ پی جانے کے وقت استقلال
کرے تو اسکو حلم کہتے ہین اور ضد اسکی طیش ہی اور اگر سرانجام مین مہمون کے تنگدل نہووے تو اسکو
کشادگی سینے اور حوصلے کی کہتے ہین اور ضد اسکی تنگدلی ہی آور اگر رازداری مین اور چھپانے مین بھید و نکے
بیجا ہو جاوے تو اسکو کتمان کہتے ہین اور ضد اسکی اظہار ہی اور اگر نگاہ رکھنے مین حقوق کے جیسے
امانت اور قرض مین احتیاط کرے تو اسکو امانت کہتے ہین اور ضد اسکی خیانت ہی اور اگر لذاتِ بر
دنیا کی رغبت نکرے اور ضروریات پر اکتفا کرے تو اسکو زہد اور قناعت کہتے ہین اور ضد اسکی حرص
ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ اکثر اخلاق ایمان کے صبر مین داخل ہین اسیواسطے صحیح حدیث مین وارد ہی

کہ الصبر نصف الایمان اور صبر حرام سے فرض ہے اور مکروہ سے نفل اور دین مین صبر سے بہتر کوئی چیز نہین ہے اِسی واسطے کہ بنا عبادت کی صبر پر ہی کیون کہ داخل ہونا عبادت مین نفس کی مرضی کے مخالف ہی اور تمام کرنا عبادت کا زیادہ تر نفس کے مخالف پڑتا ہی اگر صبر نہو تو کوئی عبادت سرانجام نہو یعنے تمامی کو نہ پہنچے اور یہہ بھی ہی کہ دنیا محنت اور بلا کا گھر ہی اور شاغل کے جزع اور فزع طاعتون سے اگر صبر نہو تو دنیا کی محنتین ہمیشہ آدمی کو جزع اور فزع مین گرفتار رکھین اور کبھی اُسکو فراغت عبادت کے واسطے میسر نہو اور یہان سے وجہ صبر کی تقدیم کی نماز پر واضح ہوگئی اور صبر کے درجے مختلف اور گوناگون ہین اور شرع مین ہر رنگ سے مطلوب ہی بس جو صبر کہ مقابلہ مین لذتون اور دنیا کے بیہودہ کامون کے چاہئے وہ یہہ ہی کہ میل اور التفات اس جانب کو نکرے اور رعایت حق تعالیٰ کی منظور رکھے اور جو صبر کہ طاعتون مین چاہئے سو اسمین اول نیت کو بچانا ہی ریا سے اور دوسری چیزون سے کہ اخلاص کی منافی ہین پھر اس عبادت کے ادا کرنے کی محافظت فساد اور ابطال سے پھر محافظت اُسکے ثواب کی ہی ضایع ہونے سے اور محافظت عبادت کی کاہل سے اور وقتون اور شرطون کی رعایت معدوم ہونے سے اور جو صبر کہ گناہون کے مقابلے مین چاہئے سو یہہ ہی کہ ریاضت سے نفس کو اُن گناہون کی طرف رغبت کرنے سے روکے اور ورع کا قصد کرے اور ورع کہتے ہین گناہ کے اسباب اور وسیلون سے پرہیز کرنے کو اور جو صبر کہ مصیبت مین ہوتا ہی وہ دو قسم ہے اس واسطے کہ مصیبت دو قسم کی ہی اول مصیبت کہ انتقام اور بدلا لینا اُسکا بندے کی قدرت مین ہی تو اس قسم کی مصیبت پر صبر یہہ ہی کہ تحمل کرے اور اسکا بدلا نہ لے نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور اِس مقدمے مین سلف کے صالح لوگون نے ظالم پر بددعا کرنے سے بھی احتراز کیا ہی اور اسکو موجب صبر کے نقصان کا جانا ہی چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک چور کو کہ انکا اسباب چرالے گیا تھا بددعا کرتی تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے سنکر ارشاد فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہی کہ اُس چور کا عذاب کم ہو جاوے اور بوجھ اور وبال اُسکا خفیف ہو جاوے اور تیرا اجر بھی گھٹ جاوے اسکو بددعا نکر تاکہ وبال اُسکا سخت اور اجر تیرا زیادہ ہو دوسری وہ مصیبت کہ تدارک اُسکا بندے کے ہاتھ مین نہو اور صبر اس قسم کی مصیبت پر وہ ہی کہ فریاد نکرے اور

اور شکایت اصلا قولا اور فعلا نہ کرے وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور وصیت کرتے ہین ایک دوسرے کو مہربانی
اور شفقت کی خلق اللہ پر کیونکہ یہہ خلق حضرت اُلوہیت کے اخلاق سے ہی جیسے الرحمن الرحیم دلالت کرتا ہی
اور عمدہ صفات سے حضرت نبوت کے ہی کہ بالمومنین رؤف رحیم اُنکے حق مین ارشاد ہوا ہی اور بہت سے
اخلاق محمودہ کا منبع ہی اور عفو اور کرم اور لطف اور حلم اسی خلق سے پیدا ہوتے ہین اسیواسطے حدیث صحیح مین
وارد ہوا ہی کہ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ یعنے رحم کرنیوالے اونپر رحمت
کرتا ہی رحمان رحم کرو اونپر جو زمین مین ہین رحم کرے تم پر جو آسمان پر ہی آور ابو یعلی طبرانی نے روایت کی ہی
انس بن مالک سے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تہے کہ حق تعالی اپنی رحمت کو نازل نہین کرتا
مگر رحیمون پر صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہر شخص ہم مین سے رحمت رکھتا ہی فرمایا کہ رحیم وہ نہین کہ اپنی جان پر
اور اپنے خویش اور اقربا پر رحمت کرے رحیم وہ ہی کہ سب مسلمانون پر مہربان ہو بڑے کو باپ اور برابر کو
بہائی اور چھوٹے کو بیٹا جانے آور ابن عدی نے کامل مین حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت حق جل شانہ فرماتا ہی کہ اگر تم میری رحمت
چاہتے ہو تو میری خلق پر رحمت کرو آور طبرانی نے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ مسلمانون کو چاہئے کہ شفقت اور دوستی اور حسن سلوک آپس مین کیا کرین اور مانند ایک تن کے ہون
کہ اگر ایک عضو بدن مین درد کرتا ہی تو تمام بدن اسکی رفاقت مین بے چین رہتا ہی اور تپ مین گرفتار
ہو جاتا ہی آور طبرانی نے اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد کہا ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
ایک روز خواب مین دیکھا اور اس حدیث کو پوچھا آپنے اپنے دست مبارک سے اشارہ کرکے فرمایا صحیح
صحیح آور ایک دن ایک عامل عاملون سے حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی کے اُنکی ملاقات کے
واسطے آیا تو کیا دیکھتا ہی کہ وہ لیٹے چت لیٹے ہین اور غریبون کے بچے اُنکے پیٹ پر چڑھتے ہین اور
کھیلتے ہین عرض کی کہ یہہ حرکت خلافت کی شوکت کے لائق نہین ہی فرمایا کہ کیا تو اپنی رعیت کے ساتھ
ایسا سلوک نہین کرتا اُسنے عرض کی کہ مین جس وقت دربار مین بیٹھا ہون تو بڑے بڑے گردن کش
اُس جگہہ میری ہیبت سے دم نہین مار سکتے ہین نہ یہہ کہ فقیرون غریبون کے بچے میرے پیٹ پر کھیلین فرمایا

کہ تو ہمارے کام کا نہین معزول ہو کہ ہمکو محبت اور شفقت اپنے پیغمبر کی امت پر منظور ہی ریاست کی ہیبت اور شوکت دکھانا منظور نہین اور بعضی حدیثون مین بھی مذکور ہی کہ میری امت کے ابدالون کو یہہ منصب اعمالون کے زور سے حاصل نہین ہوتا بلکہ نفس کی سخاوت اور سینے کی صفائی سے اور مہربانی کرنے سے اللہ تعالی کی مخلوق پر اس مرتبے کو پہنچتے ہین اب سمجھ لیا چاہئے کہ حق تعالی نے عبادت مالی کے کامل کرنے کے حق مین ان دونون وصفون کو کہ صبر اور مرحمت ہی کس واسطے تخصیص فرمایا ہی وجہ اسکی یہہ ہی کہ خرچ کرنا مال کا وجہون مین خیرات اور مبرات کی بغیر ان دونون چیزون کے متصور نہین اول چاہئے کہ عوام مال سے صبر کرے اور نفسانی لذتون سے بھی اگرچہ حلال ہون اپنے نفس کو باز رکھے اور بعد اسکے بسبب مرحمت اور شفقت کے اس مال کو محتاجون اور مسکینون اور یتیمون پر صرف کرے پس یہان پر صبر بجاے دور کرنے والے مانع کے ہی اسواسطے کہ وہ حرص جو مال خرچ کرنے کو مانع ہی بسبب صبر کے زائل ہو جاتی ہی اور مرحمت اور شفقت مانند وجود مقتضی کے ہی اسواسطے کہ یہہ صفت خلائق سے حضرت ربوبیت کے ہی اور ربوبیت احسان اور پرورش کو تقاضا کرتی ہی اور وجود دفع مانع کا وجود مقتضی پر مقدم ہی تو ذکر مین بھی صبر کو مرحمت پر فرمایا اور یہہ بھی یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ جاہلون کے ذہنون مین اکثر وقتون مین قوت قلب اور سختی دل کے ساتھ صبر کے مشتبہ ہو جاتی ہی اور جانتے ہین کہ خلق اللہ کی مصیبت اور سختی مین بے تاب ہونا اور قلق کرنا صبر کے خلاف ہی اور اسی خیال فاسد سے اقربا کی اور دوسرے مخلوقات الہی کی مدد کرنے سے محروم رہتے ہین سو حق تعالی نے دفع کرنے کو اس وہم کے مرحمت کی وصیت کو صبر کی وصیت کے ساتھ قریب کیا ہی تاکہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ استقلال اور ثابت رہنا اس جاے پر محمود ہی کہ لاحق ہونا ضرر کا کسی بندے کو خدا کے بندون سے مظنون نہو والا بموجب اس بیت کے ؎ اگر بینم کہ نابینا و چاہ است ٭ وگر خاموش بنشینم گناہ است ٭ محمود نہین ہی اور اسیواسطے عرب کے بزرگ اپنی مثالون مین کہہ گئے ہین کہ صبرك فی مُصیبتِك خیر من جزعك وجزعك فی مصیبة اخیك من صبرك یعنے صبر کرنا تیرا اپنی مصیبت مین بہتر ہی جزع اور فزع سے اور بیقراری اپنے بھائی کی مصیبت مین بہتر ہی صبر سے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ وے لوگ کہ آپسمین یہے وصیتین کرتے ہین اور اسکے موافق عمل مین لاتے ہین وہی لوگ ہین اور برکت والے ہین

کیونکہ معنے یمن اور برکت کے لیے ہین کہ کسی چیز سے بہت سا نفع علی سبیل الدوام یعنے سدا حاصل
ہوتا رہے اور انسے بسبب وصیتون کے کہ خلق اسپر قیامت تک عمل کرینگے اور احسان فقرا اور مساکین
اور یتیمون خاکسارون پر قیامت کے قایم ہونے تک مروج اور مرسوم ہوا ہی اور بہت سا نفع ہمیشہ خلق اللہ کو
پہنچا ہی اور اُن کے واسطے ثواب اُن سب احسانون کا اُنکے نامہ اعمال کے دفتر مین لکھا گیا ہی اور بعضے
مفسرون نے میمنہ کو سیدھی جانب پر قیاس کیا ہی کیون کہ عرب کے عرف مین سیدھی جانب کو میمون
اور مبارک جانتے تھے اور اسیواسطے سانح سے تبرک لیتے تھے اور اُلٹی جانب کو شوم اور منحوس جانتے
اور اسیواسطے بارح سے بدشگونی پکڑتے تھے اور اہل نجات کو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی
پیٹھ کی سیدھی طرف سے نکالا ہی اور قیامت کے دن اعمال نامے اُنکے سیدھے ہاتھ مین دینگے اور
بہشت مین کہ اس روز سیدھی جانب کو عرش عظیم کے ہوگی اُنکو داخل کرینگے پس ان معنون سے بھی اصحاب
المیمنہ ہی بزرگ لوگ ہین وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا اور جن لوگون نے کہ انکار کیا ہمارے حکمون کا
ہر چند کہ واسطے نیتون فاسدہ اور اپنی دنیوی غرضون کے واسطے یا اپنے بتون اور معبودون کی خوشنودی کو
گردنین خلاص کی ہونگی اور یتیمون مسکینون کو کھانا کھلایا ہوگا اور آپسمین صبر اور رحمت کی وصیت کی
ہوگی لیکن بسبب کفر کی شومی کے کوئی چیز اُنکے کام مین نہ آویگی بلکہ هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ وہی ہین مشائیم
اور بدبختی والے کہ ایک ضرر عظیم دایمی ایک کفر کا کلمہ کہنے سے اُنکے نصیب ہوا اور تمام خیرات اور
مبرات اُنکے برباد ہوگئے پس کفر کے ذکر سے سب عبادتون مالی کے مقابلے مین معلوم ہوا کہ وہ سب
خیرات جو کفر کے ساتھ ملی ہوتی ہین محض ایگان اور بیہودہ ہین فخر اور بڑائی کی جاے نہین ہی اور
کافر جیسے کہ شامتی اور بدبخت ہین اسیطرح سے میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ کی بائین طرف سے
پیدا ہوئے ہین اور قیامت کے دن اعمال نامے بائین ہاتھون مین پاوینگے اور بائین طرف کو عرش عظیم کے کہ دوزخ کی
راہ ہی چلینگے پھر اگر مشامہ کو بائین کے معنون مین کہئے تو بھی درست ہی اور جو اسقدر بیان فرمایا کہ
کافر کو کسی عمل پر فخر نہین ہی کیونکہ اسکی اہانت اور تذلیل کے واسطے اسکا کفر کافی ہی اب بیان
فرماتے ہین کہ اُنکے حق مین اسقدر تذلیل اور اہانت پر اکتفا نہوگی بلکہ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ

انپر مسلط ہوگی ایک آگ کہ سرپوش لی گئی ہی اور دروازے اُسکے بند کردئے ہین تاکہ اسکی گرمی سے گرم بھاپ باہر نہ نکلے اور باہر کی سردی سے ٹھنڈی ہوا اندر نجا وے تاکہ فی الجملہ کچھ تخفیف حاصل ہو اور اسوقت مشقت اور رنج انکا نہایت کو پہنچے نعوذ باللہ من اھل النار



سورۃ الشمس

یہہ سورت مکی ہی اسمین پندرہ[15] آیتین اور چون[54] کلمے اور دو سو چھیالیس[246] حرف ہین اور اس سورے کا ربط سورہ لا اقسم کے ساتھ اس جہت سے ہی کہ اس سورے مین بھی ہدایت خیر و شر کی راہ کی مذکور ہی جیسے وھدیناہ النجدین ویسے اس سورے مین فجور اور تقوی کے الہام کا یعنے دلمین دال دینے کا بیان ہی اور اُس سورے مین بیان اصحاب میمنہ اور اصحاب مشامہ کا ہی اور اس سورے مین بیان نفس کے پاک کرنے والون کا اور نفس کے ذلیل کرنیوالون کا ہی اور یے دونون مضمون ایک دوسرے کے قریب ہین اور اس سورے کو سورۂ والشمس اس جہت سے نام رکھا ہی کہ عمدہ سے عمدہ چیز جو اللہ کی راہ کے چلنے والے کو درکار ہی سو آفتاب نبوت کا نور ہی کہ اس نور کے سبب سے اسکی نگاہ ایسی روشن ہو جاتی ہی کہ نجات کی راہ اور ہلاکت کی راہ مین تمیز کر لیتا ہی اور دوست اور دشمن کو جدا جدا پہچان لیتا ہی اور موافق اور مخالف مین فرق کرتا ہی اور نبوت کے آفتاب کو انوار رحمانیہ کے عالم مین بکمال مناسبت اور مشابہت آفتاب ظاہری کے ساتھ ہی عرب کی لغت مین اسکو شمس کہتے ہین اور توضیح اس ابہام کی یہہ ہی کہ نفس انسانی دنیا مین کہ مزرعہ آخرت کا ہی مانند ایک کسان کے ہی کہ اسکو معرفت الہی کا بیج دیکر اور اسباب بیج تخم کے بونے کے کہ قُوی اور اعضا ہین عنایت فرما کے اس مزرعہ مین بھیجا ہی اور ہر مزارع کو چھ چیزین ضروری ہین کہ بغیر اُن چیزون کے عمل زراعت کا ممکن نہین ہی اول اُن سب مین سے آفتاب ہی کہ اسکی شعاع سے زمین صلاحیت کھیتی کی قبول کرتی ہی اور زمین کے اندر گرمی پیدا ہوتی ہی اور اس گرمی کے سبب سے قوت نامیہ زور کرتی ہی اور اگر خوب غور کیجئے تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ آفتاب کھیتی کے حق مین ایسا ہی جیسے حرارت غریزی حیوانون کے حق مین کیون کہ جب بیج کو زمین مین ڈالتے ہین تو خاک اور ہوا اور پانی انھینون ملکر استعداد حیات نباتی پیدا

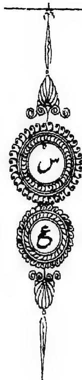
ف نبوت کا آفتاب ظاہری آفتاب سے اسکا نہایت مناسب ہی بیان

ف کھیتی کے واسطے چھ چیزین ضرور ہین

کرتے ہین لیکن بجائے کو اور عفونت کے دفع کرنے کو ایک حرارت درکار ہی پھر اگر اس حرارت کو آگ کے
عنصر سے لیوین تو تخم جل جاوے ناچار حکمت الٰہی نے چاہا کہ آفتاب کی حرارت کو اُسپر مسلط فرما دین تاکہ منفعت
آگ کی حاصل ہوا ور نقصان اُٹھ جاوے آور یہہ بھی ہی کہ بدلنا فصلون کا اور آنا ربیع اور خریف کا آفتاب کی
حرکت کے سبب سے ہی اور آنا فصلون کا اور بدلنا موسم کا کھیتی کے واسطے ضروریات سے ہی حاصل
کلام کا یہہ ہی کہ فائدے آفتاب کے کھیتی کی ابتدا سے انتہا تک علم فلاحت والون پر پوشیدہ نہین ہین
دوسرا چاند کہ دانے پڑنے کے وقت اور پھل لگنے کے وقت اور اسکے اُبھرنے کے وقت زمین کے
پانی کی رطوبت کفایت نہین کرتی بس ایک دوسری رطوبت اوپر کی بھی چاہیے تاکہ میوہ اور دانہ پر مغز
اور ترا پیدا ہو اور میوہ اور دانہ لگنے کے وقت چاندنی کی تاثیر ضرور ہی چنانچہ یہہ بات بھی فلاحت کے
علم والون پر ظاہر اور روشن ہی تیسرا دن کہ وقت تلاش اور محنت کا اور ہل چلانے کا اور پانی سینچنے کا
اور دوسرے مشکل کامون کا ہی چوتھی رات کہ اگر رات نہ آوے تو آدمی اور بیل آرام نہ پاوین اور
آٹھون پہر کی دھوپ میوہ دار درختون اور کھیتی کو جلا دینے کی نوبت کو پہنچاوے اور شبنم کہ سرسبزی اور
تازگی کا باعث ہی بند ہو جاوے پانچوان آسمان کہ مینہہ کا برسنا اور ہوا کا چلنا موافق حاجت کے ہر وقت
اُسی جہت سے ہی چھٹی زمین وسیع اور کشادہ نہ کھاری نہ پتھریلی اور کسان کی حاجت ان دونون
چیزونکی طرف ظاہر ہی آور جو نفس انسانی کو دنیا کے کھیت مین کسان بنا کر بھیجا ہی تو اُسکو بھی یہہ
چھ چیزین لازم ہین ایک تو آفتاب کہ اُسکے کام آوے سو اُسکے زمانے کے نبی کے دل کا آفتاب
ہی کہ اُسکی شعاعین دور اور نزدیک سے پہنچتی ہین آور چاند کہ اسکے کام آوے وہ نور ولایت ہی
اپنے صاحب طریقے کا اور جس طرح سے کہ ماہتاب ظاہری خلیفہ آفتاب ظاہری کا ہی اسیطرح سے
نور ولایت کا قایم مقام نور نبوت کے ہی بلکہ حقیقت مین وہی نور ہی کہ اُسنے دوسری کیفیت پیدا
کی ہی آور اگر فرق درمیان دونون فرقون کے کسی کو سُننا مرغوب ہو تو سن لے کہ نور نبوت کا ملا ہوا قہر
اور سیاست سے ہی اسی واسطے انبیا اپنی اُمت پر ایسا حکم رکھتے ہین جیسے بادشاہ اپنی رعیت پر
اور اطاعت انکی اُن سب لوگون پر جن کی طرف بھیجے گئے ہین واجب اور فرض ہی اور مخالفت کرنا

اُن سے

ان سے سبب خرابی دنیا اور آخرت کا ہی اور معجزون قاہرہ کا دکھانا اور جہاد زبانی یا سیفی یا سنانی اُنپر لازم اور واجب ہی اور ولایت کا نور ملا ہوا ہی جمال اور تالیف قلوب سے اور کشش اور الفت سے اسیواسطے یے چیزین وہان یعنے نبوت مین ضروری ہین اور کیا اچھا کہا ہی کسی شاعر نے ؎ آن بادہ شعلہ گون کہ دارد خورشید در کاسہ ماہ جون رسد شیر شود آور ایک فرق یہہ بھی ہی کہ ایک نور انمین اصل ہی اور دوسرا عکس اسکا جیسے نور آفتاب کا کہ اسکی ذات کو لازم ہی اور چاند کا نور کہ اسکی صفائی کے سبب سے اور آفتاب کی روشنی قبول کرنے سے ہی اسیواسطے مقابلے اور نزدیکی اور تربیع کی حالت مین مختلف اور متبدل ہو جاتا ہی اسیطرح سے نبوت کا نور اصل ہی اور ولایت کا نور عکس اُسکا ہی اور اسکے واسطے بجای دن کے ریاضت کا وقت ہی کہ سالک طریقت کو اور آخرت کی کھیتی کرنے والے کو وہی زمانہ حصول مطلب کا ہی کہ نور نبوت اور نور ولایت کو اسی ریاضت کے وقتمین سعی اور کوشش اور رنج اور محنت سے اپنے کام مین لگاتا ہی یعنے اُسسے فائدہ حاصل کرتا ہی اور بجاے رات کے زمانہ پیدایش اور راحت کا ہی اور نفس کی احتیاج مین مشغول ہونیکا اور اہل و عیال اور تمام مخلوق کے حق ادا کرنے کا زمانہ ہی کہ اُسکے حق مین رات کی مانند ہی اور اگر یہہ رات اُسکے واسطے نہوتی تو ہمیشگی نور نبوت اور نور ولایت کی اسکے دل پر قرار پکڑتے دنیا کے کامون سے اُسکو بیکار کر دیتے اور انسانیت کے مرتبے سے نکل کر کہان سے کہان پہنچ جاتا آور آسمان کی جگہہ پر اُسکے واسطے شریعت کا آسمان ہی کہ تمام اعمال اور اخلاق اور احوال اور مقامات اور عقاید اور مذاہب سے اُسکو گھیری ہوئی ہی اور اسی آسمان سے بعینہ شہر رحمت الٰہی کا فیض مینہہ کی طرح اُسپر برستا ہی اور جذب اور کشش کی باوین بہہ رہی ہین اور اسکو نئے نئے حالتون اور مرتبون کی طرف جھکاتے ہین تاکہ اپنے کمال کو پہنچے آور اسکے واسطے زمین کی جگہہ اُسکی استعداد ہی کہ اسکی کشادگی اور صفائی کے قدر نشو و نما یعنے پیدایش احوال اور مقامات کی اسکو میسر ہوتی ہی یعنے مرتبے باطنی اُسکے بڑھتے ہین آور جو عمدہ ان کامون کا اور اسکی اصل پوشیدہ کی جڑ نبوت کا نور ہی اور آفتاب روشنی مین اس نور سے مناسبت رکھتا ہی اسیواسطے اس سورت کو کہ سلوک طریقت کے لوازم اور کمال معرفت کے وسیلے کے بیان مین ہی پہلے آفتاب ہی کے نام سے شروع کیا اور اسی آفتاب کے نام پر اسکا نام رکھا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ قسم کھاتا ہوں مین آفتاب کی کہ اپنے زمانے کے پیغمبر کے دل کی مانند ہی وَضُحٰهَا اور قسم
کھاتا ہون مین اسکی روشنی کی کہ اسکے نور کی روشنی کی مانند ہی سب مخلوقات پر وَالْقَمَرِ اور قسم کھاتا
ہون مین چاندکی کہ مرشد طریقہ والے اور استاد تعلیم کرنیوالے کی مانند ہی اور پیغمبر کے خلیفہ کے قائم مقام
ہی بعد پیغمبر کے یعنے بعد مرنے یا دور ہونے پیغمبر کے اِذَا تَلٰهَا جب پیچھے چلے اُسکے یعنے ماہتاب
آفتاب کے اور اس شرط کو یعنے پیروی کو اس واسطے لائے ہین کہ مرشد کی حرمت مشروط ہی نور نبوت کی
پیروی پر اور کمال پیروی کے سبب سے اسکو خلافت کا منصب نصیب ہوا اور ماہتاب کا پیروی کرنا
آفتاب کو کئی وجہون سے ہی اول استفادہ مین یعنے فائدہ روشنی کا حاصل کرنے مین اور دوسرے
اسکی پیروی غروب مین کرنا اور یہہ اول مہینے مین ہوتی ہی تیسرے طلوع مین اسکی پیروی
کرنا اور یہہ بیچ مہینے مین ہوتی ہی چوتھے جثہ یعنے جسم کی بزرگی مین بموجب ظاہر حس کے کہ کوئی تارہ آفتاب سے
حسن مین برابری نہین کرسکتا سوا ماہتاب کے اگرچہ ابعاد اور اجرام کی دلیلون سے موافق بزرگ
اور بڑا دوسرا بھی ہو پانچوین یہہ کہ دنیا کی مصلحتین انہین دونو کی حرکتون پر موقوف ہین اسواسطے کہ
سال کی فصلونکا بدلنا اور جو حساب کہ سال سے تعلق رکھتے ہین اور بڑے بڑے کام سب آفتاب کی حرکت سے
تعلق رکھتے ہین اور بدلنا ہر مہینے کی شکلون کا اور جو حساب کہ مہینے سے تعلق رکھتے ہین یہ سب ماہتاب کی
حرکت سے ہین اور عادۃ بیماریون کا بڑھنا جیسے خارشت اور جاندار کی آنتون مین رطوبت کا زیادہ ہونا
اور ہڈیون مین مغز پیدا ہونا اور دودھار جانورون مین دودھ کا زیادہ ہونا اور خون کا جوش کرنا بدن مین
اور بڑھنا گھٹنا سمندر کا یہ سب چیزین ماہتاب کے نور کی زیادتی سے متعلق ہین وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا
اور قسم کھاتا ہون مین دن کی جب روشن کرے وہ آفتاب کو کہ سالک کے ریاضت کے وقت کے مانند
ہی اس جگہہ پر بھی ایک شرط زیادہ کی ہی تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ وقت ریاضت کا
وہی وقت حرمت اور بزرگی پیدا کرتا ہی کہ اس ریاضت کے سبب سے نبوت کا نور سالک کے دل پر متجلی ہو جاوے

اور حجاب اُٹھ جاوے والا باطل ریاضتین جیسے جوگیون کی اور باطل مذہب والون کی کہ نبوت کے نور سے تجلی نہین ہوتی ہین اور حجاب کو درمیان سے نہین اٹھاتی ہین ایسی ریاضتون سے کچھ حرمت اور بزرگی حاصل نہین ہوتی آور اس جگہہ اکثر تفسیر والے شبہہ لاتے ہین کہ روشن کرنا دن کو آفتاب کا کام ہی نہ یہہ کہ دن آفتاب کو روشن کرتا ہی ایسی اُلٹی عبارت یہان کس واسطے لائے ہین یہان تک کہ بعضے مفسرون نے اس شبہہ کو قوی جان کر ضمیر کو آفتاب کی طرف سے پھیر کر زمین اور دنیا کی طرف عائد کیا ہی اور تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آوے ایک قرینہ جو مرجع پر دلالت کرے ذکر کرکے اس الزام سے اپنا بچاو کیا ہی اور حق بات یہہ ہی کہ ایسی ضمیرون کی جدائی لازم آتی ہی اور ضمیرونکی تفریق خوب نہین اس واسطے کہ ضحٰھا اور تلٰھا مین بلاشبہہ ضمیر آفتاب کی طرف راجع ہی اور باوجود ذکر مرجع کے مرجع کو مقدر ٹھہرانا اچھا نہین ہی لیکن اس ترکیب کی وجہ کو کہ ظاہر مین اُلٹی معلوم ہوتی ہی اس لیا چاہئے کہ عادت وہم کی یہہ ہی کہ جو کسی چیز کو ایک مقرر وقت مین کئی بار دیکھتا ہی تو اُس وقت کے آنے کو سبب اس چیز کا جانتا ہی اور عقلی قاعدے کے موافق بھی ہی کہ وجود اثر کا دلیل موثر کے وجود کی ہی چنانچہ مبحث مین برہان انّی کے مقرر ہی اور جو دن کا وقت دونو وجہون عقلی اور وہمی سے آفتاب کو روشن کرتا ہی یعنے جب دن ہوتا ہی تبھی آفتاب روشن ہوتا ہی تو نسبت اُسکی طرف کی گئی اور اس مجاز کو کہ اس جلے پر استعمال کیا ہی سو ممثل لہ کی حقیقت کے لحاظ سے کہ وقت ریاضت کا ہی اور موجب روشن ہونے نور نبوت کا تو استعمال سے حقیقت کے بہتر ہوا اور یہہ بھی احتمال ہی کہ معنے اذا جلٰھا کے یہہ ہون کہ اس روز ابر اور غبار حائل نہو اس صورت مین روشنی کی نسبت دن کی طرف بے تکلف درست ہو جاتی ہی وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا اور قسم کھاتا ہون مین رات کی جب چھپا لیتی ہی آفتاب کو کہ مانند وقت راحت کے ہی اور توجہ طرف ادا کرنے حقوق اہل و عیال کے اور زمانہ غفلت اور حجاب کا ہی نور نبوت سے آور یہہ بھی آخرت کی کھیتی کرنے والے کو اور سالک طریقت کو ضروری ہی والا کارخانہ دنیا کا درہم برہم ہو جاے اور اُن عبادتون سے کہ خلق اللہ کے حق سے متعلق ہین جیسے عیادت مریضون کی اور ملاقات اقربا کی اور روزی کمانا اہل و عیال کے واسطے یا اور جو اُسکے سوا ہین محروم رہے اور آخرت کی زراعت مین نقصان کا سبب پڑے آور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک روز مجلس مقدس نبی صلی اللہ

علیہ وسلم سے اُٹھ کر اپنے گھر کو تشریف لیجاتے تھے کہ ناگاہ ایک شخص صحابہ کرام سے کہ اُنکا نام حنظلہ تھا
راستے میں ملے اور پکار کر بولے کہ حنظلہ منافق ہو گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا حال ہی نہ
کہنے لگے کہ جس وقت حضور پر نور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہوتا ہون تو مجھکو غیب کا عالم ایسا
منکشف ہو جاتا ہی کہ گویا ان آنکھون سے دیکھتا ہون اور جب اس مجلس مقدس سے اُٹھ کر گھر کو آتا ہون
اور جورو بچون کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہون تو وہ کیفیت باقی نہین رہتی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی
عنہ نے فرمایا کہ سب کا یہی حال ہی آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین جا کر عرض کرین دونون آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے پھر حنظلہ نے اسیطور سے پکار کر کہا کہ حنظلہ منافق ہو گیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہی اُنہون نے سارا احوال اپنا عرض کیا فرمایا اگر تم کو ہمیشہ یہی حالت
رہے جو میرے حضور مین یا ذکر اللہ کی مجلس مین ہوتی ہی تو ہر گز تم لوگ اپنی عورتون سے غطا نہ اٹھاؤ اور نعرے مارتے
ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے جنگلون کو چلے جاؤ اور فرشتے تمسے مصافحہ کرین لیکن یہہ حالت کسی کو ہمیشہ نہین رہتی
بلکہ ایک ساعت اس حالت مین گذرتی ہی اور ایک ساعت غفلت مین یا توجہ بحق اور توجہ بخلق ملی ہوئی رہتی
یہین سے معلوم ہوا کہ غفلت اور راحت کے وقت بھی بزرگی رکھتے ہیں کہ آیندہ کی ریاضتون کو مددگار ہوتے ہین
اور ان عبادتون کے ثوابونکے حاصل ہونے کا باعث ہوتے ہین جو تعلق مخلوق کے حق سے رکھتے ہین چنانچہ معاذ ابن جبل رضی اللہ
عنہ نے فرمایا ہی کہ انی لاحتسب نومتی کما احتسب قومتی یعنے مین اپنے خواب مین بھی متوقع اجرا ور
ثواب کا رہتا ہون جیسا کہ اپنی تہجد مین اس واسطے اگر تہجد مین اللہ تعالی کا حق ادا ہوتا ہی تو سوتے مین
نفس کا حق ادا ہوتا ہی اور یہ دونون حق اللہ تعالی کے واجب کرنے سے واجب ہوئے ہین مگر جو
غفلت کہ مددگار طاعت کی نہو اور موافق حکم شرع کے اور فرمان الٰہی کے ادا کرنے کی نیت سے نہو تو ایسی
غفلت کی کچھ حرمت اور بزرگی نہین ہی بلکہ حرام مطلق ہی اور یہین سے معلوم ہوا کہ یہ چارون قسمین
حقیقت مین آفتاب سے متعلق ہین اسواسطے اس سورۃ کا آفتاب کے نام پر نام رکھا گیا وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا
اور قسم کھاتا ہون مین آسمان کی اور اس حکمت الٰہی کی کہ اس آسمان کو محیط بنایا ہی ان چیزون پر جو اُسکے
درمیان مین ہین اور یہی مثال شریعت کی ہی کہ مانند آسمان کے محیط ہی مکلفون کے تمام عملون پر اور ہر عمل کا حکم

ف غفلت اور راحت بھی بزرگی رکھتی ہی

ف شریعت مثل آسمان کے محیط ہی

اُسمین موجود ہی اور مانند آسمان کے بارہ برج رکھتی ہی ضمن مین چار مثلثے کے پہلا مثلثہ کہ مثلثہ اعتقاد کا ہی شامل ہی
تین برجون کو ایک برج ذات اور صفات کا اور دوسرا برج انبیا اور ملائکہ اور کتابون کا اور تیسرا برج معاد کا
اور مثلثہ دوسرا کہ مثلثہ عبادت کا ہی بنایا گیا ہی تین برجون سے ایک برج تو عبادتون بدنی کا ہی
جیسے نماز اور روزہ اور تلاوت قرآن مجید کی اور ذکر اور اوراد اور دعا اور درود اور اُسکے سوا اور دوسرا
عبادتون مالی کا جیسے زکوۃ اور صدقہ اور وقف اور مسجدین اور مسافرخانے اور خانقاہین اور مدرسے
اور کُوتے اور پُل اور مہمانسرائین اور تیسرا عبادتون مرکب کا بدنی اور مالی سے جیسے حج اور عمرہ اور جہاد
اور نماز عیدین اور تیسرا مثلثہ معاملات کا ہی وہ بھی مرکب ہی تین برجون سے پہلا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ ایک
وجہہ عبادت کی بھی رکھتے ہین جیسے نکاح اور خدمت ماباپ کی اور پرورش اولاد کی اور لونڈی اور غلام کی
اور پروسی کے حق اور ہمنشین کے حق کی اور مہمان کے حق کی اور سوا اسکے اور دوسرے ملنے والون کے حق کی
رعایت اور دوسرا برج اُسمین وہ معاملے ہین کہ کوئی وجہ عبادت سے نہین رکھتے جیسے خرید اور فروخت اور
اجارہ اور گرو اور شرکت اور وکالت اور ضامنی اور سوا اُسکے اور تیسرا برج اُسمین وہ معاملے ہین کہ ایک
وجہہ تبرع اور احسان کی بھی اسمین ملی ہوئی ہی جیسے ہبہ اور قرض اور قراض اور مضاربت اور چوتھا مثلثہ
کہ سیاست کا مثلثہ ہی وہ بھی ملا ہوا تین برجون سے ہی پہلا کفارات ہین کہ سیاست کے ساتھ ایک
وجہہ عبادت کی بھی رکھتی ہی جیسے کفارہ سوگند کا اور کفارہ نفس کے قتل کا اور کفارہ روزہ توڑنے کا
اور ظہار کرنے کا اور حیض کی حالت مین جماع کرنے کا اور دوسرا سوا اُسکے اور دوسرا حدون اور
تعزیرون اور قصاص کا کہ سیاست محض ہین جیسے شراب پینے کی حد اور زنا کی حد اور چوری کی حد اور
بٹمارون اور رہزنون کی حد اور گالی دینے کی حد اور سوا اسکے اور تیسرا دیتون اور ضمانون کا کہ ہمراہ
سیاست کے ایک وجہ معاملے کی بھی رکھتے ہین اور وہی آسمان شریعت کا ستارے بھی رکھتا ہی کہ
حکمون کی دلیلین ہین اُن سب مین سے سات ستارے سیارے ہین کہ احکام کے فنون مین دورا اور سیر
کرتے ہین کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس اور استصحاب اور تعامل اور اباحت اصلیہ اور باقی ستارے
ثابت ہین کہ اپنے اپنے جگہون اور مکانون مین ٹھہرے ہوئے ہین جیسے مصالح جزئیہ کہ ہر ہر فرد مین پائے جاتے ہین

اور بنا اس آسمان کی کہ عبارت شریعت سے ہی اس طور سے واقع ہوئی ہی کہ جو نفت مکلفین بقدر اسلی خواہش کے ہو جاوین تو عمل نیک اُنکے قبولیت کے مقام پر چڑھ جاوین اور اس طرف سے وہ قبولیت صورت رحمت اور ہدایت کی پکڑ کر مینہہ کی مانند برس پڑے جیسے بخارات کہ زمین سے اُٹھتے ہین اور اسمان کی طرف جا کر پانی کی صورت پکڑ کر پھر لوٹتے ہین اور زراعت کی سرسبزی اور شادابی کا موجب ہوتے ہین وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا اور قسم کھاتا ہون مین زمین کی اور اس حکمت الٰہی کی جسنے اسکو ایسا چوڑا اور فراخ بچھایا ہے اور وہ نفس انسانی کی استعداد کی مانند ہی کہ بسبب فراخی کے معرفت کا تخم بونے کے قابل ہی اور جو نفس انسانی کو عالم حس مین کوئی مشابہ اور نظیر کہ قابل تعظیم کے ہو اور اسکی قسم کھائی جاوے پایا نہین جاتا تو اسی نفس کی قسم کھا کے فرماتے ہین وَنَفْسٍ اور قسم کھاتا ہون مین اس نفس کی کہ دو چیز رکھتا ہی اول قابلیت کمال حاصل کرنے کی دوسرے نقد اس کمال کا بالفعل کہ بسبب ان دو چیزون کے بونا معرفت کے تخم کا اسکو میسر ہوتا ہی اور وہ نفس انسانی ہی کیونکہ نفوس ملائکہ اپنے کمالون کو بالفعل حاصل رکھتے ہین انکو کمالات طلب کرنیکی حاجت نہین ہی اور نفوس حیوانی کمالات حاصل کرنیکی قابلیت نہین رکھتے ہین بس بونا معرفت کے تخم کا اُن سے ممکن نہین آور اسی نکتے کے واسطے نفس کو نکرہ لائے ہین تاکہ دلالت کرے ایک نوع پر نوعون سے نفس کے برخلاف دوسری قسمون کے کہ معرفہ لائے ہین کیونکہ وہ سب چیزین ایک رنگ رکھتی ہین تعدد نوعی اُنین متصور نہین ہی جیسے آفتاب اور ماہتاب اور آسمان اور زمین یہ سب کلیات منحصر فرد واحد ہین اور دن اور رات ہرچند کہ موافق نظر عقلی کے جدے جدے معلوم ہوتے ہین لیکن نظر عرفی اعادہ اور تکرار پر یعنے بار بار اور لوٹ لوٹ آنے پر اُنکے حکم کرتی ہی اور تعدد اور جدا جدا ہونے پر اُنکے یقین نہین رکھتی وَمَا سَوّٰىهَا اور قسم اس حکمت الٰہی کی کہ درست کیا ہی اس نفس کو اور اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری اور باطنی اور قوائی طبیعیہ اور حیوانیہ اور نفسانیہ سب اسکو دئے تاکہ قابل تعلیم اور سمجھ کے ہو جاوے اور اتھانیوالا مشکل کامون کا اور صبر کرنیوالا اور ثابت رہنے والا ہو اور معرفت کے تخم کو ان اسبابون سے بو سکے آور بعضے مفسرون نے وجہہ ان چھہ قسمون کے خاص ہونے کی سوائے نفس انسانی کے یون ذکر کی ہی کہ حق تعالی کو اس سورہ مین حال

بیان کرنا

بیان کرنا نفس انسانی کا منظور ہی اور مختلف ہونا اسکا الہام قبول کرنے مین فجور اور تقوی کے
اور مذکور کرنا اسکی وسعت اور فراخی کا تاکہ موافق قوت علمیہ کے نمونہ تمام جہان کا ہو جاوے اور تمام عالم اپنے
وجود ظلی سے اسمین سما جاوے اور موافق قوت عملیہ کے خلیفہ حضرت ربوبیت کا ہو کہ ہر چیز کو مخلوقات مین سے
ایک کام مین صرف کرے اور کمال حاصل کرنا صنعتون مین اور پورا بہرہ لینا منفعتون اور مصلحتون کا جو ہر ہر ذرہ مین
عالم کے ودیعت ہین ارادہ کرے پس ابتدا اس کلام کے چہہ چیزون کو بطور قسم کے یاد فرمایا کہ وو چہہ چیزین
عموم اطلاق اور وسعت مین نمونہ حضرت الوہیت کا ہین تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ حق تعالی نے دو چیز کو عالم مین
ایسی وسعت اور کشادگی بخشی ہی کہ کسی چیز کو حاصل نہین ہی اول زمان اور دوسرا مکان لیکن
وسعت مکان کی ایک رنگ رکہتی ہی اور وسعت زمانکی دوسرا رنگ مکان نے عرش سے فرش تک ایکبارگی آن
واحد مین بیشمار مخلوقات کو گھیر لیا ہی اور سبکو اپنے اندر جا دی ہی اور آپ ایک طور پر ثابت ہی اور اسکی
اندر کی چیزین گذرنے والی ہین مصرع یکی میرود دیگر آید بجا اور عام ہونا زمانے کا اس طور سے ہی کہ آپ گذرنے والا
ہی اور اسکے درمیانکی چیزین اپنے مکان پر ثابت ہین اور وہ کوئی لحظہ اور کوئی لمحہ انکے ساتھہ قرار پکڑنے والا
نہین ہی اس بے ثباتی کے ساتھہ محیط اور گھیرنے والا اپنے اندر بے انتہا اور بے شمار چیزون کا ہی گویا دلانے کو
ان دونو عام قسمونکے آسمان اور زمین کو کہ عمدہ مکانون مین سے ہین ذکر فرمایا اور رات اور دن کو کہ اجزا سے زمانیکے ہین اور اختلاف
اظہار اور امتیاز باہر رکہتے ہین اور باوجود تہوری دیر گذرنیکے تغیر اور تبدل قبول کرتے ہین لائے ہین اور اس جگہہ پر ایک قسم اور ہی کہ
اسکے نور کا فیض سب کو شامل ہی بدون فرق کے درمیان وضیع اور شریف اور غنی اور فقیر اور مسلمان اور کافر اور
صالح اور فاسق سبکے اور کمال مشابہت رکہتی ہی حضرت الوہیت سے فیضان وجود اور لوازم صور نوعیہ مین اور یاد کرنے
سے آفتاب اور ماہتاب کے بو اس قسم کی دماغ مین اذکیا کے پہنچائی ہی باقی رہی یہہ بات کہ ان تینون عام
قسمون مین کس واسطے دو دو چیزون کی قسمین کھائی ہین جواب اسکا یہہ ہی کہ باوجود عام فائدہ دینے کے اختلاف
کمال اور نقصان اور نورانیت اور ظلمانیت اور اصالت اور تبعیت کا بھی منظور ہی تاکہ آگاہی اختلاف پر نفوس
انسانی کے باوجود عام ہونے تصرف کے ان صفتون مین کی جاوے پس اس مطلب کے واسطے ضرور ہوا کہ ان تینون قسمون
مین دو دو چیزین یاد کی جاوین سو اسکا بیان یہہ ہی کہ آفتاب عالم انوار مین اصل ہی اور ماہتاب عکس اسکا ہی

اور دن اجزاؤن مین زمانے کے نورانی ہی اور رات اندھیری اور آسمان بلند اور محیط ہی اور زمین پست
اور محاط یعنے گھبری ہوئی ہی اور جو عام ہونے نفس انسانی کے عام ہونے پر ان چیزون کے قیاس کرین تو اسکی بزرگی
بھی ظاہر ہو جاوے چنانچہ فرماتے ہین فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا پس الہام کردی یعنے دل مین ڈالدی اس نفس کو
بدکاری اسکی اور الہام لغت مین کہتے ہین کھانا ڈالنے کو کسیکے حلق مین اس طور سے کہ اس شخص کو دانت اور ہونٹ
ہلانے نہ پڑین اور قرآن کے عرف مین عبارت ہی ڈالنے سے کام کے داعیہ کے دل مین بغیر واسطے پہلی فکر کے اور جو
اعمال بنی آدم کے خواہ خیر ہون خواہ شر سب تابع داعیہ اور ارادے کے ہین پس سررشتہ نیک اور بد کا
بندھا ہوا اسی داعیہ اور ارادے سے ہی اور اللہ تعالی نے اس سررشتہ کو اپنے دست قدرت مین
رکھا ہی اور کسی دوسرے کو نفس اور شیطان اور مشیرون اور مصاحبون کو نہین سونپا آن یہہ چیزین مددگار
اور سبب نیک اور بد داعئے کے فیضان کی عالم غیب سے ہوتے ہین اور اسی سبب سے محل عتاب اور ملامت کا ہوتے
ہین اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ
يَشَاءُ یعنے بنی آدم کے دل دو انگلیون مین ہین اللہ تعالی کی انگلیون سے پھراتا ہی ان دلون کو جس طرف
چاہتا ہی اور اگر اس جا پر کسیکے دل مین شبہ گذرے کہ جب دل مین انسان کے ڈالنا بدی اور نیکی کے داعیہ کا اس
جانب سے ہی تو پس جبر لازم آیا اور بے اختیاری ثابت ہوئی اور کارخانہ جزا دینے کا اور نصیحت کرنے کا اور خوف
اور رغبت دلانے کا سب برباد ہوگیا اور بھیجنا پیغمبرون کا اور نازل کرنا کتابون کا اور قایم کرنا قیامت اور حشر
اور نشر اور سوال اور جواب اور حساب کتاب کا سب بے فائدہ اور بے کار ہوگیا جواب اسکا یہہ ہی
کہ جبر اس صورت مین لازم آتا ہی کہ ارادہ اور اختیار درمیان مین نہو اور جب یہہ بات ثابت ہوئی کہ جو کچھ کہ کرتے
ہین سو اس شخص کے ارادے اور اختیار سے کرتے ہین پھر جبر کس واسطے لازم آویگا اور ہر شخص اپنے نیک اور بد
کامون کو اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہی اور حرکتین اختیاری اور جمادات کی ہین جیسے پانی کا
بہنا اور پتھر کا پڑا رہنا ان مین فرق ظاہر ہی پس جبر اسکو کہتے ہین نہ اسکو اور جزا دینے کے واسطے اور سوا
اسکے اور جو ایسا امر ہی اسکے واسطے وجود اختیار کا کافی نہین یہہ کہ اختیار بھی اپنے ہاتھ مین ہو اور جو بندے کی ذات کے
قوام اور وجود دوسری جا سے پیدا کیا ہی تو اختیار اسکا کیونکر اپنی ذات سے ہوگا کہ مرتبہ صفت کا

فائدہ جواب شبہ

موصوف

ف تقوے اور فجور کے معنے

موصوف سے ادنی ہی آور فجور کے معنے کی تحقیق یہہ ہی کہ آدمی کو حق تعالی نے تین قوتین عنایت کی ہین ایک
قوت عقلی ہی جسکے سبب سے نیک اور بدکو دریافت کرتا ہی آور دوسری قوت شہوی یعنے خواہش کی ہی جسکے
سبب سے چیزون کی طرف خواہش کرتا ہی اور اپنی لذتون کو حاصل کرتا ہی آور تیسری قوت غضبی ہی کہ اسکے
سبب سے اپنے مخالف اور مزاحم کو دفع اور دور کرتا ہی سو آدمی کی جبلت مین دونون قوتین یعنے شہوی اور غضبی
اسکی عقلی قوت کے تابعدار ہو جاوین اور بے اسکی صلاح کے کوئی کام نکرین جس چیز کو حکم کرے وہی کام
کرین اور جس سے منع کرے اس سے دور رہین اور جس سے کہے لڑ نیکو تو لڑنے بیٹھین اور جسکو منع کرے اسکو روک
دین اور وہ شخص اپنی قوت عقلیہ کو شریعت کے نور سے روشن کرے اور انبیا کے طریقے پر چلاوے اور نیک کو
نیک اور بد کو بد پہچانے کے ان دونون قوتون کو کام مین لگادے تب مرتبہ تقوی کا حاصل ہوتا ہی اور اگر
خدا نخواستہ قوت عقلیہ اسکی نور شرع سے منور نہووے اور نیک کو بد اور بد کو نیک جانا یا باوجود منور
ہونے کے شریعت کے نور سے حکم قوت عقلیہ کا ان دونون قوتون پر جاری نہوا اور یے دونون قوتین اسکے کہنے پر
نہ چلین بلکہ اس قوت عقلیہ کو بھی اپنا تابعدار کرلیا اور جس طرف چاہا خواہش کی اور جس سے چاہا لڑ بیٹھین
اس وقت مرتبہ فجور کا حاصل ہوتا ہی بس حقیقت فجور کی غالب ہو جانا قوت شہویہ کا اور غضبیہ کا ہی قوت عقلیہ پر
وَتَقْوٰىهَا اور الہام کیا اسی نفس کو تقوی اسکا اور تقوی کی حقیقت قوت عقلیہ کو قوت شہویہ اور
اور غضبیہ پر غالب کرنا ہی آور جو قسم کھانے سے فراغت پائی تو اب وہ مضمون جسپر قسم کھائی ہی
یاد فرماتے ہین قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا تحقیق خلاصی پائی جس شخص نے پاک کیا اس نفس کو آور نفس کے
پاک کرنے کا طریقہ یہہ ہی کہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کو عقل کا تابع کرے اور عقل کو تابعدار شریعت کا
تاکہ روح اور دل دونون تجلی آلہی کی روشنی سے روشن ہو جاوین اور مرتبہ اسکا فرشتے کے مرتبے سے
بھی بڑھ جاوے اس واسطے کہ فرشتے صرف قوت عقلیہ رکھتے ہین قوت شہویہ اور غضبیہ سے پاک
ہین اور اس شخص نے قوت شہویہ اور غضبیہ کو پست کرکے قوت عقلیہ کا تابع اور فرمان بردار کردیا
ہی اور اپنے عقل کو خادم شرع شریف کا کیا ہی اور یہہ مرتبہ بڑی کوشش اور مجاہدے سے حاصل ہوتا ہی کہ
فرشتون کو یہہ بات ہرگز میسر نہین ہو سکتی آور یہہ بھی ہی کہ شہوت اور خشم اسکے شرع کے

فرمان بردار ہو کے عجیب اور غریب حالتین شوق اور ذوق اور غیرت الٰہی کی اور مقابلہ دین کے دشمنون سے کرتے رہتے ہین کہ دشمنون کو بے بابین اور بے مرتبے ہرگز نصیب نہین ہین اور نفس کے پاک کرنے کے واسطے طریقت والے بزرگون نے رسالے اور کتابین تالیف اور جمع کی ہین جیسے قوت القلوب اور احیاء العلوم اور تعرف اور عوارف اور سوا انکے بہت سی کتابین ہین اس فن مین لیکن جو قرآن مجید سے دریافت ہوتا ہی وہ یہہ ہی کہ بیس آیتون مین قرآن شریف کی فلاح کی لفظ کو بعضے نیک عمل پر لائے ہین اور اس آیت مین فلاح کو تزکیہ نفس سے مربوط کیا ہی تو ان عملون کو بجالانا بموجب اس اشارے کے نفس کے تزکیہ اور پاکی کے واسطے کافی ہوگا اور حقیقت مین وہ رسالے اور کتابین جو طریقت کے بزرگون نے جمع کئے ہین انھین بیس آیتون کی شرح ہی عمدہ ان آیتون مین وہ ہین جو سورۂ بقر کے اول مین ہین جیسے هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب سے اولٰئك هم المفلحون تک اور اول سورۂ مومنون مین ہین جیسے قد افلح المؤمنون سے هم فيها خالدون تک اور اسی طرح سورۂ روم مین اور سورۂ توبہ مین اور سوا انکے دوسری سورتون مین آیتین متفرق مذکور ہین وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اور تحقیق نامراد ہوا اور اپنا نقصان کیا جس نے گم نام کیا اس نفس کو اور خاک مین ملایا اور نفس کے گم نام کرنے کے یہ معنے ہین کہ اسپر تجلی الٰہی کے نور کی روشنی نہ پڑے اور یہہ بات بسبب راجح اور غالب کرنے شہوت اور غضب کے مقتضیات کے اسی عقل کے مقتضیات پر ہی جو شرع کے تابع ہی حاصل ہوتی ہی اور جب اسی نور سے محروم رہا تو اسکا مرتبہ حیوان کے مرتبے سے بھی کمتر ہو گیا اسواسطے کہ حیوان کو اس نور کے تحصیل کے اسباب دئیے نہین گئے ہین اور اس شخص نے باوجود موجود ہونے ان اسباب کے اس نور کو حاصل نکیا بلکہ ان اسباب کو مغلوب کر کے ایک پردہ اپنے دل پر ڈال لیا کہ اٹھانا اسکا دشوار ہی اور جو غالب کرنا شہوت اور غضب کا عقل اور شرع کے مقتضیات پر نزدیک عوام الناس کے نقصان اور محرومی کا سبب نہین ہی بلکہ اس قسم کے کامون پر جرأت کر بیٹھنے کو بڑی دانائی جانتے ہین اور نام اور مرتبے دنیاوی کے حاصل کرنے مین اس جرأت کو سبب قوی جانتے ہین اسیواسطے بعضے غافلون نے کہا ہی من راقب الناس مات غما ونعوذ بالله انسے یعنے جسنے خوف کیا لوگون سے تو مراحل جل کر اور بیچارا مرا دکھ سے دلبری کی اور بعضون نے اسی مضمون کو اس طور سے بھی کہا ہی الوذوق مخجلی

بَابُ عَاقِلِ قَوْمِهِ وَبَيْتُ بَوَّابًا لِبَابِ الْاَحْمَقِ یعنے رزق جوک جاتا ہی قوم مین عاقل کے دروازیکو اور رہتا ہی لگھبلن بن کے احمق کے دروازے پر اسی واسطے ضرور ہوا کہ خدا جابجا دسہاکے مضمون پر تمثیل اور شاہد کے طور پر ایک قصے کو بیان کرین تا کہ اس قصے کے مضمون سے خودبخود ظاہر ہو جاوے کہ شہوت اور غضب کے حکم کو عقل اور شرع کے حکم پر غالب کرنا اور عقل اور شرع کو محکوم شہوت اور غضب کا بنانا رفتہ رفتہ دین کے انکار اور تکذیب کا سبب پڑتا ہی اور ہمیشگی کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہی بلکہ بعضے وقت دنیا مین بھی سوائے خرابی اور رسوائی کے کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا اب اس قصے کی طرف اشارہ فرماتے ہین كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰىهَا انکار کی پیغمبر اور حق تعالی کے حکم کی ثمود کی قوم نے اپنی سرکشی کے سبب سے یعنے اپنی شہوت اور غضب کی خواہشون کو شرع اور عقل کے حکمون پر غالب اور حاکم کیا اور یہہ غلبہ انکار اور تکذیب کا سبب ہو گیا انکے حق مین اور طغوی کی لفظ مین ایک اشکال ہی مشہور اسواسطے کہ یہہ طغیان سے مشتق ہی تو موافق قاعدے کے چاہئے تھا کہ طغیا ہوتا یے کو واو کس واسطے بدلہ کیا سو صرف کے عالمون نے اس اشکال کے جواب مین یون لکھا ہی کہ فعلی کبھی اسم ہوتا ہی اور کبھی صفت تو واسطے فرق کے درمیان اسم اور صفت کے اسم مین یا کو واو سے بدل کرتے ہین اور صفت مین اپنے اصل پر رہنے دیتے ہین چنانچہ کہتے ہین امرأة صديا وخزيا یعنے ایک عورت ہی پیاسی اور رسوا اور ثمود نام ہی ایک شخص کا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے یعنے بیٹا عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا ہی کہ جو تھی پشت مین حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہی سو اس شخص کی اولاد بعد ہلاک ہونے عاد کی قوم کے عرب کے ملکون مین پھیل گئی تھی اور ان ملکون کے مالک ہو گئی تھی اور انکا ملک اصلی یعنے وطن شام اور حجاز کے درمیان مین تھا اور انکے شہرون مین سے جو شہر شام کے قریب تھا نام اسکا حجر تھا اور جو شہر حجاز سے ملا ہوا تھا نام اسکا وادی القری تھا اور ان دونون کے درمیان مین ایک ہزار سات سو بستیان چھوٹی بڑی ملک کے یعنے گانون اور قصبے اور شہر انکے تصرف مین تھے اور بستی مین سنگین عمارتین بنائی تھین اور کھیتی کرتے تھے اور کنوئین اور تالاب کھودتے تھے لیکن اس ملک مین پانی کم تھا اور پتھر کے سبب سے کنوا اور تالاب دشواری سے کھودا جاتا تھا اور اکثر مال انکا عمارت کے بنانے مین اور باغون کے لگانے مین اور پتھر تراش کے مکان بنانے مین اور کنوا اور تالاب پہاڑون کے اندر کھدانے مین

ثمود

خرچ ہوتا تھا یہاں تک کہ بڑے بڑے سنگ تراش کاریگر پہاڑوں پر عمارتیں منقش تراشتے تھے آخر کو بہت سے ہونے سے پتھروں کی صورتیں عجیب و غریب تراشنے لگے اور انکو پوجنا شروع کیا اور یہہ رسم اُنمیں رائج ہوئی یہانتک کہ بالکل بت پرستی اُنمیں پھیل گئی اور حق تعالیٰ سے بالکل غافل اور بیخبر ہو گئے تب حق تعالیٰ نے حضرت صالح بن عبید علیہ السلام کو کہ صورت اور شکل میں سب سے بہتر تھے اور حسب نسب میں سب سے اعلیٰ اور خوبتر اور لڑکپن سے نیکبختی اور صلاحیت کی نشانیاں اُنمیں پائی جاتی تھیں مرتبہ رسالت کا عنایت فرما کے وحی نازل فرمائی اور حکم الٰہی اُنکو ہوا کہ اپنی قوم کو سمجھا کے بتوں کی عبادت سے باز رکھو اور منع کرو اور عبادت رب الارباب کی طرف اُنکو رغبت دلاؤ اور مشغول کرو اور یہہ حکم الٰہی اُنکو پہنچا دو اور خوب اچھی طرح سے سمجھا دو کہ یہ سب نعمتیں کہ تمکو حاصل ہیں اللہ تعالیٰ کی عنایت کی ہوئی ہیں اِن نعمتوں کا شکر ادا کرو اور ان نعمتوں کو غیر خدا کی طرف منسوب نکرو اور سرکشی اور تکبر کو چھوڑ دو حضرت صالح علیہ السلام نے بموجب حکم الٰہی کے تبلیغ احکام اور دعوت اسلام اپنی قوم کو کرنا شروع کی اور قوم نے انکار پر اصرار کیا اور حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا آپ نے فرمایا کہ اگر میں بموجب تمہاری خواہش کے معجزہ تمکو دکھلاؤں اور پھر تم نے میرا کہا نہ مانا اور ایمان نہ لائے تو تم سب عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگے اُن لوگوں نے اس بات کو یقین نہ کیا اور کہا کہ ہم سب فلانی تاریخ ہر سال شہر کے باہر جاتے ہیں اور بتوں کو پوشاک اور زیور سے آراستہ کر کے باہر نکالتے ہیں اور حاجتیں تمام سال کی اُن بتوں سے اُسدن مانگتے ہیں اور وے ہمکو دیتے ہیں تو بھی اُسدن ہمارے ساتھ چل اور اپنے خدا سے اپنا مطلب طلب کر دیکھیں تو تیرا خدا کیا دیتا ہے حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات کو قبول کیا اور اُسدن جسکا وعدہ ہوا تھا اُن سب کے ساتھ باہر نکلے اور تھوڑے سے لوگ جو ایمان اُنپر لائے تھے وے بھی اُنکے ساتھ ہوئے اور جب عیدگاہ کو پہنچے دیکھا کہ بتوں کو نہایت زیب و زینت سے آراستہ کر کے اپنے سامنے تختوں پر بٹھلایا ہے اور نہایت ادب اور ملاحظہ سے سب قوم اُنکے سامنے کھڑے ہوئے اپنی اپنی حاجتیں مانگ رہے ہیں حضرت صالح نے فرمایا کہ تم اپنے بتوں سے کوئی چیز انوکھی مانگو تا کہ ہم بھی دیکھیں کہ یہ تمہارے بت کیسی قدرت رکھتے ہیں اُن لوگوں نے کہا اچھا پھر اُن بتوں سے ایک چیز انوکھی مانگنا شروع کیا اور نالہ اور فریاد اور عاجزی اور چاپلوسی حد سے زیادہ کی لیکن سواے محنت بیفائدہ کے کچھ بھی حاصل نہوا آخر کو عاجز ہو کر بیٹھ رہے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب

جو تم کہو مین بھی اپنے اس مالک الملک اور قادر علی الاطلاق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگون اور اسکی قدرت کو بھی دیکھو کہ کیسا اپنے بندۂ خاص کی فریاد رسی کو پہنچتا ہی اور جو مانگون سو دیتا ہی جندع بن عمر کہ انکے سردارون مین بڑا سردار تھا دوسرون سے کہا کہ اِن سے ایسی چیز طلب کیا چاہئے کہ عقل کے نزدیک محال ہو تا کہ اِن سے لائی نجائے اور ہمارے تیئن کی بھی عزت اور آبرو باقی رہجاے واِلا ہم خفیف اور ذلیل ہو جاینگے سب نے کہا کہ تو ہمارا سردار ہی اور عقل اور دانائی مین بھی سب سے زیادہ ہی شاید تو کوئی ایسی چیز تجویز کر کے کہہ کہ یہ عاجز ہو جاوین اور لا نہ سکین تب جندع نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اِس پہاڑ کے پشتے سے کہ عیدگاہ کے سامنے ہی اور اِس پشتے کو انکے عرف مین کاثبہ کہتے تھے ایک اونٹنی ہمارے واسطے نکال کہ اسکی پیشانی سیاہ ہو اور سارا بدن اسکا سفید اور بال اسکے بڑے ہون اور نرم اور اسکے دس مہینے کا حمل بھی ہو اور ڈیل اسکا بہت بڑا کہ ہم سبکو ایسی ٹیکرے کے برابر معلوم ہووے اور اس پتھر سے نکلنے کے بعد ہمارے سامنے بچہ جنے اور وہ بچہ بھی اُسی کی مانند ہو شکل اور رنگ اور ڈیل مین حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مین اسیطرح کی اونٹنی اس پتھر سے نکالون تو تم ایمان لاؤگے اور حق تعالی کے دین اور حکم کے فرمان بردار ہوگے سب نے اقرار کیا کہ اگر یہہ امر ظہور مین آویگا تو ہم سب ایمان لاوینگے حضرت صالح علیہ السلام نے اِسبات پر عہد اور پیمان کیا اور قول اور اقرار ان سے مضبوط لیا پھر ان لوگون کو جو انپر ایمان لائے تھے اپنے ساتھ لیکر اس پتھر کے نزدیک تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور درگاہ مین جناب الٰہی کے دُعا مین مشغول ہوئے اور ان مسلمانون کو کہا کہ تم سب میرے پیچھے کھڑے ہو کر آمین کہو اور اِس قوم ثمود کے سردار معہ فوج اور لشکر گرداگرد انکے گھیر کے کھڑے ہوئے اور تماشا دیکھنے لگے کہ کیا ہوتا ہی کہ یکایک قدرت سے اس قادر توانا کی اس پہاڑ کے پشتے سے آواز جانور کے چلانے کی آنے لگی جسطرح جانور جننے کے وقت آواز کرتا ہی یہان تک کہ وہ پشتہ پھٹا اور ایک اونٹنی جیسے اُسنے طلب کی تھی ویسی ہی نکلی اور جنگل مین چگنے لگی اور بعد ایک ساعت کے اُسکے بھی درد زہ شروع ہوا اور وہ بھی ایک بچہ جنی اپنے برابر قد و قامت مین اور صورت اور شکل مین اس ماجرے کو دیکھ کر لوگ ایک آواز کر اُٹھے اور سب اِسبات کے قائل ہوئے کہ حضرت صالح کا معبود بڑی قدرت رکھتا ہی اُسی پر ایمان لایا چاہئے اور جندع بن عمرو چھ ہزار آدمیون سے ایمان لایا اور اسلام سے مشرف ہوا

فـ حضرت صالح کی اونٹنی کا بیان

اور حضرت صالح علیہ السلام کے قدمون پر گر پڑا اور پچھلی تقصیرون سے نادم اور شرمندہ ہوا اور اسکی بخشش طلب کی اور دوسرے
سردار اپنے نفس کی شامت سے اُسی انکار پر قایم رہے اور اپنے تابعدارون کو بھی بہکانا اور بھڑکانا شروع کیا کہ ایسے
جادو پر فریفتہ مت ہو اور اپنے دین اور مذہب کو مت چھوڑو اور اسی پر مضبوط رہو کہ یہہ وقت آزمایش اور امتحان کا
ہی وے بدبخت اپنے رئیسون کے بھڑکانے سے کفر کے کلمے کہنا شروع کئے اور حضرت صالح کو جادوگر قرار دیکر
ہو گئے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہہ تمنے خلاف عہد کے کیا اور مجھپر ایمان نلائے اب تمھارے بچاؤ کی عذاب
الٓہی سے یہہ صورت ہی کہ اِس اونٹنی اور اِسکے بچے کو نہایت تعظیم سے اپنے ملک مین رکھو اور کسی طرح سے اُسکو
رنج مت دو اور بری طرح سے مت چھیڑو کہ تمھارے امن اور بچاؤ کی سبب ہی اور جب تک یہہ اونٹنی اور اسکا
بچہ تم مین رہے گا عذاب الٓہی تمپر نہ آویگا اور کسی طور سے تمنے اُسکو برائی پہنچائی تو عذاب الٓہی مین گرفتار ہوگے
اب اس جگہہ پر جاننا چاہئے کہ اس معجزے کے خاص ہونے مین اس قوم کے واسطے بھید یہہ تھا کہ اُنکو پتھر تراشنے اور تصویر
بنانے مین بڑا دخل تھا اور اس کام مین بڑی بڑی باریکیان اور کاریگریان کرتے تھے تو اس معجزے کے خاص کرنے مین
اس گروہ کے واسطے اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ ہرچند کہ تم لوگ پتھر کی تصویرین عجیب اور غریب بناتے ہو لیکن
جان اُنمین نہین ڈال سکتے اور ہم پتھر سے ایک جاندار جانور کہ اس ملک کے جانورون سے بڑا ہو نکال سکتے ہین
ع کافران از بت بیجان چہ تمتع دارند باری آن بت بپرستید کہ جانی دارد اور اِسمین اشارہ اسبات کی طرف بھی
ہوا کہ حق تعالی کی ہدایت پتھر کے دلون کو نرم کر سکتی ہی اور اُس سے روح کے وصف ظاہر کر سکتی ہی اب ہم آگے لکھتے
باقی رہے قصے کے بیان پر کہ اُونٹنی قد اور قامت اور ڈیل ڈول مین بہت بڑی تھی چنانچہ حضرت ابو موسی اشعری
رضی اللہ تعالی عنہ کہ بڑے جلیل القدر صحابیون مین سے ہین وے فرماتے ہین کہ مین ثمود کے شہر مین جسکا
حجر نام ہی گیا تھا اُس اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہہ کہ مشہور ہی اور لوگ اسکی زیارت کرتے ہین اپنے ہاتھ سے مینے
ناپی تھی تو ساٹھ گز دور اسکا ہوا تھا اور اس اونٹنی کی خاصیت یہہ تھی کہ سب جانور اہلی اور جنگلی اُسکے دیکھنے سے
خوف کھاکر بھاگتے تھے اور جس جنگل مین وہ چرتی تھی کوئی دوسرا جانور قدم نہین رکھہ سکتا تھا اور جس کنوے
اور تالاب اور ندی پر وہ پانی پینے کو جاتی تھی تو سب پانی اُسکا پی لیتی تھی اور جس چراگاہ مین وہ چرتی تھی اُسمین
گھاس کا نام بھی نہین رہتا تھا اور شام کے وقت جو شہر مین آتی تھی سب شہر والے اپنے اپنے برتن لاکے

اسکے دودھ سے پھر لیتے تھے اور تمام شہر والون کو اسکا دودھ کفایت کرتا تھا جب ایک مدت اسیطور سے گذری تو مواشی اور جانورون والے اسکے پھرنے اور سیر کرنے سے عاجز ہوئے اور حضرت صالح علیہ السلام سے فریاد کی آپنے مصالحہ کے طور پر ایسا ٹھہرا دیا کہ ایک دن تم سب اپنے جانور چرایا کرو اسدن اونٹنی کو ہم اپنے گھر مین بند رکھینگے اور دوسرے روز ہم اس اونٹنی کو چھوڑ دینگے اسدن تم اپنے جانورون کو بند رکھو اس قول اور اقرار پر ایک مدت تک گذران کرتے رہے لیکن اکثر شہر والون پر جو جانورون کی پرورش کا ذوق اور شوق رکھتے تھے یہہ قسمت بھی گران گذری اور اپنے دلون مین کہتے تھے کہ کسی حیلہ اور تدبیر سے اس اونٹنی کو یہان سے دور کیا چاہئے تاکہ ہمارے جانور اچھی طرح فراغت سے پانی اور چارہ کھایا کرین لیکن عہد کے توڑنے اور قول اور اقرار کے خلاف ہونے سے خوف کھاتے تھے آخر درمیان مین ایک نوجوان اسی قوم کا کہ نہایت شوخ و شریر اور رنگیلا تھا اور اسکا نام قدار بن سالف تھا کہ وہ گویا دن چار شانہ باپ کو آزار دینے والا زبان دراز بہت جھٹ بیدا اور وہ ایک عورت فاحشہ پر عاشق ہوا اور اس عورت کا نام عنیزہ تھا کہ خوبصورتی اور خوش اسلوبی اور لطیفہ گوئی اور نزاکت طبع مین دہر مشہور تھی اور اس فاحشہ کے گھر مین آٹھ شخصون سے جو اسکے ہم مشرب اور ہم وضع تھے اور انہین سے ایک کا نام مصدع بن دہر تھا کہ اسکے چچا کا بیٹا تھا جانا تھا اور اس سے حظ نفسانی حاصل کر کے روسیاہی دونون جہان کی کمایا کرتا تھا اور اسکے یار اور ہمنشین شراب خوری کر کے اسکے گھر کی لونڈیون باندیون سے اپنا منہ کالا کیا کرتے تھے ایک روز اس جوان نے یعنے قدار نے اس فاحشہ سے کہا کہ کب تک یہہ آشنائی چوری چھپی کی رہے گی کھل کے مجھسے نکاح کیون نہین کر لیتی ہے کہ عمر بھر خوشی سے گذران کرین اس قحبہ نے کہا کہ اگر اسبات کا تجھکو خیال ہے تو ایک فرمایش میری ہے اگر اسکو تو بجا لاوے تو مین معہ مال اور اسباب اور لونڈیان کے تیری تابعدار ہو کر رہون اور وہ کام یہہ ہے کہ اس اونٹنی کو جسنے مجھکو اور تمام شہر کو ایک رنج اور بلا مین ڈال رکھا ہے اور تمام جانورونکے زبان کو بھوکھ اور پیاس کے عذاب مین گرفتار کر رکھا ہے کسیطرح مار ڈال اور اسکی کونچین کاٹ کہ ہم سب اس بلا سے نجات پاوین اور اس قحبہ کے جو جانور بہت تھے اس سبب سے اور لوگون سے زیادہ اسکو اس اونٹنی سے دشمنی تھی غرض کہ قدار نابکار نے اس ادنی اور خسیس کام کے واسطے ایسے بڑے گناہ کے کرنے کا اقرار کیا اور اس اونٹنی کے مارنے کی تدبیر مین پڑا اور اپنے یارون اور آشناؤن کو بھی اس کام مین رفیق کیا اور ایک روز ایک تنگ

گلی مین جو اُس اونٹنی کے آنے جانے کی راہ تھی اُسکی راہ روک کے گھات مین بیٹھا اور اپنے یارون کو بھی اس
کوچے مین گھات کی جگھون مین بٹھایا جس وقت وہ اونٹنی چراگاہ سے پھری اور اُس کوچے مین پہنچی تو پہلے
مصدع نے تیر اُسکی پیشانی پر مارا اور دوسرے ساتون شخص تلوارین کھینچ کے غل مچاتے ہوئے اونٹنی تک
پہنچے لیکن وہ اونٹنی باوجود زخمی ہونے کے کسیکو اپنے پاس آنے نہین دیتی تھی اور جسطرف جگہ کرتی تھی
اُسکو بھگا دیتی تھی آخر کو قدار نابکار نے اُسکے پیچھے پہنچ کر ایک تلوار اُسکی کونچون مین ماری کونچون کے
کٹتے ہی وہ اونٹنی زمین پر گری زمین پر گرتے ہی سب اُسکے یار گرد سے پہنچے اور تلوارون سے اُسکو پرزے پرزے
کر ڈالا اسبات کو سنکر شہر والے سب خوش ہوئے اور اُسکے گوشت کو تقسیم کرکے سب شہر والے اپنے اپنے
گھر کو لے گئے اُسکا بچہ جو پیچھے سے آیا اور اپنی ماں کا یہہ حال دیکھا تو وہان سے بھاگ کر اُسی پہاڑ کے پشتے پر
جا کر کھڑا ہوا جو یہہ خبر حضرت صالح علیہ السلام کو پہنچی تو افسوس کرتے ہوئے باہر نکلے اور شہر کے لوگون سے فرمایا کہ یہہ
تمنے اچھی بات نکی بلکہ خدا کے عذاب کو قصد کرکے اپنے واسطے منگوایا اب بھی ایک بچاؤ کی صورت ہے کہ میرے ساتھ آؤ اور
اُسکے بچے کو اپنے شہر مین لاؤ تاکہ اُسکے سبب سے حق تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ قدار نابکار اور دوسرے کافرون نے
اسبات کو نہ سنا اور اسبات کی کچھ حقیقت نجانی تب تو حضرت صالح علیہ السلام سب مسلمانون کے ساتھ
اُس بچے کے لانے کو جنگل کی طرف گئے جونہین بچے نے حضرت صالح کو دیکھا تین مرتبے آواز کی اور وہ پشتہ پہاڑ کا
پھٹا اور وہ بچہ اُسکے اندر گھس گیا تب حضرت صالح علیہ السلام اُس حال کو دیکھکر افسوس کرتے ہوئے پھر آئے
اور شہر والون سے کہا کہ تم نے اپنی خرابی اپنے ہاتھ سے کی اور اس بچے کے تین مرتبے آواز کرنے کی تعبیر یہہ ہی
کہ تمکو تین دن کی مہلت ہی عذاب الٰہی سے پہلے دن منہہ تمہارے زرد ہو جاینگے اور دوسرے دن سرخ
ہو جاینگے اور تیسرے دن سیاہ اور یہہ ماجرا تھوڑا دن رہے بدھ کو ہوا تھا جمعرات کے صبح کو سب شہر والے جو سوکے
اُٹھے تو دیکھا کہ سبکے منہہ زرد ہو گئے ہین تب سبکو یقین ہوا کہ جو کچھ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا
سب سچ اور واقع ہونے والا ہی لیکن اس وقت انکی قوت غضبیہ نے جوش کیا اور قوت عقلیہ بالکل معزول
ہو گئی یعنے قدار نے اپنے آٹھون یارون سے قسمیہ ہو کر یہہ بات ٹھہرائی کہ قبل آنے تیسرے دن کے حضرت صالح عم کا
کام تمام کیجئے یہہ ارادہ دل مین ٹھان کر اُسی رات کو سب نو آدمی حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبی

کرنے کو چلے اُس وقت حضرت صالح علیہ السلام اپنی مسجد مین تھے ایک درخت اس مسجد مین تھا وہ بلند آواز سے
بولا کہ قذار اپنے یارون کے ساتھ آپکے مارنے کو آتا ہی سو آپ اپنے گھر مین تشریف لے جائیے اور دروازہ
بند کر لیجیے حضرت صالح علیہ السلام نے اُسکے کہنے کے بموجب عمل کیا اور گھر مین دروازہ بند کرکے جا بیٹھے
جب قذار نابکار اپنے یارون کے ساتھ مسجد مین آیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو وہان نہ پایا تو ارادہ
کیا کہ آپکے مکان کا دروازہ توڑ کر اندر گھس کے آپ سے بے ادبی کرین وے اسی سوچ مین تھے کہ یکایک فرشتے بموجب
حکم الٰہی کے آپ کی حمایت اور مدد کو پہنچے اور اپنے پرون کو اُن بدبختون کے مُنہہ پر مارا بمجرد اسکے مارنے کے
وہ سب اندھے ہو گئے اور حیران اور پریشان گرتے پڑتے بے تحاشا وہان سے بھاگے اور اُس بھاگنے مین کسی کا
سر دیوار مین لگ کر پھٹ گیا اور کوئی کنوئے مین گر کر مر گیا یہان تک کہ سب کے سب مر گئے اور خسر الدنیا والآخرہ
ہوئے دوسرے دن شہر والے جو اٹھے تو سب کے مُنہہ سرخ پائے اور قذار وغیرہ کے وارثون نے جو انکی تلاش کی تو
حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کے قریب اُن سبکو مرا ہوا پایا پھر اُس حال کو شہر کے رئیسون اور سردارون سے
جو کافر تھے ظاہر کیا تو سردار اور سب شہر والے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر چڑھ آئے اور گھر کو گھیر لیا اور کہا
کہ تمنے اُس اونٹنی کے عوض مین ہمارے نو آدمی رات کو مار ڈالے ہین ہم اِن آدمیون کی عوض مین تمکو اور تمہارے
سب گھر والون کو مار ڈالینگے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اِن لوگون کے گھر مین مارنے کو نہین گئے
تھے بلکہ یے خود ہمارے گھر پر رات کو چڑھ کے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے غیب سے انکو سزا دی وہ سب اسی
جواب اور سوال مین تھے کہ جندع بن عمرو اس شہر کا بڑا رئیس کہ معہ اپنی فوج کے اسلام سے مشرف ہوا تھا اور بڑا معتقد
اور دوست حضرت صالح علیہ السلام کا تھا اس حال کی خبر پاکے معہ اپنی فوج حضرت صالح علیہ السلام کی مدد کو پہنچا اور
اُن رئیسون اور شہر والون سے مقابلہ کیا آخر کو چند آدمی درمیان مین آکے اس بات پر صلح ٹھہرائی کہ حضرت
صالح علیہ السلام اس شہر سے باہر جا رہین حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات کو غنیمت جانا اور جندع بن عمرو
اور دوسرے مسلمانون کو اپنے ساتھ لے کر شہر سے باہر چلے گئے تیسرے دن کہ سنیچر کا دن تھا صبح کو شہر کے لوگ
جو اٹھے سبکے منہہ کالے پائے اُس دن پھر نہایت تشویش مین رہے کہ کیا ہونے والا ہی آخر یہہ بات
سوچی کہ سنگین مکانات خالی کیجیے اور خدا کا عذاب جب آویگا تو اِن مکانون مین چھپ رہینگے کیونکہ عذاب الٰہی

یا آسمان سے آویگا جیسے پانی یا پتھر کا برسنا یا زمین سے ہوگا جیسے زلزلہ اور ان سب چیزون سے اُن مکانون مین
بچاؤ ہی اس واسطے کہ یہ مکان پہاڑ کو تراشکے بنائے ہین ایسی چیزون سے اُن مکانون مین کچھ دہشت نہین
ہی یہہ نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ کے غضب سے کوئی چیز بچا نہین سکتی حاصل کلام کا پنجشنبہ کی صبح کو حضرت جبرئیل
علیہ السلام بموجب حکم الٰہی کے درمیان مین آسمان اور زمین کے ایک بڑی صورت وحشتناک سے
ظاہر ہوئے اور ایک ایسی سخت آواز کی کہ اُسکے سبب سے پہاڑ جنبش مین آگئے اور تند ہوا آندھی کے طور سے
چلنا شروع ہوئی سب شہر والے دہشت کھا کے اُنہی سنگین مکانون مین گھسے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے
ایک آواز پہلے سے بھی زیادہ سخت کی کہ اُسکے سبب سے سب شہر والے اوندھے اپنے اپنے زانوون پر گر پڑے
اور اُنکے پتے پھٹ گئے اور سب جہنم واصل ہوئے ایک بھی اُنمین سے باقی نرہا حضرت صالح علیہ السلام نے جو
یہہ ماجرا سنا تو مسلمانون سے فرمایا کہ یہہ شہر غضب الٰہی کے نازل ہونے کی جگہہ ہوئی یہان پر رہنا ہرگز
مناسب نہین ہی اسکو چھوڑ دو اور مکہ معظمہ کے حرم کا احرام باندھو اور وہین چل کر رہو چنانچہ وے سب
حضرت صالح علیہ السلام کے فرمانے کے بموجب عمل مین لائے اور نجات دارین کی حاصل کی اللہم ارزقنا اتباع حبیبہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر مین
شہر حجر کے دروازے پر پہنچے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص اس شہر مین نہ پیٹھے اور پانی نہ پیئے
مگر یہہ کہ روتا ہوا اور ڈرتا ہوا اسواسطے کہ روحین اُن کافرون کی اسی شہر مین عذاب الٰہی مین گرفتار ہین
اور جس جاے پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہی وہان سے دور رہنا خوب ہی اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ ثمود کے
قوم کے کافرون سے کوئی آدمی نہین بچا مگر ایک شخص جسکا ابو رغال نام تھا کسی کام کے واسطے مکہ معظمہ مین
آیا تھا سو جب تک حرم شریف کے اندر رہا تب تک عذاب الٰہی سے محفوظ رہا جو ہین حرم سے باہر نکلا اور طائف کی
طرف چلا راستے مین اسی عذاب مین جس سے اُسکی قوم ہلاک ہو گئی تھی یہہ بھی ہلاک ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم طائف کی مہم پر جانیکے وقت جب اُسکی قبر پر پہنچے اور عادت وہان کے لوگون کی یہہ تھی
کہ جب اس قبر کے نزدیک پہنچتے تو اسکو سنگسار کرتے تھے تب آپنے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہہ قبر کسکی
ہی صحابہ نے جواب مین عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

سب قصہ اسکا مفصل اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا اور کہا کہ اس میری بات کی سچائی کی نشانی یہہ ہی کہ اس شخص کی چھڑی سونیکی اُسکے ساتھ دفن ہوئی ہی صحابہ نے جو یہہ کلام سنا دوڑے اور اُسکی قبر کو تلواروں سے کھودا اور وہ سونیکی چھڑی اُسمین سے نکال لائی اور اسکی قبر کو پھر اسیطرح بند کر دیا یہہ ہی ثمود کا قصہ جو بیان ہوا چنانچہ یہہ قصہ بعضی بعضی سورتون مین زیادہ تفصیل سے مذکور ہی مگر اس مقام پر حق تعالی نے تھوڑا اس قصے سے جتنا یہان پر مناسب تھا بیان فرمایا کہ ثمود کی قوم سرکشی سے اور شہوت اور غضب کی خواہشون کے غالب کرنے سے عقل اور شرع کے حکمون پر حکم الٰہی کا انکار کیا اور پیغمبر کو اور اُسکی لائی ہوئی چیز کو جھوٹھا جانا اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا جب اٹھا اترا تا ہوا بدبخت اس قوم کا یعنے قدار بن سالف اور عقل و شرع کے برعکس شہوت اور غضب کی تابعداری کی یعنے اونٹنی کی کونچین کاٹین اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر مستعد ہوا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ پھر کہا اسکو اللہ کے رسول نے یعنے حضرت صالح علیہ السلام نے اور اس جاے پر رسول اللہ فرمایا انکا نام یعنے صالح نفرمایا تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ یہہ کہنا حضرت صالح علیہ السلام کا گویا خدا کا کہنا تھا اور انکا ڈرانا بعینہ خدا کا ڈرانا تھا اس واسطے کہ رسول جسکا ہوتا ہی اسیکا پیغام پہنچاتا ہی اور جو کچھ کہتا ہی اُسکی زبانی کہتا ہی گویا رسول کا حکم مالک کا حکم ہی اور اگر نام حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہوتا تو یہہ فایدہ بوجھا نجاتا نَاقَةَ اللّٰهِ یعنے چھوڑ دو اور نگہہ رکھو مت اللہ کی اونٹنی کو تاکہ جہان چاہے چرے اور جس پانی کو چاہے پیوے اور کسی طرح کی رنج اور اذیت مت دو اور اسکی ہلاک کے پیچھے مت پڑو اسواسطے کہ گنوار اور زمین دار بھی اپنی ناقص عقل اور شعور سے اتنا جانتے ہین اور بوجھتے ہین کہ زور اور حکومت والے کے جانور کو چارے پانی پر سے ہانکا نچاہئے بلکہ کسیطرح نچھیڑا چاہئے تو خدا کے جانور کو جو سب حاکمون کا حاکم ہی اور سب زبردستون کا زبردست اور ہر وقت سزا دے سکتا ہی اور جو چاہے سو کر سکتا ہی بطریق اولی نچھیڑا چاہئے اور اسکے قتل کے پیچھے نہ پڑتے کہ یہہ بات بالکل عقل کے خلاف ہی پھر گنوارون اور زمینداروں اور بکریون کے چرانیوالون کی برابر بھی نہ سمجھنا کمال نادانی اور بیوقوفی ہی اور یہہ عقل کے مغلوب کرنے سے اور شہوت کے غالب کرنے سے سرپر ترقی ہی آور اُس اونٹنی کی نسبت خدا کی طرف اسواسطے ہوئی کہ وہ کسیکی ملک مین سوا خدا کے نتھی آور ایک وجہہ یہہ بھی ہی کہ بے ماباپ کے پتھر سے پیدا ہوئی تھی اور حق تعالی کی قدرت کا ظہور تھا اور دلیل تھی قیامت کے قایم ہونے پر

اور مردون کے زندہ ہونے پر غور سے اِن سب باتون کی جمع ہونیکے سبب سے اُسکو ایک مرتبہ ایسا حاصل ہوا
تھا کہ دوسرے جانورون مین وہ بات پائی نہین جاتی ہی جسطرح سب دنیا کے مکانون مین بیت اللہ کا مرتبہ
ہی وَسُقْیٰهَا اور چھوڑ دو پانی اُسکے پینے کا تاکہ تمھارے جانور اُسکے پانی کے حصہ مین شریک ہونے
پاوین اِس واسطے کہ تمنے عہد باندھا ہی اور قول اور اقرار کیا ہی راضی ہوا کہ ایک روز یہہ اونٹنی پانی پیئے اور دوسرے
روز تمھارے جانور پھر عہد و پیمان کا توڑنا اور قول اور اقرار کے خلاف کرنا سب شریعتون مین اور سب دینون
مین حرام ہی اور طمع اور شہوت اور غضب کو عقل پر غالب کرکے عہد کو توڑنا کمال بے دینی ہی فَکَذَّبُوْهُ
پھر جھٹلایا اس سب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو اس ڈرانے اور سمجھانے مین اور اُنکی نصیحت کو کہ اس آیت کا
مضمون تھا لا تمسوها بسوءٍ فیاخذکم عذاب الیم قبول نہ کیا فَعَقَرُوْهَا پھر کاٹی اُس اونٹنی کی کونچین
ہر چند اُسکی کونچین کاٹنے والا وہی قذار بن سالف تھا اور اُسکے آٹھون یار جو اُسکے مددگار تھے لیکن جو سب شہر والونکی
رضی کے موافق یہہ کام تھا اور سب اُسکے خوش ہوئے تھے تو گویا سب اُسمین شریک تھے اسواسطے گروہ مین سے ایک
شخص کا کام جو سبکے مشورہ اور صلاح سے ہوتا ہی تو سب گروہ کی طرف نسبت کرتے ہین بموجب مضمون
اس شعر کے سے چو از قومی یکی بیدانشی کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را اور سورہ قمر مین فتعاطی فعقر جو واقع ہی
تو اس سے مراد فقط اس فعل کا کرنیوالا ہی اور بس تو اِن دونو مین تعارض لازم نہوا فَدَمْدَمَ عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ پھر الٹ مارا اُنپر زمانہ کو
اُنکے پروردگار نے جیسا کہ اُن لوگون نے اللہ تعالی کی اچھی ترتیب کو الٹ ڈالا تھا یعنے اللہ تعالی نے اُنکو قوت شہویہ اور غضبیہ
اسواسطے دی تھی کہ ان دونو کو عقل کا تابعدار کرین اور عقل کو اسواسطے دیا کہ شرع کا فرمانبردار کرین اور ان لوگون نے اسکا
عکس کیا یعنے شرع کو تابع عقل کا اور عقل کو تابع شہوت اور غضب کے کیا بِذَنْۢبِهِمْ اُنکے گناہ کے سبب سے اور گناہ حکمت الٰہی کی
ترتیب کو بدل ڈالنا اور اُسکے ضد پر عمل کرنا تھا جیسے کوئی شخص اپنے غلام کو تلوار دے کہ میرے دشمن کو جاکے قتل کر وہ غلام جاکے اُسکے لڑکون کو
مار ڈالے فَسَوّٰىهَا پھر برابر کر دیا اُس فرقے کو اور خاک مین ملا دیا اس واسطے کہ اُس اونٹنی کے قتل مین سب
شریک تھے باطن مین اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جس وقت زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہی پھر جو کوئی اُس مجلس مین
حاضر ہو لیکن دل سے بیزار رہا اور اُسکو برا جانتا ہو تو وہ شخص گویا اس گناہ سے منزلون دور رہے کچھ گناہ کی برائی
اُسکو نہ لگیگی اور جو اس مجلس سے دور ہوا اور دل سے رضی اور خوش ہوا اس گناہ کے کرنے سے وہ ایسا ہی کہ گویا اُس مجلس مین

اور مردون کے زندہ ہونے پر گور سے ان سب باتون کی جمع ہونیکے سبب سے اُسکو ایک مرتبہ ایسا حاصل ہوا
تھا کہ دوسرے جانورون مین وہ بات پائی نہین جاتی ہی جسطرح سب دنیا کے مکانون مین بیت اللہ کا مرتبہ
ہی وَسُقْيٰهَا اور چھوڑ دو پانی اُسکے پینے کا تا کہ تمھارے جانور اُسکے پانی کے حصہ مین شریک ہونے
پاوین اس واسطے کہ تمنے عہد باندھا ہی اور قول اور اقرار کیا ہی راضی ہوا کہ ایک روز یہہ اونٹنی پانی پیئے اور دوسرے
روز تمھارے جانور پھر عہد و پیمان کا توڑنا اور قول اور اقرار کے خلاف کرنا سب شریعتون مین اور سب دینون
مین حرام ہی اور طمع اور شہوت اور غضب کو عقل پر غالب کرکے عہد کو توڑنا کمال بے دینی ہی فَكَذَّبُوهُ
پھر جھٹلایا اس سب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو اس ڈرانے اور سمجھانے مین اور انکی نصیحت کو کہ اس آیت کا
مضمون تھا لا تمسوها بسوء فیاخذکم عذاب الیم قبول نہ کیا فَعَقَرُوهَا پھر کاٹین اُس اونٹنی کی کونچین
ہر چند کہ کونچین کاٹنے والا وہی قدار بن سالف تھا اور اُسکے آٹھون یار جو اُسکے مددگار تھے لیکن جو سب شہر والونکی
رضی کے موافق یہہ کام تھا اور سب سنکے خوش ہوئے تھے تو گویا سب اُسمین شریک تھے اسواسطے گروہ مین سے ایک
شخص کا کام جو سبکے مشورہ اور صلاح سے ہوتا ہی تو سب گروہ کی طرف نسبت کرتے ہین بموجب مضمون
اس شعر کے ع چو از قومی یکی بیدانشی کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را اور سورہ قمر مین فتعاطی فعقر جو واقع ہی
تو اس سے مراد تعاطی اس فعل کا کرنیوالا ہی اور بس تو ان دونون مین تعارض لازم نہوا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پھر الٹ مارا انپر مار کے
اُنکے پروردگار نے جیسا کہ اُن لوگون نے اللہ تعالی کی اچھی ترتیب کو الٹ ڈالا تھا یعنے اللہ تعالی نے اُنکو قوت شہویہ اور غضبیہ
اسواسطے دی تھی کہ ان دونو کو عقل کا تابعدار کرین اور عقل کو اسواسطے دیا کہ شرع کا فرمان بردار کرین اور ان لوگون نے اسکا
عکس کیا یعنے شرع کو تابع عقل کا اور عقل کو تابع شہوت اور غضب کے کیا بِذَنْبِهِمْ انکے گناہ کے سبب سے اور گناہ حکمت الٰہی کی
ترتیب کو بدل ڈالنا اور اسکے ضد پر عمل کرنا تھا جیسے کوئی شخص اپنے غلام کو تلوار دے کہ میرے دشمن کو جاکے قتل کر وہ غلام جاکے اُسکے لڑکون کو
مار ڈالے فَسَوّٰهَا پھر برابر کر دیا اُس فرقے کو اور خاک مین ملا دیا اس واسطے کہ اس اونٹنی کے قتل مین سب
شریک تھے باطن مین اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جس وقت زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہی پھر جو کوئی اُس مجلس مین
حاضر ہو لیکن دل سے بیزار ہوا اور اُسکو برا جانتا ہو تو وہ شخص گو یا اس گناہ سے منزلون دور رہے کچھ گناہ کی برائی
اسکو نہ لگیگی اور جو اس مجلس سے دور ہوا اور دل سے راضی اور خوش ہوا اس گناہ کے کرنے سے وہ ایسا ہی کہ گو اس مجلس مین

پیسے کی پہنے کی ہو یا مکانات کی سواری کی ہو یا سیر باغ اور بہار کی گانے بجانے کے سننے کی ہو یا خوشبوؤں کے سونگھنے کی اور جو سوا اسکے
ہین سب کمتر اور جیسے غصب اور غیرت سے ہین اسی واسطے عرف مین ان لوگون کو جو ان شہوتون کے مغلوب ہونے ہین مذہر جانتے ہین اُن
لوگون سے جو غصب اور عزت کی شہوت سے مغلوب ہوتے ہین جیسے پادشاہ عیاش اور تماشبین کو برا جانتے ہین بادشاہ سفاک
خونریز سے آور اسکا بھید یہہ ہی کہ غضبیہ قوت سبب ہی غلبے اور قہر اور سیاست کی اور شہوی قوت باعث
ہی تملق اور چاپلوسی اور خوشامد کی اور سب لوگون کے نزدیک فاعلیہ قوت بہتر ہی اسواسطے کہ یہہ زبردست
ہی منفعلہ قوت سے اسواسطے کہ یہہ زبردست ہی تیسرا مقدمہ یہہ ہی کہ جب شہوت اور غضب کے سبب سے دوسرے کے
حق تلف ہونے لگین تو سب لوگون کے نزدیک وہ شخص معیوب اور مطعون ہو جاتا ہی اور جسقدر وہ
حق بزرگ ہوگا اسیقدر طعن اور تشنیع زیادہ لاحق ہوگی تو اول بدبخت وہ شخص ہی جو اپنے نفس کے حق پر
شہوت اور غضب کو مقدم رکھے اور اپنے نفس کے حق کو تلف کرے اُس سے بدبخت وہ شخص ہی کہ اپنی
لذت شہوی اور غضبی کے سبب سے دوسرے کا حق تلف کرنے آور اس سے بھی زیادہ بدبخت وہ شخص ہی
کہ ان دونون لذتون کے سبب سے بہت آدمیون کے حقون کو تلف کرے پھر حق بھی آپس مین مختلف ہین جیسے
دنیا کا حق کہ اسکا تلف ہونا سہل اور آسان ہی آخرت کے حق تلف ہونے سے کہ اسکا دفعیہ بہت
مشکل ہوتا ہی چوتھا مقدمہ یہہ ہی کہ آدمی پر تین حق بڑے اور عمدہ ثابت ہین پہلا حق تعالی کا حق ہی کہ اسکا
پیدا کرنیوالا اور نعمت دینے والا اور سب کام کا درست کرنے والا وہی ہی اور کسی وقت اور کسی دم
آدمی اسکے احسان سے باہر نہین ہو سکتا اور ہر کام مین آدمی اسکی مدد اور مہربانی کا محتاج ہی اسی
واسطے کوئی حق اور کسی کا حق اس حق کے برابری کر نہین سکتا دوسرا حق اپنی قوم اور برادری کا کہ اپنی
زندگی اور موت مین انکا محتاج ہی اور ہر طرح کی مدد کا اُن سے امیدوار تیسرا حق اپنے نفس کا اور اس حق کی حقیقت
خود ظاہر ہی کچھ حاجت بیان کی نہین ہی پس سب سے بدبختون سے بدبخت وہ شخص ہی کہ ان تینون حقون کو ایک خسیس
شہوت کی عوض مین تلف کرے سو یہہ وصف اگلی امتون مین سے قدار بن سالف مین تھا کہ ادنی اور خسیس کام کے
واسطے تینون حقون کو تلف کر ڈالا آول اپنے نفس کے حق کو تلف کیا کہ کافر مرا اور دوزخ کا کندہ ہوا اور اپنی زندگی کو
برباد کیا دوسرے اپنے قوم کے حق کو تلف کیا کہ اسکے سبب سے سب حق تعالی کے عذاب مین گرفتار ہوئے اور

کہ کوئی نشان بھی باقی نہ رہا پس حق تعالی کا حق تلف کیا یعنے اُس اونٹنی کو جسکو اللہ تعالی نے اپنی طرف منسوب کیا
تھا اور اللہ تعالی کے ہدایت کی صورت تھی اور رحمت اور عنایت الٰہی کے نزول کا سبب تھی اور بیت اللہ کی سی
بزرگی پیدا کی تھی اسکی کونچین کاٹین اور ہلاک کیا اور اس اُمت مین حضرت علی رضی اللہ تعالی کا قاتل یعنے ابن ملجم ویسا ہی
بد بخت ہی توضیح اس ابہام کی اور تشریح اس مقام کی یہہ ہی کہ وہ اللہ تعالی کی اونٹنی جسطرح حضرت صالح علیہ السلام کے
کمال کی صورت تھی اور انکی نبوت پر گواہ صادق تھی اور قوم ثمود کی ہدایت کے واسطے جو حق تعالی کی عنایت متوجہ ہوئی تھی
اور حضرت صالح علیہ السلام کو مرتبہ رسالت کا مرحمت کر کے اس قوم کی طرف مبعوث کیا تھا اور وہی ہدایت
اُنکے سوال کے بموجب ناقہ کی شکل ہو کے ابین ٹھہری تھی اور قرار پکڑا تھا یہان تک کہ اس ناقہ کی تعظیم اور اُسکے حق کو
ادا کرنا گویا حضرت صالح علیہ السلام کی شریعت کا قبول کرنا تھا اور عذاب الٰہی کے دفع کرنے کے واسطے اُنکے دین
قبول کرنے کے قائم مقام تھی گویا حضرت صالح علیہ السلام کی ولایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر اور ظاہر
ہوتا تھا اور اللہ تعالی کے نزدیک انکے مرتبے کی بزرگی اور انکی دعا کی قبولیت اس معجزہ کے سے ظاہر ہوتی
تھی اسیطرح سے وجود جسمانی حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا کہ ختم کرنے والے خلافت حقہ کے تھے
اور جناب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے کمال کی صورت تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا
نور اس راہ سے جلوہ گر تھا اور اُس جناب کے قرب معنوی کی روشنی اسی راہ سے ظاہر تھی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم کی خلافت اور نیابت اس وقت مین اسی ذات قابل الصفات مین منحصر تھی اسیواسطے حدیث شریف مین
جسطرح بیت اللہ کے حق مین وارد ہی کہ النظر الی الکعبۃ عبادۃ یعنے دیکھنا بیت اللہ کا عبادت ہی
اور قرآن شریف کے حق مین وارد ہی کہ النظر الی المصحف عبادۃ یعنے دیکھنا قرآن کے حرفون کی طرف عبادت
ہی اسیطرح حضرت علی رضہ کے حق مین آپنے فرمایا ہی کہ النظر الیٰ وجہ علي عبادۃ یعنے دیکھنا حضرت
علی کے مُنہہ کی طرف عبادت ہی سو اسوقت مین وجود شریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مثل وجود شریف
حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا اس واسطے کہ اس وقت مین تشنگان امت آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کے اسی چشمہ خاص سے سیراب ہوتے تھے اور ہر حاجت ظاہری اور باطنی کو اسوقت مین بسبب جمع ہونے
تمام صفات کمال بشری کے وہ ذات مبارک کفایت کرتی تھی ایسے وقت مین ایسی وجود باجود کو کہ ایسا

یہ بدبخت ترین بدبختون نے شہید کیا تو گویا ہدایت کے شمع کو گل کر دیا اور اللہ تعالی کے حق کو تلف کیا اور تمام اُمت کے
حق کو بھی تلف کیا یعنے ایسی ذات کو کہ اُس وقت مین اپنا ثانی اور قائم مقام فضیلت اور بزرگی مین نہ رکھتے تھے ہلاک
کرکے تمام اُمت کو جھاڑو بے رسی کی مانند منتشر اور فوج بے سردار کی طرح پریشان کر دیا اور اپنے نفس کے
حق کو بھی تلف کیا اور کندہ دوزخ کا ہوا اور اپنی زندگانی کو برباد کیا اور یہہ سب برائی اس بدبخت کو
اسی شہوت کے سبب سے حاصل ہوئی تھی چنانچہ روایات صحیحہ مین وارد ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبدالرحمن
ابن ملجم مرادی تھا خارجی مذہب کوفے مین آیا اور ناگہان اسکی نظر ایک عورت خوبصورت پر جسکا نام قطام تھا
پڑی اور دل اور جان سے اسیر فریفتہ ہوا اور وہ عورت بھی یہی مذہب باطل رکھتی تھی اور باپ اور بھائی
اسکا نہروان کی لڑائی مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک سے جہنم واصل ہوئے تھے جب ابن ملجم کو اسکی
ملاقات کا خیال دل مین پڑا اور خط کتابت اس مقدمے مین اس سے شروع کی اور آدمیون کو درمیان مین ڈالا
تب اس عورت نے جواب مین یہہ کہا کہ ایک میرا کام ہی اگر وہ تجھسے ہو سکے اور تو اُسکے کرنے کا اقرار کرے تو
البتہ مین تجھکو قبول کرون اور اپنے تئین تیرے نکاح مین دون اور وہ کام یہہ ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
تو شہید کر اس ملعون نے کہ مغلوب شہوت کا تھا اس بات کو اس ملعونہ کی قبول کیا اور اس کام کی تدبیر مین
پڑا ایک تلوار ہزار درم کو خرید کی اور اسکو زہر کے پانی سے بجھایا اور اپنے یارون سے اس کام کی تدبیر پوچھی اُسکے
یارون نے کہا کہ یہہ کام کچھ مشکل نہین ہی بہت آسان ہی اس واسطے کہ وے کوئی نگہبان اپنے ساتھ
نہین رکھتے ہین اور اکیلے رات کو اندھیرے مین مسجد کو جاتے ہین کسی دن مسجد مین اندھیرے مین چھپ رہ
اور اپنے کام کو انجام کو پہنچا انیسوین رمضان مبارک کی صبح صادق کے وقت کہ ہنوز تاریکی باقی تھی حضرت علی رضی
اللہ عنہ گھر سے شریف مسجد شریف مین لائے اور یہہ ملعون ایک ستون کی آڑ مین مستعد اسی کام پر
کھڑا تھا اور آپ کی عادت شریف ایسی تھی کہ مسجد مین سوئے ہوئے آدمیون کو تکبیر کی آواز سے بیدار کرتے تھے
تاکہ وے سب اٹھکے طہارت کرین اسی ارادے سے جونہین آپ نے مسجد شریف مین قدم مبارک رکھا وونہین
اُس ملعون نے پیچھے سے غفلت مین ایک تلوار کا ضربہ آپ کے سر مبارک پر مارا اور بھاگا آدمی ہر
طرف سے دوڑے اور اسکو پکڑ کے قید کیا ہر چند کہ زخم چندان کاری نتھا لیکن زہر کی تاثیر سے آپ کا کام

تمام ہوا اور اِس خاکدان ظلمانی سے فردوس برین کو انتقال فرمایا اکیسوین[21] رات کو رمضان کی جسد مبارک کو آپکے
نجف الحیرۃ مین کہ ایک جگہہ کا نام ہی کوفے سے نزدیک مسجد جامع سے ایک فرسنگ پر حضرۃ النعمان کی راہ
مین وہان مدفون کیا اور آپ کی قبر کو بلند نکیا بلکہ بالکل بے نشان رکھا تا خارجی کہ اس زمانے مین کوفے کی
نواح مین بہت منتشر تھے کچھ بے ادبی آپ کے جسد مبارک سے نکرین اور یہہ قصہ سال چالیس[40] ہجری مین واقع
ہوا اور آپ کی شہادت سے نبوت کی خلافت منقطع ہوگئی اور کوئی قائم مقام اس رتبے کا نرہا یہی بات صحابہ نے
سمجھ کے نہایت افسوس کیا چنانچہ حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ جب خبر شہادت
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سُنی تو فرمایا کہ اب عرب جو چاہین سو کرین اب کوئی نرہا کہ اُنکو کسی بد کام سے منع کریگا
آنت جاننا چاہیے کہ صحابہ مین بعد وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علما اور واعظ بہت موجود تھے اور آدمیون کو
بدکامون سے بے محابا یعنے بے دہشت منع کرتے تھے اور کسی کا بنی اُمیہ کے بادشاہون سے یا دوسرے سردارون سے
لحاظ اور خاطرداری سچی بات کہدینے مین نہین کرتے تھے لیکن اُنکی امر و نہی مانند سمجھانے علما کے اور رہنمائی اولیا کے
تھی نہ پیغمبرون کے حکم کی مانند کہ وہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی اسیواسطے حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا نے یہہ کلمہ ارشاد فرمایا اور اسی جگہہ سے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشقیٰ ہونے کی وجہ ظاہر ہوگئی
کہ اس وقت مین تمام کمالات اُس ولایت کے جو قائم مقام نبوت کے ہی اُسی ذات مبارک مین منحصر تھے دوسرا
کوئی اس وقت مین ویسا نتھا بخلاف خلفاء سابقین کے کہ اُنکے زمانے مین دوسرے بھی جو لیاقت اس امر کی
رکھتے تھے موجود تھے کہ اُنکے معدوم ہونے کے بعد اس امر کو سنبھال لیا اور انکے قتل ہونے سے دین مین خلل
نپایا گیا بخلاف قتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہ خاتم الخلفا تھے تو انکا قتل گویا اللہ تعالی کے نور کو بالکل بجھا دینا
تھا اور ہدایت کے شمع کو گل کر دینا اسیواسطے انکے قتل سے ایسی خرابی دین مین ہوئی کہ پھر تدارک اُسکا نہوسکا
اور اگر کسی کو یہہ شبہہ خاطر مین گذرے کہ اُس بدبخت ترین کی حرکت سے ثمود کی قوم سب ہلاک ہوئی اور
اس امت کے بدبخت ترین کی حرکت سے باقی ماندہ کو کچھ آسیب بھی نہ پہنچا اسکا کیا سبب ہی اُسکا جواب یہہ ہی کہ
ان دونون مین فرق دو وجہ سے ہی اور اوّل وجہ یہہ ہی کہ اونٹنی کے مارے جانے سے تمام ثمود کی قوم
راضی اور خوش ہوئی تھی اور اِس امت مین اکثر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے سے راضی نہوئے تھے بلکہ

اس حرکت کرنیوالے پر لعنت اور نفرین کرتے رہتے آور تیسری وجہ یہہ ہی کہ اونٹنی کے مارے جانے کے بعد اُسکا بچہ بھی غائب ہو گیا تھا اور بلکل اسکا نام اور نشان نرہا تھا آور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے وفات کے بعد آپ کی اولاد امجاد باقی رہی اور آپ کا نام اور نشان قائم رہا اور نور اس ولایت کا جسکے آپ حامل تھے نسلًا بعد نسلٍ ایک حامل آپ کی اولاد مین پیدا ہوتا رہا اور امام اپنے وقت کا ہوتا رہا ہرچند کہ وہ ہیئت اجتماعی مٹ گئی تھی لیکن وہ نور متفرق اور منتشر ہو کے موافق استعداد کے ہر ایک فرقے مین اہل خیر سے قائم رہا ان سببون سے یہہ امت اُسطرح کے عذاب سے بچ رہی آور ایک سوانحہ عجیبہ سے آپکے شہادت کے یہہ ہی کہ اُسدن بیت المقدس مین کوئی پتھر نہ تھا جسکے نیچے سے خون جوش نہ مارتا تھا واللہ اعلم ؁

سُورۃ اللیل

یہہ سورت مکی ہی اسمین اکیس[۲۱] آیتین اور اکہتر[۷۱] کلمے اور تین سو دس[۳۱۰] حرف ہین آور اس سورے کا ربط والشمس کی سورت سے یہہ ہی کہ دونون کو قسم سے شروع کیا اور اس امر مین یہ دونون سورتین مناسبت تمام رکھتی ہین آور اس سورت مین انسان کے نفسون کا اختلاف مذکور ہی کہ بعضون کے دل مین بدکاری ڈالی جاتی ہی اور بعضون کے دل مین پرہیزگاری آور اُن لوگون کا حال مذکور ہی جو اپنے نفس کی پاکی مین مشغول ہین اور دوسرے اُن لوگون کا حال ہی جو اپنے نفس کی ذلت اور خواری کے پیچھے پڑے ہین شہوت اور غضب کی تابعداری کے سبب سے آور اس سورہ مین بھی بنی آدم کے عملون کا اختلاف بیان ہی نیکبختی اور بدبختی مین اور بعضون کو اچھی راہ چلنے پر توفیق دی ہی اور بعضون کو بُری راہ بدبختی مین ڈال کے شرمندہ کر رکھا ہی آور یہہ بھی ہی کہ دونون سورتون مین بدبختون کا حال بیان ہی چنانچہ اس سورت مین ثمود کی قوم کے بڑے بدبخت کا حال بیان ہی جسکا نام قدار تھا آور اس سورت مین اس بڑے بدبخت کا حال بیان ہی جو اس امت کے شروع مین تھا جسکا نام اُمیہ تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے شخص کی ایذا دینے مین پڑا تھا اور بلال رضی اللہ عنہ نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتگاری اور صحبت سے ایک بڑا رتبہ حاصل کیا تھا کہ حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ سے مشابہت بہم پہنچائی تھی آور اس سورہ کا نام واللیل اس سبب سے رکھا ہی کہ عرب کی زبان مین

لیل رات

لیل رات کو کہتے ہین اور اس سورہ مین آدمیون کے عملون کے اختلاف کا بیان منظور ہی نیکی اور بدی مین اور بڑا
عمدہ وقت اس اختلاف کا رات ہی کہ عابد لوگ عبادت مین مشغول ہوتے ہین اور چور چوری مین اور عیاش لوگ
حرام کاری اور شراب خواری مین اور آزاری دکھہ اور مصیبت مین بعضے محبوبون کی جدائی مین تڑپ تڑپ کے رات
کاٹتے ہین اور بعضے باغ وصال سے اور چمن ہم آغوشی سے اپنے آرزو کے دامن کو مراد کے پھولون سے پر کرتے ہین مصرع شب
تو رگذشت ولی سمور گذشت بہت فرق ہے میان آنکہ یارش در برنا آنکہ دو چشم انتظارش بر در
ہرچند کہ دن مین بھی اسی قسم کے اختلاف اور رنگ برنگی معاملے ہوتے رہتے ہین لیکن جو وقت ظہور اور روشنی کا
ہی تو ہر شخص تکلف اور بناوٹ کرتا ہی چور عابدون کے نکلتا ہی اور فاسق صالح کے لباس مین اپنے تئین
ظاہر کرتا ہی بخلاف رات کے کہ تاریکی کے سبب سے حجاب کا پردہ اٹھہ جاتا ہی اور شرم اور حیا بالکل
جاتی رہتی ہی اور ہر شخص اپنے نفس کی خواہش کے موافق بے تکلف اور بے پردہ ہو کے اپنے اپنے کام مین
مشغول ہوتا ہی اور ظاہر کا تکلف اور بناوٹ بالکل جاتا رہتا ہی اور سبب نزول اس سورت کا یہہ ہی
کہ مکہ معظمہ مین دو شخص رئیسون مین بڑے مالدار تھے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرا
امیہ بن خلف اور ان دونون کا معاملہ مال کے صرف کرنے مین مختلف ہوا امیہ مال بہت رکھتا تھا
اور بارہ غلامون کو ترتیب کر کے ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد کیا تھا چنانچہ ایک غلام کو کھیتی کا داروغہ کیا
تھا اور ایک کو میوون کے باغ کا اور ایک غلام کو قیمتی کپڑون کی تجارت کے واسطے یمن اور شام کی طرف
بھیجا تھا اور ایک کو جانورون پر مقرر کیا تھا کہ دودھ اور دہی اور نسل کی خبرداری کر کے اُسکے حاصل کو
جمع کیا کرے اور اسیطرح ہر غلام کو ایک کام سپرد کیا تھا اور اس تدبیر سے مال بہت جمع کیا تھا اور باوجود
اس ثروت اور مالداری کے ایک کوڑی فقیر کو نہین دیتا اور اگر کوئی غلام کسی محتاج کو کچھ آدھی دمڑی
کبھی دیتا تو اس پر خفا ہوتا بلکہ اس کو اس کام سے موقوف کرتا تھا اور اگر کوئی شخص اس کم بخت کو بطور نصیحت کے کچھ سمجھاتا تھا
کہ باوجود اس کثرت مال کے اللہ تعالیٰ کی راہ پر محتاجون اور مسکینون کو کس واسطے نہین دیتا ہی اور
آخرت کا ذخیرہ کیون نہین کرتا ہی تو وہ بدبخت اُسکے جواب مین کہتا تھا کہ اول تو آخرت ہی کہان ہی
اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو اسقدر مال اور اسباب اور اولاد مین نے جمع کیا ہی کہ مجھکو کچھ احتیاج

حضرت بلال کا قصه

بہشتکی نعمتون کی نہین ہی اور اُن چیزون سے جنکی طمع اور لالچ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقیرون اور محتاجون کو دیتے ہین اور اس سبب سے ان لڑکون کو اپنا گرویدہ کرتے ہین مجھکو کچھ پروا نہین ہی اور اُسی کے غلامون مین سے ایک حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے اور بزرگی مین اُنکا مرتبہ اس حدکو پہنچا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو عالم معاملہ مین اپنے آگے آگے بہشتمین دیکھا اور انکے حق مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بہشت بلال کی مشتاق ہی سو حضرت بلال جوقت مین کہ مملوک اس بدبخت کے تھے تو پوشیدہ اسلام لائے تھے آخرکو رفتہ رفتہ انکے اسلام لانے کی خبر اُسکو پہنچی تو اول انکو معزول کیا اور خزانے اور بتخانے کی داروغگی جو اُن سے تعلق رکھتی تھی دوسرے غلام کو سپرد کی پھر انکو اپنے سامنے بلواکے پوچھا کہ تو کسکو پوجتا ہی حضرت بلال نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو اس ملعون نے کہا کہ اس دین کو چھوڑ دے نہین تو مین تجھکو بُری طرح سے پیش آونگا اور مارتے مارتے مار ہی ڈالونگا حضرت بلال نے کہا کہ مین تو اس دین سے پھر نہین سکتا تیرا جو جی چاہے سو کر مین تیرا غلام ہون اُس شقی ازلی نے اپنے غلامون سے ایسا حکم کیا کہ دن چڑھتے اِن کے بدن مین ببول کے کانٹے چبھویا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تب دھوپ مین انکو چت لٹاکر سر سے پیر تک ایک گرم پتھر رکھ دیا کرو تاکہ ہل نسکین اور گرد اُنکے آگ جلا دیا کرو اور جب شام ہو تب ہاتھ پیر باندھ کے اندھیرے مکان مین قید رکھو اور باری باری سے رات بھر کوڑے مارا کرو اور صبح تک یہہ مار موقوف نکرو اسیطرح سے کتنے دنون تک حضرت بلال اس مصیبت مین گرفتار رہے اور پکار پکار کر احد احد کہا کئے یعنے معبود میرا ایک ہی معبود میرا ایک ہی ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس طرف سے گذرے اور اس ملعون کے گھر سے آواز نالہ اور زاری کی آپ کے کانمین پڑی پوچھا کہ اس گھر مین کیا ہوتا ہی اور یہہ آواز کیسی ہی لوگون نے کہا کہ بلال نام ایک غلام ہی اسکو مارتا ہی یہہ آواز اس غلام کے رونے کی ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہہ بات سنکے نہایت رنج ہوا اور صبح کے وقت اُسکے گھر مین آپ تشریف لے گئے اور اس مردود کو نصیحت کرنا شروع کیا کہ خدا سے ڈر اور اس غلام پر اتنا ظلم ناحق مت کر اس واسطے کہ اُسنے سچے دین کو قبول کیا ہی اور اللہ تعالی کی دوستی اور رضامندی کو اختیار کیا ہی تجھکو چاہئے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اُسکے ساتھ احسان کر کہ آخرت مین

تیرے کام اویگا اور تجھکو اسکی سختی سے بچاویگا اس ملعون نے کہا کہ آخرت ہی کہان اور یہہ دین کہان سے
معلوم ہوا کہ سچا ہی اور اگر بالفرض آخرت ہوئی بھی تو مجھکو دنیا مین کس چیز کی کمی ہی کہ آخرت کی نعمتون پر
جو فقط وہم اور خیال ہی فریفتہ ہون میرے پاس اس دنیا مین بھی بہشت موجود ہی چنانچہ تم بھی جانتے ہو کہ
کوئی چیز ایسی نہین ہی جو میرے کارخانے مین کثرت سے موجود نہین ہی اور مضمون ان بیتون کا ادا کرتا تھا
سے صبح تو جام سے گذرتی ہی ؛؛ شب دلارام سے گذرتی ہی ؛؛ عاقبت کی خبر کسے معلوم یہان تو آرام سے
گذرتی ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر اسکو سمجھایا اور نصیحت کی کہ میرا کہا مان اور اس بیچارے
مسکین پر ظلم کرنے سے باز آ اس بدبخت نے کہا کہ اگر تمہارا دل اسپر ترس کھاتا ہی تو تم بھی مالدار ہو اور
آخرت کا اعتقاد بھی رکھتے ہو تم ہی ثواب کماؤ اور اس غلام کو مجھسے خرید کر لو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالی عنہ نے کہ اس بات کی آرزو رکھتے تھے فرمایا کہ اس سے کیا بہتر ہی اسکی عوض مین جو تو طلب کرے
مین دونگا اور اسکو خرید کرونگا اس کافر نے عاجز کرنے کو کہا کہ تم اسکو خرید کر سکوگے اور اگر یون ہی تمہین
منظور ہی اور تمہین اسکے خرید کرنے کا بڑا شوق ہی تو اپنا غلام نسطاس رومی کہ وہ آپ کے غلامون
مین بڑی لیاقت اور قابلیت تجارت کی رکھتا تھا اور دو ہزار دینار کے قریب پونجی جمع کی تھی مجھکو دو اور
اس غلام کو یعنے بلال کو مجھسے لو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ اللہ تعالی کی رضامندی کے
واسطے جان تک دینے مین عذر نرکھتے تھے اس بات کو دل اور جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور اوپر
زیادہ کرکے اس کافر کو دئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو قید خانے سے باہر نکال کر اپنے ساتھ لے کر
چلے وہ کافر آپ کو دیکھتا تھا اور ہنستا تھا اور اپنے مصاحبون سے کہتا تھا کہ یہہ شخص باوجود اس عقل اور زیرکی
دانائی کے اس معاملے مین کس قدر دھوکھا کھایا ہی اور اپنا نقصان کیا ہی کہ ایسے غلام قابل کو جو دو ہزار دینار
پونجی بھی رکھتا تھا ایسے نکمے غلام کی عوض مین جو کسی کام کا نہین ہی اور ایک کوڑی بھی پونجی نہین رکھتا ہی
دیا ہی اور مین ایسے غلام کو یعنے بلال کی مانند کو ایک دانق کی عوض مین کہ درم کا چھٹا حصہ ہوتا ہی نہ خرید
کرون بلکہ مفت بھی نہ لون حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے جو یہہ بات سنی تو فرمایا کہ اس غلام کا
مرتبہ یعنے بلال رضی اللہ عنہ کا اس قدر میرے نزدیک ہی کہ اگر تمام یمن کی بادشاہت کی عوض مین تو بیچتا

ف
اوقیہ میں تولے
قریب ہوتا ہی

تو بھی مین بے لئے نہ چھوڑتا پھر بلال رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر کیا اور سب
حال جو گذرا تھا عرض کیا کہ اس طرح سے مین نے انکو خرید کیا ہی اور آپ گواہ رہئے کہ اللہ کی رضامندی کے
واسطے انکو مین نے آزاد کیا جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت
بلال رضی اللہ عنہ اس روز سے فارغ البال ہوکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف مین رہنے لگے
اور نیکبختی دونون جہان کی حاصل کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام سے کہ مسلمانون کی نہایت
ضعیفی اور عاجزی کا وقت تھا اپنے مال کو اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
مصارف اور حاجتون مین اور کافرون کے ہاتھ سے مسلمانون کو چھڑانے مین اور سوائے اسکے دوسرے
اچھے کامون مین صرف کرکے ذخیرہ آخرت کا جمع کیا تھا چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خرید کرنے مین جو
کچھ خرچ کیا سو ابھی معلوم ہو چکا اسیطرح سے سات شخص غلام اور لونڈی قریش کے کہ دین اسلام کو دل سے
قبول کیا تھا اور انکے مالک اس سبب سے انکو ایذا دیتے تھے خرید کرکے اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے آزاد
کر دیا تھا چنانچہ انہین سے ایک عامر بن فہیرہ ہین کہ بنی جدعان کے غلام تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
انکو انکے مالکون سے ایک رطل بھر سونیکی عوض مین خرید کرکے آزاد کر دیا تھا اور وے ہجرت کے سفر مین رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسفری مین مشرف تھے اور بیر معونہ کے دن شہید ہوئے اور وے بڑے اولیاء
اللہ مین سے تھے اور انہین مین سے ایک زنیرہ ہین کہ کمال کی نہایت کو پہنچی تھین اور بڑا ایمان کامل انکو نصیب
ہوا تھا انکو بھی انکے مالکون سے لیکر آزاد کر دیا تھا لیکن قضاے کردگار سے بعد آزاد ہونے کے انکی آنکھون مین
درد ہوا اور بینائی انکی آنکھون کی جاتی رہی انکے مالکون نے یہہ بات سنکر انکو طعن کے طور سے کہا کہ دیکھا
لات اور عزی کی مار نے تجھکو کیسا اندھا کر دیا انھون نے جواب دیا کہ یہہ بات تمہاری جھوٹی ہی لات اور
عزی کو ہرگز یہہ قدرت نہین ہی کہ کسی کا کچھ اچھا یا برا کر سکین سوائے اللہ تعالی کے وہ مالک ہی جو چاہتا
ہی سو کرتا ہی یہہ بات انکی اللہ تعالی کی جناب مین پسند ہوئی اور اسیوقت انکی آنکھین اچھی ہو گئین اور جیسی بینائی
تھی ویسی ہی ہو گئی اور انہی مین سے نہدیہ اور انکی بیٹی ہی کہ یے دونون ایک عورت یعنے عبد الدار کی لونڈیان
تھین اور وہ عورت انکو نہایت ایذا پہنچاتی تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انکے حال سے خبر پاکے اس عورت کے

گھر تشریف لے گئے اور اسکو نصیحت کی کہ انکو اندامت دے اور جو کچھ انکی قیمت ہو مجھ سے لے اس عورت نے قیمت بہت مانگی آپ نے بلا تکرار انکی قیمت موافق اسکی خواہش کے اسکو ادا کی اور اُن دونوں سے کہ اس عورت کے آٹا پیسنے میں مشغول تھیں کہا کہ خوشخبری ہو جیو تم کو کہ میں نے تم دونوں کو مول لیکر اللہ تعالی کی رضا کے واسطے آزاد کر دیا اب اُٹھو اور آٹے کو چھوڑ دو اور میرے ساتھ آؤ ان دونوں نے عرض کی کہ یا ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت برسوں سے ہم نے اسکے گھر میں پرورش پائی ہے اور اسکا نمک کھایا ہے اب یہہ اسکا کام ادھورا چھوڑنا مناسب نہین ہے اس آٹے کو پیس کے اسکو دیکر ہم آتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنکر انپر آفرین کہی اور انکو انکے کہنے کے بموجب اجازت دی آور انہی میں سے ایک عورت وہ ہے کہ بنی مومل کی مملوک تھی اور بنی مومل ایک فرقہ ہے بنی عدی سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسوقت تک ایمان سے مشرف نہوئے تھے اس لونڈی کو اسلام لانے کے سبب سے سخت تعذیر اور تعذیب کیا کرتے تھے یہان تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکو خرید کر کے آزاد کر دیا آور اسیطرح سے ام عبیدہ کو بھی خرید کرکے آزاد کیا تھا آور سوائے انکے جو مذکور ہوئے اور بہت مردون کو آزاد کیا ہے آور بعد اس تمام خرچ کے چالیس ہزار درم کہ سرمایہ اُنکے پاس باقی رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بموجب آپکے فرمانے کے دوسرے مسلمانون پر تیرہ برس کے عرصے میں صرف کیا اور چھ ہزار درم کہ باقی رہے تھے کچھ ہجرت کے سفر میں اور کچھ مسجد نبوی کی زمین کے خرید کرنے مین اور کچھ دوسرے نیک کامون میں خرچ کئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کلمہ کو ارشاد فرمایا ہے کہ ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر یعنے کسیکے مال سے مجھکو اس قدر فائدہ نہین پہنچا جس قدر ابوبکر کے مال سے مجھکو فائدہ ہوا اسواسطے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال اور ابو طالب اور عبد المطلب کا مال آپکے کھانے اور لباس میں اور صلہ رحم میں یعنے خویش اور اقربا کے دینے لینے مین اور مہمانون کی ضیافت مین اور محتاجون کی خبر گیری مین صرف ہوا تھا اور ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کا مال اسلام کی شوکت اور دبدبے کی زیادتی مین اور مسلمانون کی خلاصی مین کافرون کے پنجے سے اور ضعیف مسلمانون کی مدد اور دستگیری مین صرف ہوا تھا اور دونون مصرفون مین آسمان اور زمین کا تفاوت ہے حاصل کلام کا جبوقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مال تمام ہوا اور اللہ تعالی کی راہ مین خرچ ہو چکا اور بالکل فقیر اور محتاج ہو گئے ایک روز ایک کملی کو کرتے کی طرح

گلے مین ڈالکر اسکو کانٹے سے گونتھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین حاضر ہوئے تھے اسوقت حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابوبکر تو بڑے مالدار اور تونگر تھے یہہ کیا ہوا کہ فقیرون کے سے کپڑے پہنے بیٹھے ہین جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھون نے سب اپنا حال مجھپر اور میرے واسطے خرچ کر ڈالا اور اپنے پاس کچھہ نرکھا حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالی نے ابوبکر کو سلام فرمایا ہی اور پوچھا ہی کہ اس فقیری مین بھی مجھسے راضی ہی یا کچھہ رنج دل مین رکھتا ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کلام کے سننے سے ایک عجب حالت پیدا ہوئی اور اصحاب حال کی مانند بیخود ہو کے کہا مین کیونکر اپنے پروردگار سے کدورت رکھونگا اور اس کلمہ کو بار بار اپنی زبان پر لاتے تھے انا عن ربی راض انا عن ربی راض یعنے مین اپنے پروردگار سے راضی ہون مین اپنے پروردگار سے راضی ہون سو حق تعالی نے اس سورے مین ان دونو معاملون کو ذکر فرمایا ہی یعنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اور امیہ بن خلف کا اب سب اچھائی اور برائی کو اور آدمیونکی ہمت اور کوشش نیکی اور بدی کی تحصیل مین مختلف ہونے کو ہی دونون معاملون پر قیاس کیا چاہئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی قسم کھاتا ہون مین رات کی جب چھپا لیوے اور چھا جاوے یعنے آفتاب کے نور کو چھپا لے اور سب دنیا کو تاریک کر دے اور وہ ایک نمونہ ہی بدعمل کا یعنے اسیطرح برے کام کی سیاہی روح اور دل کی روشنی کو چھپا لیتی ہی اور رات چھپاو اور پردہ پوشی کا وقت بھی ہی اور جو کام کہ چھپاو اور پردہ سے تعلق رکھتے ہین اسوقت بہت ہوتے ہین جیسے کوئی بھید کہنا یا بھاگنا چھپ کے اور چوری کرنا یا زنا کرنا یا مکر کرنا یا جادو کرنا اور اکثر شیطانون کے تصرف اسی وقت ہوتے ہین وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی اور قسم کھاتا ہون مین دن کی جب روشن ہو جاوے آفتاب کے نکلنے سے اور نہ ہونا بدلی اور غبار کا نمونہ ہی نیک عمل کا روح اور دل کے روشن کرنے مین اور جو کام کہ روشنی اور بے پردگی سے علاقہ رکھتے ہین وہ اکثر اسیوقت واقع ہوتے ہین جیسے روزی طلب کرنا اور آدمیون کا کام کاج اور آپس مین ملاقات کے واسطے ادھر ادھر جانا اور فائدہ دینا یا لینا جیسے پڑھنا یا پڑھانا اور سیکھنا یا سکھانا وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى

اور قسم کھاتا ہون مین اس حکمت الٰہی کی کہ پیدا کیا ہی نر اور مادہ کو اور ہر قسم کے جاندار کو تاکہ آپس مین
جمع ہون یعنے جفتی کرین اور نسل بڑہے اور دودھ اور دہی اور گھی پیدا ہو اور یہہ پیدا کرنا نر اور مادہ کا خیر اور
شر کے اختلاط کا نمونہ ہی اور کمال اور نقصان کے ملنے کا نشان ہی سب کامون مین اور بنی آدم اور سب جاندارونکی
اولاد کی زیادتی کا سبب ہی اور اس اولاد کی کثرت سے بہتیرے فائدے منظور ہین جو ہر ہر واحد مین یعنے
فقط نر یا فقط مادہ مین یہہ اچھائی اور برائی اور کمال کا پہنچنا اور ناقص اور نکما رہنا ہو نسکتا تھا اور وہ مضمون
جسپر یے تینون قسمین کھائی ہین وہ یہہ ہی اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى تحقیق کوشش تمہارے عملون اور شغلون کی بہت
مختلف اور رنگا رنگ ہی جیسے ایمان اور کفر صلاح اور فسق سخاوت اور بخل اسیطرح دوسرے عمل ہین اور آدمیون کے
نیک اور بد کامون کا مختلف ہونا اسقدر کثرت سے ہی کہ اُسکا شمار کوئی نہین کر سکتا مگر اصل اور جڑ انکی تین قسم سے
باہر نہین ہی پہلی نری خیر کہ کچھ بھی ملاوٹ شر کا نہین رکھتی دوسرے نری شر جسمین کچھ بھی بھلائی کی نہو تیسرے
خیر اور شر ملے ہوئے چنانچہ تینون قسمون مذکورہ مین انہی تین قسم کی طرف اشارہ فرمایا ہی اب
جاننا چاہئے کہ عملون مین خیر محض وہ ہین جو ظاہر اور باطن مین نیک ہون اور اُنکے واسطے تین شرطین ضروری
ہین اول یہہ کہ صورت انکی شرع کے موافق ہو دوسرے یہہ کہ نیت خالص ہو تیسرے یہہ کہ اعتقاد صحیح اور
یقین کامل سے کیا ہو اور شر محض وہ ہین کہ تینون شرطین مذکورہ اسمین پائی نجاوین یعنے صورت اسکی خلاف شرع کے
ہو اور نیت بھی بری ہو اور بد اعتقادی سے اسکو کیا ہو اور جسمین خیر اور شر ملی ہووے اسکی بھی کئی قسمین
ایک تو یہہ کہ صورت اسکی موافق شرع کے ہو مگر نیت فاسد ہو جیسے نماز کسی کے دکھلانے کے واسطے
پڑھنا دوسری قسم یہہ ہی کہ صورت اسکی شرع کے خلاف ہووے مگر نیت نیک ہووے جیسے رونا پیٹنا کربلا کے شہیدون کے
واسطے یا باجون کا سننا تاکہ ذوق شوق حق تعالی کا زیادہ ہووے تیسری یہہ کہ صورت اور نیت دونون درست
ہون لیکن اعتقاد کی درستی سے نکلا ہو جیسے کافرون کا خیرات کرنا اور ہر ایک مین اِن تینون قسمون سے
بہت سی قسمین ہو سکتی ہین اور بڑا لنبا چوڑا پھیلاو ہو سکتا ہی چنانچہ فکر کرنے والے اور سوچنے والے پر
یہہ بات چھپی نہین ہی لیکن اِن سب قسمون کا مرجع انہی تین قسمون کی طرف پھرتا ہی اور یہی تینون قسمین
جزا اور سزا کے اختلاف کا سبب بڑی ہین اور ہر ایک انمین سے علیحدہ علیحدہ بدلے ثواب کو یا عذاب کو

چاہتی ہی چنانچہ اس اختلاف کی تفصیل مال کے خرچ کرنے کے بیان میں کہ یہاں اسی اختلاف کا اس سورت میں منظور ہی ارشاد ہوتا ہی فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی پھر جس کسی نے دیا اپنا مال وَاتَّقٰی اور ڈرا دکھلانے اور سنانے سے خلقت کے اور بچا گناہوں میں اور نفس کی خواہشوں میں اور بدعتوں اور گنہگاروں کی مدد کرنے میں خرچ کرنے سے اور دینے کے بعد بھی بیجا احسان رکھنے اور بدلا چاہنے سے وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی اور سچا جانا پیغمبر کی شریعت کو اور نیک جزا کو جسکا عدہ کرنے کے امیدوار ہی تو اس شخص نے ایسا کام کیا کہ سب طرح سے اچھا ہی اور برائی کا لگاؤ بھی نہیں ہی یعنے اسکا ظاہر عمل مال کا خرچ کرنا ہی کہ سب دینوں اور شریعتوں میں بہتر ہی اور اسکا باطن کا عمل تقوا ہی یعنے بچنا ریا اور شمعہ سے کہ نیت کی درستی میں اور فائدے کے باقی رہنے میں کافی ہی اور اسکا اعتقاد بھی درست ہی یعنے پیغمبر کی شریعت کو سچا جانتا ہی اور نیک کام کے ثواب کا آخرت میں امیدوار ہی اور اسی امید پر اپنے مال کو خرچ کر رہا ہی تو نیک جزا کے لایق بھی ہوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی پھر جلدی آسان کو دینگے ہم اسپر راہ آسانی کی یعنے اسکو دنیا کے سب اچھے کاموں کی توفیق دینگے اور ان سب عبادتوں کی توفیق دینگے جو آخرت میں اسکے کام آویں تاکہ اس توفیق کے سبب سے اسپر عبادتوں کا کرنا آسان ہو جاوے اور دل اور جان سے اسمیں مشغول رہے اسواسطے کہ نیک کام کا خاصہ ہی کہ جو کوئی اسکو ہمیشہ کرتا ہی تو اسکے نفس میں ایک قوت نورانی پیدا ہوتی ہی کہ اسکے سبب سے اچھی راہ چلنا اور نیک بات کو اختیار کرنا اسپر آسان ہو جاتا ہی بلکہ وہ ظاہری تکلیف اسکی عادت ہو جاتی ہی اور بموجب حکیموں کے قول کے کہ العادة طبیعة ثانیة یعنے عادت ایک دوسری طبیعت ہی کچھ رنج اور مشقت اسکو اس کام کرنے میں نہیں ہوتا ہی بلکہ اسکے نکرنے سے اسکے دل کو رنج ہوتا ہی پھر جب موت اسکی آتی ہی اور اس عالم سے جدا ہونیکا وقت پہنچتا ہی تو اسکو بڑی آسانی نصیب ہوتی ہی کہ گویا قید سے چھوٹتا ہی اور بعد مرنے کے بھی منکر نکیر کا جواب اور حشر اور نشر کا ہول اور حساب کا خوف اور میزان کا دغدغہ اور پلصراط کے اترنے کی سختی سب اسپر آسان اور سہج ہو جاتی ہیں اور کچھ بھی رنج اور مصیبت ان سختیوں کی اسکو معلوم نہیں ہوتی ہی وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی اور جس کسی نے بخل کیا اپنے مال دینے میں اور بے پروائی کی

آخرت کی نعمتوں سے اور اس مال کو سبب جاننے بے پروائی کا وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ اور جھٹلایا پیغمبر کی
شریعت کو اور آخرت کی نیک جزا کو تو اس آدمی نے ایسا کام کیا کہ بہت برا ہے اس واسطے کہ بخل سب
دینوں اور مذہبوں میں برا ہے اور معیوب اور بے پروائی آخرت کے ثواب سے مال کی گھمنڈ پر خیر کی نیت کو
بالکل درہم برہم کر دیتی ہے اور پیغمبر کی شریعت کو جھٹلانے کے سبب سے اسکا اعتقاد فاسد ہو گیا تو کسی
وجہ سے اسکے عمل میں بہتری باقی نہ رہی اس واسطے کہ ظاہر عمل اسکا بخل ہے اور باطن عمل اسکا بے پروائی ہے
مال کے گھمنڈ پر آخرت کے ثواب سے اور اعتقاد اسکا شریعت کو جھوٹا جاننا ہے اور یہ سب باتیں بد ہیں تو
سزا بھی اسکی بری بد ہو گی چنانچہ فرماتے ہیں فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ سو شتابی آسان کرینگے ہم اسپر
سختی اور دشواری کی راہ کو تا کہ باطل راہوں میں اور بد عملوں میں محنتیں اور مشقتیں کھینچے اور رنج اٹھاوے
اور نماز کی دو رکعتیں پڑھنے میں سستی کرے اور دل چراوے چنانچہ دوسری جگہ ایسے شخصوں کے حق میں
ارشاد ہوا ہے وَاِذَا قَامُوا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا كُسَالٰى اور دوسری جگہ پر فرمایا ہے وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ
اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ اور جب موت ایسے لوگوں کو پہنچتی ہے تو نہایت سختی اور رنج سے اس جہان سے جاتا
ہے گویا باغ سے نکل کے قید خانے میں پڑا اور منکر نکیر کے سوال میں اور حشر و نشر میں اور حساب اور میزان
میں طرح طرح کی سختیاں اور عذاب دیکھتا ہے اور بعد ان سب کے دوزخ میں پڑنا سب سے زیادہ عذاب ہے
اعوذ باللہ منہا اور جس مال کو جوڑ جوڑ کے رکھا تھا اس امید پر کہ سختی اور مصیبت کے وقت کام آوے گا
اور اسکے سبب سے مصیبت آئی ہوئی ٹل جاویگی سو ایسے وقت میں اس سے جدا ہو گیا اور وارثوں کے ہاتھ میں
پڑا اور انھوں نے بموجب اس مثل کے کہ مال مفت دل بے رحم لٹا کے برابر کر دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے
وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى اور کچھ کام نہ آویگا مال اسکا اس سے جب ہلاک ہوگا اور قبر میں جاویگا
اور سوائے دو ہاتھ کفن کے کچھ ساتھ نہ لیجایگا اب یہاں پر جاننا چاہیے کہ بنی آدم کے عمل جو کہ قسم کے
ذکر میں اشارہ ہوا ہے تین قسم ہیں اور جزا کے بیان میں دو ہی قسمیں ذکر ہوئیں یعنے نری خیر اور نری شر
اور جزا اس عمل کی جو خیر اور شر سے ملا ہوا ہے کچھ بیان نہ ہوئی اسکی وجہ یہ ہے کہ عاقل بعد دریافت کرنے
ان دونوں قسموں کے حکم کو اسکے حکم کو بھی دریافت کر لے گا اس واسطے کہ جب خیر اور شر اپنے اچھا اور برا

مل جاتا ہی تو بموجب اس قول کے النتیجۃ تتبع الاخس الارذل یعنے بچہ خبیس اور رذیل کے تابع ہوتا ہی ماباپ سے یعنے ما اور باپ مین جو کمینہ اور بدخصلت ہوتا ہی بچہ اسیکی عادت سیکھتا ہی تو معلوم ہوا کہ شر کا حکم غالب ہوتا ہی اور خیر کا حکم مغلوب جسطرح شریعت مین مقرر ہی کہ جو بچہ حلال اور حرام جانور سے مل کے پیدا ہووے تو وہ حرام ہوتا ہی جیسے خچر کہ گھوڑے اور گدھے سے مل کے پیدا ہوتا ہی اور اسکا کھانا حرام ہی اور اسیطرح سے جو مال حلال کہ حرام مال مین مل کر ایکسان ہو گیا جیسے اپنا دودھ غصب کے دودھ مین مل گیا یا اپنی مٹھائی غصب کے پانی مین ملکر شربت ہو گئی تو یہ سب قسمین حرام ہین اُسکا کھانا کسی طرح درست نہین ہی تو اسی قیاس پر سمجھ لیا چاہئے کہ جس عمل مین خیر اور شر جمع ہو جاوینگے وہ عمل شر کا حکم پیدا کرے گا اور خیر اُسکی مغلوب ہو جائیگی واللہ اعلم اور بعضے مفسرون نے ان تینون قسمون کی تخصیص کی وجہ مین ایسا ذکر کیا ہی کہ جو یہان پر بنی آدم کے عملون کے اختلاف کا بیان کرنا منظور ہی تو پہلے قسم دن اور رات کی لائے کہ یہہ عملون کے مختلف ہونے کا زمانہ ہی جیسے رات چورون کی اور رات عابدون کی اور رات زانیون کی اور رات نیکبختون کی جو اختلاف اور فرق رکھتی ہی ظاہر ہی کچھ حاجت بیان کی نہین ہی اسیطرح دن کے کامون کا حال ہی کہ صالحون اور فاسقون کے کامون مین تفاوت زمین اور آسمان کا ہوتا ہی اسکے پیچھے جڑ اور بنیاد بنی آدم کی نر اور مادہ ہی کہ آپسمین بڑا اختلاف رکھتے ہین مردون کے باطنی عمل اور ظاہری فعل اور ہمت اور رغبت اور طرح کی ہی یعنے بہت بلند ہی اور عورتون کی دوسری طرح کی یعنے پست ہی چنانچہ مردون کی رغبت نام اور جاہ کے حاصل کرنے مین مصروف ہی اور عورتون کی رغبت پوشاک اور زیور سے آراستہ ہونے مین تو قسم ان دونون اصل کی بھی یاد فرمائی یعنے نر اور مادہ کے اختلاف کی تاکہ بنی آدم کے عملون اور ارادون کے اختلاف کی دلیل ہو اسواسطے کہ اصل کا حکم فرع پر جاری ہی جیسا کہ کہا گیا ہی کہ الولد سر لابیہ یعنے بیٹا بھید ہی اپنے باپ کا اور حضرت امیر خسرو قدس سرہ فرماتے ہین ؎ در جوانمردی و مردی ہر کہ کارے پیش برد تا جوانمردی بود کہ بر زبان آرد سخن آنکہ او کرد و نگفت او در شمار مرد تمام وانکہ او کرد و بگفت او زن بود بے ہیچ ظن آنکہ فی کرد و نگفت آنرا مدان جز نیم مرد وانکہ نا کردہ بگفت او را مخوان جز نیم زن یعنے اگر کسی نے کوئی کام اچھا جوانمردی کا کیا اسکا زبان پر لانا نامردی ہی پھر جسنے کیا اور نکہا وہ تو پورا مرد ہی اور جسنے کیا اور کہا

وہ بے منسہ عورت ہی اور جنت نہ گیا اور نہ کہا وہ آدھا مرد ہی اور جنت نہ گیا اور کہا وہ آدھی عورت ہی اور زمانے کا حکم بھی اکثر زمانے والون پر جاری ہوتا ہی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ الناس بزمانھم اشبہ منھم بآبائھم یعنے اکثر آدمی اپنے زمانے مین آپسمین ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہونے ہین بھائیون باوجود ایک باپ سے پیدا ہونے کے یا بنے تقتضے ہون کہ آدمی اپنے زمانے کے آدمیون سے بہت مشابہ ہوتے ہین چال ڈھال مین اپنے باپ دادون سے اور حدیث شریف مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وارد ہی کہ اپ نے کہا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شخص کے جنازے کے ساتھ گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے تیار ہونے کے انتظار مین بیٹھ گئے اور ہم سب آپکے گرداگرد بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص نہین ہی مگر اسکا مکان اللہ تعالی کے علم مین مقرر ہی بہشت مین ہو یا دوزخ مین اور لوح محفوظ مین لکھا جاچکا ہی اور تغییر اور تبدیل یعنے مٹنا مٹانا اسکا کسی طور سے ممکن نہین ہی ہمنے کہا یا رسول اللہ یا رسول اللہ اگر یہی بات ہی تو تقدیر پر بھروسا کرکے کیون نہ بیٹھ رہین اور عمل کو کیون نہ چھوڑ دین اسواسطے کہ جب بات ایسی ہوئی کہ جو لکھا ہی وہی ہونا ہی اسکا خلاف کسی طرح سے ممکن نہین ہی تو عمل کرنا بے فائدہ ہی جو کچھ ہونا ہی سو ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کئے جاؤ اس واسطے کہ ہر شخص کو توفیق اسی کام کی دی جاتی ہی جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہی سو اگر اسکو نیکبخت پیدا کیا ہی تو کام بھی نیکبختون کے اس سے کرانے ہین اور اگر بدبخت پیدا کیا ہی۔ تو کام بھی بدبختون کے اس سے کراتے ہین سو جس طرح سے کہ مکان ہر شخص کا بہشت مین مقرر ہی یا دوزخ مین اسی طرح سے عمل بھی نیک اور بد ہر شخص کے واسطے مقرر ہو رہے ہین پھر اس آیت کو آخر تک آپنے پڑھا کہ فاما من اعطی واتقی لیکن اس مقام پر پڑھنے سے اس آیت کے معنے دوسرے بوجھے جاتے ہین یعنے اللہ تعالی کے علم مین تمہارے کام مختلف اور رنگا رنگ ہین کیونکہ کسی کو بھلا اور کسی کو برا تقدیر مین لکھا ہی اور اسی سرنوشت کے موافق ہر ایک سے بھلائی اور برائی دنیا مین ہوتی ہی تو مراد اعطی واتقی وصدق بالحسنی سے یہہ ہی کہ اللہ تعالی کے علم مین یہ عمل اسکے مقدر ہین ہین خواہ مخواہ کریگا اور مراد فسنیسرہ للیسری سے یہہ ہی کہ ان کامون کی توفیق دنیا مین ضرور پاویگا حاصل کلام کا یہہ ہی کہ عملون کو جس مرتبے مین لحاظ کیجئے خواہ علم الہی مین خواہ دنیا کے پائے جانے مین ہر طرح سے

تقدیر پر بھروسا کرکے عمل کو چھوڑ دینا بیجا ہے

انکا ثمرہ رکھتے ہیں اس واسطے کہ عمل خیر اور شر کے لیے علم الٰہی میں مقدر ہیں اور ثمرہ انکا حاصل ہونا انکی کا محل
حشر میں اور حاصل ہونا مقرر اور یہ موافقی کا ہی اثر میں دنیا کے مانند جانے میں اس واسطے کہ دنیا
ہی بعد مرنے کے عالم کا ... ایکی نسبت بعد مرنے کے عالم سے ایسی ہی جیسے ڈھلی ہوئی شے کی نسبت اسکے
سانچے سے ہوتی ہی اس سانچے سے وہ چھوٹی کم اور زیادہ نہیں ہوسکتی اور اگر انہی عملوں کو صادر ہونے
اور کرنے کے بعد ملاحظہ کیجئے تو اُنکا پھل چاہی اجرت کی اس واسطے کہ آخرت اس کھیتی کے کاٹنے کا وقت
ہی جو دنیا میں بوئے گئے تھے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہی شعر از مکافات عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو ز جو
یعنی کہ اب شعر معنوی کا ہی ترجمہ کاری بدی یعنے عمل کے بدلے سے غافل ہو گیہوں بونے سے گیہوں
پیدا ہوتے ہیں اور جو سے جو ایسا کہا ہی پیر معنوی نے کہ ای بھائی جو کچھ بوؤ گے وہی کاٹو گے اور جو اس
مسئلے میں اسباب کا شبہ ہی اگر نیکی اور بدی کی توفیق جناب الٰہی کی طرف سے ہی تو کس واسطے
سبکو تو فقط نیکی کی راہ دیتے ہیں اور بدی سے زبردستی کیوں نہیں روکتے ہیں تاکہ سب آدمی اپنی
اچھی راہ چلیں اور کوئی شخص بھی اور برائی نہ دیکھے تو اس شبہ کے جواب میں دو مقدمے ارشاد ہوتے ہیں
پہلا یہ ہی کہ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ یعنے بے شک ہمارے ذمے پر ہی راہ دکھلانا اور سمجھانا نیکی یا بدی کی
طرف اور اس ہدایت کو سب کے ساتھ مصروف کیا ہی ہمنے کئی واسطوں سے پہلے تو حواس خمسہ ظاہری
کہ سمع اور بصر اور شم اور ذوق اور لمس ہیں اور حواس خمسہ باطنی کہ حس مشترک اور خیال اور وہم اور حافظہ
اور متصرفہ ہیں اور قوت عقلیہ کہ جسکے سبب سے اچھائی اور برائی میں فرق اور تمیز کرتے ہیں ہر شخص کو دئے ہیں
پھر بعد اسکے رسولوں کے بھیجنے سے اور کتابوں کے اتارنے سے اور نصیحتوں اور حکموں کے بیان کرنے
سے اور بہشت کی نعمتوں اور دوزخ کی سختیاں ذکر کرنے سے اور مرشدوں اور نصیحت کرنے والوں کو
مقرر کرنے سے اور ہوشیاری اور سمجھ کے اسباب پیدا کرنے سے سبکو سیدھی اور ٹیڑھی
راہ بیچ جدائی اور فرق بتلا دیا ہمنے اب بعد ان سب باتوں کے نیک راہ پر بزور سبکو چلانا اور
بری راہ سے روکنا ... ہمارا ... بلکہ ان دونوں راہوں میں سے ایک راہ کو اختیار کرنا اور اسی
پر چلنا ہی آدمی ... [illegible]

اس نیکی اور بدی کی راہ دکھلانا ... بیان جو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہی

جو چاہے اختیار کرے اور اگر ایسا نہو تو آزمایش اور اختیار ثابت نہووے اور فرمانبردار اور
گنہگار مین کچھ فرق اور جدائی نرہے اس واسطے کہ اس صورت مین سب سیدھی راہ چلنے مین سب مجبور اور بے اختیار
ہو جاتے اور نیکبخت کی مدح اور گمراہ پر کچھ زیادتی اور ہنری نہوتی بلکہ ہدایت اور گمراہی کے معنے بھی بوجھے
نجاتے اور آدمی بھی آسمان اور ستارون اور ہوا اور خاک اور پانی اور ملک کی طرح چار اور ناچار قید
اور بے بسی مین رہتا اور انسان کی پیدایش کے خاصے جو ایسے چیزون میں بالکل جدائی اور امتیاز
سب مخلوقات سے چاہتے ہین سب معطل اور بیکار ہو جاتے اور کیا یہ کیا برا ہو جانا اور دوسرا مقدمہ
یہ ہی کہ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى اور بے شک ہمارے واسطے ہی اور ہمارے ہی تصرف مین ہی
آخرت کا عالم اور دنیا کا عالم سو جو کوئی ہم سے آخرت چاہتا ہی اسکو ہم آخرت دیتے ہین اور جو کوئی دنیا
مانگتا ہی اسکو ہم دنیا دیتے ہین اور جو کوئی ان دونون کو طلب کرتا ہی تو ہم دونون دیکر اسکو سرفراز
کرتے ہین اور اگر سبکو زبردستی اور زور سے آخرت ہی کی راہ مین چلاتے تو دنیا کا کارخانہ خراب اور بیقدر
ہو جاتا اور زیبایش اور بناوٹین دنیا کی سب بیت اور نابود رہتین اور کوئی شخص دنیا کے حاصل کرنیکی
خواہش نکرتا سو دونون جہان کے آباد کرنے کے واسطے خواہشین اور ارادے بنی آدم کے بھانت بھانت کے
کئے ہین اور ہر شخص کے دل مین محبت اور خواہش ایک کام کی جو کسی ایک کے دونون جہانون کی آبادی مین
درکار اور مطلوب ہی ڈالی ہے ولنعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات کہی ہی کسی شاعر نے ؎ ہر کسی را
بہر کاری ساختند میل اورا دردلش انداختند یعنے ہر کسکو ایک کام کے لئے پیدا کیا ہی اور اس کام کی
رغبت اسکے دل مین ڈالدی ہی اور جو فسنیسرہ للعسریٰ کی لفظ مین ان سختیون کا بیان جو بدکارون کو
درپیش ہین مجمل یعنے گول گول مذکور ہو چکا تھا اب ان سختیون مین سے جو بہت سخت اور بری ہی اسکو ذکر کرکے ڈراتے ہین
فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى پھر ڈر سناتے ہین ہم تمکو بھڑکتی آگ سے جسکی لپٹ نو سو برس کی راہ سے
کافرکو اپنے اندر کھینچ لیگی اور وہ آگ خاص ہی کافرون کے واسطے چنانچہ ارشاد ہوتا ہی لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا
الْاَشْقَى نہ بیٹھیگا اسمین مگر بڑا بدبخت کہ وہ کافر ہی اب یہان پر جاننا چاہئے کہ بدبختی کئی قسم کی ہوتی ہی
کسی کو دنیا کے ظاہر کامون مین بدبخت کرتے ہین کہ بدن اسکا سخت بیماریون مین گرفتار رہتا ہی اور

ہر کسب اور دھندے مین مال پیدا کرنے سے محروم رہتا ہی یہان تک کہ آدمیون کی نظر مین ذلت کرتا ہی
اور سبکے نزدیک ذلیل اور بیقدر رہا کرتا ہی اور کسی کو آخرت کے کامون مین بدبخت اور بے نصیب کرتے ہین
اور اُسکے بہت مرتبے ہین کسی کو گناہ صغیرہ کے اصرار پر اور عبادت مین سستی کرنے پر مبتلا کرتے ہین
اور کسی کو گناہ کبیرہ کا مرتکب کرکے توبہ کی توفیق سے دور رکھتے ہین اور کسیکو شرک اور کفر مین کہ بڑے درجہکی
بدبختی کے مرتبے ہین گرفتار کرتے ہین پھر جو دنیا کے کام ایک دن نیست اور نابود ہونے والے ہین تو یہان کی
بدبختی چندان اعتبار نہین رکھتی ہی حقیقت مین بدبخت عند اللہ وہ شخص ہی جو آخرت کے کامون مین
بدبخت ہی اسمین بھی دو قسم ہین ایک اس قسم کے بدبخت ہین کہ سختیون کے دیکھنے اور عذاب کے چکھنے سے عالم
برزخ مین اور حشر و نشر کا ہول اور حساب اور میزان کا رنج اور مشقت کھینچنے سے قیامت کے میدان مین
اور انبیا اور اولیا کی شفاعت سے انکی بدبختی بالکل جاتی رہیگی جیسے گنہگار صغیرہ پر اصرار کرنے والے اور کبیرہ کرکے
بے توبہ مرنے والے اور دوسری قسم کے وہ بدبخت ہین جنکی بدبختی ہرگز اُن سے جدا ہونے والی نہین ہی جیسے
کافر اور مشرک کہ کسی کی شفاعت اُنکے حق مین کام نہ آویگی اور قبول نہوگی سو جو پہلی قسم مین مبتلا ہین
وے شقی ہین اور جو دوسری قسم کے گرفتار ہین وے اشقی ہین اسیواسطے اشقی کی تفسیر مین یہہ ارشاد ہوا اَلَّذِیْ
كَذَّبَ وَتَوَلّٰی یعنے سب بدبختون سے برا بدبخت وہ ہی جسنے دین کو جھٹلایا اور اللہ تعالی کے حکم سے
مُنھہ کو موڑا اور یہہ تفسیر مطابق نہین ہوتی مگر کافر پر اس واسطے کہ مسلمان کتنا ہی برا گناہ کرے لیکن دین کی
تصدیق مین اُسکی کچھہ فرق نہین آتا یعنے دین اسلام کو ہرگز جھوٹھا نہین جانتا اور اللہ تعالی کے حکم کے
قبول کرنے سے کبھی مُنھہ نہین موڑتا یعنے یہہ نہین کہتا ہی کہ یے حکم جھوٹھے ہین بلکہ یہی کہتا ہی کہ یے حکم برحق ہین
مگر نفس کی شامت سے مجھسے ہو نہین سکتے اب یہان پر باقی رہا ایک سوال اور وہ سوال یہہ ہی کہ جب
اشقی سے مراد کافر ہوا تو آگ مین جانے کا انحصار کافر ہی کے واسطے ہوا اسلیے کیا معنے ہونگے اس واسطے
کہ گنہگار ایماندار کا آگ مین جانا اُسکے گناہ کی قدر ثابت ہی اسکا جواب یہہ ہی کہ پہلے بیان ہو چکا ہی
کہ یہان وہ آگ مراد ہی جسکی لپک دو سو برس کی راہ سے کافرون کو کھینچ لیگی اور یہہ آگ خاص ہی
کافرون کے واسطے اور مومن گنہگار اگرچہ بقدر گناہ کے آگ مین رہیگا لیکن وہ آگ اور ہی یہہ آگ نہین ہی

جو کافرون کے واسطے خاص ہی تو اس صورت مین حصر درست ہوگیا اور بعضے مفسرون نے اس شبہ کے جواب مین ایسا کہا ہی جو مسلمان گنہگار کا دوزخ مین جانا چند مدت یعنے گوشمالی اور ادب دینے کے طور پر ہوگا تو گویا آگ مین جانا نہوا آگ مین جانا وہی جسکے بعد کبھی نکلنا نہو ایسا جانا خاص ہی کافرون کے واسطے تو حصر سے اس طرح کا داخل ہونا مراد ہی نہ مطلق داخل ہونا چنانچہ بولتے ہین کہ کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت نیا ئی مگر عمرو نے یعنے لڑنا جیسا چاہیے ویسا کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت کا مال بہت کسی نے نیا یا مگر عمرو نے اور دوسری آیت مین سیجنبھا الاتقی کی لفظ وارد ہی حصر کا حرف مذکور نہین ہی تو وہان یہہ شبہہ بھی نہین وارد ہوتا ہی اور وہ جو بعضون نے کہا ہی کہ جب ما را تلظی کی لفظ سے خاص آگ مراد ہوئی جو کافرون کے نصیب ہی تو اس آگ سے دور رہنے مین سب ایمان دار شریک ہین خاص اتقی کی تعریف بوجھی نگئی اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اس آگ سے دور رہنا بھی بہت طرحون سے ہوتا ہی سو انتہا دوری اتقی کے واسطے ہی اور دوسرے مومنون کو وہ دوری حاصل نہین ہی اور یہہ بھی احتمال ہی کہ سیجنبھا کی ضمیر آگ مطلق کی طرف پھرتی ہو آگ مقید مذکور کے قرینے سے یعنے جب اُس آگ کا جو کافرون کے واسطے خاص ہی ذکر ہوا تو مطلق آگ بھی اسمین پائی گئی تو اس مطلق کی طرف ضمیر پھر سکتی ہی اور اس صورت مین متقیون کی تعریف بھی نکل آئی یعنے اس آگ سے بالکل بچ جاوینگے وسیجنبھا الاتقی الذی اور نزدیک ہی کہ دور رکھا جاویگا اُس آگ سے جو بڑا متقی ہی اور اہل شرع کی اصطلاح مین تقوی اُسے کہتے ہین جو کفر سے اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے بچا رہے اور اگر کبھی کوئی گناہ اس سے ہو جاوے تو اس سے اسیوقت نادم ہو کے توبہ اور استغفار کرے تا کہ اس گناہ کا اثر اور نشان دل پر باقی نرہے اور گناہ دل مین گھر کرنے نپاوے اور اتقی کا مرتبہ اس سے بھی بڑھ کر ہی یعنے شریعت اور طریقت کے اداب کو بھی نچھوڑے اور گناہ کا خطرہ اور بری نیت کا خیال بھی دل مین نہ آنے دے اور اپنے ظاہر اور باطن کو ایکسان رکھے سو یے باتین بہت نادر اور کمیاب ہین اللہ تعالی جسکو اپنے کرم اور فضل سے یہہ رتبہ نصیب کرے اُسیکو ملتا ہی اور اس جگہہ پر اتقی سے سب مفسرون کے نزدیک مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہین اور یہہ سورت انہین کی شان مین نازل ہوئی ہی جیسے اشقی سے امیہ بن خلف مراد ہی کہ کفر کی شقاوت اور بدبختی کو بخل اور دوسرے

تنقی کی تعریف

گناہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایذا کے ساتھ جمع کر کے اشقی کے مرتبے کو پہنچا تھا اور اہل سنت
اور جماعت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بزرگی سب امت پر بعد پیغمبروں صلی اللہ علیہم وسلم کے
کہ سب باتوں میں سب مسلمانوں سے علیحدہ ہو گئے ہیں نکالی ہے۔ اور یہی آیت اسکی دلیل ہے اور تقریر
اس دلیل کی اس طرح پر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق تعالیٰ نے اتقی فرمایا ہے اور دوسری
آیت میں فرمایا ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنے بیشک بڑا بزرگ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے
نزدیک وہ ہے جو بڑا متقی ہے تو ان دونوں آیتوں میں توفیق دینے سے ایسا ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ آدمیوں میں بڑے بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور یہی معنے ہیں افضلیت کے اور تفضیلی
لوگ کہتے ہیں کہ یہاں پر اتقی سے متقی مراد ہے نہ یہہ کہ جو سب سے زیادہ ہو تقوی میں وہ مراد ہو اس واسطے کہ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاشبہ کمتر تھے تو ان معنوں سے انپر اتقی ہونا ثابت نہوا
بلکہ یہہ لفظ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر البتہ صادق ہوتی ہے اور جب اتقی تقی کے معنوں میں
ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا سب امت پر ثابت نہوا اور اہل سنت انکے جواب میں کہتے ہیں کہ اتقی کو
تقی کے معنوں میں کرنا عربی لغت کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو کہ تعینت عربی ہے ایسی معنوں پر ڈھالنا
جو عرب کے محاورے کے خلاف ہو درست نہیں ہے اور جو ضرورت کہ ان معنوں کے مراد لینے میں بیان کرتے ہیں
وہ مردود ہے کیونکہ کلام دوسرے آدمیوں میں ہے نہ پیغمبروں میں اس واسطے کہ شریعت کے قاعدوں سے معلوم ہو چکا
ہے کہ سب پیغمبر بزرگی اور مرتبے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑے ہیں پیغمبروں کو دوسرے
آدمیوں پر اور دوسرے آدمیوں کو پیغمبروں پر کسی امر میں قیاس نکیا چاہئے اس واسطے کہ ایسے
لفظوں کے بولنے سے بزرگی اور بڑائی کے مقام پر عرف شرعی میں امت ہی پر مراد ہوتے ہیں پیغمبر ہرگز اس سے مراد نہیں ہوتے
اور عرف کی تخصیص ذکر کی تخصیص سے قوی ہوتی ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ
گیہوں کی روٹی دوسری روٹیوں سے اچھی ہوتی ہے تو اس کلام سے یہہ نہ بوجھا جائیگا کہ بادام کی
روٹی سے بھی بہتر ہوتی ہے باوجود اسبات کے کہ بادام کی بھی روٹی ہوتی ہے لیکن وہ اس کلام سے
عرف میں خارج ہے اسواسطے کہ اس کلام کے بولنے سے وہ روٹی مراد ہے جو غلہ سے ہو نہ وہ روٹی جو میوے سے

بنی ہو

فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیان

تفضیلیہ سے حضرت ابوبکر صدیق کو افضل جانتے ہیں

بھی ہو اور بعضے اہل سنت اور جماعت کے بزرگون سے سنا گیا ہی کہ فرماتے تھے کہ الاتقی یہان اپنے اصلی معنی
تفضیل پر ہی یعنے وہ شخص کہ تقوی مین زیادہ ہوا سب سے کامل خواہ پیغمبر ہون خواہ امت لیکن یہہ خاص اُن
لوگون کی نسبت سے ہی جو زندہ ہین تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آخر عمر مین بعد رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے کہ اُنکی خلافت کا زمانہ تھا اس کلمے کے مصداق ہو سکتے ہین یعنے الاتقی کا لفظ اُس وقت مین اُنپر صادق
آتا ہی اور حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جو زمین پر نہین ہین بلکہ آسمان پر ہین تو دنیا والون کے
نزدیک مردے کا حکم رکھتے ہین اور اتقی کو یہہ لازم نہین ہی کہ ہر وقت اور ہر شخص کی نسبت سے زندہ ہو یا مردہ تقوی مین
زیادہ ہو اور اگر ایسا ہو تو کسیکو متقی کہنا بھی درست نہو اس واسطے کہ لڑکپن مین تقوی ہو نہین سکتا ہی
اور ہر منصب اور ہر مرتبے کو جو شرع مین محمود ہین اُن سب مین آخر عمر کا اعتبار ہی جیسے صالح ہونا یا غوث
ہونا یا قطب ہونا یا ولی ہونا یا نبی ہونا اسی واسطے جو شخص کہ اخیر عمر مین ان مرتبون کو پہنچے ہین انکو بھی انہین
القابون سے ذکر کرتے ہین اگرچہ لڑکپن مین اور جوانی مین انکو یہہ مرتبہ حاصل نہوا تھا تو معلوم ہوا کہ اتقی اُسی کو
کہتے ہین جو اپنی آخر عمر مین کہ وہی عملون کے اعتبار کا وقت ہی اپنے زمانے کے لوگون سے جو زندہ ہین افضل
ہو اور تقوے مین زیادہ ۔ پس اس تقریر سے اپنا مطلب ثابت ہوا بغیر تکلف اور تاویل کے اور جو دوزخ کی
آگ سے دور رکھے ہین ابوبکر کو اتقی فرمایا ہی تو اب وے عمل انکے جو اس سورت کے اترنے کے وقت درگاہ
الہی مین مقبول ہوئے تھے یاد فرماتے ہین کہ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یعنے وہ تقوے والا اور ڈرنیوالا کہ اپنے
مال کو دیتا ہی اللہ تعالی کی راہ مین چنانچہ بلال سے شخص کو اور سوا اسکے دوسرے غلام اور لونڈیون کو
کہ اسلام لائے تھے اور اس اسلام لانیکے سبب سے انکے مالک انکو ایذا دیتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفین پہنچاتے
تھے ان سبکو اُن کافرون سے مول لیکر آزاد کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامون مین اور
ہجرت کے سفر کے سامان مین اور مسجد نبوی کی زمین کے خرید کرنے مین اپنے مال کو خرچ کیا اور غرض اُسکی اُس مال کے
خرچ کرنے سے یہہ تھی کہ یَتَزَکّٰی اپنے تئین پاک کرے اور وہ بسبب مال کے دینے کے اس نیت سے ترقی کرتا ہی
اور اسکا کمال نئے پودھے کی طرح سے کہ پانی اور ہوا کے پہنچنے سے بڑھتا ہی روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی
اِس واسطے کہ زکوۃ کی لفظ مین دو معنے پائے جاتے ہین ایک طہارت اور دوسرے زیادتی اور یہہ دونو

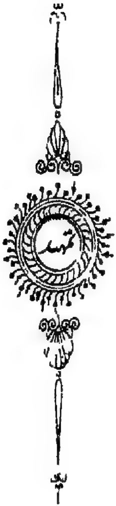
باتیں اسکو حاصل ہیں وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اور نہیں ہی اسپر کسی کا احسان
کہ اس مال کے دینے سے اسکا عوض اور بدلا کیا جاوے ہر چند کہ مال کا دینا احسان اور سلوک کے
بدلے مین بھی نیک ہی لیکن جو اُسمین اپنا نام بھی منظور ہوتا ہی تو کمال اخلاص کے مرتبے کو نہین پہنچتا ہی اور
حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کسیکا سلوک اور احسان مجھپر
ایسا نہین ہی جسکا عوض اور بدلا دیا مین نے اُسکے ساتھ نکیا ہو سواے ابوبکر کے کہ اُسکے
احسان اور سلوک کا عوض مین نے نہین کیا اسکا عوض اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے دن عنایت
فرماویگا اِسی جگہہ سے ثواب کا اندازہ اور مرتبہ کمال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بوجھا جاے
کہ کس قدر ہی ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اسپر بھی اگر کسی کو انکے مرتبے مین شک اور
شبہ باقی رہے تو یہہ سمجھے کہ ایمان کے آفتاب کا پرتو بلکہ پرچھانو ابھی اُسکے دل پر نہین پڑا
گر نبیند بروز شپرہ چشم　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ اور دوسری صحیح حدیث مین آیا ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن پہلے اپنی وفات سے خطبہ پڑھا اور اُسمین تعریف حضرت ابوبکر صدیق رضی
اللہ عنہ کی بہت ارشاد فرمائی اُسمین سے یہہ بھی فرمایا کہ کسی کا احسان مال کا اور سلوک اور
حق الخدمت بدن کا اور جان کا مجھپر اس قدر نہین ہی جس قدر ابوبکر کا ہی اپنی بیٹی میرے نکاح مین دی
اور مجھسے مہر نہ لیا اور بلال کو اپنے خالص مال سے مول لیکر آزاد کیا اور مکے سے مدینے کو ہجرت کے سفر مین
سب اسباب زاد اور راحلہ کا درست کر کے مجھکو پہنچایا اور اپنی جان اور مال سے ہمیشہ میری
غمخواری کرتا رہا سواے سب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کر دو سواے ابوبکر کے دروازے کے
کہ اسکو کھلا رہنے دو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال کا مرتبہ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ علام
الغیوب خود اُنکے دل کے اخلاص پر گواہی دیتا ہی اور اپنے کلام پاک مین فرماتا ہی کہ وہ یہہ کام نہین
کرتا اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى مگر واسطے چاہنے رضامندی اپنے پروردگار کے جو سب
بڑون سے بڑا اور بزرگ ہی اور کسی طرح کی نفسانیت اس خرچ کرنے مین اسکو منظور نہین ہی بلکہ ثواب کا
لالچ اور عذاب سے دوری بھی اس دینے مین اسے مقصود نہین ہی چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ جب

ع　حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلامون اور لونڈیون کو جو اسلام لائے تھے بڑی قیمتون سے خرید کرکے
آزاد کیا ابو قحافہ جو آپ کے باپ تھے اسبات پر نصیحت کرنا شروع کیا کہ اگر تمکو لونڈی غلامون کا آزاد کرنا ہی
منظور تھا تو اچھے چست اور چالاک جو سب کام کے قابل ہونے اور تمھارے ہر کام مین مدد کرتے انکو
لیکر آزاد کیا ہوتا تو کچھ فائدہ بھی تھا ایسے لونڈی غلامون کو جو کسی کام کے نہین ہین مول لیکر آزاد کرنا اور
پھر آزاد کرنے کے بعد انکے کھانے کپڑے کا بھی ذمہ دار ہونا اس سے کیا فائدہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ نے اپنے باپ کے جواب مین یہی کہا کہ اس کام سے مجھکو صرف اللہ تعالی کی رضامندی منظور ہی اسکے سوائے
کوئی دوسری چیز منظور نہین ہی اور جامع عبدالرزاق مین صحیح طریق سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کا مال مسلمانون مین سے میرے ایسا کام نہین آیا جیسا ابوبکر کا مال میری ضرورت
کام آیا راوی کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اس طرح سے صرف کرتے
تھے جیسے کوئی اپنا مال خرچ کرتا ہی اور کسی طرح کی جدائی اور فرق اپنے اور ابوبکر کے مال مین نہین جانتے
تھے اور ابن ماجہ کی سنن مین مذکور ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے مال سے
مجھکو اسقدر نفع نہین ہوا جسقدر ابوبکر کے مال سے مجھکو نفع ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہان پر حاضر تھے
گریہ اور زاری کرکے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین بھی آپ کا ہون اور میرا مال بھی آپ کا ہی اور امام احمد
رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قصے کو روایت کیا ہی اور بڑے کمال کے مرتبے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی
یہہ بات دلالت کرتی کہ حق تعالی نے جسطرح سے اپنے پیغمبر کی دلجوئی اور خاطرداری کے واسطے والضحی کی
سورتمین وعدہ فرمایا ہی کہ ولسوف يعطيك ربك فترضى اسی طرح سے اس سورت مین حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے وعدہ فرمایا ہی کہ وَلَسَوْفَ يَرْضَى اور یقین ہی کہ ابوبکر راضی ہوگا حق
تعالی سے یا حق تعالی جل شانہ ابوبکر سے راضی ہوگا اس واسطے کہ یرضی مین جو ضمیر ہی وہ دو احتمال
رکھتی ہی ایک احتمال یہہ ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پھرے دوسرا احتمال یہہ ہی
کہ حق تعالی کی طرف پھرے لیکن دونون صورتو نمین اپنا مطلب حاصل ہی ولنعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات
کہی ہی کسی شاعر نے ؎ بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف گر بکشم زہی طرب ور بکشد زہی شرف

یعنے اگر اپنے نصیب کی مدد سے معشوق کا دامن ہاتھ مین آوے جو اگر اسکو کھینچون تو زہی نصیب میرے اور اگر وہ کھینچے تو زہے بزرگی اپنی آور حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہی کہ کہا ہی اُنھون نے کہ مین اور بہت سے مہاجر اور انصار ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازیکے پاس حاضر تھے اور لوگون کی فضیلتین اور بزرگیان آپس مین بیان کر رہے تھے کہ فلانا اس رتبہ کا ہی اور فلانا اس رتبہ کا اسی گفتگو مین آوازین ہماری بلند ہوئین جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم دولتخانہ مبارک سے تشریف شریف باہر لائے اور ہم لوگون کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ کس شغل مین مشغول ہو ہمنے عرض کیا کہ بعضے لوگون کی بزرگیان بیان کرتے ہین تب آپ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اگر اس طرح کا ذکر ہی تو خبردار ابوبکر سے کسی کو بزرگ مت جانیو اسواسطے کہ وہ افضل ہی تم سب کا دنیا اور آخرت مین آور ابو درداء سے دار قطنی مین صحیح سند سے روایت آئی ہی کہ کہا ابو درداء نے ایک روز مین آگے آگے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے راستے مین جاتا تھا کہ یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستے مین مل گئے اور فرمایا کہ کیا تو اس شخص کے آگے آگے چلتا ہی جو دنیا اور آخرت مین تجھسے بہتر ہی قسم ہی خدا کی کہ آفتاب طلوع اور غروب نہین کیا ہی کسی پر بعد انبیا اور مرسلین کے کہ وہ بہتر ہو ابوبکر سے آور ابن السمان کتاب الموافقہ مین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کرتا ہی کہ وے اپنے والد بزرگوار امام باقر سے اور وے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین سے اور وے اپنے والد ماجد جناب سید الشہدا حضرت امام حسین سے اور وے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کرتے ہین کہ آپ فرماتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آفتاب طلوع اور غروب نہین کیا ہی کسی پر بعد پیغمبرون اور رسولون کے کہ بہتر ہو ابوبکر سے آور حافظ بغداد کا خطیب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہی کہ مین ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھا کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ اسوقت ایک شخص ایسا آتا ہی کہ حق تعالی نے میرے بعد اس سے بہتر کسیکو پیدا نہین کیا اور اسکی شفاعت قیامت کے دن پیغمبرون کی شفاعت کے مانند ہوگی جابر کہتے ہین کہ کچھ دیر نگذری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور اُنکی پیشانی پر بوسہ دیا اور بغلگیر ہوکر ایک ساعت اُنس حاصل کی آسپاس

معلوم ہوا کہ جس طرح سے رضامندی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی شفاعت میں منحصر ہی اسیطرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بھی رضامندی امت کی شفاعت مین ہی اسواسطے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مین فانی تھی اور بس واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ؛



سورۃ الضحیٰ ؛

والضحی کی سورت مکی ہی اس مین گیارہ آیتین اور چالیس کلمے اور ایک سو بیانوے حرف ہین اور اسکو سورۂ والضحی اسواسطے کہتے ہین کہ اس سورت مین اول قسم ضحیٰ کی کھائی ہی اور ضحیٰ کے معنے دن چرھے کا وقت اور آفتاب بلند ہونے کا وقت ہی اور اسوقت کا ہر روز مین رات کے اندھیرے کے بعد آنا وحی بار بار آنیکی دلیل ہی اور اس سورت کے نازل ہونے سے یہی مقصود ہی کہ وحی اکثر اوقات آیا کرے اس واسطے کہ اسکے ؛ نازل ہونے کا سبب ایسا کہتے ہین کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ مین اسلام کی دعوت شروع کی اور لوگون کو مسلمانی کی راہ پر بلانے لگے تب مکے والون نے مدینے کے یہودیون کے پاس آدمی بھیجے کہ ہم مین سے ایک شخص ایسا پیدا ہوا ہی جو نبوت اور پیغمبری کا دعوی کرتا ہی اسکے دعوی کی سچائی آزمانے کے واسطے کچھ نشانی بتلاؤ کہ تم اہل کتاب ہو اور پیغمبرون کی نشانیون سے خوب واقف ہو تاکہ اس نشانی سے ہم امتحان کرین یہودیون نے کہا کہ تم اس سے تین چیزین پوچھو سکندر ذوالقرنین کا احوال اور اصحاب کہف کا قصہ اور روح کی حقیقت مکے کافرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ان تین چیزون کا سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مین ان تینون چیزون کی خبر تمکو کل دونگا اور اس وقت انشاء اللہ تعالی کہنا آپ کی زبان مبارک پر نہ آیا تو کئی دن تک وحی کا آنا بند رہا بعضے کہتے ہین دس دن تک اور بعضے پندرہ دن تک اور بعضون نے اس سے بھی زیادہ کہا ہی یعنے چالیس دن تک وحی نہ آئی اس سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا غم ہوا دشمن اسکی خوشی سے طعنے اور بدگوئی کرنے لگے یہان تک کہ ابولہب ہر مجلس کہتا تھا کہ ان محمدا ودعہ ربہ وقلی یعنے محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے خدانے چھوڑ دیا اور ناخوش ہوا اور ابولہب کی دو جورون سے ایک جورو مری بے شرمی اور ہنسی ٹھٹھول سے کہ عورتون کی طبیعت مین

ہوتی ہی آنحضرت صلی اللہ وسلم کے حضور شریف مین آکر بولی کہ ما اَرٰی شَیطَانَکَ اِلَّا قَد تَرَکَکَ یعنے تیرا شیطان جو تیرے پاس آتا تھا تجھکو چھوڑ کر چلا گیا اسی وحشت ناک باتون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ غم ہوا اور بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر یہہ بات کہنے لگے اسی حالت مین یہہ سورت نازل ہوئی اور اسکے شروع مین دن رات کا آنا جانا اور عالم مین روشنی اندھیری کی ہیر پھیر پانے کا بیان فرمایا تا اس رمز کو سمجھین کہ دنیا کی چال ڈھال ایک حال پر نہین کبھی روز روشن ساری جہان کو روشن کرتا ہی اور کبھی اندھیری رات اندھیرا کر دیتی ہی جیسا نور ہمیشہ قیام نہین کرتا ویسا اندھیرا بھی سدا نہین ٹھہرتا اندھیرے کے بعد اُجالا آتا ہی اور اُجالے کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہی اسی موجب وحی کا آنا اور اسکا بند ہونا سمجھا چاہئے اگر کئی روز اٹک جاوے تو دلتنگ نہوا چاہئے کہ اُسمین بھی حکمتین ہین جس طرح رات کے آنے مین حکمتین ہین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالضُّحٰیۙ قسم کھاتا ہون مین ضحی کے وقت کی یعنے پہر دن چڑھے کی کہ آفتاب بلند ہونے کا اور اسکی بادشاہی ظاہر ہونے کا وقت ہی اس لئے کہ آفتاب دن راتین دو چالین چلتا ہی ایک چال چڑھنے کی کہ آدھی رات ہونے سے شروع ہوتی ہی اور دوپہر دن تک رہتی ہی اور یہہ ضحی کا وقت اُسکی اس پہلی چال کی انتہا کا وقت ہی تو یہہ وقت نزول وحی کے وقت سے کہ ربانی اور امکانی حقیقتون کے پورے ظاہر ہونے کا وقت ہی نہایت مشابہت رکھتا ہی اور یہہ وقت اور بھی خصوصیتین رکھتا ہی ایک یہہ کہ روزی کی تلاش کا اور علم و ہنر حاصل کرنے کا اکثر یہی وقت ہی دوسرے یہہ کہ یہہ وقت فرض نماز سے خالی ہی اور نفلی عبادت کے واسطے فراغت تیسرے یہہ کہ اسیوقت مین خدا تعالی نے موسی علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تھا چوتھے یہہ کہ اسیوقت مین فرعون کے جادوگر موسی علیہ السلام کا معجزہ دیکھکر ایمان لائے اور سجدہ کیا پس یہہ وقت نور حق کے کمال ظاہر ہونے کا وقت ہی باطل کے اندھیرے پر کہ اسکا اثر اگلی اُمتون پر ہو گیا تھا پانچوین یہہ کہ ضحی کی نماز جسکی ادنی چار رکعتین اور اعلی بارہ رکعتین ہین اور اُس نماز کی بہت سی فضیلتین

جو حدیث شریف مین آئی ہین اسیوقت مین مقرر ہی اور تجربہ والون نے کہا ہی کہ جو فقر و فاقہ سے ڈرتا ہو تو اُسے چاہئے کہ ضحی کی نماز پڑھا کرے اور جو قبر کی اندھیری سے ڈرتا ہو تو چاہئے کہ تہجد کی نماز پڑھتا رہے اور مشایخون کے اوراد مین مقرر ہی کہ ضحی کی نماز کی چار رکعتون مین یہ چار سورتین سورۂ والشمس اور سورۂ واللیل اور سورہ والضحی اور سورۂ الم نشرح پڑھتے ہین وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ یعنے مین سوگند کھاتا ہون رات کی اسوقت کہ اپنی اندھیرے سے چیزون کو خلایق کی نظرون سے ڈھانکلیوے اور ڈھانک لینا رات کا جب ہوتا ہی کہ اس رات مین چاند مشعل شمع اور چراغ کی روشنی نہووے اس طور کی رات جاہلیت کے زمانے کا نمونہ ہی اور ضحی کا وقت کہ نور کے کمال کا وقت ہی سو وحی کے نازل ہونے کے وقت کا نمونہ ہی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد وحی منقطع ہونے سے اور اُنکے خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے باقی رہنے سے گویا رات آئی لیکن ایسی رات کہ اس رات میں شروع سے آخر تک چاند کی چاندنی موجود ہی اور جیسا کہ چاند آفتاب کا خلیفہ ہی کہ اصلی روشنی اپنی ذات مین ہمیشہ عالم کے روشن کرنے کو اُس آفتاب کی ہمیشہ لیتا ہی ویسا ہی خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے نور حاصل کرکے عالم کو اپنے نور سے روشن کیا ہی اور خلافت کا زمانہ گذر جانیکے بعد رات کی اندھیری نے ہجوم کیا اور طالبان حق کے ہر گروہ اپنی مقدور بھر چراغ اور شمع اور مشعل سے مدد لیکر اپنا کام چلاتے ہین اور اس اندھیرے کو دفع کرتے ہین اور اسی سبب سے کہ مجتہدون کے مذہب اور اولیاء اللہ کے طریقے اُس نور کا فیض پہنچانے مین قسم قسم اور جدا جدا ہوئے ہین بس ضحی کا وقت گویا قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر نور الٰہی کی تجلی ہونے کا وقت ہی اور رات ظلمت بشری کی مانند یعنے انسانی کثافت اور میل کی مانند ہی جو تن من پر غلبہ اور ہجوم کرکے ہر چیز کو نگاہ سے چھپا دیتی ہی اور یہان ایک بحث یہہ ہی کہ سورۂ واللیل مین اول رات کی قسم کھائی ہی بعد اُسکے دن کی اور سورۂ والضحی مین برخلاف اُسکے فرمایا یعنے پہلے ضحی کی قسم کھائی ہی کہ روز ہی اُسکے بعد رات کی اُسکا کیا سبب ہی مفسرون نے یون فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نے رات کو بھی ایک طرح کی فضیلت اور شرافت سے خصوصیت بخشی ہی کہ راحت اور آرام اور سکون اور خواب اور پردہ پوشی کا سبب ہی علی ہذا القیاس دن کو بھی ایک طور کی بزرگی اور کرامت سے مخصوص فرمایا ہی۔

کہ وہ معیشت کے کاروبار کی درستی کا ایک دوسرے کی ملاقات کا امد و رفت کی آسانی کا اور دوسرے بہت سے کاموں کا
باعث ہی اِس لئے قسم کھانے مین کبھی رات کو دن پر اور کبھی دن کو رات پر مقدم کیا ہی تاکہ مقدم ہونیکی
بزرگی سے دونون بہرہ مند ہووین اور یہان سے معلوم ہوا کہ جو اسد طوسی نے دن رات کے مناظرے اور
جھگڑے کی بیتون مین کہا ہی کہ اسد تعالیٰ نے قسم مین رات سے دن کو پہلے ذکر کیا ہی سو یہہ اُسکا کہنا سورۂ
واللیل سے غافل رہنے کے سبب سے ہی اسواسطے کہ سورۂ واللیل کی شروع مین رات کی قسم ہی اور اسد طوسی کی دو
ساری بیتین جو فارسی بولی میں ہین سو یے ہین **نظم** بشنو از مبحث گفتار شب و روز بہم ❊ سر گذشتیکہ ز دل
دور کند شدت غم ❊ ہر دو را خاست جدل از سبب ہستی فضل ❊ در میان رفت فراوان سخن از مدح و ذم ❊
گفت شب فضل من از روز فزون آمد زانکہ ❊ روز را کرد شب باز خداوند قدم ❊ نزد یزدان ز پرستیدن
روز عابد ❊ ساجد و عابد شب راست فزون قدر و قیم ❊ قوم را سوی مناجات بشب برد کلیم ❊ ہم بشب گشت
جدا لوط ز بیداد و ستم ❊ قمر چرخ بشب کرد محمد بدو نیم ❊ سوی معراج بشب رفت ہم از بیت حرم ❊ ہست در روز
سہ اوقات کہ منع است نماز ❊ وز نماز ہمہ شب فخر نبی بود دوام ❊ آسمان از تو بود ہیچو یکی فرش کبود ❊ وز من آراستہ
بر مثل یکی باغ ارم ❊ ہر مہ و سال عرب را عدد از ماہ من است ❊ نیز ہر ماہ من است از پر جبریل رقم ❊ روز کاین
قصہ شنیدہ شدہ آشفتہ و گفت ❊ خامشی کن چہ درآئی مشحن بس محکم ❊ روز را عیب بطعنہ چہ کنی کایزد عرش
روز را پیش ز تو کرد ستایش بقسم ❊ روزہ بر خلق کہ دارند بروز است ہمہ ❊ بحرم حج بروز است ہم از بیت حرم ❊
روز خواہد کہ بود خاستن خلق بحشر ❊ روز بد نیز وجود ہمہ مردم ز عدم ❊ روی آفاق زمن خوب نماید
ز تو زشت ❊ دیدہ خلق زمن نور فزاید ز تو نم ❊ مر مرا گونہ اسلام و ترا گونہ کفر ❊ مر مرا جامہ شادی و ترا جامہ غم
سیہ و نیل نجوم تو چہ باشند کہ پاک ❊ بگریزند چو خورشید من افراخت علم ❊ گر ز ماہ تو شناسند مہ و سال
عرب ❊ ز آفتاب من دانند مہ و سال عجم ❊ ماہ تو از ضو خورشید من افزاید نور ❊ آری خدمت خورشید
کند پشت بخم ❊ از فریضہ سہ نماز است بروز و دو بشب ❊ زان نماز تو کم آمد کہ زمن ہستی کم ❊ اب آئے ہم
اسبات پر کہ کس واسطے سورۂ واللیل کو رات کی قسم مقدم لانے سے خاص کیا اور سورۂ والضحیٰ کو
کس سبب اس ڈھب سے یعنے ضحیٰ کی قسم اول مین لانے سے مخصوص فرمایا اس مین یہہ بھید ہی ❊

کہ واللیل کی سورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین ہی اور اُنکو نور اسلام کے اول کفر کی
تاریکی لاحق تھی آور یہہ والضحی کی سورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ہی اور اُنکو ابتدا سے
عصمت کا نور حاصل تھا اس لئے والضحی کی سورت کو روز کے ذکر سے شروع کیا کہ نور ایمان کی مانند ہی آور اس
جگہہ ایک لطیفہ اور ہی کہ اگر شروع مین رات کو ذکر کرین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناسب
تھی پھر اس سے اوپر چڑھیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملین کہ دنکی مانند ہین جیسا کہ رات کے بعد دن آتا ہی آور
اگر روز کو شروع مین ذکر کرین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہی بعد ازان اُترین ملا فاصلہ ابوبکر صدیق رضی
اللہ عنہ کو پا دین کہ رات کی مانند ہین کیونکہ روز کے پیچھے ملا فاصلہ رات آتی ہی آور اس لطیفہ سے ان
دونون بزرگوارون کی رفاقت ایک تن ایک من کی بہت اچھی طرح سے جلوہ گر ہوتی ہی چنانچہ اس رفاقت کا
اثر غار کے قصے سے اور ایک جگہہ مدفون ہونے سے اور دوسری صحبتون سے ظاہر ہوا ہی حاصل کلام
اس سورت کے شروع مین دن اور رات کی قسم آئی ہی سو گویا اسمین یہہ اشارہ ہی کہ ہم کبھی دنکی ساعتین
گھٹاتے ہین اور رات کی ساعتین بڑھاتے ہین اور کبھی اُسکے برعکس یعنے دنکی گھڑیان زیادہ کرتے ہین
اور رات کی گھڑیان کم کرتے ہین اور یہہ گھٹانا بڑھانا کم زیادہ کرنا کچھہ محبت اور عداوت کی راہ سے نہین ہی
بلکہ حکمت کے طور سے ہی اسیطرح رسالت اور وحی نازل ہونے کے مقدمے کو سمجھا چاہئے کہ کبھی حبس ہی
یعنے بند اور کبھی فیضان یعنے جاری اور یہان ایک لطیفہ یہہ ہی کہ جب کافرون نے رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر بہتان کیا کہ تجھکو تیرے پروردگار نے چھوڑ دیا اور رخصت کیا اور مدعی ہوئے تب
مدعی پر شاہد لانا اور منکر پر قسم کھانا ضرور پڑا تو پہلے انکو کہا کہ تم اس دعوی کے شاہد لاؤ جب شاہد
لانے سے عاجز ہوئے تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو قسم کھانا لازم ہوا تو دن اور رات کی
قسم کھا کر اُنھون کے مدعا کا انکار کیا آور اس قسم مین اشارہ ہی کہ دن رات بھی بڑھنے اور گھٹنے سے
نہین بچتے تجھکو کہان سے طمع رکھنی چاہیئے جو خلق کی زبان سے بچے آور یہہ بھی ہی کہ رات تنہائی اور وحشت کا
وقت ہی اور دن ملنے جلنے اور کام دھندے کا وقت ہی بس گویا ایسا فرمایا کہ خوش رہ کر کہ وحی بند
ہونے کی وحشت کے بعد تجھے فرشتون کے ساتھہ مل بیٹھنا میسر ہوگا آور یہہ بھی ہی کہ دن عیش و عشرت کا وقت ہی

اور رات کلفت اور وحشت کا وقت اور دن سے ضحیٰ کا وقت پسند کیا اور اسکی قسم کھائی اور رات کی قسم کھانے مین ساری رات لایا اسمین اسبات کا اشارہ ہی کہ دنیا کے غم اسکی خوشی سے بہت زیادہ ہین اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہی کہ ضحیٰ سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہی اور لیل سے مراد معراج کی رات اور بعضے کہتے ہین کہ ضحیٰ سے مراد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا چہرۂ مبارک ہی اور لیل سے مراد آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کہ سیاہی مین رات کی مانند ہین اور بعضے کہتے ہین کہ ضحیٰ سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہی اور لیل سے مراد آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت مین مشغول ہونیکی رات اور بعضے کہتے ہین ضحیٰ سے مراد اُس علم کا نور ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا اور اسکے سبب سے عالم غیب کے اسرار روشن اور منکشف ہوئے اور لیل سے مراد عفو اور بخشش کا خلق ہی جس سے اُمت کے عیبون کو ڈھانک لیا اور بعضے کہتے ہین کہ ضحیٰ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری احوال ہی جو خلق اللہ اُس سے آگاہ ہوئی اور لیل سے مراد اُنکا باطنی احوال کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو اسکی خبر نہین اور بعضے کہتے ہین کہ ضحیٰ سے مراد اسلام کا اقبال ہی اور لیل سے مراد اسلام کے غریب اور سُست ہونے کا زمانہ چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی ان الاسلام سیعود غریبا یعنے تحقیق اسلام نزدیک ہی کہ غریب اور سُست ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ ضحیٰ سے مراد زندگانی کا وقت ہی اور لیل سے مراد قبر مین جانے کا وقت اور یہ سب باتین ہو سکتی ہین **مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى** یعنے تیرے پروردگار نے تجھکو جدا نکیا اور نا خوش نرکھا یعنے وحی بند ہونیکی مدت جو دراز ہوئی سو اسواسطے نہین کہ اللہ تعالیٰ کی تربیت کرنے مین کچھ قصور ہوا یا تمھارے کمال کی صفاتون مین کچھ نقصان اور فتور بلکہ کسی حکمت کے واسطے ہی اور عنقریب پھر وحی کا آنا ہو گا جیسے دن جلدی سے رات کے بعد پھر آتا ہی اگر بعضے اوقات بشریت کے اندھیرے آجانے کے باعث وحی کا بند ہونا نمود ہو تو کچھ اندیشہ نکر آخر نور حق کا غالب آویگا اور ظلمت بشریت کو بالکل مٹا دیویگا اور وصال بے فراق حاصل ہووے گا چنانچہ فرماتے ہین **وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى** اور بیشک پچھلی حالت بہتر ہی تیرے واسطے اگلی معاملت سے یہان تک کہ تیری بشریت اصلا نرہیگی اور نور حق کا غلبہ ہمیشہ تجھپر رہا کریگا اور اگر آخر کو

ضحیٰ و لیل کے معنون مین مفسرون کا اختلاف

بعد الموت کے احوال پر خیال کریں تو بھی بجا ہی آخرت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری کا مرتبہ اور انکی طرف سارے عالم کا رجوع لانا اور انکی مبارک ذات کے چشمے سے بخشش اور فیض الٰہی کا جاری ہونا نہایت زور شور اور اوج موج میں ہوگا یہاں تک کہ قیامت کے دن سب اگلے پچھلے لوگ انکی شفاعت کے محتاج ہونگے اور انکے جھنڈے کے تلے چھاؤں میں آرام پاوینگے اور اُنکے حوض کوثر کے پانی سے سیراب ہونگے اور مراتب اور مکانات بانٹ دینا انھیں سے ہوگا یعنے جسکو جس لائق دیکھینگے رب اُسکو درجے اور منزلیں تقسیم کر دینگے آور دبّک کے لفظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی تسلی ہی یعنے کہاں ہو سکتا ہی کہ جس خاوند نے تمکو اس مرتبے سے پرورش کیا ہو اور اپنی طرح طرح کی تربیتیں تمھارے حق میں عنایت فرمائی ہوں اس حد تک کہ اپنے نور کی تجلی بے واسطہ اور بے وسیلہ کسی مرشد اور پیغمبر کے تمھاری مبارک روح پر نازل کی ہو وہ تمکو چھوڑے اور جدا کرے یہہ بات مجازی خاوندوں سے بھی بعید ہی چنانچہ مشہور ہی کہ اپنے نوازے اور پرورش کئے ہوئے کو گرانا چاہئے تو اس حقیقی خاوند کی کیا بات کہ جو ہر چیز کے پیدا ہونیکے پیشتر اُسکے حوصلے اور اُسکے عمل سمجھ بوجھکر ہر ایک کو کسی مرتبے اور منصب سے ممتاز اور مخصوص کرتا ہی آور بے شک کیا خوب کہا ہوا ہی رباعی چون بعلم ازل مرا دیدی ٭ دیدی انگہ بعیب بگزیدی ٭ من بعیب آن و تو بعلم ہمان ٭ رد مکن آنچہ خود پسندیدی ترجمہ جسکو ہی تو نے مجھے علم ازل سے دیکھا ٭ دیکھا اور عیب کے ساتھ اسکو ہی برگزیدہ کیا میں ہوں وہ عیب سے اور علم سے ہی تو بھی وہی ٭ رد مکر تو نے جو کچھ آپ پسندیدہ کیا یہاں سمجھا چاہئے کہ جب کوئی صاحب مہربان قدردان اپنے نوکروں سے ایک نوکر کو کسی خدمت پر مامور اور مقرر کرتا ہی اور وہ نوکر بڑی کوشش اور کمال استقلال سے اس خدمت میں مشغول رہتا ہی تب حاسد بھائی اور عیبی اُس نوکر کی دلشکنی کے درپے ہوکر جھوٹھی باتیں بے اصل مشہور کرتے ہیں کہ فلانا اپنے خاوند کی نظر سے گرا اور اس خدمت سے کہ مشغول تھا معزول ہوا تو ایسے وقت اس خاوند کو نہایت الطاف اور اشفاق کی رو سے اُس نوکر کی دلداری کرنا اور تسلی دینا لازم ہوتا ہی اور اُن جھوٹھی باتوں کے سُننے سے جو اُسکے دل پر گرانی اور آزردگی کا اثر پہنچا ہی سو دفع کرنے کے واسطے

خلعت اور انعام اور اُسکے منصب کی ترقی کا وعدہ دیتا اُسکو ممتاز اور مخصوص کرتا ہی سو اُسی
نوع کا یہہ کلام ہی وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ یعنے اور بے شک دیویگا تجھکو پروردگار
تیرا اس قدر کہ تو راضی ہوگا اور اس سے تیرے استعداد اور حوصلے کا جام بھرپور ہو جاویگا اور کچھ
آرزو اور خواہش باقی نرہیگی اور یہہ وعدہ نہایت وسعت اور فراخی رکھتا ہی خصوصا وہ مخاطب
یعنے وہ پیغمبر جنکو یہہ وعدہ دیا ہی ایسے پیغمبر عالی شان ہین اُنکے حوصلے اور استعداد پر نظر کرکے
دیکھا جائے کہ کس قدر اور کیا کیا الٰہی بخششین اور عنایتین انکو دی جاوینگی تا محظوظ اور خوشنود ہووین
اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جس وقت یہہ آیت نازل ہوئی اسوقت رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم اصحابون سے بولے کہ مین ہرگز راضی نہین ہونے کا جب تک کہ اپنی امت سے ایک ایک
آدمی کو بہشت مین داخل نکرونگا اور اس جناب رسالتمآب کے حق مین انکی روح مبارک پیدا ہونیکی
ابتدا سے بہشت مین داخل ہونے تک جو جو الٰہی بخششین اور عنایتین عطا ہوئی ہین اور ہوتی ہین اور
ہووینگی سو قیاس کے احاطے سے اور بیان کرنیکی حد سے باہر ہین اُنمین سے کچھ مجمل اور خلاصہ بیان کرنے مین
آتا ہی سمجھا جائے کہ جب کوئی کسی کو اپنے وسیلے رکھنے والون سے اپنا پیارا اور محبوب کرتا ہی
تو اُسکو بہت چیزون سے پوشاک مین سواری مین بیٹھنے کی جگہ مین اور اس سوا اور احوالون مین
ممتاز فرماتا ہی تا اسکا پیارا اپنا اور محبوبیت خاص و عام کی نظر مین جلوہ گر ہو جاوے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیتین جناب قدس الٰہی سے حاصل ہوئی ہین سو دو قسم کی ہین پہلی
قسم وہ ہی جسمین اور پیغمبر بھی شریک ہین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت سب سے آگے
اور ان سب سے زیادہ دی ہی اور اس سبب سے انکو ان سب سے ممتاز فرمایا ہی اور دوسری قسم وہ ہی
جو اُنہین کو مخصوص ہی اور خاصہ اُنہی کا ہی دوسرے کسیکو اُنہین شراکت اور بہرہ نہین اور یہان
مختصر کرنے کے سبب ان دونون قسمون سے باہم ملا کے کچھ تھوڑا سا بیان کرتا ہون تا کہ اس
آیت کے معنے بہت اچھی طرح سے سننے والون کے ذہن مین گذرین اور دلنشین ہو وین اُن خصوصیتون سے
جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین تھین ایک یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ف ان خصوصیتون کا بیان جن مین حضرت کی عزت و زینت ہی

اپنی پیٹھ کے پیچھے ایسا دیکھتے تھے جیسے روبرو اور رات کے وقت اور اندھیرے میں ایسا دیکھتے تھے جیسا دن کو اور روشنی
میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک کا لعاب کھارے پانی کو میٹھا کرتا تھا اور شیر خوار
بچوں کو اپنے منہ کے لعاب سے ایک قطرہ چکھاتے تھے تو وہ بچے سارا دن پیٹ بھرے رہتے تھے دن بھر دودھ
طلب نہ کرتے تھے چنانچہ عاشورے کے دن اہلبیت کے بچوں سے تجربہ ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ کی بغلیں سفید
رنگ اور جلد نظیف تھیں اور ان میں اصلا بال کا نام نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اتنی دور جاتی تھی
جو اوروں کی آواز اسکے دسویں حصے تک نہ جاتی تھی اور آپ کی آواز اتنی دور سے سنتے تھے جو اوروں کی
آواز اس جگہ سے سن نہ سکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سو جاتی تھیں اور دل جاگتا رہتا تھا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری عمر میں جماہی نہ آئی اور کبھی احتلام نہ ہوا اور ان کے بدن مبارک کا
پسینا مشک سے بہت خوشبودار تھا یہاں تک کہ اگر کسی رستے سے تشریف لے جاتے تو لوگ ان کے پسینے کی
خوشبو کے سبب سے جو اس ہوا میں پھیل رہتی تھی معلوم کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رستے سے تشریف
لے گئے ہیں اور کسی آدمی نے انکے جھاڑے (یعنی پاخانہ) کو زمین پر نہ دیکھا زمین پھٹکر نگل لیتی تھی اور اس جگہ سے مشک کی
خوشبو نکلتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد کے وقت ختنہ کئے ہوئے ناف کٹے ہوئے اور پاک
صاف کہ اصلا ان کے بدن مبارک پر پلیدی کا اثر نہ تھا پیدا ہوئے اور زمین پر سجدہ کرتے ہوئے اور اپنی
شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے آئے اور انکے تولد کے وقت ایک نور چمکا اور ایسی
روشنی ہوئی جو انکی ماں کو اس روشنی کے سبب سے شام کے شہر نظر آئے اور فرشتے انکا جھولا جھلاتے تھے اور
چاند انکے ساتھ بچپن کے وقت جھولے میں باتیں کرتا تھا اور جب اسکو اشارہ کرتے تو انکی طرف جھکتا تھا
اور بارہا جھولے میں جھولنے کلام کیا ہے اور بادل اُنپر ہمیشہ دھوپ کے وقت سایہ کرتا تھا اور اگر جھاڑ کے تلے
آتے جھاڑ کا سایہ انکی طرف متوجہ ہوتا تھا اور انکا سایہ زمین پر ہرگز نہ پڑتا تھا اور انکی پوشاک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی
اور اگر آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ جانور آپ کی سواری کی مدت تک لید اور پیشاب نہ کرتا تھا اور
عالم ارواح میں جو اول پیدا ہوا سو آپ تھے اور پہلے جسنے الست بربکم کے جواب میں بلیٰ کہا سو بھی آپ تھے
اور معراج اور براق کی سواری بھی مخصوص آپکو تھی اور آسمان پر جانا اور قاب قوسین تک پہنچنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا

اور فرشتوں کو انکی فوج اور سپاہ بنانا کہ لشکر کی طرح انکی ہمراہ ہو کر لڑے یہہ بھی خاصہ اُنھین کا ہی اور چاند کا دو ٹکڑے کرنا اور دوسرے عجائب معجزے بھی انہین کے ساتھ مخصوص ہیں اور قیامت کے دن جتنا کچھ انکو ملیگا اُتنا کسی اور کو نہ ملیگا اور جو پہلے قبر سے اُٹھیگا سو آپ ہونگے اور جو پہلے بیہوشی سے ہوشیار ہوگا سو بھی آپ ہونگے اور اُنھین کو حشر مین براق پر لا دینگے اور ستر ہزار فرشتے انکے چوگرد ہونگے اور اُنھین کو عرش عظیم کے داہنی طرف کرسی پر بٹھاوینگے اور مقام محمود سے مشرف کرینگے اور لواء الحمد یعنے حمد کا جھنڈا انکے ہاتھہ دیوینگے کہ حضرت آدم اور انکی تمام اولاد اُسی جھنڈے کے تلے ہونگے اور سارے انبیا اپنی امتوں سمیت اُنہی کے پیچھے چلینگے اور پروردگار کا دیدار دیکھنا پہلے اُنہی سے شروع ہوگا اور اُنھین کو شفاعت عظمی سے مخصوص کرینگے اور پل صراط پر جو پہلے گذر کریگا سو آپ ہی ہونگے اور محشر سارے خلایق کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکھین بند کرلو تا انکی بیٹی حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پل صراط پر سے تشریف لیجاوین اور پہلے جو بہشت کا دروازہ کھولے گا سو آپ ہونگے اور انھین کو قیامت کے وسیلے کے مرتبے سے مشرف کرینگے اور وہ وسیلہ ایک ایسا نہایت بلند مرتبہ ہی جو مخلوقات سے کسی کو میسر نہوا اور اسکی حقیقت یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن جناب الہی سے قرب و منزلت میں ایسے ہونگے جیسا وزیر بادشاہ سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب شریعتوں میں جن چیزوں سے مخصوص ہین سو انکی گنتی طول طویل ہی اُنھین سے ایک یہہ ہی کہ انکو کافرون کی غنیمت مال حلال کیا اور انکے واسطے زمین کو مسجد بنادی یعنے جس جگہہ چاہین نماز پڑھین اور انکے واسطے زمین کی مٹی کو پاک اور پاک کرنیوالی کیا اور پانچ وقتوں کی نماز اور وضو اس طریق سے اور اذان اور اقامت اور سورہ الحمد اور آمین اور جمعہ کا روزہ اور قبولیت کی ساعت جو جمعہ کے روز مین ہی اور رمضان شریف اور شب قدر کی برکتین کہ یہے سب اُنہی کے واسطے مخصوص ہین اور خصوصیتین دریافت کرنے کو ظاہر نظر پہنچتی ہی اور آپکی دوسرے خصوصیتین جو باطنی مراتب کے موجب ہین اور وہ انوار اور وہ تجلیات جو روز بروز بڑھتے اور زیادہ ہوتے جاتے ہین اور وہ احوال اور مقامات جو انکے اُمتیون کو انکی پیروی اور تابعداری کرنے کے طفیل سے حاصل ہوئے اور ہوتے ہین اور قیامت تلک حاصل ہونگے اور وہ علوم اور عرفان جو انکو عطا ہوئے ہین

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی خصوصی چیزین

سو یہ انتہا ہین اور اس ولسوف کی آیت مین ان سب چیزون کا اشارہ ہی یعنے یہ سب تمھین ملینگے
اسواسطے عطا کو خاص نہ کیا یعنے یہہ کچھہ اور اتنا کچھہ نہ فرمایا اور جس وقت کسی کو کچھہ نعمت زمان مستقبل مین
دینے کا وعدہ کرتے ہین تو جو نعمت زمان ماضی مین دی ہوئی تھی اس نعمت کے شاہدون اور علامتون سے
اپنے اُس وعدے کو محکم اور مضبوط کرتے ہین تا پچھلے وعدہ کو اگلے وعدے پر قیاس کرے اور امید اُسکی قوی ہو جاوے
اسواسطے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدے کے بعد اُن اگلی خدمت کے اور بدون درخواست کر نیکے
ملی تھین اور کبھی کسی کے خیال مین نہین آتا کہ وہ نعمتین کسی خدمت اور ثواب کی عوض مین ملی ہین چنانچہ فرماتے
ہین اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ کیا نہین پایا تجھکو یتیم پھر جگہہ دی اس نعمت کا بیان یہہ ہی کہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے پیٹ مین تھے آپکے والد عبداللہ نے وفات پائی اور جب تولد ہوئے اور قریب
چھہ برس کے تھے کہ آپ کی والدہ نے انتقال کیا پھر اُسکے دو برس کے بعد آپکے دادا عبدالمطلب نے بھی رحلت کی
اور آپ کو تین طرح کی یتیمی باپ ماں اور دادا کے گذر جانے سے حاصل ہوئی اور اس طور کی حالت مین اندیشہ
وہ تھا کہ لڑکا ضایع ہو جاوے اور بخوبی پرورش نپاوے اللہ تعالی نے ابتدا سے آپکے پرورش ہونیکی صورت
اس طرح پر ظاہر فرمائی کہ والد کے انتقال کے بعد اُنکی ماں کے اور دادا عبدالمطلب کے دل مین آنحضرت کی محبت
ایسی بڑھائی کہ اشفاق پدری کے قائم مقام ہوئی اور دن اور رات آنحضرت کی محبوبی اور دلبری کے
کرشمے اُنکی ماں اور دادا کو دکھلاتا تھا تا عاشق ہو کر عاشقون کی طور پر اُنکے پالنے اور سنبھالنے مین بڑی
کوشش کرتے تھے اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے پھر جب عبدالمطلب کی وفات کا وقت
آیا تب اُنھون نے آنحضرت کو اپنے بیٹے ابو طالب کو جو آپکے حقیقی چچا تھے سپرد کیا اور نہایت تاکید سے
آپ کی خدمت اور خبرگیری کی ترغیب دی ابو طالب اُنکی تاکید اور وصیت کے موافق حضرت کی خبرداری
اور خدمت گذاری مین بہت سرگرم رہتے تھے اور اس بیچ مین باطنی تربیت اور تعلیم الہی مخفی نیک اخلاق اور پسندیدہ
آداب پر لانے مین اپنا کام کرتی تھی یعنے اُنکی چال چلن اور سارے لچھن سبکو من بھانے لگتے تھے یہان
تک کہ حد بلوغ کو پہنچے اور بالغ ہوئے اور کمالات کی خوبیان جمع کرکے اپنی قوم کے عزت بخش اور فخر
خاندان ہوئے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ اور پایا تجھکو راہ بھولا ہوا پھر راہ بتائی یعنے اس ہدایت

اور ضلال کا بیان وہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالغ ہونیکے بعد کمال عقل اور دانائی کے سبب سے
اس قدر معلوم ہوا کہ بتون کی پوجا اور کفر و جاہلیت کی رسمیں سب بے اصل اور بیوقع ہیں تو حق دین کے کھوج
اور تلاش کے درپے ہوئے اور برے بوڑھون کی زبان سے سنا کہ ہمارا اصل دین حضرت ابراہیم علیہ
السلام کا دین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ خیال بندھا اور یہہ تدبیر سوجھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
خدا کی طرف پورا رجوع ہو جاؤن اور اسکی عبادت بندگی کرون لیکن جب دین ابراہیمی نہ کسی کو یاد
رہا تھا اور نہ کسی کتاب مین لکھا ہوا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب پڑھ سکتے تھے بالضرور
اس دین کے احکام کی کھوج اور تلاش کرنے مین بیقرار ہو کر تسبیح تہلیل تکبیر اعتکاف جنابت کا غسل حج کے
مناسک ادا کرنے اور خلوت اور گوشہ نشینی سے اور اسی نوع کے اور دوسرے امورات سے جس قدر معلوم
ہوا اُس قدر مشغول رہتے تھے اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے انکو پاک دین کے اصول پر
مطلع فرمایا اور آگاہ کیا اور اس پاک دین کے فروع بھی بہت اچھی طرح سے انکے لئے معین و مقرر فرمائے
الغرض وہ انکی بیقراری جو حق دین نہ پانے کے سبب رہتی تھی جاتی رہی گویا اپنی کھوئی ہوئی چیز پائی
اور جس راہ سے چلا چاہتے تھے اور وہ راہ سوجھ پڑتی نہ تھی سو راہ آپ کو دکھلائی اس باعث اس
راہ کے نہ پانے کی بیقراری کو راہ بھولنے سے نسبت دی یعنے ضالاً فرمایا اور تفسیر والے جنھون نے
یہہ بات جیسی چاہیے ویسی پوری نہ سمجھے سو اس بھولنے کی تفسیر مین بہت دور جا پڑے ہین بعضے کہتے ہین
ضلال سے مراد ظاہر کی راہ بھولنی ہی جو لڑکپن کی حالت مین مکے کے پہاڑون کے بعضے درون مین گم کی
راہ بھولکر حیران بھٹکتے پھرتے تھے کہ ابو جہل اونٹنی پر سوار اچانک ادھر جا نکلا اور آپ کو اٹھا اونٹنی
سوار کر عبد المطلب کے پاس لے آیا اور کہنے لگا ہم نہین جانتے کہ اس تیرے بیٹے سے ہمکو کیا کچھ بھیجیگا عبد
المطلب نے پوچھا کیون آؤ جہل بولا کہ مین نے اس لڑکے کو فلانے درے مین رستہ بھولا ہوا بھٹکتا پایا
سو اسکو اٹھا کر پہلے اپنی پیٹھ کے پیچھے سوار کر لیا تو اونٹنی ہرگز نہ چلی بیٹھ بیٹھ جاتی تھی جب اسکو مین نے
اپنے آگے بٹھلایا تب یہہ اونٹنی اٹھکر چلنے لگی اس قصے مین حضرت موسی علیہ السلام کے قصے سے وہ
مشابہت ہی کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے موسی علیہ السلام کو انکے دشمن کے ہاتھ سے جو فرعون تھا پرورش

کروایا ویسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے دشمن کے ہاتھ سے جو ابو جہل تھا انکے دادا عبد المطلب کے پاس پہنچوایا اور بعضے کہتے ہین کہ بی بی حلیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی آپ کو اپنے گھر سے عبد المطلب کے یہان پہنچانے کو لائین اور مکہ معظمہ کے دروازے پر آپ کو گنوایا تو بیقرار ہو کر ہبل کے پاس گئین کہ وہ ایک بڑا بت تھا اور وہان جا کر بلند آواز سے رونے لگین جوہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا و وہین سارے بت اوندھے منہہ گر پڑے اور بتون کے اندر سے ایک آواز نکلی کہ ہماری یہہ کیا نام لیتی ہی کہ اسی لڑکے کے ہاتھ مین ہماری ہلاکی اور خرابی ہی اس عرصے مین جبریل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکے انکے دادا عبد المطلب کے پاس پہنچا دیا آپ کی دائی بی حلیمہ بت خانے سے بے آس ہو کر اس ارادے سے نکلی کہ عبد المطلب کو آپکے گم ہو جانے کی خبر دون تا آپکو دھوندھین وہان گئین تو کیا دیکھتی ہین کہ آپ عبد المطلب کے پاس ہین یہہ دیکھ کر ہکا بکا جنبھے مین پڑین اور دنگ ہو گئین بس اس ووجدک ضالا فہدی کی آیت مین اس قصے کی طرف اشارہ ہی اور بعضے کہتے ہین کہ ضلال سے مراد ہجرت کی رخ کا بھولنا ہی کہ کس طرف جانا چاہئے یا تو قبلے کا کم کرنا یا تو جبریل علیہ السلام کا پہلے پہل نہ پہچاننا یا تو دنیا کے کاروبار کی راہ بھولنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت مین نہایت مشغول ہونے کے سبب سے دنیا کے کام کاج اور لین دین کے دستور سے خبردار نہ تھے اور سروکار نرکھتے تھے یا تو آسمانی رستون کا گم کرنا کہ وہ رستے معراج کی رات معلوم ہوئے اور بعضے کہتے ہین کہ ضلال اس جگہہ مل جانے کے معنے مین ہی چنانچہ عرب کہتے ہین ضل الماء فی اللبن یعنے مل گیا پانی دودھ مین ایسا کہ فرق تمیز نہین کر سکتے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے آگے کافرون مین رلے ملے تھے کوئی آپ کو ممتاز کر پہچانتا تھا اور بعضون نے کہا ہی کہ ضلال کے معنے محبت اور عشق کا مرتبہ ہی چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون نے اپنے باپ کی کمال عاشقی اور محبت کو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رکھتے تھے اس لفظ سے کہا ہی کہ انک لفی ضلالک القدیم اسکے یہہ معنے کہ بے شک تو اپنے قدیم ضلال مین یعنے تو اسی اپنے اگلے عشق اور محبت مین ہی اور ہدایت سے مراد وہ ہی کہ ہمنے تجھے اپنے محبوب مطلوب سے ملنے کی راہ بتلا دی الغرض تفسیر والون کی باتین اسی

طرز کی ہین یہان اسقدر سمجھا چاہئے کہ تمام انبیا علیہم السلام پیغمبری پانے کے آگے بھی اور پیغمبری پاکے بھی اصلی اور طبعی کفر اور گمراہی سے پاک اور معصوم اور محفوظ ہین بلکہ جان بوجھکر گناہ کرنے سے بھی پاک ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ مین نے کبھی کوئی کام اُن کامون مین سے جو جاہلیت والے کرتے تھے نہ چاہا کہ مین بھی کرون مگر دو وقت اور اِن دونون وقت مین لطف الٰہی نے مجھے وہ کام کرنے ندیا اور اللہ تعالیٰ کا تھامنا اور نگاہ رکھنا میرے اور اُس کام کے بیچ مین حائل اور مانع ہوا اور وہ دو کام یہ تھے کہ ایک دن قریش کے ایک نوجوان کو جو مکے شہر کے باہر میرے ساتھ بکریان اور بھیڑیان چراتا تھا مین نے کہا میری بکریون اور بھیڑیون کی خبرداری کرنا کہ مین مکے شہر مین جاکر جو کئی ایک نوجوان گپ و مل بیٹھے کہانیان کہتے ہین سوسنون جب اس عزم سے مکے شہر مین داخل ہوا تو پہلے ہی گھر مین سے جو میرے سرراہ تھا گانے بجانے کی آواز سنی اور پوچھا کہ یہان کیا ہی بولے کہ فلانے شخص کی فلانی عورت سے آج شادی ہوتی ہے یہہ سنکر مین گیا اور چاہا کہ بیٹھکر تماشا دیکھون بیٹھتے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھپر نیند ایسی غالب کردی کہ دن نکلے تک نہ جاگا جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ مجلس برخاست ہوگئی اسیطرح پھر بھی دوسرے مرتبہ قصد کیا تو پھر بھی میرے اور باجے گاجے کھیل تماشے اور قصے سننے کے درمیان نیند حائل ہوئی اور خدا تعالیٰ کے تھامنے اور نگاہ رکھنے کے سبب سے مین بچ رہا پھر اس دن سے کبھی میرے خیال مین نہ گذرا یہان تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور پیغمبری سے سرفراز فرمایا اور اس پاکی پرہیزگاری کو دوچندان کیا لیکن شریعتون کے احکام نجاننے اور انکی سمجھ نہ پڑنے کی بیقراری پیغمبرون کو بھی پیغمبری پانے کے آگے ہوتی ہے اور حق دین کی تلاش مین رہتے ہین اور لفظ ضلال کے معنے کے لئے اس قدر بس ہی جیسا اوپر بیان کرنے مین آیا وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ اور تجھکو پایا عیالدار بے مایہ پھر غنی اور بے پروا کیا تجھے یہہ دو نعمت ہی کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے انکے دادا عبد المطلب کے مال سے مستغنی کیا کہ انکو اپنے سب بیٹون سے بہتر اور عزیز جان کر پرورش کرتے تھے انکے بعد ابو طالب کے مال سے کہ چچا تھے نباہ لیا کہ وہ بھی انکو اپنے والد عبد المطلب کی وصیت کے بموجب اپنے فرزندون پر مقدم کر سبھون سے زیادہ چاہتے تھے پھر جب

آپ

آپ پچیس برس کے ہوئے تب حضرت بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کو کہ نہایت مالدار تھین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آئین اس قدر انکی محبت اور خدمت بڑھایا کہ اپنا سارا مال نقد اور جنس
انکے آگے لا رکھا اور قریشیون کے رئیسون کو بلا کر شاہد کیا کہ اب یہہ سب مال اس شخص کا ہی چاہے لٹا دیوے
چاہے رکھ لیوے جب بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا خلد برین کو سدھارین تب حضرت ابوبکر صدیق رضی
اللہ تعالی عنہ کے مال سے فارغ البال کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل مین اس قدر سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور دلبری کی محبت آپڑی کہ اپنی پونجی کے چالیس ہزار درم انکے
کاروبار مین خرچ کر بیٹھے پھر بعد ہجرت کے مدینے کے رہنے والے انصار کے مال سے غنی کیا اس پیچھے کفار نابکار کی
فتوح اور غنیمتون کے مال سے نہال کر دیا اگرچہ انمین سے بعضے معاملے اس سورت کے نازل ہونیکے بعد ظہور مین آئے ہین پر جو کچھ کہ
علم الہی مین ہی سو گویا ظہور مین آئے سے رہیگا ہی اس واسطے انکو بھی منت رکھنے کے مقام مین فرمایا اور باوجود
ان سب ظاہری بے پروائیون کے باطنی بے پروائی جسے قناعت کہتے ہین اس نہایت تک عنایت فرمائی
تھی جو آپکے نزدیک سونا اور پتھر برابر تھا سو تواریخ والے خوب بیان کرتے ہین اور تحقیق والے صاحب کمال لوگون نے
کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سبب سے یتیم کیا تا لوگ یتیمون کی حقارت نکرین اور جب کسی
یتیم کو دیکھین تو یاد کرین کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی وقت مین یتیم تھے اور یتیم کو یہان دیوین
کم سے کم اتنا مان جتنا جاہل لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کو مان دیتے ہین اور اس سبب سے
بھی ہی تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یتیمون کی قدر بوجھین اور یتیمون پر مہربانی رکھین اور یاد کرین کہ یتیمی کا
دکھ کتنا کچھ بھاری ہی اور اس باعث سے بھی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منظور یہہ تھا کہ اپنی عمر کی
شروع سے آخر عمر تک خدا تعالی کے سوا کسی اور پر بھروسا نرکھین اور سب سے عالی توکل کا مرتبہ انہی کو
ملے اور یہہ بات یتیمی کے سوا نہین ملتی اور اس باعث سے بھی ہی کہ یتیم ہونا سو عادت کے بموجب بچپنے اوقات ضائع
ہونے اور لڑکے بے ادب ہو جانے کا سبب ہی اور جب کوئی شخص یتیمی کی حالت مین پورے ستھرے لچھن
اور بھلی چال سے سدھر جاوے تو بلاشک معجزے کے طور سے مانتے ہین اور اسکو نبوت کی نشانی جانتے ہین
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و مسکینی مین اور دادا چچا زوجہ محترمہ یار غار اور انصار جان نثار کے

مال سے مستغنی ہونے میں یہہ بھید ہی کہ اگر آپ مالدار ہوتے تو مالدارون کے اخلاق کہ فی الجملہ برائی خود پسندی
خودبینی اور خودنمائی کو چاہتے ہین سنت اللہ جاری ہونے کے بموجب آپ مین اثر کرتے اور آپ کی نشست
برخاست اٹھنا بیٹھنا مالدارون کے ساتھ ہوتی اور آپ کو تواضع اور انکساری اور آستانہ پروردگاری اللہ کی طرف
دمبدم التجا کرنی اور سکینی کی لذت معلوم نہوتی اور یہہ بھی ایک سبب ہی کہ جس صورت مین آپ کو
آپہی کے مال سے مستغنی کرتے تو آپکے تابعدارون پر بدگمانی دھرتے کہ شاید لوگ اس شخص عالیشان کی
شانداری اور مال کی خواہش کی طمع کے سبب سے اس شخص کے تابعدار ہوگئے ہین اور خالص اخلاص اور صرف
ایمان اور حق کی پاسداری سمجھی نجاتی ان باتون کے واسطے آپ کو فقیر بے مایہ پیدا کرکے لوگون کو آپ کی صحبت کی
کشش سے گرویدہ کیا تا خودبخود اپنی جان اور مال کو آپ پر نثار کرین اور یہہ بات آپکے کمال پر پہلی دلیل ہی
کہ لوگ ظاہری اسباب کے بغیر اس قدر آپ پر گرویدہ ہوتے ہین اور یہان ایک نکتہ ہی سمجھا چاہئے کہ ہر آدمی
کیا فقیر کیا غنی ابتدا مین بے مایہ اور تہی دست پیدا ہوتا ہی اور دوسرونکے مال سے جمعیت پاتا ہی لیکن اگر
وہ آدمی اپنی طرف سے ہوس اور لالچ کرکے مال زیادہ کرنے کی تلاش مین سرگردان رہتا ہی تو سب کی نظرون مین
ذلیل اور خوار ہو جاتا ہی اور اگر وہ آدمی اورون کو ظرافت و دانائی کی تدبیرون سے اپنا تابع اور فرمان بردار
کرکے انکے مال سے فائدہ لیتا ہی تو اسکی عزت اور شوکت کا باعث ہوتا ہی اور یہی باعث ہی کہ بادشاہ
عزیز ہی باوجود اسبات کے کہ رعیت کے مال سے مستغنی ہی انکے پاس سے ایک تدبیر کے ساتھہ باج خراج اور
محصول کے پیسے لیتا ہی اور فقیر طمع رکھکے آدمیون سے طلب کرتا ہی بلکہ اس سے بہت کم مانگتا ہی مگر وہ
ذلیل ہی بس معلوم ہوا کہ مال کا ہونا عزت کا سبب نہین ہوتا اور اسکا نہونا ذلت اور حقارت کا واسطہ نہین
ہان سچ ہی جو مال کہ قناعت سے بے پروائی اور لالچ ترک کرنے سے ہاتھ آوے سو عزت کا باعث ہی اور جو
فقیر کہ طمع اور تلاش کے سبب دوڑ دھوپ مین لگا رہے سو ذلت اور خواری کا موجب ہی اور جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو اورون کے مال سے عزت اور حرمت اور غلبے کے طور پر استقلال حاصل ہوا تب آپ کا
جاہ و جلال زیادہ اور کامل ہوا اور کبھی کوئی ننگ اور عار کا کلنگ نہ لگا اور جب اللہ تعالی ان تینون نعمتون کا
بیان پورا کر چکا تب انکے شکر کی درخواست کے لئے فرمایا کہ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ یعنے جو یتیم کو کبھی

مت دبا اور قہر مت کر یعنے یتیم کا مال اور حق تلف مت کر اور اُسکے ساتھ بات کرنے میں تندی اور سختی مت کر کیونکہ تو بھی یتیم تھا اور یتیم کی لاچاری اور ناتوانی تجھے خوب معلوم ہی کہ ذرا سی بات سے شکستہ دل اور آزردہ خاطر ہو جاتا ہی اور یہہ شکر وہ ہی جو الم یجدک یتیما فاوی کی نعمت کے بدل اور مقابلے میں ہی وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ یعنے اور مانگنے کو نہ جھڑک کیونکہ تو بھی عیالدار اور مسکین تھا اور تو مسکینی کا دُکھ درد خوب جانتا ہی اور یہہ وہ شکر ہی جو ووجدک عائلا فاغنی کی نعمت کے عوض اور مقابلے میں ہی وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنے اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کر کیونکہ تجھے بہت نعمتیں دی ہیں اور بہت علوم اور عرفان بے پایان تیرے دل پر نازل فرمائے اور اس نعمت کا شکر وہ ہی جو اوروں کو بھی اُنکے پانے کی راہ بتا دیں اور حصہ عنایت فرماویں اور یہان ایک لطیفہ ہی سو یہہ ہی کہ منت گذاری کے مقام میں دین کی نعمت کو جو ہدایت ہی دنیا کی نعمت پر کہ تونگری ہی مقدم کیا اور جو دین کی نعمت کی عوض اور مقابل تھا اُسکو اسواسطے پیچھے لائکہ دنیا کی نعمت کے بدل اور مقابلے میں خلق اللہ پر شفقت منظور ہی اور دین کی نعمت کے مقابلے میں باطنی نعمتوں کے حاصل کرنے کی راہ دکھلانی ضرور ہی اور خلق اللہ پر شفقت اور مہربانی کرنا انکے ہدایت کرنے پر مقدم رکھا ہی اسواسطے کہ جب تلک قوت اور گذران کے کام انتظام نہ پاویں تب تلک شرعی احکام عمل میں لانے اور عاقبت کے سرانجام کی تلاش میں رہنے کی خاطر جمعی میسر نہیں ہوتی اور یہہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سائل کو یتیم کے ساتھ پوری برابری ہی اس لئے کہ جو شکر گذاری کہ سائل کے حق سے نسبت رکھتی تھی سو یتیم کے بیان سے لگا دی اور نعمتوں کی گنتی میں ہدایت کی نعمت کو تونگری کی نعمت پر مقدم کیا اس واسطے کہ تونگری اس وقت نعمت ہوتی ہی کہ جب مال میں تصرف کرنے کی چال معلوم ہو اور تصرف کی چال ہدایت بن خیال میں آتی نہیں اور ان تینوں شکر گذاریوں کی مناسبت تینوں نعمتوں کے ساتھ ظاہر ہی جیسا کہ بیان ہوا اور ایک مخفی مناسبت اور ہی کہ یے تینوں شکر گذاریاں قیامت کے دن انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے واسطے شفاعت کرنے پر دلیل ہو سکتی ہیں کیونکہ یتیم سب ناتوانوں سے نہایت ناتوان ہی اسکی مدد کرنے میں کوشش کرنا کمال شفقت اور لطف اور مرحمت کی دلیل ہی اور سائل اکثر اوقات بے محل چاپلوسی اور منت اور زاری کے ساتھ

سوال کرنے سے ستاتا ہی باوجود اس اذیت کے اُسکے ستانے پر صبر کر کے اُسکے ساتھ احسان کرنا اُمت کے گناہوں سے درگذرنے کی اور کیئے ہوئے کو نہ کیا ہوا خیال کرنے کی دلیل ہی اور اللہ تعالی کی نعمتوں کا بیان کرنا ایک مشقت چاہتا ہی اور اُمت کے فائدے کے لئے اس مشقت کی برداشت کرنی جناب الٰہی میں عرض معروض کرنے کی مشقتیں اٹھانے کے اور اُنکو عذاب سے چھڑانے کی دلیل ہی اور یہہ آیت واما بنعمة ربك فحدث اس بات کی دلیل ہی کہ اللہ تعالی کی نعمتوں کو جو اپنے اوپر اور اپنے والیسوں پر ہوں ظاہر کرنا کہہ سنانا سنت ہی لیکن اُس وقت کہ نیت خالص ہو جیسا پروردگار کے شکر کرنے کا زبان سے رواج دینے پر یا پیہہ پیروی اور لوگوں کو حاصل ہوئے پر ارادہ کرے اور جو کوئی اِن نعمتوں کے ظاہر کرنے سے اپنے جی میں شیخی اور خود پسندی کا خوف رکھتا ہو تو اُسکے حق میں چھپا رکھنا اور کسی سے نہ کہنا بہتر ہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ ہر روز اپنی شب بیداری کا احوال لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ میں نے آج رات اس قدر نماز پڑھی اور اس قدر قرآن مجید کی تلاوت کی بعضے ناسمجھوں نے اُن پر اعتراض کیا کہ یہہ ظاہر کرنا ریا کا طور ہی اُنھوں نے کہا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی واما بنعمة ربك فحدث اور میرے نزدیک کوئی نعمت اس نعمت کے برابر نہیں جو اللہ تعالی نے مجھے اپنی عبادت بندگی کی توفیق عنایت فرمائی ہیں کس واسطے اس نعمت کو ظاہر نکروں اور اُسکی شکر گذاری سے محروم رہوں سمجھ لیا چاہیے کہ اللہ تعالی نے اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزوں کی بہت تاکید فرمائی ہی ایک یتیم کے حق کی رعایت رکھنا دوسرے سائل کے حق کا لحاظ اور دھیان دھرنا اور تیسرے اللہ تعالی کی نعمتوں کا بیان کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تاکید کے موجب تینوں چیزوں میں نہایت کوشش کرتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اخلاق اور اطوار کے واقف کاروں کو خوب معلوم ہی حدیث صحیح میں آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ یتیم کا پالنے والا خواہ وہ یتیم اُسکا قرابت والا اُسکا ہو خواہ بیگانہ کہیں کا ہو قیامت کے دن بہشت میں میرے ساتھ ایسا ملا رہے گا جیسے یہہ دو انگلیاں میرے ہاتھ کی ملی ہوئی ہیں اور اپنی انگلیوں سے بتایا اور یہہ بھی حدیث شریف میں ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل بہت سخت ہی

کچھ اسکا علاج فرمائیے آپنے ارشاد کیا کہ یتیموں پر شفقت کیا کر اور اُنکے سر پر ہاتھ پھیرا کر تیرے دل کی سختی دور ہو جاویگی اور یہہ بھی حدیث شریف میں آیا ہی کہ جو کوئی پیار سے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اسکے واسطے جتنے اس یتیم کے سر پر بال ہونگے اُتنے ہر ہر بال کے حساب سے ایک ایک نیکی لکھی جاویگی اور زمان سلف کے بزرگوں نے کہا ہی کہ جب یتیم روتا ہی تو عرش ہلنے لگتا ہی پھر جو یتیم کو دلبری اور خاطرداری کے ساتھ رونے سے خاموش کرے تو گویا عرش کو ہلنے سے تھہرایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش اور داد و دہش مانگنے والوں پر یہاں تک تھی کہ کبھی لا یعنے نہیں آپ کی زبان مبارک سے نہیں نکلی چنانچہ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کبھی کوئی چیز کا سوال نہ کیا کہ آپ نے اُسکے جواب میں لا فرمایا ہو جیسا کہ فرزدق شاعر اس مضمون کو مبالغے کے طور پر اس شعر میں نظم کرکے کہا ہی مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ ○ لَوْلَا التَّشَهُّدُ کَانَتْ لَاؤُهٗ نَعَمُ ترجمہ نبولے لا کبھی ہرگز مگر اپنے تشہد میں نہ تشہد کرنا ہوتا تو وہ لا اُنکا نعم ہوتا اور صحیح ترمذی میں روایت کی ہی کہ ایک مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے ملک سے نوّے ہزار درم آئے آپنے اُنکو اپنی مسجد کی چٹائیوں پر ڈھیر کروا کے صبح کی نماز پڑھکے بانٹنے لگے پھر ظہر تک اُنمیں سے ایک درم بھی باقی نرہا اور اس بیچ میں جو مانگنے والا آیا اسکو دیا بانٹنے سے فارغ ہوئیکے بعد اتفاقاً ایک مانگنے والا وہاں آنکلا اُسسے آپنے فرمایا کہ اب تو میرے پاس کچھ باقی نرہا جو تجھے دوں پر تو بازار کو جا اور بیوپاریوں سے میرے نام پر جو کچھ چاہئے سو خرید کر اور میرے ذمے پر لکھوا دے جب کچھ میرے ہاتھ آویگا تب میں ادا کر دونگا اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے آپ کو مقدور سے زیادہ تکلیف فرمائی نہیں پھر کاہیکو اس قدر اپنے اوپر قرض کا بوجھ اٹھانے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ بات خوش نہ آئی اور آپکے چہرۂ مبارک پر خفگی کے اثر ظاہر ہوئے ایک انصار نے جو وہاں حاضر تھا عرض کیا کہ اَنْفِقْ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا ترجمہ دئے جا اور عرش کے مالک سے محتاج ہونے کا خوف مت کر یہہ سخن سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور آپکے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور فرمانے لگے کہ اسی طور سے مجھے حکم ہی اور مامور ہوں حاصل کلام یہہ جب کہ آنسرور انام علیہ الصلوۃ والسلام کی بخششیں اور انعام نہایت عام اور از بس تمام تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے

انکو میانہ روی سے مامور کیا اور بہت دے دینے اور زیادہ خرچ کرنے پر نہی کی آیت نازل ہوئی چنانچہ سورۂ
اسرا کی تفسیر میں مذکور ہی کہ ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لڑکے نے آکر گذارش کی
کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ما عرض کرتی تھی کہ میرے پاس کوئی کرتہ نہیں جو پہنوں ایک کرتہ مجھے عطا کیجیے
آپنے فرمایا کہ گھڑی بھر ٹھہر کر آئیو دونگا وہ لڑکا گیا اور پھر آکر عرض کرنے لگا کہ میری ما عرض کرتی ہی کہ یہی کرتہ
جو آپ پہنے بیٹھے ہیں مجھے عنایت فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسیدم دولتخانے کو تشریف فرما ہوئے
اور اُس کرتے کو اپنے بدن مبارک سے اُتار اور تہ کر اُس لڑکے کے پاس بھجوا دیا کہ لیجا اپنی ماکو دے اور آپ
ننگے بدن بیٹھے رہے اصحاب کہ آپکے آنے کے انتظار میں بیٹھے تھے بہ تنگ ہو کر اُٹھ کر چلے گئے حق تعالی نے یہہ
آیت نازل فرمائی ولا تبسطها كل البسط یعنے اس قدر اپنا ہاتھ کشادہ مت کر کہ برہنہ ہو کر گھر میں بیٹھ رہے اور
اپنے مخلص یاروں مصاحبوں سے جو ویسے فائدے حاصل کریکو تیری خدمت میں آتے ہیں صحبت چھوٹ جاوے اور صحیح
بخاری میں آیا ہی کہ ایک وقت کسی عورت نے ایک چادر اپنے ہاتھ سے سبکر اور درست کر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمتمیں گذرانی اور التجا کی کہ میری آرزو یہی ہی کہ اسے آپہی اوڑھیں کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے اسکی سلائی اور
کنارے بہت ستھرے لگائے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُس وقت چادر کی ضرورت تھی لیکر اوڑھے
اتنے میں ایک شخص آیا اور التماس کرنے لگا کہ یہہ چادر کیا خوب ہی اور اسکی کناری بہت خاصی خوش اسلوب
دل چسپ اور مرغوب ہی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہہ چادر مجھے عنایت کرو آپنے فرمایا بہت خوب دیتے ہیں
وہ چادر اُسے بخشی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس مبارک سے برخاست فرمائی تب اصحابوں نے اُس شخص کو
ملامت کی اور کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا کیوں کہ وہ چادر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکمال ضرورت اور رغبت سے اوڑھی تھی اور
تو جانتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہیں کرتے پھر تو نے کسواسطے سوال کیا اُسنے کہا کہ میں نے یہہ
چادر اسلیے دنیا میں اوڑھنے کے لئے نہیں مانگی بلکہ اپنے کفن کے واسطے مانگ لی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
مبارک دل کی مقبول اور محبوب ہوئی تھی اور بہت مطلوب اور مرغوب تھی اور اللہ تعالی کی نعمتوں کا بیان کہ جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جناب اقدس الٰہی سے دنیا اور آخرت میں برسات کی مانند برستی تھیں سو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے رات دن ظہور پاتی تھیں اور شکر گذاری کے مقام میں یکسر فرد فرد کے دفتران سبکا بیان فرمایا ہی



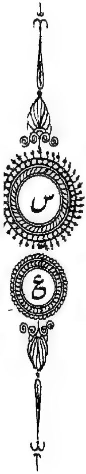
چنانچہ حدیث شریف کی کتابون کے واقفون پر ظاہر اور باہر ہی اور اس مبارک سورت کی ایک مجرب خاصیت
یہہ ہی کہ گم کئے ہوئے کے واسطے اس سورت کو سات مرتبے پڑھکر شہادت کی انگلی اپنے سر کے چوگرد پھرائے
پھر تمام ہوئے پر اصبحت فی امان اللہ فامسیت فی جوار اللہ امسیت فی امان اللہ واصبحت فی
جوار اللہ سات مرتبے پڑھکر دستک دیوے تو وہ گیا ہوا مال پھر ہاتھ آوےگا واللہ اعلم بالصواب

سورۃ الم نشرح

یہہ سورت مکی ہی اسمین آٹھ آیتین اور اٹھائیس[۲۸] کلمے اور ایک سو تیس[۱۳۰] حرف ہین اور اس سورت کا ربط
والضحی کی سورت سے پورا ہی وہ یہہ ہی کہ ان دونون سورتون مین اللہ تعالی کو اپنی نعمتون کی گنتی اپنے
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر منظور ہی اور دونون سورتون کی عبارت کا انداز اور طور بہت ملتا ہوا ہی
اسی واسطے بعضے اسلام کے فرقون مین سے یعنے رافضیون نے ان دونون سورتون کو ایک ہی سورت
گنا ہی اور دونون کو بدون بیچ مین بسم اللہ لانے کے نماز کی ایک رکعت مین ملاکر پڑھنا مقرر کیا ہی
لیکن اگر خوب تامل سے ان دونون سورتون مین غور کرین تو البتہ انکو معلوم ہووے کہ اس مین ایک
باریک بات ہی کہ اس سبب سے ان دونون کو ایک کہنا درست نہین ہی نہ لفظ مین نہ معنون مین سو نہ
لفظون کے اعتبار سے ایک کہنا اسواسطے نہین درست ہی کہ والضحی کی سورت مین استفہام غائب کے
صیغے سے ہی جیسے الم یجدک یتیما فاوی آخر تک اور اس سورت مین متکلم کے صیغے سے ہی نہ
اندر یہہ بڑا فرق ہی کہ اسکے سبب سے دونون کا ایک ہونا درست نہین ہی کیونکہ یہہ بات جدائی پر
دلالت کرتی ہی اور اگر انسیات کی نظر کرنے سے کہ ان دونو سورتون مین شمار نعمتون کا پیغمبر پر منظور ہی
تو دونون ایک ہوئین بیچ مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا لانا نچاہئے تو یہہ بات غلط ہی کیونکہ ایسی مناسبت
بہت سورتون مین پائی جاتی ہین بلکہ اگر سچ پوچھو تو تمام قرآن شریف ایک ہی کلام ہی تو اس
صورت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نکال ڈالنا اکثر سورتون سے بلکہ تمام قرآن مجید سے لازم آتا ہی
اور یہہ بات غلط ہی اور معنون کے اعتبار سے بھی ان دونون سورتون کو ایک کہنا درست نہین ہی

اسواسطے کہ جو جو نعمتین کہ حق تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرمائی ہین دو قسم کی ہین ایک قسم کی وہ نعمتین ہین جو ظاہر آپ مین پائی جاتی تھین اور سب عام اور خاص انکو جانتے تھے اور دیکھتے تھے اور دوسری قسم کی نعمتین ایسی تھین کہ عوام کی نظر سے بلکہ خواص کی نظر سے بھی پوشیدہ تھین سو ان دونون قسمون کی نعمتون کو علحدہ علیحدہ بیان کرنا ضرور تھا اسیواسطے حق تعالیٰ نے اول قسم کو والضحیٰ مین اور دوسری قسم کو اس سورت مین بیان فرمایا تاکہ کسی طرح کا اشتباہ مین شبہ اور دھوکھا باقی نرہے اور یہہ بھی ہی کہ وے نعمتین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص تھین انکی دو قسمین تھین پہلی وہ قسم جو آپکے ظاہر سے تعلق رکھتی تھی اور دوسری قسم وہ جو آپ کے باطن سے علاقہ رکھتی تھی سو سورۂ والضحیٰ مین پہلی قسم کا بیان منظور ہوا اور اس سورت مین دوسری قسم کا تو گویا ایک سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات ظاہری کے بیان مین ہی اور دوسری سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات باطنی کے شمار مین آئی اور ظاہر اور باطن مین جو فرق ہی سو اظہر من الشمس ہی آور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب بعضے مفسرون نے ایسا بیان کیا ہی کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درگاہ الٰہی مین عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تونے حضرت ابراہیم کو خلت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰ کو کلیمی کی خلعت سے نوازا اور حضرت داود کو لوہا اور پہاڑ انکے تابعدار کرکے ممتاز کیا اور حضرت سلیمان کو جنون اور آدمیون کی سلطنت دیکر اور آگ اور ہوا کو انکا فرمان بردار کرکے سرفراز کیا میرے واسطے کونسی چیز خاص کی تو نے اس سوال کے جواب مین حق تعالیٰ نے یہہ سورت نازل کی آور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ سوال معراج کے ہونے سے پہلے ہوا ہوا اسواسطے کہ بعد معراج کے ایسی نعمتین مخصوص جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئین کہ کسی نبی کو انبیا دن سے عشر عشیر اسکا حاصل ہوا تھا آور سورۂ الم نشرح کی نکتون سے ایک یہہ بھی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے یہہ مرتبہ یعنے شرح صدر کا بدون طلب کئے عنایت فرمایا اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجود طلب کرنے کے جناب الٰہی سے کہ رب اشرح لی صدری تو بھی یہہ مرتبہ حاصل ہوا بموجب

ہدہی مصرع کے ہے بن مانگے موتی ملین مانگے ملے نہ بھیک چنانچہ اُس غصے سے جو اُن سے اور اُن کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے واقع ہوا تھا یعنے داڑھی کا کھینچنا بڑے بھائی کی یہہ بات ظاہر ہی اور اپنے مقام پر مفصل بیان ہوگا تاکہ اسباب کی طرف اشارہ ہو کہ جو کام حق تعالیٰ کی عنایت سے بے چاہے اور بے درخواست آدمی کے ہوتا ہی اُسکا مرتبہ بڑا ہوتا ہی اُس کام سے جو آدمی کے طلب کرنے سے ہوتا ہی آور اِس سورت کا نام سورہ الم نشرح اسواسطے رکھا ہی کہ اِس سورت کا مضمون کمال محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل اور جڑ پر قرار واقعی دلالت کرتا ہی اس واسطے کہ اس کمال کی حقیقت یہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدر معنوی جسکی تفصیل آگے آتی ہی کشادہ اور وسیع ہو کے تجلیات الٰہی کی روشنیوں سے پر ہو جاوے یوہی مضمون اس سورت مین بیان ہی آور اس سورت کی خاصیتوں سے ایک یہہ بھی ہی کہ جو شخص اس سورت کو سونے کے وقت ستّرہ ۱۷ مرتبہ پڑھ کے اپنی چھاتی پر پھونک لے تو اُسکو وسوسے اور خطرے شیطانی کبھی حیران اور پریشان نکرین اور معاملے کی تدبیرون مین خطا اور بھول چوک نہونے پاوے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَمْ نَشْرَحْ کیا نہین کھول دیا ہمنے لَکَ صَدْرَكَ تیری بہتری کے واسطے سینہ تیرا تاکہ وحی کا بوجھ سنبھالے اور حق تعالیٰ کے بھیدون کا وہ سینہ گنجینہ ہووے اور دعوت کا یعنے امت کو اسلام کی طرف بلانے کا اور احکام الٰہی کے پہنچانے کا غم اور امت اور دین کا غم اور دنیا اور آخرت کا غم سب اُسمین سما جاوے یعنے تحمل اور بردباری حاصل ہووے اور میل اور کدورت اور دشمنی اور بدخواہی اور سب بُری خصلتین اس سے نکل جاوین اور روشنی علم اور ایمان اور حکمت کی اُسمین بھر جاوے آور لک کی لفظ کو اس واسطے لائے ہین کہ تیرے سینے کو کشادہ کرنا تیرے ہی نفع کے واسطے ہی تاکہ بڑا کمال حاصل کرے تو اور اگر یہہ لفظ لک کی نہوتی تو یہ معنے بوجھے نجاتے آور صدر عرب کی زبان مین سینے کو کہتے ہین آور طریقت والون کی اصطلاح مین ایسا مقرر ہی کہ قلب کے دو دروازے ہین ایک دروازہ نفس کی طرف ہی

اُسی کا نام صدر ہی اور دوسرا دروازہ روح کی طرف ہی وہ بہت کشادہ اور وسیع ہی صدر کی
نسبت سے اور صدر اُسکی نسبت سے بہت تنگ واقع ہوا ہی پھر جب صدر کو کشادہ کیا تو ظاہر ہی کہ وہ
دوسرا دروازہ اُس سے زیادہ کشادہ ہو جاویگا اسیواسطے اس جگہہ صدر کی لفظ کو لائے اور قلب کو
مذکور نہ کیا اس واسطے کہ صدر بجائے قلعے کی ہی قلب کے واسطے اور اکثر دنیا کی فکرون کی اور اُسکے ظاہری اسباب کی
حرص اور خواہشون کے سبب سے شیطان قلب پر اسی صدر کی طرف سے دعوم مچاتا ہی اور تنگ کرتا ہی
اور اسکی تنگی سے قلب بھی تنگ ہو جاتا ہی اور عبادت کی لذت اور ایمان کا مزا دلکی تنگی کے سبب سے
کم ہو جاتا ہی اور قلب کی یہہ طرف یعنے صدر کی کشادہ ہو گئی تو عبادت کا ادا ہونا بخوبی دل کی خوشی سے
میسر ہوا اور مطلب حاصل ہوا اس جگہہ پر جاننا چاہئے کہ شرح صدر عبارت ہی حوصلے کی فراخی سے اور حوصلے کی فراخی ہر شخص کی
اسکی استعداد کے قدر اور اُسکے کمال اور مرتبے کے انداز سے قدر رکھتی ہی اور ہر مرتبے کے حوصلے کی فراخی
اور ہر کمال کی جب تک کہ اُس مرتبے اور اُس کمال کو نہ پہنچے ہرگز دریافت نہین کر سکتا یہی سبب
ہی کہ اکثر عوام الناس چاہتے ہین کہ بادشاہون کے حوصلے کی فراخی کو پہنچین اور اسکو دریافت کرین بات
چیت سے لیکن ہرگز دریافت نہین کر سکتے اسیواسطے کہا ہی لا یعرف الولی الا الولی ؛ ولا یعرف النبی الا
النبی یعنے ولی کو ولی پہچانتا ہی اور نبی کو نبی اور اسی مضمون کی ایک مثل بھی فارسی بولی مین مشہور ہی یعنے
ولی را ولی می شناسد علی الخصوص شرح صدر مصطفوی کو کسی بشر کو ممکن نہین ہی کہ قرار واقعی اُسکو دریافت
کرسکے اسواسطے کہ آپکے کمال کا مرتبہ کہ نبوت کا خاتمہ ہی کسی کو حاصل نہین ہی تو آپکے مرتبے کی پہچان بھی
کسی کو حاصل نہو گی ولنعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات کہی ہی کسی شاعر نے یا صاحب الجمال ویا سید
البشر ؛ من وجہک المنیر لقد نوّر القمر ؛ لا یمکن الثناء کما کان حقہ ؛ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
یعنے ای صاحب جمال کے اور ای سردار آدمیون کے تیرے چہرے روشن سے تحقیق روشن ہوا ہی چاند نہین
ممکن ہی تعریف کرنا جیسا کہ لایق ہی اُسکے بعد خدا کے بزرگ تو ہی ہی قصہ کوتاہ لیکن وہ شرح صدر یعنے حوصلے کی
فراخی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ظاہر اور باطن مین حاصل ہوئی ہی تمثیل کے طور پر تھوڑا سا مجمل
یعنے گول گول بیان کرنا ضرور ہی سو شرح صدر معنوی یعنے حوصلے کی باطنی فراخی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسطرح

ف شرح صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

سمجھا چاہیے

سمجھا چاہئے کہ آپ کے سینے مین ایک بڑا میدان لق اور دق واقع ہی اور اُس میدان مین ایک بڑی عمارت عظیم الشان
بنی ہی اور اس عمارت مین بارہ مجلسین ہین کہ بعضی اُن مین دنیا سے تعلق رکھتی ہین اور بعضی آخرت سے اور بعضی دین
اور دنیا سے اوپر سو ایک مجلس مین یہہ خیال کیا چاہئے کہ ایک بڑا بادشاہ عظیم القدر اُسمین بیٹھا ہی اور سب
روے زمین کے بادشاہ اُسکے حضور مین حاضر ہین اور سلطنت کے دستور اور ملک گیری کے آئین پوچھتے
ہین اور توقیعات کسریٰ اور تزک تیموری اور کلمات طیبات عالمگیری اور واقعات بابری اور آئین اکبری
ان سب کتابون کے مضمون کو جانچتے ہین کہ یے آئین اور قاعدے جو اِن کتابون مین لکھے ہین ٹھیک ہین
یا نہین اور ملکون کے انتظام کی تدبیرین اور صلح اور لڑائی کی گھاتین ہر ہر اقلیمون اور ہر ہر شہرون کی اس
بادشاہ عالیجاہ سے پوچھتے ہین اور سیکھتے ہین اور دوسری مجلس مین ایک بڑا حکیم حاذق بیٹھا ہوا
تدبیرین خانگی اور اخلاق کا سنوارنا اور آداب کا درست کرنا موافق قاعدے کے جیسا کہ چاہئے بیان فرما
رہا ہی اور بڑے بڑے زمانے کے حکیم اور جہان کے دانائے قاعدے اس سے سیکھ رہے ہین اور جو قاعدے
کہ وہ ارشاد فرماتا ہی ارسطو اور نصیر طوسی اور ابن مسکویہ اور ابن سینا اور سوائے اُنکے جو بڑے بڑے
دانا ہین بہت سے علم اس سے نکالتے ہین اور اپنے فنون مین برتتے ہین اور تیسری مجلس مین ایک قاضی
عدالت کی مسند پر بیٹھا ہوا جھگڑے اور قصے لوگون کے چکا رہا ہی اور دونون جھگڑنے والون کو
راضی کر رہا ہی اور تمام جہان کے قاضی اسکے حکمون اور فیصل نامون کو دستور العمل جان کر بڑی
احتیاط سے لکھہ رہے ہین اور چوتھی مجلس مین ایک مفتی علامہ دہر فتوی کی مسند پر بیٹھا ہی اور ایک
فنون کا دریا اسکی زبان سے جوش مار رہا ہی اور ہر ایک نئے معاملے کا حکم موافق اصول کے قاعدون کے
کتاب اور سنت سے نکال کر بیان کر رہا ہی اور روایتون کے لکھنے والے اور فرائض کے کھینچنے والے
جہان کے اسکے گرد بیٹھے ہوئے ہر ہر لفظ کو اسکی نقل کر کے اپنی اپنی حاجتون کے وقت اسپر عمل کرتے
ہین اور پانچوین مجلس مین ایک محتسب حکومت پر بیٹھا ہی اور جلاد اسکے سامنے کھڑے ہین اور
گنہ گارون کو اور فاسقون کو اسکے سامنے لاکر ہر ایک کو موافق اسکے گناہ کے سزا دیتے ہین کسی پر
حد جاری ہی اور کسی پر تعذیر اور کوئی قید خانہ مین اور کسی کو فقط چشم نمائی ہو رہی اور احتساب

قاعدے یعنے کوتوالی کے حکم اور حدون اور تعزیرون کی اقامت اور بدعتیون کی تنبیہ اسکام کے لوگ اُس سے سیکھ رہے ہین اور وہ برائیون کے بند کرنے کے گھاتون مین اور شہوت اور غصب اور ظلم کے رستون سے روک دینے کی باتون مین خوب کوشش کر رہا ہی اور چھٹی مجلس مین ایک قاری خوش خوان اور خوش الحان ساتون قرأتمین وجوہ اور روایات سے یاد کئے ہوئے رب کے سامنے پڑھ رہا ہی اور جہان کے قاری وہان حاضر ہین اور ہر وجہ اور ہر روایت کی تحقیق اس سے کر رہے ہین اور وہ کسی سے ادغام کا قاعدہ ارشاد فرما رہا ہی اور کسی سے ہمزہ کی تخفیف کی بحث اور کسی سے بر طون کا قاعدہ اور کسی سے اظہار اور اخفا اور اسیطرح سے ہر ایک کی تعلیم ہو رہی ہی اور ساتوین مجلس مین ایک عابد ورد اور وظائف اور نوافل مین ایسا مشغول ہی کہ دنیا اور ما فیہا سے کچھ خبر نہین رکھتا اور صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک تلاوت قرآن مجید مین اور اذکار امام نووی اور حصن حصین جزری اور حزب اعظم ملا علی قاری اور اوراد شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مطالعے مین مشغول ہی اور انوار و اذکار کی کثرت سے فرشتے آسمان اور زمین کے اسکی مجلس سے انست حاصل کرکے گروہ کے گروہ گرداگرد اسکے آتے ہین اور اسکو انکی حضوری مین نہایت انس اور بڑی لذت حاصل ہوتی ہی کہ دنیا اور ما فیہا کو فراموش کر دیا ہی اور اس کام کے تلاشی لوگ وہان حاضر ہوکے اس سے اس بحث مین پوچھ پاچھ کرتے ہین اور وہ کسی کو دن اور رات مین نفلون کے اور اذکار کی کیفیت تعلیم کر رہا ہی اور کسی کو کپڑا پہنے اور پانی پینے کی اور کھانا کھانے کی اور نئے چاند دیکھنے کی اور سوا اسکے دعائین بتا رہا ہی اور سب لوگ اسکی ہدایت کے سبب سے ذکر اور ورد سے اپنے اپنے عمر کے وقتون کو معمور رکھتے ہین اور آٹھوین مجلس مین ایک عارف کامل سب ذات اور صفات اور افعال الٰہی کے اسرار جو سب جہان مین پھیل رہے ہین اور انکے سوا دوسرے علوم بے نہایت اپنی زبان سے اسطرح بیان کر رہا ہی کہ گویا موتی جھڑ رہے ہین اور اس علم کے شوقین لوگ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے مضمون اور عبارت کو اسکے زبانی لکھ رہے ہین اور اسکی لذتین حاصل کر رہے ہین اور نوین مجلس مین ایک واعظ منبر پر بیٹھا ہوا کلمات وعظ اور نصیحت کے نہایت توضیح اور تشریح سے بیان کر رہا ہی اور ایک مجلس عام جمع ہی اور اسکے کلمات پند آمیز کی تاثیر سے دل جنبش مین اور روحین حرکت مین ہین کسی کو بڑے ثواب کی رغبت دلا کر

راہ پر لاتا ہی اور کسی کو برے عذاب دردناک سے خوف دلاکر توبہ کراتا ہی اور قبر کے احوال اور حشر نشر کی تکلیفین اور حساب اور میزان کی کیفیتین اور پل صراط پر چلنے کی مشقتین اور دوزخ کے طرح طرح کے رنج اور عذاب اور بہشت کے بڑے بڑے مرتبے ثواب اور وہ عمل جو ایسے مقام پر نفع کرین یا نقصان پہنچاوین ان سب کا احوال خوب شرح اور بسط سے بیان کر کے خاطر نشان کر رہا ہی تاکہ کسی طرح کا شبہ اُنکے دلون مین باقی نرہے سو اسکی مجلس مین کافر زنار بینے حنیہ کو توڑتے ہین اور گنہ کار فاسق فاجر توبہ کرتے ہین اور سخت دل نرم ہو جاتے ہین اور حق ناشناس حق شناس ہو جاتے ہین اور دسوین مجلس مین ایک رسول اولوالعزم بیٹھا ہوا امت کو راہ پر لانے اور سمجھانے کے واسطے ہزارون تدبیرون اور حیلے سوچ رہا اور کر رہا ہی اور جن لوگون کو اس کام کی تدبیر کے واسطے اپنا رفیق کر رکھا ہی اُنہین سے ہر ایک کو اُنکے حوصلے کے موافق احکام الٰہی کے پہنچانے کے واسطے اور لوگون کو اسلام کی طرف بلانے کے واسطے چارون طرف بھیج رہا ہی اور ہر قوم کا معاملہ اپنے رسول سنکر اس معاملے کے بند و بست کے واسطے تدبیرین کارگر اپنے عقل اور فکر سے خوب سوچ کر اُن رسولون کو تعلیم کر رہا ہی اور گیارہوین مجلس مین ایک مرشد کامل طریقہ والا بیٹھا ہی اور ہزارون مرید خدا کے طالب اسکی خدمت مین حاضر ہین اور اپنی اپنی مشکلین اس سے حل کر رہے ہین اور وہ ہر ایک کے استعداد اور حوصلے کے موافق بیگانگی کے پردے کے دور کرنے مین کوشش کر رہا ہی اور مطلب کے پہنچنے کی راہ کا پتا بتلا رہا ہی اور ہر ایک احوالون اور مقامون اور مرتبون اور منصوبون کی راہ نمائی کر رہا ہی اور مریدون اور فائدہ لینے والون کے باطنون مین طرح طرح کی تاثیرین اپنی توجہ باطنی سے پہنچا رہا ہی اور ہدایت اور نفس کی پاکی کے کارخانے کو رونق دے رہا ہی بارھوین مجلس مین ایک محبوب ہے چاند کا سا ٹکڑا ملکہ کعبے کی مانند بیٹھا ہوا ہی کہ اللہ تعالیٰ کے جمال کی تجلی نے اُس گلبدن کے بدن کو اپنا گھر پاک ٹھہرایا ہی اور طور کی طرح کی ایک شکل ہی کہ حسن ازلی کے انوارون نے اُسکو روشن کر کے خدا کی محبوبیت کی شان اُسمین جلوہ گر کر رکھی ہی اور اپنی محبت کی کشش سے لوگون کے دلون کو شکار کر رہا ہی اور لاکھون اس ازلی حسن کے عاشق تیری میری دوسرے نعیم اُمید کسی منفعت کے اور بدون خواہش کسی کمال کے حاصل کرنے کے فقط دیدار کے بھوکے دیوانے کی طرح دوڑے چلے آتے ہین اور اپنی اپنی پیشانیان اُسکے فیض کے آستانے پر گھستے ہین اور اُسکے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق رہتے

اور یہہ مرتبہ اُن مرتبون سے ہی کہ کسی نبی کو حاصل نہین ہوا مگر اُسی محبوب و مقبول کے طفیل سے اور
اُسکے اُمت کے بعضے اولیاؤن کو تھوڑا حصہ اس محبوبیت الٰہی سے نصیب ہوا ہی اُسی سبب سے وہ لوگ جو اس مرتبے سے
بہرہ مند ہوئے ہین تو سب دلون کے محبوب اور خلایق کا مرجع ہو گئے ہین اور تمام مخلوقات کا جھکاو اُنکی طرف
ہوا ہی جیسے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور سلطان المشایخ حضرت نظام الدین اولیا قدس
اللہ تعالی سرہما اور اگر کسی کو اِن بارہ مجلسون مین یا اِن مجلسون کے مضمونون مین کسی طرح کا شک یا شبہ
خاطر مین آوے تو اُسکو چاہئے کہ ان معاملون مین جو اِن بارہ مجلسون مین بیان ہوئے ہین تامل کرے اور خوب
غور کرکے دیکھے کہ اِن سب کامون کی اصل کہان سے ہی تو بے شک اُسکو یقین ہو جاویگا کہ یہہ سب کارخانہ ایک
جھلک ہی کمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارون سے جیسے درخت کی جڑ کی تازگی سے شاخ شاخ
اور پتا پتا ہرا رہتا ہی اور جیسے دریا سے نہرین نکلکے چارون طرف جاری ہوتی ہین اسیطرح سے
حقیقت مین سینہ بے کینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض یا خزانے کی مانند تمام کمالات ظاہری اور
باطنی سے بھرا تھا اور ہر ملت اور مذہب اور طریقے مین دن اور رات وہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
کے فوارے کی مانند اُسی خزانے سے جوش مار رہا ہی اور اُن گروہون کو اپنے ہمجنسون سے ممتاز کر دیا ہی چنانچہ تاریخ
جاننے والون پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مطالعہ کیا کرتے ہین یہہ بات چھپی ہوئی نہین ہی اور یہہ حکمت کا
قاعدہ ہی کہ ہمیشہ ایک طرح پر کامون کا ہونا بغیر حاصل ہونے اُن کامون کے ملکے کے نہین ہوتا اور
وہ کام کمال کے مرتبے مین جس قدر منتظم ہونگے اُسی قدر اس ملکے کے کمال پر دلالت کرینگے اور ظاہری شرح صدر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر بیان کرنے ایک مقدمے کے سمجھنا بہت مشکل ہی سو وہ مقدمہ یہہ
ہی کہ غیب کے عالم کی نسبت ظاہر کے عالم سے ایسی ہی جیسے اصل کی نسبت فرع سے ہوتی ہی اور جیسے آدمی کی
نسبت اُسکے سایے سے سو جو چیز کہ عالم ظاہری مین پائی جاتی ہی اگر عالم غیب مین اُسکی کچھ اصل ہی تو
بہتر ہی اور جو نہین ہی تو جیسے دھوکھا کہ ایک دم مین مٹ جاتا ہی اور جیسے جھوٹھا خیال کہ کچھ اصل نہین رکھتا
اسیطرح سے جو چیز کہ عالم غیب مین پائی جاتی ہی اگر اُسکی کوئی مثال یا کوئی صورت ظاہر کے عالم مین نہین ہی تو
اُسکی مثال ایسی ہی جیسے بے پھل کا درخت اور مدلول بے دلیل اور بے نشان اسیواسطے کہا ہی کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری شرح صدر کا بیان

جو کچھ عالم ارواح اور عالم غیب مین ہی وہ مصدر اور جڑ ہی اور جو کچھ عالم اجسام اور عالم ظاہری مین ہی وہ مظہر اور شاخ اسکی ہی تب جب یہہ مقدمہ جانا گیا تو اب جاننا چاہیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی شرح صدر عالم غیب مین ثابت ہوا تو عالم ظاہر مین یہہ معاملہ چار مرتبہ ظہور رہا پہلے مرتبے مین اسوقت ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ماں کے پیٹ مین تھے کہ آپکے باپنے وفات پائی پھر جب آپ پیدا ہوئے تو آپکی ماںنے چاہا کہ پرورش کے واسطے کسی دائی کو سپرد کرین اس واسطے کہ عادت عرب کی اس طور کی تھی کہ اپنے لڑکونکو پرورش کے واسطے باہر کے دائیونکو دے دیتے تھے اور وہ دائیان اپنے اپنے گھرونمین لیجاکر پرورش کرکے دو چار برس کے بعد پہنچا دیتی تھین اتفاقاً اُن دنونمین بھی کتنی عورتین دودھ والیان بنی سعد کے قبیلے کی کہ طائف کے گرد و نواح مین رہتے تھے بچون کے لینے کے واسطے مکہ معظمہ مین آئی تھین اور مالدارون کے بچون کو لے کر اپنے اپنے گھرون کو روانہ ہوئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیمی کے سبب سے کسینے قبول نکیا ایک عورت جسکا نام بی بی حلیمہ تھا انہی عورتون کے ساتھ آئین تھین اور بہت مفلس تھین اس سبب سے کسینے اپنا بچہ پرورش کرنے کو انکو ندیا تھا وہ بیچاری نہایت حیران اور پریشان تھین کہ بغیر کوئی بچہ لئے خالی ہاتھ لوٹ جانا بڑی خفت اور شرمندگی ہی لاچار ہوکر یہی دل مین ٹھہرائی کہ اس لڑکے یتیم کو اگرچہ کچھ نفع اُنکے پرورش کرنے مین نہین ہی لیکر چلئے یہہ سوچ کر آنحضرت صلی اللہ کو لے کر روانہ ہوئین اور اُنکی سواری کا ایک گدھا نہایت دُبلا تھا کہ چل نسکتا تھا جوہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گود مین لے کر اسپر سوار ہوئین وہین وہ گدھا اس قدر قوی اور تیز رو ہوگیا کہ سب گدھون سے آگے نکل گیا باوجود اسکے کہ وہ سب آگے سے چلین تھین تمام قافلہ والون کو اس بات کے دیکھنے سے نہایت تعجب ہوا جب بی بی حلیمہ اپنے گھر مین پہنچین اپنی بکریون کو کہ دبلی بے دودھ کے چھوڑ آئی تھین سبکو موٹا تازہ دودھار پایا ان سب باتون کے دیکھنے سے اُنکو یقین ہوا کہ یے سب اس بچے کے قدمون کی برکت سے ہی تو نہایت شفقت اور پیار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پرورش کرنے لگین یہان تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے گھر مین چار سال کے ہوئے ایک دن بی بی حلیمہ کے بیٹون کے ساتھ بکریان چرانے کو تشریف لے گئے تھے اور وہ دو لڑکے آپکو جنگل مین بکریون کے پاس چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس کھانا لینے کو گئے تھے اور آپ اکیلے بکریونکے پاس کھڑے تھے کہ یکایک دو گدھ کی شکل کے جانور نمودار ہوئے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ یہہ

موقع شق صدر آنحضرت صلعم کا بیان

وہی شخص ہی دوسرے نے کہا ہاں یہہ وہی شخص ہی پھر دونون آپ کی طرف متوجہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
اُنسے خوف معلوم ہوا تو وہان سے آپ بھاگے آخر اُن جانورون نے آپ کو آکے لیا اور دونو بازو آپکے
پکڑکر زمین پر چت لٹا دیا اور اپنی چونچہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور سینے کے اندر سے
دلکو بھی نکال کر چاک اور اس دل کے اندر سے ایک پھٹکی جمی ہوئی سیاہ خون کی نکال کر پھینک دی اور کہا
یہہ خون جما ہوا مردار شیطان کا حصہ ہوتا ہی ہر آدمی مین اسیواسطے اُنکے دل سے نکال ڈالا کہ کبھی شیطان کے وسوسے
انکا دل قبول نکرے بعد اسکے ایک نے دوسرے سے کہا وہ برف کا پانی لایا پھر اس سے آپکے سینے کو دھویا
پھر اولے کا پانی منگوا کے اس سے دلکو دھویا اُسکے بعد سکینہ منگوایا اور سکینہ ایک چیز تھی ذرور کی طرح
اور ذرور کہتے ہین چھڑکنے والی چیز کو اُسکو آپکے قلب مبارک پر چھڑکا پھر ایک دوسرے سے کہا کہ اب اسکو
سی دے پھر اسکو سی دیا اور نبوت کی مُہر کر دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کو بھی سیکر
برابر کر دیا چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے کہتے ہین کہ
مین نے اس سینے کا نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے مبارک پر دیکھا تھا القصہ بی بی حلیمہ کے
لڑکے کہ کھانا لینے گئے تھے آپہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہہ حال دیکھکر بہت گھبرائے اور اسیوقت
اپنی ماں سے جاکر کہا اُنہے بھی یہہ حال سنکر نہایت گھبرائین اور اپنے خاوند کو لیکر اسیوقت آپکے پاس اُس
جنگل مین پہنچین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بھونچک سے کھڑے ہین اور رنگ مبارک آپ کا زرد
ہورہا ہی بی بی حلیمہ نے آپکو نہایت شفقت سے اپنے گود مین لے کر تسلی اور دلاسا دیا اور احوال پوچھا
کہ کیا گذرا آپنے اپنی زبان مبارک سے جو کچھہ کہ گذرا تھا سب بیان فرمایا بی بی حلیمہ نے اس روز سے آپ کی
نگہبانی بہت کرنا شروع کی اور آپ کو اکیلا گھر سے باہر نکلنے دیتی تھین یہان تک کہ اُنکے خاوند نے اُن سے
کہا کہ یہہ لڑکا کچھہ عجیب و غریب ہی ایسے ایسے معاملے اُسکے ساتھہ ہوتے ہین کہ ہماری عقل مین نہین آتے
ایسا نہو کہ اسکو کسی طرح کی اذیت یہان پہنچے بہتر یہہ ہی کہ انکو انکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچا دین
چنانچہ آپ کو اسی عمر مین آپکے پاس پہنچا دیا اور اسوقت کے شرح صدر سے حق تعالی کو منظور یہہ تھا کہ لڑکون کے
دلو مین جو رغبت کھیل کود کی اور دوسرے نالایق کامون کی ہوتی ہی وہ آپکے دل سے نکل جاوے چنانچہ

ایسا ہی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن اور طفولیت کی حالت مین بھی کھیل کود کی طرف رغبت اور خواہش نتھی جس طرح اس عمر مین دوسرے لڑکون کو ہوتی ہی اور آپ کا اُٹھنا بیٹھنا ایک اندازے سے تمکین اور وقار کے ساتھ تھا دوسرے مرتبے کا بیان یہہ ہی کہ ابن حبان اور حاکم اور ابونعیم اور ابن عساکر اور ضیاء مقدسی اور عبداللہ بن احمد نے مسند کی زوائد مین صحیح سند سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دس برس کے ہوئے تو ایک جنگل مین تھے وہان دو آدمیون کو دیکھا اور آپ فرماتے ہین کہ مین نے تمام عمر ایسے نورانی چہرے کے آدمی نہین دیکھے اور ایسی خوشبو اُنمین آتی تھی کہ مین نے کسی عطر مین نہین سونگھی ہی اور اُنکے کپڑے ایسے نفیس اور صاف اور براق تھے کہ پھر ویسا کپڑا دوسرا آج تک میری نظر مین نہین آیا اور وے دونون شخص جبریل اور میکائیل تھے اُن دونون نے میرے دونو بازو ایسے آہستگی سے پکڑے کہ مجھکو کچھ بھی معلوم نہوا اور مجھکو پیٹھ کی ہڈی پر چت لٹایا کہ کوئی جوڑ میرا بیکل نہوا اور دکھ نپایا پھر اُنھون نے میرا پیٹ چاک کیا اس طرح سے کہ کچھ دکھ درد نہوا اور خون بھی نہ نکلا اور ایک اُنمین سے سونے کے طشت مین پانی لاتا تھا اور دوسرا اندر سے پیٹ میرا دھوتا تھا پھر ایک نے دوسرے کو کہا کہ انکے دلکو چاک کرکے کینہ اور بدخواہی کو اس سے دور کردو اُسنے دلکو چیرکے ایک پھٹکی بندھے خون کی نکال کے پھینک دی پھر کہا شفقت اور مہربانی کو اُنکے دلمین ڈالدے سو ایک چیز چاندی کے رنگ کی طرح کی لاکر میرے دل مین ڈالدی اور ایک سوکھی دوا جیسے ذرور یعنے چھڑکنے کی چیز کی طرح کی لاکر اسپر چھڑکی پھر انگوٹھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پکڑکر کہا جاو ہمیشہ خوش رہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اُس وقت سے اپنے دل مین ہر چھوٹے بڑے پر شفقت اور مرحمت پاتا ہون اور اسوقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن بلوغ کے قریب پہنچے تھے اور جوانی کے لوازمات مین سے شہوت یعنے نفس کی خواہشون کی طرف جھکنا اور غصہ اور غضب کا جوش مارنا ہی سو اُن گناہون کے بچانے کے واسطے جو شہوت اور غضب سے تعلق رکھتے ہین اور اکثر اُنکا جوش اور خروش جوانی مین یا بعد اُسکے ہوتا ہی آپ کے سینۂ مبارک کا چاک کرنا دوسرے مرتبے ہوا تیسرے مرتبے کا بیان یہہ ہی کہ جب زمانہ بعثت کا قریب پہنچا اور

وقت وحی کے نازل ہونے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر نزدیک آیا تو پھر تیسرے مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو صاف کرنے اور قوت دینے کے واسطے چاک کیا اور اس قصے کو بیہقی نے اور ابونعیم نے دلائل میں اور ابوداود طیالسی نے اور حارث ابن ابی اسامہ نے اپنی مسندون میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی کہ ایک مرتبے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے کا اعتکاف نذر مانا تھا اور اپنے اوپر لازم کیا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپکے ساتھ اس اعتکاف میں شریک ہوئی تھیں اور اتفاق سے وہ مہینہ رمضان کا تھا اور دونون ایک غار میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے تھے ایک رات کو اسی رمضان کی راتون سے وقت کے دیکھنے اور ستارون کے پہچاننے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تھے کہ ناگاہ ایک آواز السلام علیک کی آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے جانا کہ یہہ آواز جنون کے جہت کی سی ہی یعنے کسی جن کا اس مکان مین گذر ہوا ہی یہہ سوچ کر مین دوڑا اور غار مین پہنچا اور حضرت خدیجہ کو اس حال سے خبردار کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہہ خوشخبری کی آواز ہی اس واسطے کہ السلام علیک کا لفظ امن اور انس کا نشان ہی اس آواز سے مت ڈرو پھر دوسرے مرتبے آپ باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہین کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک تخت پر جسکی چمک آفتاب کی سی ہی بیٹھے ہین اور ایک پر اپنا مشرق کو اور ایک مغرب کو پہنچایا ہی آپ فرماتے ہین کہ اس حالت کے دیکھنے سے مجھکو پھر ڈر معلوم ہوا اور چاہا کہ پھر مین غار مین گھسون لیکن جبریل علیہ السلام نے اتنی فرصت مجھکو نہ دی اور جہت غار کے دروازے پر آگئے یہان تک کہ انکے دیکھنے اور انکے کلام کے سننے سے میری وحشت جاتی رہی بلکہ انسیت حاصل ہوئی پھر جبریل علیہ السلام نے مجھسے وعدہ لیا کہ فلانے وقت اکیلے آنا آپ فرماتے ہین کہ مین اس وعدے کے وقت اکیلا آکر دیر تک انتظار مین کھڑا رہا جب بہت دیر ہوئی تو مین نے ارادہ کیا کہ اب گھر کو جاؤن ناگاہ کیا دیکھتا ہون کہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام دونو درمیان آسمان اور زمین کے بڑی عظمت اور شان سے آتے ہین بس آتے ہی مجھکو زمین پر لٹایا اور میرے سینے کو چاک کیا اور میرے دل کو نکال کے دونو نکلے

طشت مین زمزم کے پانی سے دھویا اور ایک چیز اُس سے نکال ڈالی کہ کچھ بھی مجھکو معلوم نہوا پھر دلکو اپنے
مکان پر رکھکر سینے کو درست کر دیا اور دونون فرشتون نے میرے ہاتھ پانون پکڑ کے اُلٹا کیا جسطرح سے کوئی برتن کو
اسکے اندر کی چیز گرانے کو اوندھا کرتے ہین پھر ایک مُہر میری پیٹھ پر کر دی یہان تک کہ اس مُہر کرنے کا صدمہ مین نے
اپنے دل پر پایا چوتھے مرتبے معراج کی رات کو اور اس مرتبے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے چاک
ہونے کا سبب یہہ تھا کہ آپ کا دل مبارک عالم ملکوت یعنے عالم ارواح کے سیر کی قوت حاصل کرے اور ان تجلیات کی
روشنی اور چمکتے ہوئے انوار کے دیکھنے کی طاقت پیدا کرے کہ جنکے دیکھنے سے دل مین دہشت آجاتی ہی اور قصہ
معراج کا معروف اور مشہور ہی اُسکے بیان کرنے کی اس جگہہ پر کچھ حاجت نہین ہی اور اس قصے مین ایمان اور
حکمت سے دل کو پر کرنا بھی مذکور ہی چنانچہ اپنے مقام پر گذر رہا ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ ظاہر مین چاک کرنا آپکے
سینۂ مبارک کا معنوی شرح صدر کا نمونہ ہی کہ دنیا مین کئی مرتبے ظہور مین آیا اور اسی طرح صدر ظاہری کے
مکرر ہونے کی وجہ بھی اس قصے کے بیان مین ذکر کی گئی چنانچہ پوشیدہ نہین ہی اور جو پہلی نعمت کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہی تھی کہ سینۂ مبارک کو اسقدر کشادہ کر دیا کہ بے انتہا کمالون کی گنجایش اُسمین
ہو سکے اسیواسطے اس سورت کے اول مین اسی نعمت کو استفہام انکاری کے طور پر یاد دلایا ہی کہ بموجب قول نفی النفی
اثبات کے یعنے نہین کی نہین سے مطلب ثابت ہوتا ہی تو یہہ نفی کا اثبات کو مفید ہوئی یعنے لم نشرح صیغہ نفی کا ہی
جب اسپر ہمزہ استفہام انکاری کا لائے تو پہلے نفی کی نفی ہو گئی یعنے کیا نہین کھولا ہم نے سینہ تیرا بلکہ بے شک
کھولا ہی اور یہی مطلب ہی اور اسکے بعد دو نعمتین اور بھی کہ اسی نعمت کے تاثیرات سے ہین تنبیہ کے واسطے لائے ہین
اُن دونون مین سے ایک یہہ ہی وَوَضَعنَا اور اتار لیا اور دور کیا ہم نے اس حوصلہ کی کشادگی کے
سبب سے عَنکَ وِزرَکَ تجھسے تیرا بوجھ اس واسطے کہ جو کچھ کہ آدمی کی روح مین استعداد ہوتی ہی سو
اپنی جبلت اور پیدایش کے موافق اُسکے حاصل کرنے کو رغبت کرتا ہی اور جب اسکے اور جو رغبند اسکا بوجھ
نہین اٹھا سکتے ہین تو وہ چیز اسپر بھاری ہو جاتی ہی جیسے کوئی بڑے قصد والا کہ سرداری اور بادشاہی لینے کے
واسطے موافق استعداد کے اسکی طبیعت خواہش کرتی ہی اور یہہ بات بغیر بہت مال خرچ کئے اور بغیر بہت فوج
جمع کئے اور بغیر بڑی بڑی محنتین بدنی کھینچے اور بڑے بڑے رنج روحانی اٹھانے کے حاصل نہین ہو سکتی لاچار اسکے

ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چوتھی مرتبہ شرح صدر کا بیان

دل پر بھاری پڑتی ہی پھر اگر حوصلے کی فراخی حاصل ہوئی تو ہر کمال کے حاصل کرنے مین جو مخالف چیزین اُسکے مزاحم ہونگی اور پیش آوینگی تو اُسکے سبب سے اسکا دل تنگ اور خفا نہو گا اور اُس بوجھ کا اثر جلدی اُسکے دل سے دور ہو جائیگا اور اُسکے دلکو نہایت سبکی اور آسانی حاصل ہوگی اَلَّذِیۡٓ اَنۡقَضَ ظَھۡرَكَ وہ بوجھ جسنے تیری کمر ٹیڑھی کر دی تھی اور ٹوٹنے کے قریب کر دی تھی پیٹھ تیری اس واسطے کہ تیری ہمت چاہتی تھی کہ ان سب کمالون کو حاصل کرے اور نفسانی تشویشات کے سبب سے تیرا دل تنگی کرتا تھا پھر جو ہمنے تیرے حوصلہ کو کشادہ کر دیا تو یہ سب تشویشین تجھپر آسان ہوگئین اور تفسیر کرنیوالے عالمون کی فکر اس وزر کے بیان مین ادھر اُدھر گئی ہی لیکن بات کی حقیقت کو نہین پہنچی چنانچہ بعضون نے کہا ہی کہ وہ مکہ معظمہ سے نکلنے کا غم تھا اور مدینے مین پہنچا دینے سے وہ غم جاتا رہا اور بعضون نے کہا ہی کہ وہ غم کافرون کی شرارت اور ستمگاری کا تھا اور حق تعالی کی تائید سے وہ غم جاتا رہا یعنے اسلام غالب ہوا اور بعضون نے کہا ہی کہ وہ غم دین حنیفی اور اُسکے حکمون کے نپانے کا تھا سو قرآن کے نازل کرنے سے اور شریعت کے حکمون کے بیان کرنے سے اس غم کو بالکل مٹا دیا اور بعضون نے کہا ہی کہ وہ غم امت کا تھا سو شفاعت کے مقام کے دینے سے اس غم کو کھو دیا اور بعضون نے کہا ہی کہ وہ رسالت کی باربرداری کا غم تھا سو وہ جان نثار یارون کے بہم پہنچا دینے سے نیست اور نابود کر دیا جیسے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذی النورین اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین بہر حال جو کچھ ان بزرگوارون نے ذکر کیا ہی ایک قطرہ ہی اُسی دریا سے اور ایک پرچہ ہی اُسی طومار سے اور دوسری نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدر کی یہہ ہی کہ وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ اور بلند کیا ہمنے تیرے واسطے ذکر تیرا یعنے جب اس مرتبون کے کمالون کی جمعیت تجھکو حاصل ہوئی کہ الوہیت کے مرتبے کا ظل اور سایہ ٹھہرا اور اس جمعیت کے ساتھ منفرد اور طاق ہوا تو اب تیرا ذکر حق تعالی کے ذکر کے ساتھ کرتے ہین جیسے کہتے ہین کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہی یا کہتے ہین کہ اللہ اور رسول کا ایسا حکم ہی کہ اسکی تابعداری واجب ہی اور ایسی ہزار ورباتین قیاس کر لیا چاہئے اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ میری ذکر کس طرح سے بلند کیا ہی

ف وزر کے معنون کے اختلاف کا بیان

حضرت

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تمھارے ذکر کو حق تعالی نے اپنے ذکر کے نزدیک کیا ہی اذان مین اور
تکبیر مین اور التحیات مین اور خطبہ مین اور کلمہ طیب مین اور کلمہ شہادت مین اور تابعداری کے کام مین جیسے کہ
اطیعوا الله واطیعوا الرسول اور گناہ کی حرمت مین جیسے ومن یعص الله ورسوله فان له نار جهنم خالدین
فیها ابدا اب جاننا چاہئے کہ جس جگہہ ذکر حق تعالی کا ہی اس جگہہ رسول کا بھی ذکر ہی مگر تین جاے پر پہلے اذان کے
آخر مین کہ فقط لا اله الا الله کہا جاتا ہی دوسرے چھینکنے کے بعد کہ فقط الحمد لله کہا جاتا ہی تیسرے ذبح کے
وقت کہ فقط بسم الله کہا جاتا ہی اور ان جگہہ پر رسول کا نام نہ لینے کی ایک وجہ ہی کہ اپنے مقام پر ذکر کی
جاویگی اور جب تینون نعمتون کو کہ اصلی اور فرعی تھین بیان فرمایا تو وہ خصوصیت کہ سارے انبیاؤن سے آنحضرت
صلی الله علیہ وسلم کو حاصل ہی ثابت ہوئی اب بیان فرماتے ہین کہ یے سب اس صبر کی برکت سے ہی کہ سختیون پر
کیا تم نے اور ہماری راہ مین رنج اٹھایا فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا پھر تحقیق ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہی کہ
درگاہ الہی سے عین اس سختی مین نصیب ہوتی ہی اور وہ آسانی اس سختی کے بوجھ اٹھانے کی طاقت دینا ہی
کہ اس سبب سے وہ سختی آسان ہو جاوے کہ اگر اس مصیبت گذر جانے کے بعد یا پہلے اسکے اس سختی کو یاد کرین تو
اسکے اٹھانے کی طاقت اپنے مین نپاوین سو کمالات کے حاصل کرنے مین اس قسم کی آسانیان آنحضرت
صلی الله علیہ وسلم کو شرح صدر اور فراخی حوصلے کے سبب سے عنایت ہوئین تھین تاکہ آپکے دل کو تنگی اور کدورت
حاصل نہو اور ہر کمال کے تحصیل کو باوجود پیش آنے مزاحم اور موانع طرح طرح کے انجام کو پہنچاوین اِنَّ مَعَ
الْعُسْرِ یُسْرًا تحقیق اس مشکل کے ساتھ آسانی دوسری بھی ہی اور وہ دوسری آسانی مرتبون اور
درجون کی بلندی ہی اس واسطے کہ مصیبت مین صبر کرنا اگر حق تعالی کی رضا کے واسطے ہی تو حق تعالی کی درگاہ مین
مرتبون اور درجونکی بلندی کا سبب ہی اور اگر بندون کے واسطے ہی تو اس بندے پر اپنی خدمت اور مشقت کا
حق ثابت کرنے کا سبب ہی کہ منصب اور مرتبے کی زیادتی دیکھکے وہ سختی اور مصیبت بالکل آسان
ہو جاتی ہی چنانچہ یہہ معاملہ دنیا دارون مین مجرب اور آزمودہ ہی کہ دنیا کے مرتبے اور جاہ کے واسطے
سر تک دینے مین بھی آہ نہین کرتے ہین اور اس تقریر پر وہ اعتراض جو اس مقام پر مشہور ہی وارد نہین
ہوتی ہی وہ یہہ ہی کہ مع کا عرب کی لغت مین ملنے اور ساتھ ہونے کے معنون مین ہی تو چاہئے کہ تنگی

اور فراخی کا زمانہ ایک ہی ہو اور یہہ ممکن نہین ہی اسواسطے کہ دو ضدون کا جمع ہونا ایک زمانے مین لازم
آتا ہی والضدان لایجتمعان اور دو ضدین آپسمین اکٹھے نہین ہوسکتین اُسکے جواب کی توضیح علماکے
قاعدون کے موافق یہہ ہی کہ دو ضدون کا جمع ہونا جدے جدے دو اعتبارون سے ہوسکتا ہی جیسے کہتے
ہین مسافر کو روزہ رکھنا اگرچہ مشقت ہی لیکن مسلمانون کی موافقت اور ہمراہی کے سببسے آسان ہو جاتا
ہی اور مصیبت والے کو اگرچہ دکھ ہی لیکن ثواب کا پانا اور اللہ تعالی کی خوشنودی کو پہنچنا آسانی ہی
اور افلاس اور تنگدستی اگرچہ فقیر کو دنیا کی مشقت کا سبب ہی لیکن آخرت کے حساب کتاب سے
نجات پانا اور چورون اور بٹمارون سے بے دہشت ہونا اور ظالم حاکمون کے تاوان لینے سے
بچنا کمال آسانی ہی تو ہوسکتا ہی کہ ایک چیز ایک ہی زمانے مین ایک اعتبار سے مصیبت ہو اور دوسرے
اعتبار سے آسانی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مع کا لفظ لغت مین اگرچہ مقارنت اور نزدیکی کے واسطے
ہی لیکن جو ایک چیز بعد ایک چیز کے جلدی حاصل ہوتی ہی تو اُس نزدیکی کو بھی ملنا بولتے ہین اور مع کے
لفظ کو وہان استعمال کرتے ہین اور یہہ مقام بھی اسی قسم کا ہی اسواسطے کہ دنیا کی سختی اگرچہ لمبی اور
دراز ہو لیکن جو آخرت دنیا سے بہت متصل ہی تو گویا جدائی نہین ہی اور دنیا سے ملی ہوئی ہی ❊
اور اِس آیت کے مکرر لانے کی دو وجہین ہین پہلی وجہ یہہ ہی کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہنستے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا
کہ خوش ہو حق تعالی نے دنیا کی ہر سختی کے بعد دو آسانی کا وعدہ فرمایا ہی ایک آسانی دُنیا مین اور ایک آخرت مین
چنانچہ بعضے ذی فنون نے اس بیت مین اِسی مضمون سے اشارہ کیا ہی ؎ اِذا اشتدّت بک البلویٰ ففکّر
فی الم نشرح ❊ فعسرٌ بین یسرین اذا فکرتہ فافرح یعنے جب ہجوم کرین تجھپر بلائین تو غور اور فکر کر الم نشرح کے
معنون مین اسواسطے کہ ایک سختی دو آسانیون مین واقع ہوئی ہی پھر جب اِس مضمون کو غور کریگا تو تو خوشیان
کرا در شادیان کہ میری بھی سختی رہنے والی نہین ہی اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ لن یغلب عسرٌ یسرین یعنے ایک
سختی دو آسانیون پر غلبہ نکرسکیگی اور اگر کسیکے دل مین یہہ شبہہ گذرے کہ جس طرح یُسر دو جلے پر مذکور ہی
اسیطرح عسر بھی دو جاے پر مذکور ہی پھر عُسر کی وحدت اور یُسر کا تعدد کہان سے بوجھا گیا اُسکا جواب یہہ ہی

کہ عربیت کے جاننے والے کہتے ہین کہ جب نکرے کو بعد نکرے یا معرفے کے لاتے ہین تو وہ جدائی کو چاہتا ہی اور دونون کے مضمون جدا ہوتے ہین اور جب معرفے کو بعد نکرے یا معرفے کے لاتے ہین تو وہ اتحاد کو چاہتا ہی اور دونون کا مضمون ایک ہوتا ہی چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول یعنے الرسول کی لفظ معرفہ ہی نکرے کے بعد یعنے رسولا کے بعد آئی ہی اور دونون لفظون سے مراد ایک ہی رسول ہی اسیطرح جاءنی رجل رجل فعال رجل مین بھی ظاہر ہی کہ نکرے کے بعد نکرہ آیا ہی اور دونون سے علحدہ علحدہ رجل مراد ہین تو یہان عسر کو دو مرتبے معرفہ لائے لیکن دونون ایک ہین اور یسر کو دونون جاے پر نکرہ لائے تو دو یسر بوجھے گئے اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ یہہ تکرار تاکید کے واسطے ہی اس واسطے کہ مصیبت مین امید آسانی کی منقطع ہو جاتی ہی تو اس مقام مین گمان اسبات کا تھا کہ مصیبت مین پھنسے ہوؤن کو شاید حاصل ہونا آسانی کا بعد اس سختی کے یقین نہو اس واسطے آسانی کی تاکید لانے کی احتیاج ہوئی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتون کے شمار اور یاد دہی سے فراغت ہوئے تو ان نعمتون کا شکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب فرماتے ہین کہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ پھر جب تو فارغ ہو ہر مرتبے اور ہر منصب کے حق کے ادا کرنے سے وے مرتبے اور منصب کہ تم کو دئیے ہین ہمنے جیسے نبوت اور رسالت اور ہدایت اور معرفت اور خلافت کبری اور قضا اور افتا اور احتساب اور تعبد اور ولایت اور سوائے اُنکے جو ہین پھر رنج کھینچ اور محنت کر اللہ تعالی کے یاد کرنے مین وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کر اور دل لگا اپنا پروردگار جسنے تجھکو کس طرح سے پرورش کیا اور ایسے کمال کو پہنچایا کہ کسی کو بنی آدم سے میسر نہوا اور سوائے اُسکے کسی کو اپنی نظر مین جگہہ مت دے اور بعضے مفسرون نے اسکے معنے یہہ کہے ہین کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھا اور بعضون نے کہا ہی کہ جب التحیات کے پڑھنے سے فارغ ہو تو اپنی دنیا اور آخرت کے واسطے دعا کر اب یہان پر باقی رہا ایک سوال کہ عربیت کے واقف کار ذکر کرتے ہین وہ یہہ ہی کہ الم نشرح کو مضارع کے صیغے سے اور اُسکے معطوفون کو جیسے ووضعنا اور رفعنا کو ماضی کے صیغے سے کس واسطے ذکر کیا اسکا جواب عین تعبیر مین اشارہ کیا گیا ہی کہ شرح صدر کا پہلی نعمت ہی

بلکہ سب نعمتوں کی جڑ ہی تو ہمزہ استفہام انکاری کا اسکی نفی پر لائے اور مضارع کے صیغے سے ذکر کیا تا کہ شرح صدر کے نتیجہ دا ور دوام پر دلالت کرے اور وضع اور رفع فرعی نعمتیں ہیں اور پچھلی کہ شرح صدر کے سبب سے حاصل ہوئی ہیں اس واسطے انکو ایسے صیغہ سے ذکر کیا کہ استمرار پر دلالت نکرے اور اس ترکیب میں اسبات کی طرف بھی اشارہ ہوا کہ شرح صدر کے سبب سے وضع اور رفع سے بھی فراغت پائی یعنے جب شرح صدر کا کیا تو وضع اور رفع دونوں عمل میں آچکے اور ہو چکے اس واسطے کہ وضع اور رفع اسی شرح صدر کا ثمرہ ہی اور اسیکا پھل واللہ اعلم

سورۃ والتین



یہہ سورت مکی ہی اسمیں آٹھ آیتیں اور چونتیس کلمے اور ڈیڑہ سو حرف ہیں اور اس سورہ کا نام سورۂ تین اسواسطے رکھا ہی کہ تین عرب کی لغت میں انجیر کے پھل کو کہتے ہیں اور انجیر فائدہ بخشنے اور خوبیوں میں سب میوؤں سے جامع ہی جیسے آدمی کا بدن سب بدنوں سے جامع ہی اور اسی جامعیت کے سبب سے مستحق فیضان روح کا ہوا ہی کہ جامع کمالات کا ہی پس مشابہہ ہی قرآن کے لفظوں کے ساتھ کہ سمیٹنے والے بہت سے اسراروں کے ہیں اور اس سورت میں ثابت کرنا شرع اور معاد کا یعنے آخرت کا کمال تاکید کیساتھ منظور ہی اسیواسطے اس سورہ کی ابتدا میں چار قسمیں مذکور ہیں



بسم اللہ الرحمن الرحیم





وَالتِّیۡنِ قسم ہی انجیر کی اور انجیر کو اور میوؤں سے ایک خصوصیت ظاہری ہی اور ایک خصوصیت باطنی سو جو ظاہری خصوصیت ہی وہ یہہ ہی کہ وہ غذا بھی ہی اور دوا بھی ہی اور میوہ بھی ہی اس واسطے کہ وہ الٹی لطیف سریع الہضم ملین طبع اور اسکے مواد کو بدن کے اندر سے پسینے کی راہ نکالدیتا ہی اسیواسطے باوجود حرارت کے تپ کو مفید پڑتا ہی اور بلغم کو تحلیل کرتا ہی اور گردے اور مثانے کو سنگریزے سے پاک کر دیتا ہی اور بدن کو موٹا کرتا ہی اور مسام کو کھول دیتا ہی اور دفع کرنے میں کبد اور طحال کے سدوں کو بے نظیر ہی اور ایک عجائبات سے اس میوے کے یہہ ہی کہ سب کھانے میں آتا ہی کوئی چیز پھینکنے کے لایق نہیں رکھتا قرآن کی طرح بالکل مغز ہی مغز ہی نہ ایسا چھلکا رکھتا ہی کہ کھانے میں نہ آوے نہ گٹھلی رکھتا ہی کہ پھینکی جاوے

آور حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ایک طباق بھرا ہوا
انجیرون کا بطور ہدیئے کے لایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اُنمین سے نوش جان فرمائے اور یارون کو
بھی ارشاد فرمایا کہ کھاؤ کیونکہ یہہ میوہ گٹھلی نہین رکھتا اور بہشت کے میوے بھی ایسے ہی ہین سو اسکو کھاؤ
کہ بواسیر کے مادہ کو دفع کرتا ہی اور نقرس کے درد کو نہایت مفید ہی آور حضرت امام علی موسی رضا رضی
اللہ عنہ سے منقول ہی کہ ہمیشہ انجیر کھانا گندہ دہنی کو دفع کرتا ہی اور سر کے بالون کو بڑھاتا ہی آور فالج
سے امن دیتا ہی آور عجائبات سے اس میوے کے ایک یہہ ہی کہ برابر ایک لقمے کے بنایا ہی نہ چھوٹا نہ بڑا کہ کھانے والے کو
کسی طرح کی محنت اور مشقت نہو آور وہ جو اسکی باطنی خصوصیتین ہین سو اُنمین سے ایک یہہ ہی کہ یہہ میوہ کامل لوگون
سے نہایت مشابہت رکھتا ہی کہ ظاہر اور باطن اُسکا ایکسان ہی اسواسطے کہ نہ گٹھلی رکھتا ہی نہ چھلکا
بخلاف اور میوون کے کہ باہر کا اُنکے کھانے کے لایق ہی اور اندر کا پھینک دینے کے قابل دوسرے
یہہ کہ اس میوے کا عجیب درخت ہی کہ اپنے کمال کو قبل دعوے کے ظاہر کرتا ہی کہ اول پھلتا ہی اور
پیچھے پھولتا ہی بخلاف اور میوون کے درختون کے کہ اول اُنکے پھول پتے نکلتے ہین پھر پیچھے سے میوہ ظاہر
ہوتا ہی گویا کہ یہہ درخت صفت ایثار کی رکھتا ہی کہ اول غیر کو فائدہ پہنچاتا ہی بعد اُسکے اپنی آراستگی
اور فائدے کی تدبیر کرتا ہی آور دوسرے درخت معاملہ دار لوگون کی طرح سے ہین کہ اول اپنا بھلا کر لیتے ہین اُسکے
بعد اورون کو فائدہ پہنچاتے ہین آور ایک یہہ بھی ہی کہ جس قدر فیض یہہ میوہ رکھتا ہی اور میوون مین نہین
ہی کہ ایک سال مین کئی بار پھلتا ہی آور باوجود ان سب باتون کے اس میوے کے درخت کو ایک بڑی
مناسبت ہی انسان سے کیونکہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی بہشت مین بسبب تقصیر ہو جانے کے بہشتی پوشاک
اُنکی اُتاری گئی اور ننگے رہ گئے تو گھبرا کر جس درخت کے نزدیک گئے کہ اُسکے پتے لیکر اپنا تن ڈھانکین وہ درخت
اونچا ہو گیا اور پتے اُنکو ندئے اور جب انجیر کے درخت کے پاس گئے تو یہہ اونچا نہوا تب اُنھون نے اُسکے
پتے بہت سے توڑ کر اپنی شرمگاہ کو چھپایا آور بعضے کسان لوگ یعنے کھیتی کرنے والے کہتے ہین کہ کامل جھاڑ
وہ ہی کہ جسمین دس چیزین موجود ہون جڑ اور ڈالیان اور پتے اور پھول اور میوہ اور گٹھلی اور گوند اور چھال
اور چھلکا اور شیرہ جیسے کھجور کا درخت کہ یہ دسو چیزین اسمین موجود ہین اور جس درخت مین ان دس چیزون سے

کم ہووین وہ درخت ناقص ہی بس انجیر گٹھلی نہین رکھتا ہی تو چاہئے کہ وہ ناقص ہو جواب اسکا یہہ ہی کہ یہہ نقصان عین کمال ہی کیونکہ گٹھلی کچھ کھانے کی چیز نہین ہی پھینک دینے کی چیز ہی بس ہونے سے اسکے نہ ہونا بہتر ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ جناب باری نے اسکی جمعیت پر یعنے سب میوون کی خوبیان اُسمین موجود ہین اور فوائد بیراور بے ضروری پر نظر فرماکر اسکی قسم کھائی ہی اور اسکی مناسبت کو جو انسان کی جمعیت کے ساتھ رکھتا ہی رعایت فرمائی ہی وَالزَّیْتُوْنِ اور قسم ہی زیتون کے درخت کی کہ پھل کو بھی اسکے زیتون کہتے ہیں اور وہ بھی جامع یعنے جمع کرنے والا ہی بہت سے فائدون کو ظاہر مین بھی اور باطن مین بھی پھروہ جو ظاہر کے فائدے ہین اُنمین سے ایک یہہ ہی کہ جب پھل کو اسکے سرکہ مین اچار بناکر استعمال کرتے ہین تو معدہ کو قوت دیتا ہی اور بھوک کو بڑھاتا ہی اور زیتون کا پختہ پھل کھانے سے بخوبی سیری حاصل ہوتی ہی اور بدن کو موٹا کرتا ہی اور قوت باہ کو بڑھاتا ہی اور اگر زیتون کی گٹھلی کا مغز چربی اور آٹے مین ملا کر کوڑھی کے بدن پر ملین تو کوڑھ دفع ہو جاتا ہی اور اگر زیتون کے شیرہ کا عورت صافہ لیوے تو بچہ دان کا بہنا موقوف کر دیتا ہی اور جس نمک پانی میں کہ زیتون کے پھل ڈالے ہون اگر اسکی کلی کریں تو دانتون کی جڑون کو مضبوط کرتا ہی اور جو کچھ کہ انجیر مین فائدے جمع ہین کہ غذا بھی ہی اور میوہ بھی ہی اور دوا بھی ہی وہی فائدے زیتون مین بھی موجود ہیں کچھ زیادتی کے ساتھ اور دوسرے فائدے یہ ہین کہ زیتون کا ایسا ہی بالکل فائدہ باقی رہتا ہی اس طور سے کہ جس قدر کہ اسمین سے کچھ جھڑتے ہیں اسکا تیل بنتا ہی اور اسکو زیت انفاق کہتے ہین کہ قندیلون اور چراغون مین جلانے کے کام آتا ہی اور روشنی اسکی نہایت صاف اور لطیف ہوتی ہی کہ اور چیزون کے تیل کی ویسی روشنی نہین ہوتی اور جو پک جاتا ہی تو اسکا بھی تیل نکالتے ہین اسکو زیت الطیب کہتے ہین کہ خوشبودار ہوتا ہی اور فائدہ بخشنے مین بے نظیر ہی اور قولنج کے دفع کرنے کے واسطے اور سدہ دق کے اور اسہال کے واسطے خاصیت اُرنڈی کے تیل کی رکھتا ہی اور ملنے میں اور لیپ کرنے مین روغن گل کی مانند ہی اور سستی اور جمرہ اور قوبا اور صداع اور بالون کی سیاہی اور درد نقرس اور وجع مفاصل اور سبل اور رطوبت غلیظ کو کہ پلکوں مین پہنچتی ہی بہت مفید ہی اور اگر بچھو کے کاٹے پر لگائے تو بہت فائدہ کرتا ہی اور جو خصوصیتین کہ باطن مین ہین اُنمین سے ایک یہہ ہی کہ جب اسکا تیل بنتا ہی تو کمال نور انیت اور چمک پیدا کرتا ہی

زیتون کے فائدون کا بیان

پیدا کرتا ہی اور اس سببسے یعنے باطنی خصوصیت سے کمال والون کے ساتھہ نہایت مناسبت رکھتا ہی کہ جب اچھے جہات کے پھل کو ریاضت کے گڑہا مین گلا کر روح کے لطیف کرنے مین کوشش اور جانفشانی کرکے نہایت نرمی اور لطافت پیدا کرنے ہین تو بڑی نورانیت اور روشنی حاصل ہوتی ہی آور باوجود اس بات کے تیل اسکا دہوئے سیاہی سے پاک ہوتا ہی ارواح کاملہ کی نورانیت کی مانند بخلاف اور تیلون کے کہ باطل ریاضت کرنے والون کی طرح سے ملے ہوئے دہوئیکی سیاہی سے ہوتے ہین آور یہہ بھی ہی کہ فکر اور استدلال والون سے کمال مناسبت رکھتا ہی کہ معلومات کے احوال کو فکر کی قوت مین ڈال کر گلاتے اور اوڈنتا تے ہین تاکہ روشنی اور چمک پیدا کرے اور چیزونکی حقیقت دریافت کرنے مین چراغ کی روشنی کی طرح کام مین لاوین آور یہہ بھی ہی کہ کمال مناسبت رکھتا ہی قرآن کے لفظون سے کہ جب اُسکے معنون کو لفظون کی آمیزش سے علیحدہ کرین تو حقایق الٰہی کے نور کی تابش اور روشنی دکھاتا ہی آور یہہ بھی ہی کہ کوئی درخت دنیا مین اتنی بڑی عمر نہین رکھتا جتنی کہ یہہ درخت رکھتا ہی کہ فلسطین جو ایک شہر مشہور و معروف ہی اقلیم شام مین وہان زیتون کے جھاڑ یونانیون کے ہاتھہ کے لگائے ہوئے اب تک موجود ہین کہ وہ لوگ سکندر کے زمانے مین اُس ملک کی طرف آئے تھے پس ہر درخت کی عمر اُن درختون مین سے آج کی تاریخ تک دو ہزار برس کے قریب ہوئی ہی آور یہہ بھی ہی کہ بہت پیدایش کی جگہہ اس درخت کی شام کا ملک ہی کہ جگہہ انبیاؤن اور اولیاؤن کے رہنے کی ہی آور یہہ بھی ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس درخت کے لئے برکت کی دعا کی ہی آور یہہ بھی ہی کہ قرآن مجید مین اس درخت کا نام شجرۂ مبارکہ فرمایا ہی آور یہہ بھی ہی کہ اہل تعبیر نے لکھا ہی کہ جو کوئی اپنے خواب مین دیکھے کہ زیتون کے پتے ہاتھہ مین لئے ہی اُسکو خوشخبری ہی کہ عروۃ الوثقی یعنے شریعت کی سیدھی راہ اُسکے ہاتھہ آویگی آور ایک مریض ابن سیرین رحمہ اللہ علیہ کے پاس کہ رئیس المعبرین یعنے سردار تعبیر کرنے والون کے تھے آکر کہا کہ مجھکو خواب مین بتایا ہی کہ دونون لامین سے کھا ابن سیرین نے کہا کہ زیتون کے پھل کھا کہ اُسکے حق مین قرآن شریف مین لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ وارد ہوا ہی آور حدیث شریف مین ہی کُلُوا مِنَ الزَّيْتِ وَادَّهِنُوا بِهِ فَاِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ یعنے کھاؤ زیتون کا تیل اور بدن پر ملو اُسکو کہ وہ برکت والے درخت کا تیل ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ اس قسم مین ترقی واقع ہوئی ہی پہلی قسم کی نسبت سے یعنے پہلی قسم مین انجیر کو یاد فرمایا تھا کہ ظاہری فائدے رکھتا ہی

بغیر باطن کی نورانیت سے اور اس قسم میں زیتون کو یاد فرمایا کہ ظاہری فائدون کے ساتھ باطن کی نورانیت
بھی رکھتا ہی تو انسان کے کمال سے اسکو مناسبت زیادہ ہی وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ اور قسم ہی پہاڑون والے
پہاڑ کی سمجھا چاہئے کہ طور لغت میں پہاڑ کو کہتے ہین اور پہاڑ دو قسم ہوتے ہین ایک پہاڑ والے کہ اُنمین سے
چشمے جاری ہوتے ہین اور بسبب اس پانی کے طرح طرح کے جھاڑ اُنمین اُگتے ہین جیسے اخروٹ اور چلغوزے
اور انجیر اور زیتون اور دوسرے بڑے بڑے درخت جیسے سال اور ساگوان خود رو یعنے آپ ہی آپ پیدا ہوتے
ہین اور دوائین جیسے عنفر (؟) وغیرہ اور مصالح گرم جیسے لونگ الائچی وغیرہ اور جدوار یعنے نربسی اور زہر اور
لاکھون بوتیان نقصان کرنے والی اور فائدہ بخشنے والی نمودار ہوتی ہین اور جانور عجیب جیسے پہاڑی بکرے نہایت
بڑے بڑے اور ہرن جسمین سے مشک نکلتا ہی اور مرغ زرین اور اُنکے سوا اور بہت جانور عجیب وغریب وہان
پیدا ہوتے ہین اور قسم سے معدنون کی جیسے بلور اور یشب اور بہت سی چیزین اس قسم کی اُسمین پیدا ہوتی ہین پس
جامعیت ایسے پہاڑ کی نہایت عالی مرتبے میں ہی کہ نباتات بھی اُسمین موجود ہین اور حیوانات بھی اور ارواح
جناتی بھی مثل دیو پری کے ایسے پہاڑون میں بہت ہوتی ہین اور ان چیزون کے فائدے کی اُمید پر بہت سے
آدمی بھی وہان رہتے ہین پس ایسا پہاڑ کہ ایسے ایسے عجائبات کا مجمع ہو رہا ہی کہ عشر عشیر اُسکا کسی
جا پر معلوم نہین ہوتا لیکن باوجود جمعیت کے ہر پہاڑ جھاڑدار تجلی الٰہی سے خالی ہی جب ایسے پہاڑ مین تجلی الٰہی
بھی حاصل ہوئی تو جامعیت کامل اُسکے واسطے حاصل ہوئی سو اس قسم کا پہاڑ جھاڑون والا ایک پہاڑ ہی مدین
اور مصر کی راہ مین کہ اس پہاڑ کو فلسطین کہتے ہین اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس پہاڑ پر
تجلی الٰہی سے سرفراز کیا اور آواز انی انا اللہ رب العٰلمین کا اُنکے کان میں پہنچایا اور کلیمی کا مرتبہ اُسی پہاڑ پر
اُنکو حاصل ہوا اور بعد اس قصے کے بھی حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جا کر اُس میں مناجاتین کی
ہین اور چلے کھینچے ہین اور عبادتین کی ہین اور توریت کی تختیان بھی جناب الٰہی سے اُسی پہاڑ پر اُنکو
عنایت ہوئی ہین پس وہ پہاڑ باوجود ظاہر کی جامعیت کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحی اسرارون کا
اور اُنکی عبادت کی نورون کا بھی جمع کرنے والا ہوا اور جس نور اور اسرار نے کہ اُس پہاڑ مین تجلی فرمائی تھی
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیہوش کیا اُس قدر اس جگہ کے اثر اُسکا مستقیم اور باقی رہا کہ علیٰ مرّ الدہور والازمان

یعنے فرنون اور زمانون تک قرب حاصل کرنے کو حضرت موسی علیہ السلام کی تابعدارون کے اور احکام شرعی کے
ادا ہونے مین کافی ہوا بس شروع اور انتہا انوار موسوی کی تمام بنی اسرائل اُس سے نورانی اور آراستہ ہوئے
وہی مبارک پہاڑ تھا اسیواسطے اس قسم مین پہلی قسم سے بھی ترقی فرمائی کہ جو نور زیتون مین ہی وہ نور عنصری
ہی اور جس نور نے اس پہاڑ پر تجلی فرمائی اور اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا نور آلٰہی تھا کہ علی مر الدھور والایام
یعنے قرنون تک اور مدتون تک تاثیر اُسکی باقی رہی اور حضرت موسی علیہ السلام کے کمالات کے جھاڑ کو ابد الاباد تک
ترو تازہ رکھتا ہی دوسرے خشک پہاڑ کہ اُنمین باقی نہ جھاڑ تو وہ مُوئے آدمی کے جسم کی مانند ہین کہ ظاہر
مین آدمی نظر آتا ہی اور باطن مین کوئی انسانی کیفیت نہین رکھتا اس واسطے تمام قسم کے نتیجے اس سے سمجھنے کے
واسطے لفظ سینین کا فرمایا ہرچند اصل لغت مین طور سینین ہریالی والے پہاڑ کو بولتے ہین لیکن عرف مین یہہ لفظ
خاص اُسی پہاڑ کے واسطے ہی جسپر حضرت موسی علیہ السلام کو تجلی آلٰہی واقع ہوئی تھی اور لفظ سینین کا
نبط کی قوم کی لغت سے ہی کہ شام کی اقلیم کے کھیتی کرنے والے ہین اور اس لفظ کو عرب کے لوگ کئی طرح کے تصرف
استعمال کرتے ہین کبھی سینین کہتے ہین کبھی سَینا سین کے زبر کے ساتھ چنانچہ سورہ قد افلح مین واقع ہی اور کبھی
سِینا سین کے زیر کے ساتھ چنانچہ ابو عمرو اور نافع اور ابن کثیر پڑھتے ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد
انجیر سے اصحاب کہف کی مسجد ہی کہ اُسکے گرد انجیر کے جھاڑ بہت ہین اور مراد زیتون سے بیت المقدس کی
مسجد ہی کہ گرداگرد اُسکے یہہ درخت کثرت سے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ زیتون سے مراد زیتا کا پہاڑ
ہی کہ وہ بیت المقدس سے مشرق کی طرف واقع ہی بلند ہی مسجد اقصی سے اور حدیث شریف مین آیا ہی
کہ جب ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کہ ازواج مطہرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہین بیت
المقدس کو تشریف لے گئین اور مسجد اقصی مین نماز پڑھکر فارغ ہوئین تو مسجد سے نکل کر طور زیتا پر تشریف فرما
ہوئین اور وہان پر بھی نماز پڑھی پھر اُس پہاڑ کے کنارے پر کھڑے ہوکر ارشاد کیا کہ اسی جاگہہ سے لوگ روز
قیامت کے دن متفرق ہونگے کچھ بہشت کو جاوینگے اور کچھ دوزخ کو اور یہہ وہی پہاڑ ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام
یہان سے آسمان پر لے گئے ہین اور اُس مکان کی نصاری بہت تعظیم کرتے تھے اور کرتے ہین اور اُس
پہاڑ کے سر پر ایک فرنگن نے کہ اُسکا نام ہیلانہ تھا ایک کنیسہ بنایا تھا اور اُسکے اندر ایک قبہ بنایا تھا

کہ اسکو مصعد عیسیٰ علیہ السلام کا کہتے تھے یعنے عیسی علیہ السلام کی چڑھنے کی جاگہہ ہوتے ہوتے وہ اپنے سادھ لیا
لیکن بالفعل اس پہاڑ مین خرنوب نبطی کا درخت ہی کہ قریب اسکے ایک مسجد بنائی ہی اور اس مسجد کے پائین مین
ایک غار ہی صاف کہ بہت لوگ اس مکان کی زیارت کے واسطے جاتے ہین اور اس درخت کو خرانبۃ العشری
کہتے ہین اور جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فرنگیون کے ہاتھ سے فتح کرلیا تمام زمین طور زیتا کی
شیخ احمد حکاری کو اور شیخ علی حکاری کو برابر آدھون آدھ تقسیم کرکے وقف کردی اور یہہ قصہ سترہوین
ذی حجہ کی سال پانچسو چوراسی مین واقع ہوا اور وہ زمین اب تک اُن دونون شیخون کی اولاد کے ہاتھ
مین ہی پس اس صورت مین اول اس جاگہہ کی قسم کھائی کہ اصحاب کہف کی ولایت کے انوار کی جا ہی اور
وے لوگ پہلے گروہ مین اولیا تھے کہ فنا کی راہ چلے ہین بعد اسکے انوار نبوت عیسوی کی جلوے کی قسم یاد
فرمائی بعد اسکے انوار موسوی کی جلوے کی قسم کھائی بعد اسکے فرماتے ہین وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ اور
اس شہر امانت والے کی یا امن والے کی اور مراد اس شہر سے مکہ معظمہ کا شہر ہی کہ جامعیت مین نہایت کو پہنچا ہی
اس لئے کہ ہر شہر قسم قسم کے لوگون کو جیسے سپاہی اور سوداگر اور پیشے والے اور غنی اور فقیر اور عورت اور مرد اور
سوا اسکے اور قسم قسم کے چیزون کو جامع ہوتا ہی جیسے بادشاہ اور حاکم اور مکانات متبرک اور مقام شہدا
اور قبور اولیا اور انبیا کی اور عبادتخانے اور مسجدین اُنمین ہوتی ہین اور طرح طرح کی بوٹیاں اور قسم قسم کے
جانور پرند اور چرند اُنمین پرورش پاتے ہین لیکن کسی شہر مین بیت اللہ یعنے خدا کا گھر کہ ہمیشہ تجلی الٰہی کے اُترنیکی
جگہہ ہی بنا اور سب مخلوق کی عبادت کا قبلہ نہین ہی مگر یہی ایک شہر یعنے مکہ معظمہ کہ یہہ بزرگی بھی اسکو
نصیب ہوئی ہی اور اس سبب سے اسکو جامعیت کامل حاصل ہوئی ہی اور ان سب وصفون کے ساتھ پیدا
ہونے اور نبی ہونے خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی جاے ہی پس جامع ہی وحی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے
اسرار کا اور اس جناب کی نبوت اور ولایت کے نور اُسمین ظاہر اور نمایان ہین اور وہ نبوت اور ولایت بہ
نہایت جامع دوسری نبوتون اور ولایتون سے ہی پس اس قسم مین بڑی ترقی ہو گئی جمعیت کی اگلی قسمونکی
بہ نسبت گویا کہ یہہ جمعیت ایسی جمعیت ہی کہ سب عالم اسفل کے اور عالم اعلی کے اسرارون کو اور بھیدونکو
اپنے اندر سمیٹ لیا ہی اور خالق اور خلق مین رلا ملا دیا ہی اور شہر مکہ ایک شہر ہی لنبا کہ لنباؤ اسکا

زیادہ

زیادہ ہی چوڑاؤ سے اور پہاڑ گرداگرد اسکے قلعے کی مانند واقع ہوئے ہیں اور ان پہاڑوں کے ہونے کے ساتھ بعضے
طرف دیوار شہر پناہ کے طور پر بنائی ہی جو دیوار کہ مشرق کی طرف ہی وہ باب معلا کی دیوار کرکے مشہور
ہی کہ مقبرہ شریف اُسی شہر کا ہی اور وہ دیوار کہ مغرب کی طرف اور کچھ شمال کی طرف مقابل مدینہ مقدسہ
منورہ کے ہی اُسکو سور باب الشبیکہ کہتے ہیں اور جو دیوار کہ یمن کی طرف ہی اُسکو سور باب الیمن اور سور باب
الماجن بھی کہتے ہیں اور تعمیر ان دیواروں کی سنہ ۹۱۶ نو سو سولہ میں حکم سے وہاں کے شریف کے کہ سید حسن بن عجلان تھا واقع ہوئی
اور طول اور عرض اس شہر کا اسقدر ہی کہ باب معلا سے باب ماجن تک چار ہزار چار سو ہنر گز ہی اور باب معلا سے شبیکہ تک بھی اتنا ہی
ہی مگر دو سو بیس گز زیادہ ہی اور گرداگرد اُسکے دو پہاڑ ہیں ایک کو ابو قبیس کہتے ہیں اور دوسرے کو کہ وہ سنگ
سرخ کا ہی مقابل ابو قبیس کے قعیقعان کہتے ہیں اور ان دونوں پہاڑوں کو اخشبین مکہ کہتے ہیں ابو قبیس کو اخشب
شرقی اور قعیقعان کو اخشب غربی کہتے ہیں اور مکہ معظمہ میں عمارتیں بہت ہیں اور بہت چشمے اور چشمہ دار کوٹے اور
وقفی حوض اور حمام بہت سے ہیں چنانچہ فاکہی کے زمانے میں کہ اُس مقام کا مورخ ہی سولہ حمام گرم ہوتے تھے اور اس شہر کو دو قسم
ٹھہرایا ہی ایک معلات ایک مسفلہ اور دار الخیزران کہ نزدیک کوہ صفا کے داہنے طرف مکہ معظمہ کی حد معلات کی ہی اور دار العجلہ
بائیں طرف مکہ معظمہ کے ہی نشانی حد مسفلہ کی ہی اور یہ شہر مکرم اور معظم حجاز کی ولایت میں داخل ہی اور وہ ولایت درمیان میں ولایت
شام اور عراق اور مصر اور یمن کے واقع ہی اور اس ولایت میں کئی شہر داخل ہیں چنانچہ ایک اُنمیں سے یہی شہر ہی
اور ایک مدینہ منورہ اور ایک یمامہ اور بہت پرگنے اِن تینوں شہروں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور عمل مکہ معظمہ کا
بعضی طرف سے دس منزل ہی خصوصاً جو سرحد کہ یمن کی طرف واقع ہی اسکو ضنکان کہتے ہیں وہ مکہ معظمہ سے
دس روز کی راہ ہی اور بعضی طرف سے کم ہی جیسے مدینہ مکرمہ کی طرف کہ سرحد اس طرف کی ایک گانوں ہی کہ اُسکو
اُسکو اخاوہ بن صیفی کہتے ہیں اور وہ ایک گانوں ہی درمیان عسفان اور مکہ کے دو منزل پر ہی اور عراق کی
طرف ایک گانوں ہی کہ اُسکو عمیر کہتے ہیں وہ بھی اسی قدر ہی اور گرداگرد مکہ معظمہ کی حد حرم کی ہی کہ وہاں
شکار کرنا اور درخت کا تنا درست نہیں ہی اور اگر اتفاقاً کسی نے وہاں شکار مارا یا جھاڑ کاٹا تو اُسپر
کفارہ آتا ہی اور حد حرم کے دروازے سے مسجد الحرام کے کہ مشہور باب بنی شیبہ ہی دو میناروں تک کہ عمرہ کی
طرف حرم کی حد پر کھڑے ہیں سینتیس ہزار دو سو دس گز ہی اور باب معلا سے اُنھیں دونوں میناروں تک بتیس ہزار

مکہ معظمہ کے حرم کی حد کا بیان ہے

[٢٧١٥٢]

تی اسی گز ہی اور عراق کی طرف اُن دونوں بیناروں تک کہ راہ پر وادی نخلہ کی بناتے ہین ستائیس ہزار ایک
سو باون گز ہی اور باب معلا سے انہی دونون بیناروں تک پچیس ہزار پچیس گز ہی آور تنعیم کی طرف سے کہ مدینہ [٢٥٠٢٥]
منورہ کی سمت کو واقع ہی حد حرم کی بارہ ہزار چار سو بیس گز ہی آور یمن کی طرف دیوار سے باب ابراہیم کے حرم کی حد کے [١٢٤٢٠]
نشان تک چوبیس ہزار پانچسو نو گز ہی اور دیوار سے باب الماجن کے حرم کی حد کی علامت تک اُسی طرف کہ [٢٤٥٠٩]
کہ وہ بھی یمن کی طرف ہی بائیس ہزار آٹھ سو چھتر گز ہی آور حساب کی رو سے حرم کے دور کو ستینیس کوس لکھا ہی [٢٢٨٧٦]
واللہ اعلم آور خصوصیات سے حرم کی وے ہین جو مذکور ہوئین یعنے شکاری جانورون کا نہ وہان شکار کرنا درست
ہی اور نہ سایہ اور پانی سے ہانکنا اور نہ درخت اور سبزہ وہان کا کاٹنا اور اُکھیڑنا اور نہ پتے جھاڑنا یہہ سب جائز نہین
مگر اذخر اور سنا کہ دوا کی ضرورت کے واسطے جائز لکھا ہی آور یہہ بھی ہی کہ اس جاگہہ آدمی ارادہ کرنے سے گناہ کے
پکڑا جاتا ہی سوا ے اور مکانون کے اور عبادت اور بندگی وہان کی بہت ثواب رکھتی ہی چنانچہ حسن بصری
رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ ایک روزہ مکہ معظمہ کا برابر لاکھ روزون کے ہی اور ایک درم دینا اس مکان مبارک مین
برابر لاکھ درم کے ہی آور حاکم کی مستدرک مین ابن عباس سے نقل کی ہی کہ حسنات الحرم کل حسنة بمائة
الف حسنة یعنے ہر نیکی کہ حرم مین کی جاتی ہی برابر لاکھ نیکی کے ہی آور یہہ بھی ہی کہ جو کوئی مکہ معظمہ مین مریگا
شرف اور بزرگی اسکو حاصل ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین واقع ہی کہ من مات بمکة بعثه اللہ تعالی فی
الامنین یوم القیمة یعنے جو مرا مکے مین اُٹھاوے گا اُسکو اللہ تعالی قیامت کو امن والون مین آور یہہ بھی حدیث
شریف مین ابن عمر سے واقع ہی کہ من مات بمکة فکانما مات فی السماء الدنیا یعنے جو کوئی مرا مکہ معظمہ مین
تو گویا کہ مرا دنیا کے آسمان پر آور نشانیان عجیب اور غریب وہان نظر آتی ہین کہ اگر درندہ جیسے بھیڑیا یا چیتا
کسی جانور کے پیچھے دوڑتا ہی اور وہ جانور جب حرم کی حد مین داخل ہو جاتا ہی تو وہ درندہ پھر جاتا ہی
اور ہرگز حرم مین داخل نہین ہوتا آور بہت لوگون نے حرم کی حد مین ہرنون کو اور درندے جانورون کو ایک جگہہ
ملے دیکھا ہی آور یہہ بھی ہی کہ پرندے جب اُڑتے ہوے بیت اللہ کے قریب آتے ہین تو کچھ ادھر کچھ اُدھر کو
بٹ جاتے ہین اور خانہ کعبہ کے اوپر ہو کر نہین جاتے یہہ بات ہمیشہ لوگ دیکھتے ہین آور یہہ بھی ہی کہ پانی زمزم کا
کوئے کا شب برات کو جوش کرتا ہی آور یہہ بھی ہی کہ زمزم کے پانی مین ایک خاصیت ہی کہ اُسکے پینے سے

سیری حاصل ہوتی ہی جیسے کھانا کھانے سے حاصل کلام کا یہہ ہی کہ یہہ شہر مبارک بسبب کمال جامعیت کے
نہایت عالی مرتبے کو پہنچا ہی اسیواسطے اس سورہ مین اسی شہر کی قسم پر ختم فرما کر مطلب کو ارشاد کرتے ہین
کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ یعنے قسم ان چارون چیزون کی اسبات پر ہی کہ مقرر ہمنے
پیدا کیا انسان کو بہت اچھی صورت اور ترکیب مین اسواسطے کہ اگر ظاہر اسکا دیکھئے تو کمال حسن اور جمال کے ساتھ
موصوف ہی قد اور قامت مین اور دوسرے اندامون کی خوبی اور برابری مین گردن اسکی نہ بہت لمبی ہی اونٹ کی
سی نہ بہت چھوٹی ہی کچھوے کی سی ناک اسکی نہ ایسی لمبی جیسے ہاتھی کی سونڈھ نہ اور چوپایون کی طرح بے معلوم
اسی طرح سب اعضا مین فکر کیا چاہئے اور خوبی اور حسن اور جمال دریافت کیا چاہئے اسیواسطے امام شافعی رحمہ اللہ کے زمانہ مین
ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا تھا کہ ان لم تکونی احسن من القمر فانت طالق یعنے اگر تو چاند سے
اچھی ہوگی تو تجھکو مینے طلاق دی سب علما اس وقت کے حیران ہوئے اور طلاق پڑنے کا حکم دیا جب یہہ
استفتا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو فرمایا کہ طلاق واقع نہین ہوتی اسواسطے کہ اسکی عورت
انسان ہی اور انسان کو حق جل علا نے فرمایا ہی کہ مین نے اچھی صورت مین اسکو بنایا ہی اگر چاند کی
صورت اسسے اچھی ہوتی تو احسن تقویم اسکی تعریف مین کیون فرماتا ولنعم ما قیل ما انت مادحہا یا من
یشبہہا بالشمس والبدر کلا ملانت حاجبہا من این للشمس خال فوق وجنتہا ومضحک
من نظام الدر فی فمہا من این للبدر اجفان مکحلۃ بالسحر والفتح یجری فی حواشیہا یعنے نہین ہی
تو تعریف کرنے والا اسکا وہ شخص جو تشبیہ دیتا ہی انسان کو آفتاب اور ماہتاب سے بلکہ تو ہجو کرنیوالا ہی
اسکا کہان ہی آفتاب کے تل رخسار پر اور ہنسنے مین لڑی موتیون کی منہہ مین اسکے کہان ہی چاند کے پلکین
سرمہ والیان جادو بھری اور فتح اور نصرت جاری جنکے کنارون مین ہی اور ظاہر بات ہی کہ چاند مین سوائے روشنی اور
چمک کے کچھہ اور نہین ہی اور یہہ نسخہ جامع ہی نقاشی کی نزاکتون کا اور طرح طرح کی شکلون کا چنانچہ کہا
گیا ہی سہ من ماہ ندیدہ ام کلہ دار من سرو ندیدہ ام قباپوش یعنے مینے چاند نہین دیکھا ٹوپی دئے ہوئے
اور سرو کو نہین دیکھا مینے قبا پہنے ہوئے اور اس سبب سے بھی ہی کہ کوئی صورت دنیا مین لائق عبادات
کثیرہ کے نہین ہی جیسے آدمی کی صورت ہی کہ قیام اور رکوع اور سجود سب اس سے ہو سکتا ہی اور اگر

ف
مسئلہ شرعی

حسن کا بیان تفصیل کے ساتھ کیا جاوے جیسا کہ علم تشریح مین بیان ہی تو اسکو دفتر کے دفتر چاہیے اس واسطے
اس بیان سے خاموش ہونا اور زبان قلم کو روک رکھنا بہتر ہی اور اگر اسکے باطن کے معنے کو غور کریں تو چار عالم
اس نسخہ جامعہ مین لپٹے ہین عالم شہوت کا اور عالم غضب کا اور عالم وہم کا اور عالم خیال کا اور ان چارون
عالم کو غیبی حاکم کے حکم کا مسخر اور تابعدار کیا ہی اور اس عالم کو شرع کے نورانی مشعل سے انکھون کی روشنائی
بخشی کہ بھلے برے کو اس نور سے پہچان لے پھر جب حکم اس حاکم کا ان چارون عالم پر غالب ہوتا ہی تو آدمی بڑے
مرتبے کے کمال اور جامعیت کو پہنچتا ہی اور جو چیز کہ کسی سے عالم متفرق مین اسکے حاصل ہونے کی توقع نہین
ہوتی ہی اس نسخہ جامعہ سے کہ انسان ہی حاصل ہوتی ہی جیسے معجون مرکب کی خاصیت کہ کسی جز
مین اسکے اجزاؤن سے وہ خاصیت حاصل نہین ہوتی لیکن غلبہ اس حاکم کا محض غیبی مدد اور آسمانی توفیق سے ہوتا
ہی اسیواسطے ہر کسی کو میسر نہین ہوتا چنانچہ فرماتے ہین ثُمَّ رَدَدْنَاهُ پھر ڈال دیا ہم نے
ایسے عجیب مخلوق کو جسکو اس قدر نوازا تھا اسکے قصور کرنے سے عقل کے اور اسکے دوسرے
رعایا جیسے شہوت اور غصہ اور وہم اور خیال کے کارخانے کے انتظام مین اَسْفَلَ السَّافِلِيْنَ
نیچے سے نیچے کہ چوپایون کے مرتبے سے بھی گذر جاتا ہی اور شہوت اور غصے کے جال مین ایسا پھنس جاتا ہی
اور پھندے مین وہم و خیال کے ایسا بندھ جاتا ہی کہ اسکا مرتبہ سب نکمی اور ذلیل مخلوقون سے بھی زیادہ ذلیل
ہو جاتا ہی اس لئے کہ دوسری مخلوقات کو جو کمالات حاصل کرنے کی استعداد نہین ہی تو پکڑ اور مار دھاڑ بھی
نہین ہی اور اس مخلوق کو باوجود کمالات حاصل کرنے کی استعداد کے اگر کمالون سے محروم اور بے نصیب
رہے تو ہمیشگی کی پکڑ اور سدا رہنے والا عذاب درپیش ہی اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مگر جو لوگ کہ ایمان لائے
اور اپنی عقل کو اپنے وہم اور خیال پر غالب کیا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کئے اچھے اور اپنی عقل کو شہوت
اور غصے پر غالب کیا اور بہت محنت اور کوشش کی فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ پھر انکو مزدوری ہی بے
انتہا اگرچہ ظاہر مین کوشش انکی بیماری اور بڑھاپے اور موت کے سبب سے تمام ہو جاتی ہی لیکن جو کیفیت کہ انکی
روح مین بخوبی جم جاوے جو بندے کے نیکوئی پر حاصل ہوتی ہی ہر روز زیادتی مین ہی اور ہر آن اور ہر لحظہ بے
نہایت ثواب مقابلے مین اسکے بڑھتے جاوینگے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو مسلمان بندہ

اچھے دین کے چلن اور طریق پر ہوتا ہی اور وہ طریقہ اُسے بڑھاپے یا مُسافری یا بیماری کے سبب سے چھوٹ جاوے حق تعالیٰ کاتب الحسنات یعنے نیکی کے لکھنے والے فرشتون کو فرماتا ہی کہ نامۂ اعمال مین اِس شخص کے ثواب اُن طاعتون اور نیکیون کا کہ ہمیشہ کرتا تھا لکھ دو اور اُسکا ثواب اُسے رد کو مت بلکہ بعضی روایتون مین آیا ہی کہ مرنے کے بعد اُسکے فرشتون کو حکم کرینگے کہ اُسکی قبر کے پاس تسبیح اور تکبیر اور تحمید سے مشغول رہو اور وہ سب اس بندیکے نام لکھو یہان تک کہ قیامت کے دن جب قبر سے اُٹھے تو اِن بے انتہا خزانون کو خرچ مین لاوے اور بعضے مفسرون نے ثم رددناہ اسفل سافلین کی آیت کو بڑھاپے اور ستہہ جانے کی حالت پر قیاس کیا ہی کہ اس حالت مین آدمی کی صورت بدل جاتی ہی اور جوڑ بند ڈھیلے ہو جاتے ہین اور پیٹھ جھک کر کمان سی ہو جاتی ہی اور سیدھا پن قد کا برباد ہو جاتا ہی اور سارا بدن اور سر کے بال سفید ہو کر مبروص یعنے سفید داغ والے کی صورت بن جاتا ہی اور جھُریان اُسکے چہرے پر پڑ جاتی ہین تو اُسکا چہرہ بدزیب معلوم ہوتا ہی اور دانت اُکھڑ کر مُنہہ کھنڈر کی صورت بن جاتا ہی لیکن اِن معنون کو اِستثنا الا الذین امنوا وعملوا الصالحات کی مناسب نہین ہی مگر جب کہ استثنا کو منقطع کہین سو اُسمین بڑا تکلف ہی اور جو اِن آیتون سے معلوم ہوا کہ حقیقت دین کی غالب کرنا عقل کا ہی تمام قوتون پر جیسے شہوت اور غصہ اور وہم اور خیال اور عقل کو نور سے شرع کے روشن کرنا بس دین کے تکذیب کرنے کی کوئی وجہ باقی نرہی اسواسطے کہ انسان کی معنوی خوبصورتی عین دین ہی اور وہ حُسن ہر کسی کو مطلوب اور مرغوب ہی اسیواسطے اِس تکذیب کے رد کے مقام پر فرماتے ہین فما یکذبک بعد بالدین پھر کونسی چیز تیرے جھٹلانے کا باعث ہوتی ہی اے آدمی باوجود ظاہر ہونے اِن اسباب دین کے مقدمات کے جو اوپر بیان ہو چکے حاصل یہہ کہ جو حقیقت اپنی صورت معنوی کی معلوم کر لی تونے اور جان لیا کہ حسن اُس صورت معنوی کا موقوف اسبات پر ہی کہ اول عقل کو شرع کے نور سے روشن کرکے پھر اُسکو اپنی قوتون پر حاکم کرے بس کوئی وجہ دین کی تکذیب کی باقی نرہی کیونکہ وہ نور دین ہی کا ہی جس سے عقل راہ پاتی ہی اس واسطے کہ عقل مانند بینائی کے ہی اور نور دین کا جیسے آفتاب کی شعاع پھر اگر شعاع آفتاب کی درمیان مین نہو تو بینائی سے اُسکے کچھہ کام نہین نکلتا بس دین کا نور انسان کی صورت معنوی کے کمال حاصل کرنے کے واسطے ضروریات سے ہی اور جس طرح کہ انسان خلل پڑ جانے سے ظاہر کی صورت مین

انسانیت سے نکل جاتا ہی اور حیوانون کی مانند مسخ ہو جاتا ہی اسیطرح سے صورت معنوی مین خلل
پڑ جانے سے اُس قدر نکل جاتا ہی اور مسخ معنوی مین گرفتار ہو جاتا ہی اور ایسا کون نادان ہی کہ نکل جانیکو
انسانیت سے اور داخل ہونے کو حیوانیت مین اپنے اوپر روا رکھے اور اگر مزاج کے فساد کی راہ سے کوئی شخص
حیوانی صورت کی طرف رغبت کرے تو اُسکو اس مقدمے سے سمجھا دینا چاہئے کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ
کیا نہین ہی اللہ سب حاکمون کا حاکم اور جو دوسرے حاکم اپنی رعیت کے واسطے یہہ بات نہین چاہتے ہین کہ
ایک فرقے سے دوسرے فرقے مین جا ملین یا اعلی مرتبے سے ادنی کی طرف جھکین تو حق تعالی کیون کر ایسی
حرکت پسند کریگا کہ حکمت کے خلاف ہی اور یہہ بھی ہو سکتا ہی کہ دین کو جزا کے معنو ین لین تو اس صورت مین
ربط ان آیتون اور اگلی آیتون کا یون سمجھا چاہئے کہ جب قدرت حق تعالی کی احوال بدل کرنے پر انسان کی
خلقت کے شروع سے کہ نطفہ تھا یہان تک کہ خلقت مین کمال اعتدال کو اور صورت کی خوبی کو پہنچا اور زینت
معنوی عقل کے دینے سے اور درست کرنے سے اُسکے شرع کے نور سے بھی اُسکو بخشی پھر یکایک بعضون کو
انہین سے ایسا ظاہر مین گرا دیا کہ سب ذلیلون کا ذلیل ہونا آدمی پر کھل گیا پھر جزا دینا قیامت کے دن اور مُردونکا
زندہ کرنا اور احوال کا بدلنا کہ دنیا کے سرکشون کو ذلیل کر دینا اور یہان کے عاجزون کا مرتبہ بلند کر دینا
اُسکے نزدیک کیا بعید تھی اس قدر کہ بیان کیا گیا ثابت ہونیکو جزا کے باعتبار حق تعالی کی قدرت کے بس ہی
اور اگر نظر اُسکی حکمت اور عدالت پر کرین اور معلوم کر لین کہ بدلا نیک کا اور بد کا پہنچانا اور فرق بدکار
اور نیکوکارین کرنا حکمت اور عدالت کے واسطے واجب ہی پس واجب ہونا جزا کا ثابت ہوا چنانچہ
الیس اللہ باحکم الحاکمین مین اشارہ اسی بات کی طرف ہی آپ جانا چاہئے کہ جزا کا ہونا باعتبار قدرت کے
ممکن ہی اور حکمت اور عدالت کی راہ سے واجب ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو کوئی سورۂ والتین کو پڑھے
اور اس آیت پر پہنچے کہ الیس اللہ باحکم الحاکمین تو چاہئے کہ کہے بلیٰ وانا علی ذلک من الشاہدین یعنے سچ ہی کہ تو
سب حاکمون کا حاکم ہی اور مین بھی اس بات پر گواہ ہون اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی
نماز مین اس سورہ کو اکثر پڑھا ہی اور حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی اکثر اس سورہ کو کعبے کے سامنے فرض نماز مین
پڑھتے تھے کہ اشارہ ہووے حرم کی بزرگی پر کہ اُسکی اس سورہ مین قسم کھائی ہی واللہ اعلم بالصواب ؞



سورۂ اقرأ

یہہ سورت مکی ہی اسمین اُنیس آیتین اور بہتر کلمے اور ایک سو اسّی حرف ہین اور اس سورہکو سورۂ علق بھی کہتے ہین کیونکہ اس سورہمین مذکور ہی کہ آدمی کو علقے سے یعنے جمے ہوئے لہو سے بنایا ہی اور یہہ مذکور دلالت کرتا ہی اِس بات پر کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے ذلیل کو عزیز کردیتا ہی جیسے اس لہو کی پھٹکی کو کہ نہایت ذلت کے درجے مین تھی انسان کی صورت بناکر اور اُسمین روح پھونک کر کیا کچھ عزت بخشی اسیطرح سے آدمی کو باوجود کمال ذلت اور محتاجگی کے اُتارنے سے قرآن کے اور سکھانے سے وحی کے علمون کے عزت دیتا ہی اور جو شک اور شبہہ کہ اس مقدمے مین کافرون کے دلین کھٹکتا تھا سو انسان کی خلقت کی ابتدا کو دیکھنے سے کہ ایک لہو کے پھٹکی سے بنا ہی دفع ہوا ہی اور اس سورہکو اکثر مفسرون نے اول ما نزل من القران کہا ہی یعنے اول جو قرآن سے نازل ہوا ہی سو یہی آیتین ہین اور وہ جو حضرت امیرالمومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ اول ما نزل من القران فاتحۃ الکتاب یعنے اول جو قرآن سے نازل ہوا ہی سو سورۂ فاتحہ ہی اور حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہی کہ اول ما نزل سورۂ مدثر ہی سو یہہ بات ظاہر مین تو ایک دوسرے سے مخالف معلوم ہوتی ہی لیکن مطابقت اور توفیق ان تینون قولون کی اس طور سے ہی کہ اول حقیقی یعنے سب سے پہلے نازل ہونے مین یہی پانچ آیتین اس سورہکی ہین بعد اُسکے نماز کی تعلیم کے واسطے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی ہی پھر بعد بند ہونے وحی کے اول جو نازل ہوئی ہی سورۂ مدثر ہی پھر بعد اُسکے قرآن کا نازل ہونا پے درپے شروع ہو گیا بس جس شخص نے کہ سورۂ مدثر کو اول ما نزل کہا ہی تو گویا اُسنے یہہ منصل درپے نازل ٹہرا لیا ہی اور نازل ہونے کو اس سورہکے باقی قرآن کے نازل ہونیکی تمہید ٹھہرایا ہی اور سورۂ فاتحہ کے نازل ہونے کو مناجات کی تعلیم کے واسطے قرار دیا ہی اور پہنچانا دین کے حکمون کا سورۂ مدثر کے نازل ہونے سے شروع رکھا ہی اور جنے کہ سورۂ فاتحہ کو اول ما نزل کہا ہی سو اس راہ سے ہی کہ اول جو چیز کہ اُسکے سبب سے قرب اور نزدیکی حاصل ہو اسکا پڑھنا عبادت ہو وہ یہی سورۂ فاتحہ ہی اور سورۂ اقرا فقط پڑھنے کا طریقہ سکھانے کو اور عادت ڈالنے کو نازل ہوئی تھی اور اس سورۂ اقرا کی کے نازل ہونے کی کیفیت یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز کہ علامتون سے وحی کی اول نمودار ہوئی سچے خواب تھے کہ جو کچھ آپ رات کو خواب مین دیکھتے تھے وہ بعینہ یعنے اُسیطرح دن کو ظہور مین آتا تھا بعد اُسکے محبت خلوت اور گوشہ نشینی کی آپ کی



سورۂ اقرأ

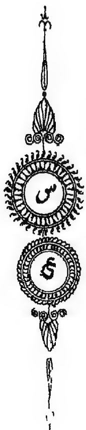
یہہ سورت مکی ہی اسمین انیس آیتین اور بہتر کلمے اور ایک سو اسّی حرف ہین اور اس سورہ کو سورۂ علق بھی کہتے ہین کیونکہ اس سورہ مین مذکور ہی کہ آدمی کو علقے سے یعنے جمے ہوئے لہو سے بنایا ہی اور یہہ مذکور دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے ذلیل کو عزیز کر دیتا ہی جیسے اس لہو کی پھٹکی کو کہ نہایت ذلت کے درجے مین تھی انسان کی صورت بنا کر اور اُسمین روح پھونک کر کیا کچھ عزت بخشی اسیطرح سے آدمی کو باوجود کمال ذلت اور محتاجگی کے اُتارنے سے قرآن کے اور سکھانے سے وحی کے علمون کے عزت دیتا ہی اور جو شک اور شبہہ کہ اس مقدمے مین کافرون کے دلمین کھٹکا تھا سو انسان کی خلقت کی ابتدا کو دیکھنے سے کہ ایک لہو کے پھٹکی سے بنا ہی دفع ہو جاتا ہی اور اس سورہ کو اکثر مفسرون نے اول ما نزل من القرآن کہا ہی یعنے اول جو قرآن سے نازل ہوا ہی سو یہی آیتین ہین اور وہ جو حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ اول ما نزل من القرآن فاتحة الکتاب یعنے اول جو قرآن سے نازل ہوا ہی سو سورۂ فاتحہ ہی اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ اول ما نزل سورۂ مدثر ہی سو یہہ بات ظاہر مین تو ایک دوسرے سے مخالف معلوم ہوتی ہی لیکن مطابقت اور توفیق ان تینون قولون کی اس طور سے ہی کہ اول حقیقی یعنے سب سے پہلے نازل ہونے مین یہی پانچ آیتین اس سورہ کی ہین بعد اسکے نماز کی تعلیم کے واسطے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی ہی پھر بعد بند ہونے وحی کے اول جو نازل ہوئی ہی سورۂ مدثر ہی پھر بعد اسکے قرآن کا نازل ہونا پے در پے شروع ہو گیا اب جس شخص نے کہ سورۂ مدثر کو اول ما نزل کہا ہی تو گویا اُسنے پے در پے متصل نازل ہونا مراد لیا ہی اور نازل ہونے کو اس سورہ کے باقی قرآن کے نازل ہونے کی تمہید ٹھہرایا ہی اور سورۂ فاتحہ کے نازل ہونے کو مناجات کی تعلیم کے واسطے قرار دیا ہی اور پہنچانا دین کے حکمون کا سورۂ مدثر کے نازل ہونے سے شروع رکھا ہی اور جسنے کہ سورۂ فاتحہ کو اول ما نزل کہا ہی سو اس راہ سے ہی کہ اول جو چیز کہ اسکے سبب سے قرب اور نزدیکی حاصل ہو اسکا پڑھنا عبادت ہو وہ یہی سورۂ فاتحہ ہی اور سورۂ اقرا فقط پڑھنے کا طریقہ سکھانے کو اور عادت ڈالنے کو نازل ہوئی تھی اور اس سورۂ اقرا کے نازل ہونے کی کیفیت یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز کہ علامتون سے وحی کی اول نمودار ہوئی سچے خواب تھے کہ جو کچھ آپ رات کو خواب مین دیکھتے تھے وہ بعینہ یعنے اسیطرح دن کو ظہور مین آتا تھا بعد اسکے محبت خلوت اور گوشہ نشینی کی آپکی

وہ لرزہ موقوف ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہانے پوچھا کہ یہہ کیا حال تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تمام احوال اُنکے سامنے بیان فرمایا کہ مین اپنی جان سے ڈرتا ہون کہ اس صدمے مین ہلاک ہو جاؤن حضرت خدیجہ
رضی اللہ عنہانے عرض کی کہ آپ ہرگز خوف نکرو کیون کہ حق تعالی نے آپ کی ذات پاک مین اپنی رحمت کی
صفتین بہت ظاہر فرمائی ہین چنانچہ ضعیفون پر رحم کرتے ہو اور اپنے ناتے والون سے احسان اور سلوک
اور محبت کرتے ہو اور مہمانون کی ضیافت کرتے ہو اور محتاجون کے کامون مین مددگاری کرتے ہو پھر جو شخص
کہ اس قدر خلق اللہ پر رحم کرتا ہی وہ رحمت الٰہی کے سزاوار ہو نیکے لایق ہوتا ہی نہ غصہ اور غضب کے بعد اسکے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس کہ اُنکے چچازاد بھائی تھے اور دین عیسوی رکھتے تھے اور عبرانی کتابون سے
اور توریت اور انجیل سے خوب واقف تھے بلکہ عربی زبان مین انکا ترجمہ بھی کرتے تھے لے گئین اور کہا کہ بھائی ذرا
سنو تو یہہ تمھارے بھتیجے کیا احوال بیان کرتے ہین القصہ جب ورقہ نے یہہ تمام قصہ سنا تو کہا کہ یہہ شخص
ناموس اکبر تھا اور اہل کتاب کی اصطلاح مین ناموس اکبر جبرئیل علیہ السلام کو کہتے ہین اور کہا کہ یہہ وہی ناموس
ہی کہ اللہ تعالی کی طرف سے پیغمبرون پر وحی لاتا ہی اور موسی علیہ السلام پر بھی نازل ہوتا تھا اب خوش ہو
اور کچھ خوف نکرو ولیکن تمھاری قوم اس نعمت کی قدر نہ جانیگی اور تمکو تکلیف پہنچاویگے یہان تک کہ تم کو اس
شہر سے نکال دینگے سو کیا خوب بات ہو کہ مین اس وقت تک زندہ رہون اور تمھاری تائید اور مدد کرون اور دونون جہان کی
سعادت اس سببسے حاصل کرون القصہ اس مقدمے سے چند روز کے بعد ورقہ نے اس جہان فانی سے رحلت کی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو خواب مین سفید کپڑے پہنے دیکھا تو تعبیر فرمائی کہ یہہ شخص بہشتی تھا اور اس
قصے مین کئی نکتے دریافت کرنا چاہئے اول تو یہہ ہی کہ عادت بنی آدم کی پرورش کی اسباب کو چاہتی ہی کہ
سہج سہج ہو پھر اگر اول ہی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے قرآن کی مشرف فرماتے تو اُسکے اُٹھانیکی
تاب نہ لاسکتے اس واسطے اول خوابون کہ اس عالم سے غفلت کی حالت ہی دل مین ایک ایک چیز کے علم کا
ڈالنا شروع فرمایا کہ آہستہ آہستہ عادت علم سیکھنے کی عالم غیب سے پیدا ہو اور رفتہ رفتہ اس تعلیم غیبی کے خوگر
ہو جاوین بعد اُسکے چاہا کہ انکی بیداری اور ہوشیاری مین انقطاع اور بے پرواہی جورو بچون اور گھر بار سے حاصل
ہو تا کہ بالکل غیب کے عالم کی طرف متوجہ ہو جاوین تو اس وقت انکو محبت خلوت اور گوشہ گیری کی دل مین پیدا ہوئی

اور ایک ایسا مکان اُنکو بتا دیا کہ وہان کوئی آدم زاد نہیں تھا تاکہ وحی اُترنے کے وقت کسی کے دل مین شبہہ پڑھنے اور سیکھنے کا نہ گذرے پھر وحی نازل ہونے کے وقت ایک بڑا صدمہ اور تھرانا اور خوف آپکے دل مین ڈالا تاکہ کسی کو خیال بناوٹ اور ملاوٹ کا نہ آوے دوسرے یہہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی تاثیر کو آپ کی روح مین بھیجنے اور گلے لگانے کے سبب سے بڑے درجے پر کمال کے ثابت اور قائم کردی اسواسطے کہ کاملون کی تاثیر جو دوسرے کے اندر اثر پیدا کرتی ہی جسکو اہل طریقت کے عُرف مین توجہ کہتے ہین چار طرح سے ہوتی ہی اوّل تو تاثیر انعکاسی وہ ایسی ہی جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس مین آوے اور اس عطر کی خوشبو سب ہمنشینون کے دماغ کو معطر کردے بس یہہ قسم سب قسمون مین توجہ کی ضعیف ہی کیونکہ اسکا اثر تبھی تلک ہی جب تلک اسکی صحبت ہی بعد اُسکے کچھ باقی نہین رہتا دوسری تاثیر القائی وہ اس قسم کی ہی جیسے کوئی شخص بتی اور تیل سکوری مین ڈال کر لایا اور دوسرے شخص کے پاس آگ تھی اُسنے اُسکو روشن کردیا بس چراغ تیار ہوگیا اس قسم کی تاثیر البتہ کچھ قوت رکھتی ہی کہ سیکھنے سکھانے کی صحبت کے بعد بھی اُسکا اثر باقی رہتا ہی لیکن جب کوئی صدمہ پہنچا جیسے آندھی یا مینہہ یا کوئی اور آفت تو اسکا اثر جاتا رہتا ہی اسواسطے کہ یہہ تاثیر نفس اور لطیفون کو درست نہین کرسکتی ہی جیسے ناکارے مین تیل اور بتی اور سکوری کو فقط شعلہ سنوار نہین سکتا تیسری قسم تاثیر اصلاحی ہی وہ اس طور کی ہی جیسے پانی کو دریا سے یا کوئے سے لاکر خزانے مین جمع کرین اور خزانے کی راہ کو حوض کے فوارے تک کوڑے کرکٹ سے صاف کردین پھر خوب زور سے اُسمین پانی چھوڑ دین کہ فوارہ خوب جوش اور خروش سے چھوٹنے لگے اس قسم کی تاثیر اُن اگلی تاثیرون سے بہت قوی ہی کہ نفس کی اصلاح اور ستھرائی لطیفون کی بھی اُسمین ہوتی ہی لیکن خزانے کی استعداد اور راہ کی سافت کے موافق فیضان ہوتا ہی نہ کنوے اور دریا کے برابر اور ان سب باتون کے ساتھ بھی اگر خزانے مین کچھ آفت یا فطور واقع ہوجاوے تو البتہ نقصان پڑجاتا ہی ؛ چوتھی تاثیر اتحادی کہ شیخ اپنی روح باکمال کو طالب کی روح کے ساتھ خوب زور سے ملاوے کہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح مین اثر کر جاوے اور یہہ مرتبہ سب قسم کی تاثیرون سے زیادہ تر قوت رکھتا ہی کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہی کہ ایک ہوجانے سے دونون روحون کے جو کچھ کہ شیخ کی روح مین ہی طالب کی روح مین سما جاتا ہی اور بار بار حاجت فائدہ لینے کی نہین رہتی ہی تو اولیاء اللہ مین اس قسم کی تاثیر بہت کم پائی گئی

توجہ کی قسمون کا بیان

ہی چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے منقول ہی کہ ایک روز آپکے مکان پر کئی مہمان آگئے اور
اس روز آپکے یہان کچھ کھانے کی قسم سے موجود نتھا اس واسطے انکو کمال تشویش ہوئی اور انکے کھانے کی تلاش کرنے لگے
اتفاقاً ایک نان وائی کی دوکان آپکے مکان کے متصل تھی اس بات کی خبر پاکے ایک خوان بھرا ہوا روٹیون کا
خوب مکلف مرغن نہاری کے ساتھ آپکے سامنے لاکر حاضر کیا آپ اُسکو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ
مانگ کیا مانگتا ہی اُسنے عرض کی کہ مجھکو اپنا سا کر دیجئے فرمایا کہ تو اس حالت کا تحمل نکر سکیگا کچھ اور مانگ وہ
اسی بات کا سوال کئے جاتا تھا اور خواجہ انکار کرتے تھے جب وہ بہت سی عاجزی کرنے لگا تو ناچار ہوکر
اُسکو اپنے ساتھ حجرہ مین لے گئے اور تاثیر اتحادی اُسپر کی جب حجرہ سے باہر نکلے تو خواجہ مین اور اس نانوائی کی صورت
شکل مین کچھ فرق باقی نرہا تھا لوگون کو پہچاننا مشکل پڑا تھا لیکن اس قدر تھا کہ خواجہ ہوشیار تھے اور وہ
نانوائی بے ہوش اور سرشار القصہ اس نانوائی نے تین روز کے بعد اُسی سکر اور بیہوشی مین وفات کی رحمۃ اللہ علیہ
حاصل کلام کا یہہ ہی کہ تاثیر جبریل علیہ السلام کی اُس بھیچنے مین تاثیر اتحادی تھی کہ اپنی روح لطیف کو بدنکے مسامونکی
راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مین داخل کرکے اپکی روح مبارک سے ملادی اور شیر و شکر کی مانند
گھل مل گئین تو ایک عجیب حالت ملکیت اور بشریت کے درمیان پیدا ہوئی کہ بیان مین نہین آسکتی تیسری یہہ کہ ورقہ بن نوفل کو
کہ تسلی بخشنے والا اس جناب کا ہوا تھا اور وحی کے نازل ہونے پر گواہی دی تھی آور جبریل علیہ السلام کو پہچانا تھا اور آپکی
نصرت اور مدد کے واسطے کمر باندھی تھی جلد اس عالم سے اٹھا لیا کہ کسی کو یہہ گمان نہو کہ یہہ سب اگلے قصے اور دوسرے کلام
شرع کے وہی ورقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا اور یاد دلاتا ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد اس واقعہ کے صحبت بھی اُسکی
ہمیشہ کی نہین رہی اس واسطے گنجایش اس احتمال کی بالکل بند ہوگئی آور یہہ بھی منظور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس
دین کے مقدمے مین اہل کتاب کی بلکہ کسی اگلے دین والے کی تائید اور مدد شامل نہو جو کچھ کہ ہو سو آپکی ذات مبارک سے ہی ہو



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ پڑھ اپنے پروردگار کا کلام مدد لیکے اپنے پروردگار کے نام سے اس واسطے کہ اللہ تعالی کے
کلام قدیم کو آدمی آپ ہی آپ پڑھ نہین سکتا ہی اور خاص کرنے مین رب کے لفظ کے اشارہ اسبات کی طرف ہی

کہ اللہ تعالی کی تربیت تیرے اوپر ظاہرا ور کھلی ہوئی ہی اور تمام مخلوق سے تربیت مین تو ممتاز اور بڑھا ہوا ہی پھر انہی ناموں سے اللہ تعالی کے کہ تیری تربیت مین مصروف ہین کلام قدیم کے پڑھنے مین مدد مانگ اور اگر تیرے خیال مین یہہ شبہہ گذرے کہ کلام قدیم کو کس طرح سے پڑھ سکونگا کیونکہ ہمارا پڑھنا حادث اور نو پیدا ہی اور وہ قدیم اور ازلی ہی تو ایک اور صفت کو اپنے پروردگار کی خیال کر کہ اَلَّذِیْ خَلَقَ وہ پروردگار جسنے پیدا کیا ہی چیزون کو اپنے نامون کی صورت پر بس لُتّے کیا وہ ورہی کہ کلام قدیم کو حرفون کے قالب مین لا کر اول تیرے خیال مین ڈالدے بعد اسکے تیری زبان پر جاری کرا دے اسواسطے کہ پیدایش سب چیزون کی اسیطرح پر ہی کہ اسماء قدیمہ کو حادث صورتون کے ساتھ ظاہر کیا ہی اور اگر تیرے دل مین شبہ گذرے کہ کلام الٰہی قدیم نہایت مرتبے کو عزت والا ہی اور آدمی نہایت ذلیل سو اس قسم کی عزیز چیز کو ذلیل مقام مین اتارنا نہایت بعید معلوم ہوتا ہی تو ایک دوسری صفت کو اپنے پروردگار کی لحاظ کر خَلَقَ الْاِنْسَانَ پیدا کیا ہی انسان کو اور کمال عزت دی ہی اسکو ایسی روح سے کہ اٹھانے والی اسرار الٰہی کی ہی اور جمع کیا ہی اسکو مختلف اعضاؤن سے کہ اسماء الٰہی اُن سے ظہور کرتے ہین اور ربط دیا ہی اسکی روح لطیف کو اسکے جسم کثیف سے اسطرح پر کہ لطافت روح کی اپنے ٹھکانے ہین اور کثافت جسم کی اپنے ٹھکانے ہی نہ روح جسم کی کثافت سے بگڑتی ہی نہ جسم روح کی لطافت سے بگڑتا ہی اور یے سب روح اور جسم ایک ہی چیز سے بنے ہین کہ سراسر نجاست اور ذلت رکھتا ہی چنانچہ فرمایا ہی مِنْ عَلَقٍ جمے ہوئے خون سے کہ شرع کے حکم مین اور حکمت کے رو سے بھی ذلیل اور نجس ہی پھر کیا عجب ہی کہ کلام پاک قدیم کو حادث لفظون کے ساتھ جمع کر کے اور ترتیب دیکے قوتوں خیالیہ اور بولنے کے آلات اور اسباب پر ڈالدے اور وہ کلام پاک جیسا کہ ہی ویسا ہی اپنی ستھرائی اور پاکیزگی پر رہے اور اسمین تغیر نہ آوے اب یہان پر سمجھ لیا چاہئے کہ آدمی کی پیدایش جمے ہوئے لوہو سے توالد کی صورت مین ظاہر ہی کہ جب نطفہ ماکے پیٹ مین ٹھہرتا ہی تو قوت جاذبہ کے زور سے جو اسکو عنایت ہوئی ہی بہت سا لہو ماکے بدن سے اپنی طرف کھینچتا ہی اور جمانے والی قوت سے جامن کی مانند اس لہو کو جما دیتا ہی یہانتک کہ رفتہ رفتہ صورت ہڈیون اور گوشت اور پوست کی حاصل کرتا ہی لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی مانند پیدا ہونے کی صورت مین پس پیدا ہونا علق سے ان معنون مین ہی کہ انسان کے اعضا غذا مین سے بدلہ اُس چیز کا ہی جو اُنمین سے تحلیل

فنا

اور فنا ہوتی رہتی ہیں اور غذا بعد طبخ ہونے ہضم کے مرتبوں کے جما ہوا لہو بن کے اعضاؤں کی صورت ہو جاتی ہے
بلکہ توالد کی صورت میں بھی بعد جدا ہونے بچے کے ماں کے پیٹ سے اسی طور سے خلقت انسان کی واقع ہوتی ہے اور
اسواسطے انسان کی پیدایش کی سب اصلوں میں سے علق کو مذکور فرمایا ہے کہ یہ مادہ ہر وقت میں اسی صورت
سے درکار ہے برخلاف منی اور نطفہ اور سوائے اُن دونوں کے کہ شروع پیدایش میں درکار ہوتے ہیں
اور بقا میں درکار رہتے ہیں اب فکر کیا چاہئے کہ ایک کیسی چیز کہ وہ جما ہوا لہو ہے وہی روح کی صورت بن کے
سمجھنے والی اور حرکت دینے والی قوتوں کا حامل ہوتا ہے اور وہی اعضا کی صورت پکڑ کے ہڈی اور مغز اور
گوشت و پوست بھی بن جاتا ہے اور روح لطیف مجرد کو اعضا کے ساتھ کہ ایسی ناپاک چیز سے پیدا ہوئے
ہیں کیسا کچھ یگانگیت اور اتحاد حاصل ہوتا ہے پس اس جگہ سے نازل ہونا ذات اور صفات کے معنوں کا
خیال میں اور بولنے کے آلات میں بوجھا چاہئے اور یہ بھی سمجھ لیا چاہئے کہ اقرا کا لفظ کہ شروع کلام میں واقع
ہوا ہے اکثر عوام کو شبہ میں ڈالتا ہے اور وے خیال کرتے ہیں کہ چاہئے تھا کہ یہ لفظ قرآن میں داخل نہ ہوتا
کیونکہ یہ لفظ قرآن شریف کے پڑھنے کے واسطے فرمایا ہے اسکو قرآن میں کس واسطے لکھنا چاہئے بلکہ قل کے
لفظ میں بھی کہ سر پر پانچ سورتوں کے واقع ہے قل اوحی اور قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ اور قل اعوذ
برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس میں بھی یہی شبہ وارد کرتے ہیں اسواسطے بعضے صحابہ نے قل کے لفظ کو
معوذتین میں سے موقوف کر دیا تھا لیکن اس شبہ کو اس طور سے دفع کیا چاہئے کہ اقرا کا لفظ اور اسیطرح قل کا
لفظ پیغمبر علیہ السلام کی طرف خطاب ہے دوسرے امر اور نہی کی طرح پر تو اسکا قرآن میں داخل ہونا ضرور ہوا
جس طرح سے خط کی ابتدا میں لکھتے ہیں باید شناخت یا فرمان کی ابتدا میں لکھتے ہیں بدانند و بشناسند اسی
طرح ان لفظوں کو بھی سمجھا چاہئے اور اگر کسی شخص کو سب قرآن سنانا دوسرے کو تبلیغ کے طور پر منظور ہو یا خط کا
مضمون سمجھانا دوسرے کو منظور ہو تو ان لفظوں کا بولنا بھی اسپر ضرور ہو جاویگا اب آئے ہم اسبات کی طرف کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تو امی محض تھے انکو کہنا کہ پڑھ اس قسم سے ہے جیسے اندھے کو دیکھنے کا اور شل کو دوڑنے کو کہیں
کہ یہ تکلیف مالایطاق ہے یعنے ایسی چیز کی تکلیف دینا ہے کہ ہو نہ سکے اور تکلیف مالایطاق ممنوع ہے چنانچہ
اللہ تعالی خود فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ حکم تکلیفی نہیں ہے بلکہ

تلقینی ہی جیسے بچے کو جو اول مکتب مین لیجاتے ہین تو استاد کہتا ہی کہ پڑھ اگرچہ وہ بچہ اس وقت پڑھنا نہین جانتا ہی لیکن استاد کا مطلب یہہ ہی کہ جیسے مین پڑھتا ہون تو بھی اُسی طور سے میرے پڑھنے کو سنکر پڑھ اور یاد کرلے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب اِس بات کا تھا کہ مین تو اُمّی محض ہون مجھسے کس طرح سے پڑھا جاویگا تو تاکید کے واسطے دوسری بار فرماتے ہین اِقْرَأْ اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ اول بار جو اقرا فرمایا اس سے مراد یہہ ہی کہ قرات قرآن کی اپنے نفس کے ثواب کے واسطے کر اور دوسری بار جو اقرا فرمایا اُس سے مراد یہہ ہی کہ قرآن کو اور لوگون پر پہنچا اور جس طرح سے اُمت کو پڑھنا اپنے نفس کے واسطے ضرور ہی اُسی طرح نبی کو امت پر پہنچانے کے واسطے بھی ضرور ہی کیونکہ اگر وہ نہ پہنچاوین تو امت کو پڑھنا قران کا کس طرح سے میسر ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ پہلا اقرا نماز مین ہی اور دوسرا اقرا خارج نماز کے اور بعضون نے کہا ہی کہ پہلا سیکھنے کے واسطے ہی اور دوسرا سکھانے کے واسطے اور بعضون نے کہا ہی کہ پہلے سے مراد یہہ ہی کہ قاری ہو بغیر اسکے کہ کسی چیز کو قرات کے واسطے معین کرین اور دوسرا متعلق ہی اسم ربک سے جو پہلے گذر چکا ہی یعنے اپنے پروردگار کے نام کو پڑھ اب اُمیت کے مانع کے دفع کرنے کے واسطے جو بار بار خاطر مبارک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گذرتا تھا اور خیال فرماتے تھے کہ اُمّی کو علم حاصل کرنے کا طریقہ خصوصا وہ علم جو متعلق صفات الٰہی سے اور کلام قدسی سے اور اُسکے ہر روز کے احکام سے ہو کیونکر حاصل ہو سکیگا اسواسطے ایک اور مقدمہ کو ارشاد فرماتے ہین کہ اس مقدمے سے طریقہ علم غیبی کے حاصل ہونیکا لوگون پر واضح ہوتا ہی وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور پروردگار تیرا اکرم ہی کہ اُمّی کو دانا کر دینا اور جاہل کو عالم بنا دینا اُسکے نزدیک بہت آسان کام ہی کیونکہ اُمّی کو اگر مانع ہی تو یہی بات ہی کہ علم حاصل کرنیکے اسباب نہین رکھتا ہی اور ہر قسم کے مانع سب آدمیون کے واسطے بہ نسبت بعضے علمون کے موجود ہین پھر باوجود اِن موانعون کے حق تعالی اُن علمون کو بعضی مخلوقات کے واسطے سے اُنکو پہنچا دیتا ہی چنانچہ فرمایا ہی اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ وہ ایسا پروردگار ہی کہ تعلیم فرمایا ہی آدمیون کو قلم کے واسطے سے وہ چیز جو حواس اور عقل اور خبر سے دریافت نہین کرسکتے ہین ۔ بسبب دور ہونے زمانے کے جیسے اگلی امتون کے اور گذری ہوئی سنگتون کے اور اگلے بادشاہون کے اور انبیا اور اولیاؤن متقدمین کے احوال یا بسبب بُعد مکان کے جیسے احوال دور دور کی ولایتون اور اقلیمون اور شہرون کے بلکہ عادت بادشاہون کی اِسی طور پر جاری ہی کہ اپنے نوکرون اور رعیت کو اپنی دلکی باتون پر قلم کے واسطے سے

تلقین ہی جیسے بچے کو جو اول مکتب مین لیجاتے ہین تو استاد کہتا ہی کہ پڑھ اگرچہ وہ بچہ اس وقت پڑھنا نہین
جانتا ہی لیکن اُستاد کا مطلب یہہ ہی کہ جیسے مین پڑھتا ہون تو بھی اُسی طور سے میرے پڑھنے کو سنکر پڑھ
اور یاد کرلے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب اِس بات کا تھا کہ مین تو اُمّی محض ہون مجھسے کس طرح سنے
پڑھا جاویگا تو تاکید کے واسطے دوسری بار فرماتے ہین اِقْرَاْ اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ اول بار جو اقرا فرمایا
اس سے مراد یہہ ہی کہ قرات قرآن کی اپنے نفس کے ثواب کے واسطے کر اور دوسری بار جو اقرا فرمایا اُسے مراد یہہ ہی کہ
قرآن کو اور لوگون پر پہنچا اور جس طرح سے اُمت کو پڑھنا اپنے نفس کے واسطے ضرور ہی اُسی طرح نبی کو امت پر پہنچانے کے
واسطے بھی ضرور ہی کیونکہ اگر وہ نہ پہنچاوین تو امت کو پڑھنا قرآن کا کس طرح سے میسر ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ
پہلا اقرا نماز مین ہی اور دوسرا اقرا خارج نماز کے اور بعضون نے کہا ہی کہ پہلا سیکھنے کے واسطے ہی اور دوسرا
سکھانے کے واسطے اور بعضون نے کہا ہی کہ پہلے سے مراد یہہ ہی کہ قاری ہو بغیر اسکے کہ کسی چیز کو قرات کے
واسطے معین کرین اور دوسرا متعلق ہی اسم ربک سے جو پہلے گذر چکا ہی یعنے اپنے پروردگار کے نام کو پڑھ اب
امیت کے مانع کے دفع کرنے کے واسطے جو باربار خاطر مبارک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گذرتا تھا اور خیال فرماتے
تھے کہ اُمّی کو علم حاصل کرنے کا طریقہ خصوصا وہ علم جو متعلق صفات الٰہی سے اور کلام قدسی سے اور اُسکے ہر روز کے
احکام سے ہو کیونکر حاصل ہو سکیگا اسواسطے ایک اور مقدمیکو ارشاد فرماتے ہین کہ اس مقدمے سے طریقہ علم غیبی کے حاصل ہونیکا
لوگون پر واضح ہوتا ہی وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور پروردگار تیرا اکرم ہی کہ اُمّی کو دانا کر دینا اور جاہل کو عالم بنا دینا اُسکے
نزدیک بہت آسان کام ہی کیونکہ اُمّی کو اگر مانع ہی تو یہی بات ہی کہ علم حاصل کرنیکے اسباب نہین رکھتا ہی اور ہر قسم مانع
سب آدمیون کے واسطے بہ نسبت بعضے علمون کے موجود ہین پھر باوجود اِن موانعون کے حق تعالی اُن علمون کو بعضی
مخلوقات کے واسطے سے اُنکو پہنچا دیتا ہی چنانچہ فرمایا ہی اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ وہ ایسا پروردگار ہی کہ
تعلیم فرمایا ہی آدمیون کو قلم کے واسطے سے وہ چیز جو حواس اور عقل اور خبر سے دریافت نہین کر سکتے ہین ۔
بسبب دور ہونے زمانے کے جیسے اگلی امتون کے اور گذری ہوئی سنگتون کے اور اگلے بادشاہون کے اور انبیا
اور اولیاؤن متقدمین کے احوال یا بسبب بُعد مکان کے جیسے احوال دور دور کی ولایتون اور اقلیمون اور شہرونکے
بلکہ عادت بادشاہون کی اِسی طور پر جاری ہی کہ اپنے نوکرون اور رعیت کو اپنی دلکی باتون پر قلم کے واسطے سے

علیہ الصلوۃ والسلام نے جنون سے سخن کی فضیلت سے پوچھا تو جنون نے عرض کیا کہ یا حضرت سخن ایک ہوا ہی
کہ منہہ سے نکلا اور فنا ہو گیا پھر حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اسکے باقی رہنے کی کیا تدبیر ہی انہون نے
عرض کی کہ اسکی تدبیر لکھنا ہی تس قلم صیاد ہی علمون کا اور حاصل کرنے والا ہی ہر بات کا اور مفہوم ایک
نعمت ہی بہت بڑی اور نہایت بزرگ چنانچہ قتادہ نے کہا ہی کہ لولا القلم لما قام الدین ولا صلح العیش
یعنے اگر قلم نہوتا تو دین قائم نہ رہتا اور نہ زندگانی درست ہوتی اسواسطے کہ دین کی کتابون کو قلم سے لکھتے ہین
اور حساب کی باریکیان دریافت کرنا اور حقدارون کے حق قائم رہنے کے واسطے سجلون کا لکھنا اور علمون کا
اور مال کا محفوظ رکھنا یہ سب قلم سے متعلق ہین اور اگر نظر کو کچھ تھوڑا سا بھی دوڑاوین اور غور کرین
تو پوچھیں کہ بادشاہت حق تعالی کی بہت سی ولایتین رکھتی ہی اور ایک ولایت اُنمین سے جو سب سے
چھوٹی ہی سو عالم شہادت کی ولایت ہی اور یہہ ولایت بہت سے کارخانونکو شامل ہی چنانچہ انہی مین سے
ہی کارخانہ عمارتون اور باغات کا اور اسکو کئی علمون سے دریافت کیا چاہئے اول تو علم ہیئت کا کہ اُسمین عدد
آسمانون کے اور ہیئت اور ترتیب اُنکی مذکور ہوتی ہی دوسرا علم جغرافیا کا کہ اُسمین ہیئت زمین کی اور صورتین
اقلیمون کی اور جو کچھ کہ اُنمین ہین دریا اور پہاڑ وغیرہ مذکور ہوتے ہین تیسرا علم مسالک اور ممالک کا کہ اُسمین
راہین اور شہر اور گانون اور تفصیل پہاڑون کی اور نہرون وغیرہ کی ذکر کی جاتی ہین چوتھا علم ابعاد اور
احرام کا کہ اُسمین طول اور عرض زمینی اور آسمانی ملکون کا دلیل کے ساتھہ ثابت کیا جاتا ہی اور اُنہی سب مین سے
کارخانہ روشنی اور شعاع کا اور وہ ستارون کی صورتون کے علم سے معلوم کیا جاتا ہی اور علم اشعہ کا یعنے
شعاؤن کے دریافت کرنے کا بھی اُسمین دخل رکھتا ہی اور اُنہی مین سے ہی کارخانہ وحوش خانہ کا اور اصطبل
اور کبوتر خانہ اور بازدار خانہ اور تفصیل اس کارخانے کی علم سے حیوانات کے کہ کتاب حیوۃ الحیوان اسمین تصنیف
ہوئی ہی دریافت کرنا چاہئے اور اُنہین مین سے ہی دوائی خانہ کہ اُسکی تفصیل مفردات ابن بیطار کی اور جامع
بغدادی اور بڑی بڑی قرابادینون سے معلوم کرنا چاہئے اور اُنہی مین سے ہی جواہر خانہ اور تفصیل اُسکی معادن
اور احجار کے علم سے کہ بہت سی کتابین اس فن مین بنی ہین پوچھا چاہئے اور انہی مین سے ٹکسال اور خزانے
عامرہ ہین اور اُنکو علم حساب اور مسطرقہ اور علم صنعت سے حاصل کر سکتا ہی اور اُنہی مین سے ہی کارخانہ

روزینہ داروں اور جاگیرداروں اور ملکیوں کا اسکو ساتوں اقلیموں کے بادشاہوں کے دفتروں سے پہچاننا چاہیے
حاصل کلام کا یہہ ہی کہ جتنا کچھ یہہ مذکور ہوا ایک نمونہ ہی قلم کے علم کی وسعت کا اور یہاں سے اُن علموں کے فیض کو جو
قلم کے وسیلے سے واقع ہوئے ہین تو سمجھا چاہیے کہ قلم روایت کنندون اور مفتیون کا احکام الٰہی کے دریافت کرنے کا سبب
ہی معاملات اور عبادات مین اور قلم فرایض والون کا ہر میت کے وارثون کے حصے معلوم کرنے کا سبب ہی اور قلم
تاریخ والون کا گویا تمام اگلے زمانون کا عرض حال ہی بلکہ اس حساب والے کے وقایع تامہ کی مانند ہی اور اگر تقدیر کے قلم کو خیال
کرین اور اسکے علمون کے فیض کو جو اسکے طفیل سے آسمانیون اور زمینیون کو پہنچا ہی غور کرین تو عقل خیرہ اور وہم
حیران ہوتا ہی اور یہہ صورت تعلیم کی قلم کے وسیلے سے اس طور پر ہی کہ اول تو معنے ذہن مین معین ہوتے ہین
بعد اسکے خیال مین لباس الفاظ مناسب کا پہنتے ہین بعد اسکے مدد سے قلم کی وہ الفاظ نقوش خطیہ کی صورت پر ظہور
کرتے ہین بعد اسکے ہر خط کا پڑھنے والا اسکو دریافت کر سکتا ہی اور یہہ صورت کمال مشابہت وحی سے
اور قرآن کے نازل ہونے سے رکھتی ہی کیونکہ اول کلام قدسی نے لوح محفوظ مین لفظون کی صورت پہنی بعد اسکے حضرت
جبریل علیہ السلام کی معرفت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحۂ خیال مین منقش ہوئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان
مبارک سے ہر خاص و عام کو پہنچے بس اس نعمت کو وحی کے ممکن ہونے کے اثبات مین لانے سے کمال مناسبت پیدا ہوئی
اور جس طرح سے کہ بسبب قلم کے اُن چیزون کو کہ ہرگز کسب بشری کی قوت انکو حاصل کر نہین سکتی ہی حاصل کر لیتا ہی
اسیطرح سے بسبب وحی کے جو معلومات کہ انکا حاصل ہونا ممکن نہین ہی حاصل ہو جاتی ہین چنانچہ فرماتے ہین عَلَّمَ
الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ سکھایا آدمی کو جو نجانتا تھا کیونکہ اسباب علم حاصل کرنے کے آدمی مین تین ہین
اول تو حواس صحیح سالم ظاہر اور باطن کے کہ انکے سبب سے جو کچھ اپنے مین اور اپنے پاس ہوتا ہی جیسے بھوک پیاس
اور خوشی اور غصہ اور خوف اور امن اور رنگ اور بو اور مزہ اور آواز اور گرمی اور سردی اور سوا اسکے دوسری
چیزون کو معلوم کرتا ہی دوسری عقل کہ اسکے سبب سے غائب کی چیزون کو حواس ظاہری اور باطنی سے معلوم کرتا ہی
اور طریقہ ادراک عقلی کا تین قسم سے باہر نہین ہی کیونکہ جس چیز کو کہ معلوم کرنا اسکا منظور رکھتا ہی یا تو اسکے سبب کو
حواس سے دریافت کیا ہی تو برہان آنی کو ترکیب دیگا مثلاً چاہتا ہی کہ گھر مین دھوین کا ہونا معلوم کرے
اور اسنے آگ جلنا اس گھر مین معلوم کیا تو اس سبب سے دریافت کر لیگا کہ البتہ اس گھر مین دھوان ہوگا اس واسطے

کہ آگ دھوین کا سبب ہی اور سبب بدون مسبب کے نہین رہتا یا اُسکے مسبب کو معلوم کرکے اُسکے ہونے پر حکم کرنا
ہی اور ترکیب دلیل انی کی کرنا ہی مثلاً دھوین کو دور سے دیکھ کر دریافت کیا کہ یہان پر آگ بھی ہوگی کیون کہ
ہونا دھوین کا بغیر آگ کے محال ہی یا ایک مسبب سے دوسرے مسبب کو دریافت کریگا اور اِس برہان کو لم اور اِن سے
مرکب کرکے درک کریگا کیونکہ وجود مسبب کا بغیر سبب کے محال ہی اور سبب کا وجود دوسرے مسبب کے وجود کا باعث ہی
مثلاً ایک جگہہ پر دھوین کو معلوم کیا اور آگ کی گرمی کو کہ اُس مکان مین بھی قیاس کرکے سمجھ لیا کہ وہ مکان یقینی گرم ہوگا
کیون کہ دھوان بغیر آگ کے نہین ہوتا ہی اور جب آگ وہان موجود ہوئی تو گرمی بھی موجود ہوگی لیکن اِن دو
سببون مین ایک قصور ہی وہ یہہ ہی کہ حواس ہر شخص کا ہر چیز کو نہین پہنچتا اور عقل بھی مختلف اور متفاوت ہی
یعنے ہر شخص کی عقل برابر نہین ہی اور اِن سب باتون کے ساتھ جو کچھ اسباب اور مسببات کہ عقل کی نظر سے
چھپ جاتے ہین تو اُن کا دریافت کرنا ممکن نہین ہوتا سو اِس واسطے ایک اور سبب بھی اُسکے معلوم
کرنے کے واسطے دیا ہی اور وہ تیسرا ہی یعنے سچی خبر کہ اپنے جنس کے لوگون کی دیکھی ہوئی اور دریافت کی ہوئی
اُن سے سنکر یقین کرے اور اپنے مطلوب کی دریافت کرنے کے کام مین لاوے اور جو خبر دینیوالا اُسکا بنی نوع ہی
اور وہ بھی اِسی شخص کی طرح سے حواس اور عقل کے دام مین گرفتار ہی پھر جو چیزین کہ اُسکی نوع کے حواس اور عقل کی
حد سے بلند ہین وہ انسان کی دریافت کے احاطے سے باہر ہین اُسکو نازل کرنے سے وحی کے تعلیم فرمایا کہ وحی علم الٰہی کی
وسیلے سے بڑے درجون والے فرشتون نے نوع انسان کو پہنچے اور کام مین آوے اور الہام اور کشف
اور خبر دینا ہاتف کا اور صورت پکڑنا غیب کے کامون کا کہ عارفون کو اور اولیاون کو انبیا علیہم السلام کی اتباع کے
وسیلے سے اور اُنکی اقتدا اور پیروی کے طفیل سے حاصل ہوتا ہی یہہ سب وحی کے توابع سے ہی اور جو معنے مالم
یعلم کے بیے ہین کہ قوت بشری مین معلوم کرنا اُسکا ممکن نہ تھا بس شبہہ لغو ہونے مالم یعلم کے ذکر کا دفع
ہوگیا نہین تو ظاہر مین مشکل معلوم ہوتا ہی کیون کہ تعلیم نہین ہوتی مگر بے معلوم چیز کی بس ذکر مالم یعلم کا
کیا ضرور ہی کَلَّآ سمجھ لیا جائے کہ کلا کا حرف عرب کی لغت مین زجر اور توبیخ یعنے خفگی اور جھڑکی کے واسطے
استعمال کیا جاتا ہی تو اِس کلام کے بعد ایک کلام ایسا چاہئے کہ اُسکی طرف زجر اور توبیخ متوجہ ہو اور اِس
مقام پر ایسا کلام کہ رد اور باطل کرنے کے قابل ہو ظاہر مین ذکر نہین کیا گیا اِسی واسطے بعضے علما نے کہا ہی کہ

ف کلا کے لفظ کی تحقیق اور اِس وعید کا بیان

کہ آگ دھوین کا سبب ہی اور سبب بدون مسبب کے نہین رہتا یا اُسکے مسبب کو معلوم کرکے اسکے ہونے پر حکم کرنا
ہی اور ترکیب دلیل انی کی کرتا ہی مثلا دھوین کو دور سے دیکھکر دریافت کیا کہ یہان پر آگ بھی ہوگی کیون کہ
ہونا دھوین کا بغیر آگ کے محال ہی یا ایک مسبب سے دوسرے مسبب کو دریافت کریگا اور اس برہان کو لم اور ان سے
مرکب کرکے دریافت کریگا کیونکہ وجود مسبب کا بغیر سبب کے محال ہی اور سبب کا وجود دوسرے مسبب کے وجود کا باعث ہی
مثلا ایک جگہہ پر دھوین کو معلوم کیا اور آگ کی گرمی کو کہ اُس مکان مین ہی قیاس کرکے سمجھ لیا کہ وہ مکان یقینی گرم ہوگا
کیون کہ دھوان بغیر آگ کے نہین ہوتا ہی اور جب آگ وہان موجود ہوئی تو گرمی بھی موجود ہوگی لیکن ان دو
سببون مین ایک قصور ہی وہ یہہ ہی کہ حواس ہر شخص کا ہر چیز کو نہین پہنچتا اور عقل بھی متخالف اور متفاوت ہی
یعنے ہر شخص کی عقل برابر نہین ہی اور ان سب باتون کے ساتھہ جو کچھہ اسباب اور مسببات کہ عقل کی نظر سے
چھپ جاتے ہین تو ان کا دریافت کرنا ممکن نہین ہوتا سو اس واسطے ایک اور سبب بھی اسکے معلوم
کرنے کے واسطے دیا ہی اور وہ تیسرا ہی یعنے سچی خبر کہ اپنے جنس کے لوگون کی دیکھی ہوئی اور دریافت کی ہوئی
اُن سے سنکر یقین کرے اور اپنے مطلوب کے دریافت کرنے کے کام مین لا دے اور جو خبر دینیوالا اسکا بنی نوع ہی
اور وہ بھی اسی شخص کی طرح سے حواس اور عقل کے دام مین گرفتار ہی پھر جو چیزین کہ اسکی نوع کے حواس اور عقل کی
حد سے بلند ہین وہ انسان کی دریافت کے احاطے سے باہر ہین اسکو نازل کرنے سے وحی کے تعلیم فرمایا کہ وحی علم الٰہی کو
وسیلے سے بڑے درجون والے فرشتون کے نوع انسان کو پہنچے اور کام مین آوے اور الہام اور کشف
اور سیر دنیا ہاتف کا اور صورت پکڑنا عیب کے کا موں کا کہ عارفون کو اور اولیاون کو انبیا علیہم السلام کی ارواح کے
وسیلے سے اور انکی اقتدا اور پیروی کے طفیل سے حاصل ہوتا ہی یہہ سب وحی کے توابع سے ہی اور جو معنے مالم
یعلم کے بیے ہین کہ قوت بشری مین معلوم کرنا اسکا ممکن تھا پس شبہہ لغو ہونے مالم یعلم کے ذکر کا دفع
ہوگیا نہین تو ظاہر مین مشکل معلوم ہوتا ہی کیون کہ تعلیم نہین ہوتی مگر بے معلوم چیز کی پس ذکر مالم یعلم کا
کیا ضرور ہی **کَلَّآ** سمجھ لیا جائے کہ کلا کا حرف عرب کی لغت مین زجر اور توبیخ یعنے خفگی اور جھڑکی کے واسطے
استعمال کیا جاتا ہی تو اس کلام کے بعد ایک کلام ایسا چاہئے کہ اسکی طرف زجر اور توبیخ متوجہ ہو اور اس
مقام پر ایسا کلام کہ رد اور باطل کرنے کے قابل ہو ظاہر مین ذکر نہین کیا گیا اسیواسطے بعضے علمانے کہا ہی کہ

ف کلا کے لفظ کی تحقیق اور اسکے معنی کا بیان

یقین جانا چاہئے کہ یہہ آیت مکی ہی اور مدینہ منورہ کی آیتوں مین یہہ لفظ ہرگز نازل نہین ہوئی سو اسبات کا بھید
یہہ ہی کہ یہہ لفظ غصے اور غضب پر دلالت کرتی ہی اور مدینہ منورہ مین ایمان والے لوگ تھے اور ان کے اعتقاد
بہت درست تھے اگر کبھی ان سے کوئی خطا یا گناہ ہو جاتا تھا تو اسکا تدارک بہت جلد کرتے تھے اور پند
اور نصیحت کو بہت رحم دلی اور نرمی سے قبول کرتے تھے اور غصہ اور غضب اور کینہ اور بغض ہرگز انکے درمیان
نتھا بخلاف مکے والون کے کہ اکثر کافر جھگڑالو دشمن نافرمان تھے تو انکے مقابلے کے کلام مین بھی غصہ اور غضب
درکار ہوا اور دوسری مناسبت یہہ ہی کہ اول نصف مین قرآن شریف کے یہہ کلمہ یعنے کلا نہین ہی اور آخر کے
نصف مین خصوصا پچھلے سپارون مین یہہ لفظ بہت آئی ہی اسکا بھید یہہ ہی کہ پہلے کلام مین سمجھانا اور راہ
تبلانا نرمی سے منظور ہی اور جب آدھا قرآن شریف کوئی شخص پڑھ چکا اور اسکے مضمون کے سمجھانے اور بجھانے سے
ہرگز راہ پر نہ آیا تو غصہ کرنے اور جھڑکنے کے لایق ہوا خصوصا وہ شخص کہ جسنے قرآن کو تمام پڑھا اور اسکے احکام
اور نصیحتوں پر نہ چلا اور کچھ نہ چیتا تو جھڑکنے اور تنبیہہ کرنیکے زیادہ تر لایق ہوا اسی واسطے اس لفظ کا لانا آخر کے سپارون مین
بہت ضرور ہوا اسیواسطے اگر کسی سے کوئی حرکت ناشایستہ اور بیجا ظہور مین آتی ہی تو پہلے اسکو نصیحت کرتے مین
اگر نصیحت سے راہ پر آیا اور برائی کو چھوڑا تو بہتر ہی اور اگر نصیحت سے کچھ فائدہ نہوا تو البتہ تعذیر دینے کے اور ذلیل
کرنے کے لایق ہوتا ہی اور مفسرون نے ان دونون مطلبون کے بیان کرنے کے واسطے ایک بیت کہی ہی وہ یہہ
ہی وما نزلت کلا بہ یثرب فاعلمن ولا جآء فی القرآن فی نصفہ الاعلی یعنے اور نہین اتری لفظ کلا کی
رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ منورہ مین سو جان رکھو اسکو اور نہین آیا ہی کلا قرآن شریف کے نصف پہلے مین
جب یہہ تمہید معلوم ہو چکی تو اب آیت کی تفسیر شروع کی جاتی ہی سو فرماتے ہین کلآ یعنے ایسی بات نہین ہی
جیسا تم سمجھے ہو کہ آدمی کا محتاج اور فقیر ہونا کچھ اللہ تعالی کے کرم اور فضل کے قصور سے ہی بلکہ اسی محتاجگی اور فقیری کا
سبب دوسرا ہی اس واسطے کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی تحقیق آدمی نافرمانی کرتا ہی اللہ تعالی کی اور سرکشی
کرتا ہی اسکے بندون پر اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی جب دیکھتا ہی اپنے تئین تو انگر بے پروا مال اور جاہ سے اور تندرستی
اور قوت سے اور جو دوسرے اسباب ہین بے نیازی اور بے پروائی کے پھر اگر آدمی اس طرح کا محتاج سب چیزون کا نہو
تو اسکی سرکشی اور نافرمانی بہت بڑھ جاوے اور اصلاح کی صورت مشکل ہو جاوے سو یہہ نہایت کرم اور فضل اس کریم کارساز کا اسکے

حال کوشامل ہی کہ ہر طرح کی احتیاج مین اسکو گرفتار کرکے سرکشی اور نافرمانی سے روک رکھا ہی چنانچہ حق تعالیٰ خود دوسری جگہہ پراپنے کلام پاک مین فرماتا ہی وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ یعنے اگر کشادہ کردیتا اللہ تعالیٰ رزق کے بسعون کو اپنے بندون پر تو البتہ ظلم کرنے اور اپنے حد اور اندازے سے بڑھ چلنے اور تڑپا مچانے زمین مین سو اس طرح کا اعتقاد کرنا آدمی کو سراسر غلطی ہی اور بالکل بیچ لیوں کہ اسکو کسی حالت مین اپنے پروردگار سے بے پروائی حاصل نہین ہی بلکہ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی تحقیق اسی پروردگار کی طرف رجوع اور پھرنا ہی ہر حال مین اب اس مقدمے کو ایک ایسی تمثیل مین واضح کرکے بیان کرتے ہین ہم کہ کسی طرح کی پوشیدگی نرہے جیسے ایک شخص ہی کہ اسکو اچھا مرغوب کھانا میسر آیا اور اسنے یہہ سمجھا کہ آج روز مجکو بھوک سے بے پروائی حاصل ہوئی اب اس سے پوچھا جاہے کہ تجھکو کھانے کی اور چبانیکی قوت کون دیگا پھر بعد کھانا کھانے کے قئی ہو جانے اور الٹ آنے سے کون روکے گا پھر ہضم کی قوت دے کے غذا کو روک کر سب جز بندون مین تقسیم کون کرتا ہی اور اسکے فضلات کو پیشاب اور پائخانے کی راہ سے نکال کر کون دور کرتا ہی پھر غذا کو سمات سے کون بچاتا ہی کہ زہر ہوکے بدن کو خراب کرے یا بدہضمی سے کوئی فساد بدن مین پیدا کرے اور یے سب باتین ایسی ہین کہ باوجود نعمت کے اور حاصل ہونے غذا کے انکی طرف محتاج ہی آور بعد خراب ہونے بدن کے اور جدا ہونے روح کے جسد سے پھر جانا آخرت کی طرف ہوگا اور سرکشی اور نافرمانی کی وجہ پوچھی جائیگی اور اسکا عوض لیا جائیگا تو اسوقت کی محتاجگی ایسی ہی کہ اسکا انتہا نہین ہی بلکہ اگر عقل والے انصاف کرین اور اپنے دل مین خوب طرح سے تامل کرین تو اپنے یئن توانگری کی حالت مین زیادہ تر حق تعالیٰ کا محتاج پاوینگے اسواسطے کہ فقیر کو اکثر یہی آرزو ہوتی ہی کہ جان اسکا سلامت رہے اور بدن اسکا صحیح اور ایک دن کا کھانا پانی مل جاوے آور دولتمند کو جان اور مال اور مرتبہ اور اہل و عیال سبکی سلامتی درکار ہی تو توانگری محتاجگی کے سبب زیادہ ہوئی فقیر سے آور اس جگہہ پر ایک شبہہ اکثر لوگون کی خاطر مین گذرتا ہی وہ یہہ ہی کہ اگر مال سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہوتا تو بڑے بڑے صحابہ کہ بہت مالدار تھے جیسے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت امیرالمومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہما وے کسواسطے اس سرکشی کے سبب مین گرفتار ہوتے بلکہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسواسطے اس قدر کشادگی اور مرتبے دنیا کے مال مین دئے کہ بیت المقدس کے در و دیوار کو سونے اور جواہرات سے جڑوا دیا اور بہت سے

اسباب اور ہتھیار جمع کئے اور اس شبہ کا دفع اس طور سے بوجھا چاہئے کہ اس آیت میں مال کو بالکل سرکشی کا
سبب نہیں فرمایا ہی بلکہ اپنے تئیں مال کے سبب سے بے پروا سمجھنا اور اس احتیاج سے کہ بندے کو حق تعالیٰ کی درگاہ
میں ہر وقت اور ہر آن موجود ہی غافل ہونا اور مال کی پیدایش کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل سے نہ جاننا بلکہ اپنی
سعی اور کوشش کی طرف نسبت کرنا سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور اصحاب
کبار کو اگرچہ مال کی زیادتی تھی لیکن اعتقاد بد سے بری تھے بلکہ جو شخص کہ ان بزرگوں کے احوال کو دیکھے تو یقینی معلوم
کر لیگا کہ محتاجوں کی خدمت اور دستگیری اور خاطرداری جس قدر ان بزرگوں سے ہوئی ہی دوسروں سے
نہیں ہوئی ہی گویا مالکی کثرت کو زہر قاتل سمجھ کر بعد دینے کو تریاق جانتے تھے اسی واسطے اس کام میں زیادہ کوشش
کرتے تھے اور حدیث شریف میں وارد ہی کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنے کیا اچھا مال نیک ہی جو نیکبخت
آدمی پاس ہی کہ وہ نیک کام میں خرچ کرتا ہی اور جب ثابت کیا کہ آدمی کے ہر بات میں محتاج ہونے کی یہی وجہ
ہی کہ بے احتیاجی کی صورت میں سرکشی اور نافرمانی کرتا ہی اور اپنے منعم حقیقی سے غافل ہو کے نعمت ہی دیکھنے میں
ریجھ رہا ہی اور یہاں گمان اسبات کا تھا کہ شاید کوئی تمثیل کے طور پر ان بے پرواؤں کا حال پوچھے یعنے
کہ انکو خدا سے سرکشی کا سبب کیوں کر ہوئی تو اسکی مثال کو بیان فرماتے ہیں اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى کیا دیکھا تو نے
اس شخص کو جو منع کرتا ہی اور روکتا ہی عَبْدًا اِذَا صَلّٰى بندے کو جب چاہتا ہی کہ نماز پڑھے اور حق بندیکا
بھی یہی ہی کہ اپنے پروردگار کی عبادت ہاتھ اور پاؤں سے اور دل اور زبان سے بجا لاوے اور ایسی عبادت
جو ان سب باتوں کو جامع ہو سوا نماز کے نہیں ہی اور حق خدا کا یہہ ہی کہ معبود ہو ہر عبادت میں پھر اس منع کرنے والے نے
بندے کا حق بھی تلف کیا اور خدا کا حق بھی تلف کیا تو اسکی سرکشی اور نافرمانی خدا سے اور اسکے بندوں سے بھی
ثابت ہوئی اور یہہ شخص ابو جہل تھا کہ کئی مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے منع کیا
تھا بلکہ یہہ کہا تھا کہ اگر کبھی میں تجھکو دیکھوں گا کہ اپنے منھ کو زمین پر رکھا ہی تو نے تو تیری گردن کاٹ ڈالوں گا
اور ہر چند کہ یہہ آیت اسی لعین کے حق میں نازل ہوئی ہی لیکن اب بھی جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے منع کرے اور روکے
وہ بھی اسی وعید اور سرزنش میں شامل ہی اور وہ جو فقہا نے لکھا ہی کہ غصب کی زمین پر نماز پڑھنے سے منع کیا چاہئے
اور مکروہ وقتوں میں بھی نماز سے منع کیا چاہئے اور مکروہ وقت پانچ ہیں ایک آفتاب نکلنے کا وقت دوسرا اسکے

فائدہ عجیب

ڈوبنے کا تیسرا دوپہر کو اسکے ٹھہرنے کا وقت چوتھا نماز عصر کے بعد مغرب تک پانچواں طلوع فجر سے آفتاب
نکلنے تک سوائے نماز فجر کے اور اگر لونڈی یا غلام کو اسکا مالک تہجد کی نماز پڑھنے سے منع کرے اس سبب سے کہ اگر رات کو جگیگا
تو فجر کو اسکی خدمت میں قصور کریگا تو اسکو بھی منع کرنا پہنچتا ہی اور اسی طرح خدمت کے وقت میں نماز سے منع کرنا
بھی پہنچتا ہی اور اسی طرح خاوند کو منع کرنا ہی جورو کو نماز نفل سے اور اعتکاف سے پہنچتا ہی اس واسطے کہ
اس حالت میں بہت سی منفعتیں خاوند کی فوت رہینگی جیسے جماع کرنا اور دوسری لذتیں سو ان سب باتوں میں جو ذکر کی گئی
ہیں منع کرنا نماز سے دوسری مصلحت کے واسطے اللہ تعالی کے حکم سے ہی تو حقیقت میں منع نہوا بلکہ ایک عبادت سے
دوسری عبادت میں پھیر دینا ہوا اور بعضے دین کے بزرگوں نے ادب کی رعایت کے واسطے ان چیزوں سے
منع کرنے سے بھی احتراز کیا ہی چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہی کہ ایک مرتبہ عید کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ
عیدگاہ میں تشریف لے گئے چند آدمیوں کو دیکھا کہ عید کی نماز کے پہلے نفلیں پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ
ان سے کہہ دو کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی عیدگاہ میں اس وقت نفل پڑھتے نہیں دیکھا ان لوگوں نے
آپکے حکم کو نہ سنا اور اپنے کام سے باز نہ آئے بعضے لوگوں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر حکم ہو تو انکو زبردستی
منع کر دیں اور اگر نہ مانیں تو سزا انکو پہنچیں آپ نے فرمایا کہ میں اس بات سے یعنے ارایت الذی ینہی عبدا
اذا صلی کے مضمون سے ڈرتا ہوں اور اسطرح سخت حکم کر نہیں سکتا لیکن ادب کی رعایت اسی جگہہ ہوتی ہی
جہاں ممانعت کا حکم صریح اور ظاہر نہو جیسے یہہ مقام تھا کہ یہاں صریح ممانعت وارد نہیں ہوئی والا بموجب اس
قول کے الامر فوق الادب یعنے حکم کا مان لینا ضروری ہی ادب کی رعایت سے اچھی بات کا بتلا دینا اور بری بات سے
حتی المقدور روکنا واجب ہی اور جب آدمیوں کی سرکشی کی مثال جو استغنا اور بے پروائی کے سبب سے ہوتی ہی
بیان فرما چکے تو اس علت کے علاج کا طور بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ أَوْ أَمَرَ
بِالتَّقْوَىٰ کیا دیکھا تو نے اس سرکش نافرمان کو کہ اگر ہدایت پر ہوتا یا لوگوں کو پرہیزگاری کا حکم کرتا یعنے اگر اپنی
سرکشی کا علاج کرتا اور اپنی روح کو صحیح سالم رکھتا پھر اس مرتبے سے بھی آگے بڑھتا اور دوسروں کو نصیحت کر کے
راہ پر لاتا اور نماز کے منع کرنے سے باز آتا اور لوگوں کو پرہیزگاری اور صلاحیت کا حکم کرتا أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ
وَتَوَلَّىٰ کیا دیکھا تو نے اسی سرکش کو کہ اگر جھٹلایا پیغمبر کے دین کو اور منہہ موڑا اچھی راہ چلنے سے سو ان دونو

حالتوں میں اپنا بدلا پاویگا لیکن پہلی حالت میں جزا نیک ہی اور دوسری حالت میں سزا بد اور جزا کا لحاظ
رکھنا بھی سرکشی اور طغیان کا علاج ہی اور اگر اسکو جزا کے واقع ہونے میں کچھ شک یا شبہ ہو تو اسکے سمجھانے کو
اس قدر کافی ہی کہ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کیا نہیں جانتا ہی کہ حق تعالیٰ دیکھتا ہی اور دیکھنا اپنے کا جو
بدلا دینے کی قدرت رکھتا ہی اور ہر ذرے میں عالم کے اُسکی حکمتیں اور قدرتیں اظہر من الشمس ہیں یعنے آفتاب سے زیادہ
روشن ہیں جزا کے ہونے اور بعض جا سے میں کافی ہی اس واسطے کہ قدرت اُسکی جزا کے جائز ہونے کو چاہتی ہی
اور حکمت اور عدالت اُسکی جزا کے واجب ہونے کو چاہتی ہی اور اچھائی اور برائی کا دیکھنا امتیاز اور جدائی کرنے کو ہر ایک سے
مدہی کافی ہی پھر جو شخص دیدہ و دانستہ با وجود قادر ہونیکے نیک اور بد میں فرق نکرے اور ہر شخص کو اپنے کئے کی جزا
اور سزا نہ دے ایسا شخص ایک گھر کی ریاست کے قابل نہیں ہوتا پھر خدائی کے قابل ہونے کا کون ذکر ہی اور قدرت اور
حکمت اس مالک الملک کی ہر کس و ناکس پر ظاہر ہی اور جو پوشیدہ ہی تو وہ یہی ہی کہ اللہ تعالیٰ کو خبردار جاننا
سب نیک اور بد کاموں پر لیکن شہوت اور غضب اور جہالت کے پردے آدمی کی بینائی کی آنکھ کو بند کرکے اُسکو اس
خبرداری سے غافل کر دیتے ہیں لاچار اسی اطلاع کے ذکر پر کفایت کی گئی کَلَّا یعنے مقدمہ ایسا نہیں ہی کہ وہ سرکش
مہمل چھوڑ دیا جاویگا اور اُسکی دنیا کی عزت اور مرتبے کے لحاظ سے اُسکی سرکشی اور نافرمانی پوچھی نجاویگی بلکہ
لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ اگر اس دھمکی اور جھڑکی سے اپنی سرکشی سے باز نہ آویگا لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَۃِ البتہ کھینچینگے
ہم اسکو چوٹی سے کہ اُسمیں بڑی ذلت اور حقارت ہی اس واسطے کہ پیشانی آدمی کی سب بدن میں بڑا شرف اور
بزرگی رکھتی ہی اسی واسطے تعظیم کی جگہ پر بادشاہوں اور دوسرے امیروں کے سر مبارک کی قسم کھانا رایج اور معمول
ہو گیا ہی اور جب اُس پیشانی کو اسطرح سے ذلیل اور خوار کیا تو کمال ذلت ہوئی اور خاص پیشانی کے ذکر کرنے
میں ایک اشارہ اور بھی ہی وہ یہ ہی کہ آدمی میں سرکشی اور نافرمانی کے سبب کو اسی عضو میں حوالہ کیا ہی اسواسطے
کہ جو تکبر اور غرور کی وہم اور خیال اور حواس خمسہ یعنے باصرہ اور سامعہ اور شامہ اور لامسہ اور ذائقہ میں سو یہ سب
اسی عضو میں یا اسکے قریب سر میں رکھے گئے ہیں اور سرکشی کی لفظ بھی اس عضو کی شرارت پر گواہی دیتی ہی
اسی واسطے سیاست اور سزا دینا اُسکا اسی عضو خاص سے ہوا چنانچہ چور کی سیاست ہاتھ کا کاٹنا ہی
اسواسطے کہ چور چوری نہیں کرتا مگر ہاتھ سے نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ ایسی پیشانی جو جھوٹی اور گنہگار ہی

یعنے سرکشی کی حالت مین پیشانی کی جڑون اور نکرون سے اور اس قوت سے جو پیشانی مین سر دہو ئی ہی جھوٹھی باتین بڑھ بڑھ کے کہتا تھا اور گناہ کے کام بے پروا ہو کر تا تھا کبھی مسکینون اور غریبون کی طرف حقارت کی آنکھ سے دیکھتا تھا اور کبھی اپنی مرضی کے مخالف اگر کوئی کام دیکھتا تھا تو پیشانی پر شکن ڈال کے ترش رو ہو کے بیٹھتا تھا اور کبھی ہنسی اور مسخرگی مین یا لوگون کی حقارت مین سر ہلاتا تھا تو یہہ پیشانی ایسی لائق ہی کہ اسکو اسیطرح سے ذلیل اور خوار کرین اور اسکی پیشانی اور چوٹی کے بال کو جنکو ہمیشہ دھوتا اور تیل ڈالتا اور کنگھی کرتا رہتا تھا پکڑ کے کھینچین اور خاک مین ملا دین اور مفسرون نے لکھا ہی کہ خاطی بہت برا ہوتا ہی مخطی سے اس واسطے کہ عرب کی زبان مین خاطی اسکو کہتے ہین جو جان بوجھ کے قصد سے گناہ کرے اور مخطی اسے کہتے ہین جس سے بے قصد نادانستہ گناہ ہو جائے اسی واسطے خاطی کو قرآن مجید مین سخت عذاب کا وعدہ کیا ہی یعنے غسلین کا کھانا اور غسلین کہتے ہین پیپ لہو کو دوزخیون کا جو انکا بدن جلنے کے سبب سے انکے گوشت پوست اور چربی سے اوٹ کے بہے گا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی من غسلین لایاکلہ الا الخاطئون یعنے غسلین نہ کھائیگا اسکو مگر قصد سے گناہ کرنے والا اور مخطی کے واسطے بخشش اور معافی کا وعدہ فرمایا ہی ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ یون دعا مانگو کہ ای رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو ہماری بھول اور چوک پر اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب یے آیتین نازل ہوئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو لوگون کے سامنے پڑھا تو رفتہ رفتہ یہہ خبر ابو جہل کو بھی پہنچی وہ ملعون نہایت غصہ مین ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سخت گفتگو بے ادبانہ کرنے لگا اور کہا کہ ای نادان کچھ بھی تجھکو سمجھ ہی کسکو تو ڈراتا ہی اگر مین چاہون تو ابھی اس میدان کو سوار اور پیادون سے بھر دون لیکن یہہ کس واسطے کرون تجھکو اور تیری قوم کو تو وے لوگ جو صبح اور شام کو میرے دربار اور مجلس مین حاضر رہتے ہین کفایت کرتے ہین اگر انکو پکارون تو ابھی تیری حقیقت معلوم ہو جاتی ہی سو اس ملعون کے تکبر کے جواب مین حق تعالی نے ایک آیت دوسری نازل فرمائی کہ فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ پھر چاہئے کہ پکارے اپنی مجلس والون کو یعنے ان لوگون کو جو اسکی مجلس مین صبح اور شام حاضر رہتے ہین اپنے ہونٹ کے دفع کرنے کے واسطے اور قابض الارواح کے مقابلے مین بلکہ تمام فوج اور سپاہ کو اپنی مدد کے واسطے بلا دے ہم بھی اسکے مقابلے مین اپنے ادنی اور حقیر بندون کو بھیجین گے چنانچہ فرماتے ہین سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ قریب ہی کہ بلاتے ہین ہم زبانیہ کو اور زبانیہ اصل عرب کی زبان مین بندیخانے کے پیادون کو کہتے ہین

خاطی اور مخطی کا فرق

جو لوگون کی مشکین باندھ کے قیدخانے مین بند کرتے ہین اور یہان پر وے فرشتے مراد ہین جو دوزخ پر مقرر ہین اور لوگون کے
ہاتھہ پانون باندھ کے دوزخ مین ڈالینگے سو اُس ابوجہل مردود کا یہی حال ہوا یعنے بدر کے روز مارا گیا اور
صحابہ نے بموجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس ملعون کے کانمین سوراخ کرکے اسمین رسی ڈالکے مارے جانے کے مقام
سے اسکی لاش کو ایک ناپاک کوئین تک کھینچتے لے گئے پھر اُسکی چوٹی کے بالون سے کھینچ کر کوئے مین ڈالا اور اسکی
روح کو بدن سے جدا ہوتے ہی دوزخ کے نگہبانون نے جہنم کے عذاب مین گرفتار کیا پھر اُسکے رفیق اور اسکی مجلس کے
بیٹھنے والے کوئی اس سخت مصیبت مین کام نہ آئے اور زبانیہ کے عددون کا شمار جو قرآن مجید مین دوسری جگہہ
بیان ہی وہ یہہ ہی کہ کافرون کے واسطے اُنیس فرشتے مقرر ہین جو انکو پکڑ کے دوزخ مین ڈالینگے اور اُنیس کے
مقرر ہونے کی وجہ سورۂ مدثر کی تفسیر مین بیان کیگئی ہی اور بعضی رواتیون مین آیا ہی کہ اُن فرشتون کا قد
اِتنا لمبا اور چوڑا ہی کہ پیر اُنکے زمین مین اور سر آسمان مین لگتا ہی اور اُنکے سردار کا نام مالک ہی اور اٹھارہ
دوسرے اُسکے تابع ہین آنکھین انکی بجلی کی طرح چمکتی ہین اور دانت اُنکے بارہ سنگھے کی سینگ کی طرح اینٹھے ہوئے
ہین اور بال انکے اتنے لمبے ہین کہ زمین پر گھسٹتے جاتے ہین اور آگ کے شعلے انکے مُنہون سے نکلتے ہین اور ایک کندھے سے
انکے دوسرے کندھے تک ایک برس کی راہ ہی اور اُنکے ہاتھہ کی ہتھیلی ستر ستر ہزار آدمی کی گنجائش رکھتی ہی اور
اس زبانیہ کی لفظ کی تحقیق مین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ یہہ ایسی جمع ہی جسکا مفرد نہین ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اسکا
مفرد زبنیت عفریت کے وزن پر ہی نکالا گیا ہی زبن کی لفظ سے جسکے معنے دفع کرنے کے ہین اور زبنیہ ہر متمرد شریر کو
کہتے ہین جن سے ہو خواہ آدمیون سے اور جب اس کافرون کے حال و رآیندہ کے بیان سے فراغت پائی تو آنحضرت صلعم کو
اسکی مخالفت پر دلیر کیا اور فرمایا کَلَّا یعنے مت ڈر اُس سے اور اسکے ڈرانے کو کچھہ بھی دل مین مت کر لَا تُطِعْهُ اُسکے کہنے کو
مت مان وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ اور سجدہ کر اپنے پروردگار کا اور نزدیکی حاصل کر اس جناب کی سجدے کی عبادت سے ہر چند کہ اس
مردود نے نماز پڑھنے سے بالکل منع کیا تھا لیکن زیادہ غصہ اسکا سجدہ کرنے پر تھا اس واسطے کہ نماز کے رکنون مین سجدہ کرنا
تکبر اور غرور کے بہت منافی ہی اور اسکو تکبر اور غرور پر دے رکھا تھا اسیواسطے یہہ فعل اسکو بہت برا معلوم ہوتا تھا اپنے سر جھکانیکا
تو کیا ذکر ہی دوسرے کا سر جھکانا دیکھہ نہ سکتا تھا اسیواسطے اُسکے مقابلے مین سجدے کو حکم ہوا تاکہ رغم انف اسکی ہو یعنے اُسکی
ناک گھسی جاے اور جو اس سرکش کو تکبر کے بدلے مین چوٹی پکڑ کے گھسیٹنے سے خوف دلوایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو



اسکے بنانے میں حکم ہوا کہ تم اپنی پیشانی کو عاجزی سے ہمارے واسطے زمین پر رکھو شکر میں اسبات کے کہ ہمنے تمہارے دشمن کی پیشانی کو
ذلت میں ملایا اور یہہ بھی ہی کہ جو سجدہ کرنا حق تعالی کی نزدیکی کا سبب ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کو فرمایا
اور حکم ہوا کہ تو سجدہ میں مشغول ہو تا کہ تیرا قرب درگاہ الہی میں کمال کے مرتبے کو پہنچے اور تیرا مرتبہ اور بزرگی تجھکو حاصل ہووے
اور تیرا دشمن جو ہجو ذلیل اور خراب ہو جاوے اس واسطے کہ جسقدر تیرے قرب کے درجے جناب الہی میں بڑھینگے اسیقدر تیرے
دشمن کو دوری اور مقہوری اس درگاہ سے ہوگی اور سجدہ کی حالت میں آدمیکو زیادہ تقرب جناب باری سے حاصل ہونیکی وجہ یہہ ہی کہ
اس وقت میں آدمی اپنی اصل کی طرف کہ خاک ہی متوجہ ہوتا ہی اور جس قدر اسکا توجہ اپنی اصل کی طرف زیادہ ہوگا اسیقدر حق تعالی کا
قرب اسکو زیادہ حاصل ہوگا اس واسطے کہ فیضان وجود کا اس جناب سے اسی راہ سے اسکو پہنچا ہی سو جب اس نے اپنے تئیں پھر اسی
دروازے پر جہانسے آتا تھا پہنچایا اور اسی دروازیکو ٹھوکا تو رجوع الی اللہ ثابت ہوگیا اسیواسطے حدیث شریف میں آیا ہی
اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا فیہ من الدعاء یعنے بندے کو سجدے کی حالت میں اپنے
پروردگار سے بہت نزدیکی حاصل ہوتی ہی سو اس حالت میں اسکو چاہئے کہ دعا بہت مانگے تا کہ جلد قبول ہووے اور یہہ آیت تلاوت کے
سجدہ کی آیتوں سے ہی اس آیت کے پڑھنے سے پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہی اور حدیث صحیح میں وارد ہی کہ ابوجہل نے لوگوں
کہہ رکھا تھا کہ محمد صلعم جس وقت بیت اللہ شریف کے سامنے سجدہ کرتے ہوں اس وقت مجھے خبر دینا کہ میں انکی گردن پر اپنا پیر رکھونگا
اور گردن کو توڑ ڈالونگا چنانچہ ایک روز آنحضرت بیت اللہ کے سامنے کھڑے نماز پڑھتے تھے بعضے لوگوں نے اس مردود کو خبر پہنچائی
وہ ملعون موافق اپنے وعدے کے آیا اور آنحضرت صلعم کے نزدیک پہنچکے چاہا کہ بے ادبی کرے کہ جو دونوں ہاتھ سپر کی طرح منہہ کے سامنے
کئے ہوئے پیچھے ہٹا جس طرح سے کسی چیز سے کوئی ڈر کے اپنے تئیں بچاتا ہی دو تین مرتبے اسی طرح قصد کیا اور اسیطرح پیچھے ہٹا تو لوگ جو
یہہ تماشا دیکھنے کو جمع ہوئے تھے یہہ بات دیکھکے حیران ہوئے اور اسنے پوچھا کہ ماجرا کیا تھا کہ تو اس طرح سے پھرا اس نے کہا کہ میرے اور محمد صلعم کے درمیان میں ایک
خندق آگ سے بھری ہوئی ظاہر ہوئی اور اسکے کناروں پر فرشتوں کے پر مجھے معلوم ہووے اور ایک بڑا اژدہا میری طرف لپکتا تھا مجھکو بہت دہشت معلوم ہوئی
اور میں ہرگز وہاں ٹھہر نہ سکا اگر ذرا بھی ٹھہرتا تو جل ہی جاتا اور اژدہا مجھکو نگل لیتا لوگوں نے پوچھا کہ پھر یہہ کیا بات ہی اس کافر
ازلی نے کہا کہ یہہ شخص بڑا زبردست جادوگر ہی میں اسسے جیت نہیں پاتا ہوں اور یہہ بھی حدیث شریف میں آیا ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ بات سنکے فرمایا کہ اگر یہہ مردود میرے نزدیک آتا تو فرشتے اسکے ٹکڑے ٹکڑے
کرکے لیجاتے اور ہرگز جیتا نہ پھرتا اب جو فائدے اور باریکیاں کہ اس سورت سے تعلق رکھتے ہیں کچھ

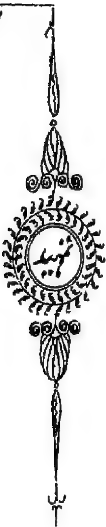
ف سجدے میں آدمی کو زیادہ قرب جناب باری سے حاصل ہونیکی وجہ

ع

ف فائدے اور باریکیاں جو اس سورت سے تعلق رکھتی ہیں

بیان ہوئی ہین چنانچہ اُنمین سے ایک یہہ ہی کہ پانچ آیتین اس سورت کی قرآن کے نازل ہونیکی ابتدا مین نازل ہوئی تھین اور باقی ابو جہل کے حق مین بہت دنون کے بعد نازل ہوئین لیکن بموجب حکم پروردگار کے ان آیتون کو اُنکے ساتھ ملا دیا اور مناسبت کی وجہ تفسیر مین پہلے بیان ہو چکی آور یہہ بھی ہی کہ اس سورت مین سمعی علمون کا ثابت کرنا منظور ہی کہ نقل کرنے اور لکھنے پر موقوف ہین آور یہہ بھی ایک نکتہ عجیب اس سورت مین ہی کہ اول اس سورت کا علم کی فضیلت پر دلالت کرتا ہی اور باقی مال کی مذمت پر تو اس جگہہ سے بوجھ لیا چاہئے کہ علم ایک چیز ہی نہایت مرغوب اور پسندیدہ اور دنیا کا مال نفرت اور بے رغبتی کے سزاوار ہی آور یہہ بھی ہی کہ اس سورت مین علم اور خط کی تعلیم کی نعمت جو مذکور ہوئی تو حق تعالی نے اپنے تئین الکرم کی صفت سے یاد فرمایا یعنے وربک الاکرم اور سورۂ انفطار مین اعتدال خلقت اور ظاہری اور باطنی اعضا کی برابری کی نعمت جو مذکور ہوئی اہی تو وہان اپنے تئین کرم کی صفت سے یاد فرمایا ہی یعنے ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسویک فعدلک فی ای صورۃ ما شاء رکبک آور یہہ بات ظاہر ہی کہ اکرم بڑے کریم کو کہتے ہین اور کریم فقط کرم پر دلالت کرتا ہی تو یہان سے معلوم ہوا کہ علم کی نعمت صحت اور حسن اور جمال کی نعمتون سے بڑھ کے ہی آور یہہ بھی ہی کہ اس سورت مین ابو جہل کے حق مین جو اس اُمت کا فرعون تھا لیطغی فرمایا کہ لام تاکید سے موکد ہی اور اسکا صیغہ بھی استمرار اور تجدد پر دلالت کرتا ہی آور حضرت موسی علیہ السلام کے فرعون کے حق مین باوجود اسکی بادشاہی اور عزت اور مرتبے کے طغی کی لفظ فرمائی ہی بغیر تاکید اور بے صیغہ استمرار کے تو یہہ تغیر اسلوب کا اسبات کی طرف اشارہ ہی کہ فرعون باوجود اس قوت اور مرتبے کے حضرت موسی علیہ السلام کو رنج نہین دیتا تھا مگر بات کہنے مین آور یہہ مردود باوجود کمزوری اور بے حکمی کے بارہا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مارنے کا قصد کیا اور آپکی ہلاکی کے پیچھے پڑا تھا آور یہہ بھی ہی کہ فرعون نے بچپن مین حضرت موسی ع سے اچھے سلوک کئے تھے اور آخر کو بھی اسکی زبان سے یہہ کلمہ نکلا تھا یعنے لا اله الا الذی امنت به بنوا اسرائیل آور غرور اور تکبر اسکا گھٹ گیا تھا بخلاف ابو جہل کے کہ آنحضرت ص کی جناب مین بچپن کی عمر سے حسد رکھتا تھا اور آخر مین ایسا کلمہ کہہ کے مراتب تکبر پوچھا جاتا ہی یعنے لو غیر اکار قتلنی یعنے میرا رتبہ یہہ تھا کہ مدینے کے کسانون کے ہاتھ سے مارا جاون آور جس وقت حضرت عبد اللہ ابن مسعود رض اسکا سر کاٹنے کو اسکے سینے پر چڑھے تو بطور تکبر کے کہا کہ یا راعی الغنم لقد رقیت مرتقا صعبا یعنے اے بکری چرانے والے بڑے مقام پر بیٹھا تو آور یہہ بھی کہا تھا کہ ھل اعمد من رجل قتلتموہ یعنے کیا ہی کوئی دنیا مین عمدہ اور بڑا مرتبے مین اس شخص سے جسکو تمنے قتل کیا ہی پس ان وجہون سے سرکشی اور تکبر اس مردود کا فرعون کے تکبر اور غرور سے بھی بڑھ گیا تھا اسواسطے اسکے حق مین ایسی لفظین تاکید کی ارشاد ہوئین واللہ اعلم

علم کی نعمت سب سے



سورۃ القدر

مشہور تو یون ہی کہ یہہ سورت مکی ہی لیکن اسکے نازل ہونے کے سبب مین جو حالات کہ بیان کئے جاتے ہین ان سے یون معلوم ہوتا ہی کہ مدنی ہوگی اِس واسطے کہ قصے بنی اسرائیل کے مدینہ منورہ مین مذکور ہوتے تھے اور منبر بھی اُسی مبارک مہینے مین بنایا گیا ہی اور اس سورت مین پانچ آیتین اور تیس۳۰ کلمے اور ایک سو بارہ۱۱۲ حرف ہین اور اُسکے نازل ہونے کے کئی سبب ہین اول یہہ ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کا احوال صحابہ کرام کے سامنے بیان فرماتے تھے اس عرصے مین احوال شمعون یا سمنون کا کہ ایک زاہد کا نام ہی جو بنی اسرائیل مین گذرا ہی اور کثرت عبادت مین ضرب المثل ہی بیان فرمانے لگے کہ اُسنے ہزار مہینے عبادت کی ہر روز روزہ رکھتا تھا اور کافرونکے ساتھ جہاد کرتا تھا اور رات بھر نماز پڑھتا تھا صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم کس طرح سے ایسے شخص کے ثواب کو پہنچ سکین گے کہ انتہا ہماری عمر کی ساٹھ یا ستر برس ہین سو اُسمین تہائی کی قدر تو سوے مین جاتی ہی اور کچھ معاش کی تلاش مین اور دوسری حاجتون مین صرف ہوتی ہی اور کچھ اُسمین سے مرض اور سستی مین ضایع ہوتی ہی پھر عبادت کے واسطے کیا باقی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اِس بات کو سنکر نہایت دلگیر اور غمگین ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپکے دفع ملال کے واسطے یہہ سورت نازل فرمائی کہ اگرچہ تمھاری اُمت کی عمرین کوتاہ ہین لیکن ہمنے تمکو ایک ایسی رات عنایت فرمائی ہی کہ اُس ایک رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہی دوسرا یہہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز اگلی اُمت کی عمرین دکھائین تو اکثر درمیان مین ساٹھ اور ستر کے تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے کہ اتنی سی عمر مین میری اُمت کیا کام کریگی اور اُنسے کیا ہوسکیگا ایسا نہو کہ قیامت کے روز اگلی اُمتون والے بڑی بڑی عمرون کا ثواب پاوین اور میری اُمت تھوڑی عبادت کے واسطے شرمندہ ہو حق تعالیٰ نے آپکی خاطر مبارک کی تسلی کے واسطے یہہ سورت بھیجی تیسرے یہہ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دکھایا کہ بنی امیہ کے ظالم حضرت کے منبر پر ایک کے بعد دوسرا بندرون کی طرح سے کود کود کر بیٹھتے ہین اور رعیت پر ظلم اور ستم کرتے ہین یہہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت شاق گذری تو آپ کی تشفی کے واسطے یہہ سورت نازل ہوئی اور مراد ہزار مہینے سے بنی اُمیہ کی سلطنت کی مدت ہی

ف بنی اُمیہ کی سلطنت کی مدت

اُنکی پادشاہت کا زمانہ اسی قدر تھا اور اس سورۃ کو سورۂ قدر اس واسطے کہتے ہین کہ اسمین مذکور لیلۃ القدر کا ہی اور لیلۃ القدر کو جو لیلۃ القدر کہتے ہین اُسکی دو وجہین ہین اول تو یہہ کہ قدر مقدار اور رتبے کو کہتے ہین اور اس رات مین مقدار اور رتبہ بنی آدم کے صلحا اور عابدون کا ظاہر ہوتا ہی اور مراتب بکوبہ یعنے مرتبے کمائے ہوئے اُنکے قرب اور منزلت مین عند اللہ ثابت ہوتے ہین گویا کہ تمام سال کی عبادت کا ثمرہ ظاہر ہوتا ہی اور فرشتے اور ارواح انکی قدر اور منصب سے ہر ایک کے مطلع ہو جاتے ہین دوسری یہہ کہ قدر بزرگی کے معنون مین بھی آتا ہی چنانچہ کہتے ہین کہ فلانا نہایت عالی قدر یا ذو القدر ہی یعنے شرف اور بزرگی رکھتا ہی اور یہہ رات کئی طور سے دوسری راتون پر شرف اور مرتبہ رکھتی ہی اول یہہ کہ تجلی الٰہی شام سے صبح تک اس رات مین متوجہ بندون کے حال کی طرف ہوتی ہی اور انکو قرب معنوی حق تعالیٰ کی جناب مین پیدا ہوتا ہی دوسرے یہہ کہ فرشتون کا عالم اور ارواح کا عالم ملاقات کو صلحا اور عابدون کی آسمان سے زمین پر آتے ہین اور اُنکے نزدیک ہونے کے سبب سے عبادتون کی کیفیت اور طاعتونکی حلاوت دوسری راتونکی عبادت کی کیفیت اور حلاوت سے ہزارون درجے بڑھ جاتی ہی تیسرے یہہ کہ قرآن مجید بھی اسی رات کو نازل ہوا ہی یعنے لوح محفوظ سے دنیا کے آسمان پر اور یہہ ایسا شرف ہی کہ نہایت نہین رکھتا چوتھے یہہ کہ پیدایش فرشتون کی بھی اسی رات مین ہی پانچوین یہہ کہ بہشتون کا آراستہ کرنا بھی اسی شب کو ہی چھٹے یہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بید البشر کا مادہ بھی اسی شب کو جمع ہوا ہی اور صحیح روایت مین آیا ہی کہ عثمان بن ابی العاص کا ایک غلام تھا کہ سالہا سال جہازون کی ملاحی کی تھی ایک روز اُن سے کہنے لگا کہ دریا کے عجائبات سے ایک چیز میرے تجربے مین ہی کہ میری عقل اُسسے حیران ہی وہ یہہ ہی کہ دریائے شور کا پانی سال مین ایک رات میٹھا ہو جاتا ہی عثمان بن ابی العاص نے اُسسے کہا کہ جب وہ رات آوے تو تو مجھکو خبر کرنا دیکھون تو کہ وہ کونسی رات ہی اور کیا بزرگی رکھتی ہی اُس غلام نے ستائیسون کو رمضان مبارک کی اُن سے کہا کہ یہہ رات وہی ہی غرض کہ مضمون سے اس سورت کے معلوم ہوتا ہی کہ عبادتین اور طاعتین وقتون کے نیکوئی اور مکانون کی بزرگی اور اجتماع اور حضوری صالحون کے سبب سے دیجاب مین ثواب کے اور اپراث مین برکات اور انوار کے بڑا مرتبہ رکھتی ہین اور یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ ہماری طاعتون اور عبادتون کی مشقت اور رنج کے موافق اُس ثواب دیا جاتا ہی کہ اس طور کا کوئی سبب درمیان نہو جیسے کہ فرمایا کہ اجرك علی قدر نصبك یعنے ثواب تیرا تیری محنت کی قدر ہی لیکن جو ان زیادتیون سے تفاوت

حاصل

فضیلت قدر کی بزرگی کا بیان

حاصل ہوتا ہی سو ثواب طاعتون کا رنج اور مشقت کے اندازے پر ہوا اس واسطے کہ بہت ہوتا ہی کہ تھوڑی سی
عبادت جمعیت خاطر سے متبرک وقت یا مکان مین بہت سی طاعت سے بہتر اور منور ہو جاتی ہی اور یہہ بھی سمجھ لیا
چاہئے کہ لیلۃ القدر کو باوجود اس عظمت اور شرف کے لوگون کی دریافت سے پوشیدہ رکھا ہی جیسے دعا قبول
ہونے کی گھڑی کو جمعہ کے دنمین اور صلوۃ وسطی کو پانچو نمازون مین اور اسم اعظم کو اسماء الٓہی مین اور مقبول طاعت کو
دوسری طاعتون مین اور اولیاء اللہ کو دوسرے لوگون مین تاکہ تمام لوگ ہمیشہ ان چیزون کی جستجو مین
رہین اور سب راتون کی اور سب ساعتون کی اور سب نماز دن کی اور سب اسماء الٓہی کی اور سب طاعتون کی
اور سب نیک لوگون کی رعایت کرین اور اس متبرک راتکے چھپانے مین بھی ایک حکمت ہی جیسے مرنے کے
اور قیامت کے دن کے چھپانے مین حکمت ہی وہ یہہ ہی کہ مکلفین محنت اور کوشش مین قصور نکرین اور نتیجہ اور بھروسا
ایک چیز معین پر نکر بیٹھین اور غفلت اور سستی کو نہ اختیار کرین اور اس رات کے پوشیدہ رکھنے کے وجہون مین یہہ
بھی کہا ہی کہ اگر شب قدر عام لوگون پر ظاہر ہوتی تو بعضے لوگ اس رات مین عبادت کر کے ثواب ہزار مہینے کا
کماتے اور بعضے لوگ شہوت اور ہوا اور ہوس کی گرفتاری کے سبب سے اس رات کو لغویات اور معصیات مین گذار نے
عذاب ہزار مہینے کا حاصل کرتے پس رحمت الٓہی نے اسبات کو چاہا کہ لوگ اس رات کو یقینی نہ جانین کہ دیدہ ودانستہ
اس رات مین گناہ کرین اور عذاب عظیم مین گرفتار ہون ہر چند کہ بعضون کو اس رات مین عظیم ثواب حاصل ہوتا
لیکن دفع ضرر کا بہتر ہی منفعت کے حاصل کرنے سے اور یہہ بھی سمجھ لیا چاہئے کہ بعضے مفسرون نے قدر کو تقدیر کے
معنے مین لیا ہی اور کہا ہی کہ روزیان اور موتین اور دکھ اور بیماریان اور عمل اور سوا اسکے دوسرے حادثے
جو دنیا مین ہونے والے ہین اسی رات کو مقدر ہوتے ہین اور فرشتون کو فردین ان کامون کی جو ان سے متعلق ہین
لوح محفوظ سے نقل کر کے سپرد کر دیتے ہین تاکہ مطابق اس نوشتے کے تمام سال عمل کرین لیکن صحیح یہہ بات ہی
کہ یہہ تقدیر شعبان کی پندرھوین رات کو ہوتی ہی جسکو شب برات کہتے ہین اگرچہ تابعین مین سے بعضون نے کہا ہی کہ
نقل نویسی اس رات کو ہوتی ہی اور متصدیون کے حوالے اس رات مین کرتے ہین تو ابتدا تقدیر کی شب برات مین
ہوتی ہی اور اسکی انتہا اس رات مین لیکن تحقیق وہی بات ہی جو ذکر کی گئی اور شب قدر کی تعیین مین بہت اختلاف
ہی جو کچھ کہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہی سو اسی قدر ہی کہ وہ مبارک رات رمضان کے مہینے مین ہی اس واسطے

کہ اس سورت مین قرآن کا نازل ہونا اسی رات مین فرمایا ہی اور اس رات مین عبادتین اور طاعتین اور منصب
اور مرتبے ہر مقرب الی اللہ کے عالم ملائکہ اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہین اسی سبب سے اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہین
اور سورۂ بقر مین دوسرے سیپارے مین فرمایا ہی کہ نزول قرآن شریف کا رمضان کے مہینے مین ہی پس جمع کرنے سے
اِن دونون فرمودون کے اس قدر ثابت ہوتا ہی کہ شب قدر رمضان کے مہینے مین ہی اور یہہ بھی ہوسکتا ہی
کہ شب قدر تمام سال مین دائر ہو اور جس سال مین قرآن نازل ہوا تھا اس سال مین رمضان کے مہینے مین واقع
ہوئی ہو لیکن یہہ قول نہایت بعید ہی اور از روے حدیث صحیح مشہور کے ثابت ہوا ہی کہ وہ رات رمضان کے مہینے کے
آخر دہے کی طاق راتون مین ہی پس تمام سال مین یہہ پانچ راتین اسبات کا احتمال رکھتی ہین کہ شب قدر ہون،
اکیسوین [۲۱] تیئیسوین [۲۳] پچیسوین [۲۵] ستائیسوین [۲۷] انتیسوین [۲۹] اور اصح یہہ بات ہی کہ ایک رات اِن راتون مین سے
شب قدر ہوتی ہی بے تعین کے کسی سال اکیسوین کسی سال تیئیسوین اور کسی مین پچیسوین اور کبھی ستائیسوین
اور کبھی انتیسوین اور یہہ بات جو مشہور ہی کہ ستائیسوین رات ہی سو اس سبب سے ہی کہ وہ اکثر ستائیسوین شب کو واقع
ہوتی ہی اسی واسطے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہی کہ لیلۃ القدر نو حرف ہین اور یہہ لفظ اس سورت مین تین بار مذکور ہی
اور جب تین کو نو مین ضرب کرین تو ستائیس ہوتے ہین بعضے علما نے کہا ہی کہ اس سورت مین تیس کلمے ہین اور ستائیسوان اُنمین سے ہی کا
لفظ ہی کہ شب قدر کی طرف پھرتا ہی اور یہہ اشارہ ستائیس کی عدد کی طرف ہی واللہ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مقرر ہم نے نازل کیا قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر مین
یعنے وہ رات کہ اُسمین قدر اور مرتبہ عبادت کرنے والون کا ظاہر ہوتا ہی اور مرتبے اُنکے ولایتون کے عالم
ملکوت اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہین اور منصب قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور امامت کے اُن مرتبون کے
مستحقون کے واسطے اس رات کو معین اور مقرر کرتے ہین اور اس معاملے کو رات کے ساتھ اِس واسطے مخصوص کیا
کہ دن ظہور کا وقت ہی گویا یہہ ہی عالم شہادت سے اور رات پردہ پوشی کا وقت ہی پس عالم غیب سے
کمال مشابہت رکھتی ہی اور بھید اس بات کا وہ جو بعضے عارفون کو معلوم ہوا ہی وہ یہہ ہی کہ رات وصل کا وقت ہی

اور صورت وصل کی اس شب میں اس طور سے جلوہ فرماتی ہی کہ جمال الٰہی کی تجلّی اپنے مشتاق بندوں کے حال کی
طرف متوجہ ہوتی ہی اور مدارک اور ادراک یعنے بوجھنے اور دہیان میں اُنکے ایک فراخی پیدا ہوتی ہی اور قوت
خیالیہ قوت مدرکہ کی خدمت کرتی ہی اور وہ تجلّی ایک عالم کو ملائکہ اور ارواح سے کہ عالم قدس کے رہنے والے ہین
اپنے ہمراہ لاتی ہی اور ملاقات کرنا غیب کے عالم کا عالم ظاہر سے اور ملنا آسمان کے کمال والون کا زمین کے کمال والون سے
اور درآنا انوار اور روشنیان ایک کی دوسرے میں اور فایدہ حاصل کرنا ایک عالم کا دوسرے عالم کے اشعہ اور
لمعات سے یعنے کمالات کی روشنیون سے اُس رات کو تحقق ہوتا ہی اور عالم روحانی میں ایک عجیب حالت پیدا ہوتی
ہی کہ اُسکی شرح بیان کرنا بہت مشکل ہی لیکن ایک ناقص مثال سے اس فرق کے سمجھنے کے واسطے بیان کیا جاتا ہی کہ
موسم بہار کے آنے کے طور پر بوجھ لینا چاہیے کہ آسمان سے پانی برسنے کے سبب سے اور آفتاب کی گرمی کی تیزی سے
جو زمین کی اُبھارنیوالی قوت مین تاثیر کرتی ہی اور ہر ہر دانے اور گٹھلی میں جو جو شکل چھپی اور پوشیدہ ہی وہ سب
طرح طرح کے گل بوٹے اور رنگ رنگ کے سبزے پہلے ظاہر ہوتے ہیں اور بڑی رونق اور کمال زینت عالم میں حاصل
ہوتی ہی باقی رہا یہان پر ایک شبہ اور وہ یہہ ہی کہ نزول قرآن کا تیئس برس تک ہی اور شروع اُسکے نزول کا
ربیع الاول کے مہینے مین ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے چالیسوین برس کا شروع تھا اور قرآن مجید مین قرآن کے
نازل ہونے کا اشارہ تین معین وقتون کی طرف فرمایا ہی ایک تو رمضان شریف، اور دوسرے شب قدر
اور تیسرے شب مبارک کہ اکثر علما کے نزدیک شب برات ہی یعنے پندرھوین رات شعبان کی پھر مطابقت اور موافقت
اس امر واقعی مین اور ان مخالف تعبیرون مین کیونکر درست آویگی سو اُسکا جواب روایتون مین تامل کرنے کے بعد جو
معلوم ہوا ہی سو یہہ ہی کہ نزول قرآن کا لوح محفوظ سے بیت العزت مین کہ وہ ایک جگہ ہی آسمان دنیا پر گھری ہوئی
ہی ملائکہ کی قدر سے شب قدر مین ہی جو رمضان کے مہینے مین واقع ہی اور اندازہ اُسکے نزول کا اور حکم
فرمانا لوح محفوظ کے نگہبانون کو کہ اُسکا نسخہ نقل کرکے آسمان دنیا پر پہنچاویں اُسی سال کی شب برات مین تھا اب
اس صورت مین تینون تعبیرین درست ہوئیں یعنے نزول حقیقی شب قدر کو رمضان کے مہینے مین واقع ہوا اور نزول
تقدیری اُس سے پہلے شب برات مین اور نزول قرآن کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سو ربیع الاول کے مہینے مین
چالیسوین برس کے شروع مین ہی اور تمام ہونا اُسکے نزول کا آخر عمر مین پس تعارض نرہا **وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَہ**

الْقَدْرِ اور کیا جانتا ہی تو کہ کیا بزرگی ہی شب قدر کی یعنے ہر چند کہ عارف وسیع المعرفت جلیل المرتبت ہو
لیکن اس تجلی الٰہی کی حقیقت کو کہ گوناگون عالم ہمراہ رکھتی ہی اور رنگا رنگ تاثیرین ہر ایک کی استعداد کے موافق
ظاہر کرتی ہی جیسا کہ چاہئے ویسا بیان کر نہین سکتا اس واسطے کہ شرط اسکے جاننے کی واقف
ہونا اُن سب عالمون اور اُن سب استعدادون پر ہی اور یہہ بات تفصیل سے حاصل ہونا بشر کے مقدور سے باہر ہی
پس جس قدر کہ ظاہر کرنا اس شب کی عظمت کا ممکن ہی بیان کیا جاتا ہی کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ
شَهْرٍ شب قدر بہتر ہی ہزار مہینون سے کہ اُنمین شب قدر نہو اور مدعا یہہ کہ ہر مہینہ شامل ہی دنون کو اور
راتون کو اور ہر روز اور ہر شب موافق ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لها شامل ہونے والے
تجلیات غیبیہ اور شہودیہ کے ہوتے ہین لیکن یہہ تجلی کہ اس شب مین واقع ہوتی ہی اُن تجلیون کے نسبت سے ایسی
ہی جیسا کہ دریا کی نسبت قطرے کے ساتھہ ہوتی ہی عام ہونے اور شایع ہونے مین اور اسماء الٰہی کی بلندی کے
سبب سے کہ مادہ اس تجلی کا ہین اور ہزار کے عدد کی تخصیص اس واسطے ہی کہ عرب کی زبان مین عدد کا نام یہین تک ہی
اور ہزار سے آگے اُنکی زبان مین نام نہین ہی تو گویا کہ اشارہ فرمایا ہی عدد کی انتہا پر اور مہینون کی تخصیص اس
واسطے ہی کہ باوجود اسبات کے کہ سال مین رات اور دن زیادہ ہین لیکن عرب کے سال کو قمر کے دور سے شمار
کرتے ہین فقط اُسمین مہینون کی تکرار ہی اور شمسی سال ایک پوشیدہ چیز ہی اور مخصوص دنون کے ساتھہ ہی برخلاف
چاند کے کہ رات سے خصوصیت رکھتا ہی اور باوجود ان سب باتون کے چاند کو زیادہ مناسبت اس مقام پر ثابت ہوئی
ہی اس واسطے کہ چاند کا نکلنا پہلی شب سے چودھوین تک بلکہ ابتدا سے انتہا تک رات ہی مین واقع ہوتا ہی تو گویا کہ نور کی
تجلی کا ظہور ہی دنیا کے ظلمتکدے پر اور جسوقت کہ تجلی الٰہی اس رات کو اس عظمت اور بزرگی کے ساتھہ واقع ہوئی تو
ثواب اس رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہو گیا اب آگے بیان اسکی عظمت کا فرماتے ہین کہ تَنَزَّلُ
الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا اُترتے ہین فرشتے آسمان سے اور روحین علیین کے مقام سے اُس رات مین ملنے کو اہل کمال
سے اور بنی آدم کے اعمال کے انوار حاصل کرنے کو اور لذتین اٹھانے کو سبب معلوم کرنے اُن کیفیتون کے جو زمین والون کی ذوقیات
اپنے محبوب اور معبود کی نسبت سے حاصل ہوتی ہین اور یہہ نازل ہونا اُنکا زمین والون کے نور اور حضوری زیادہ ہونے کو بھی ہی
اور اس واسطے بھی ہی کہ آسمانون کو کیفیتین زمینون کی بطور انعکاس کے حاصل ہون پس علوی کمالات اور سفلی

کمالات دونون گروہون مین تعاکس انوار کے طور پر جلوہ فرماوین اور ایک شکل دونون نوعون سے مرکب
ہوکے کمال کی صورت پکڑے اور وہ جو ہر ہر فرد مین کمالات مندرج تھے سو اجتماع کے اور حاصل ہونے ہیئت
وحدانی کے سبب سے کہ مثابہ مزاج مرکب کے ہی دوسرا رنگ دکھاوے جیسے مزاج معجون مرکب کا اجزاے مختلفہ
الکیفیات سے کہ ہر ہر فرد کی تاثیر سے علاوہ ایک دوسری تاثیر پیدا کرتی ہی اور یہہ ایک طلسم ہی طلسمات الٰہی
کہ ناقص کو اس طریقے سے کامل کے حساب مین داخل کرلیتے ہین اور اسی بھید کے سبب سے جماعت کی نماز کو تنہا نماز سے
افضل ٹھہرایا ہی اور جس قدر کہ جماعت کثیر ہوتی ہی اُسی قدر روشن ہونے مین دل کے اور مقبول ہونے مین
عنداللہ کے تاثیر زیادہ کرتی ہی اور جو ملائکہ اور ارواح کا نازل ہونا کامون کے جاری کرنے کے واسطے
جو ملائکہ سے تعلق رکھتے ہین یا حاصل ہونے کو اُس مناسبت کے جو بعضے اہل کمال کو ارواح علویہ کے ساتھ
کبھی پائی جاتی ہی ہوتا ہی اسیواسطے ایک کلمہ دوسرا ارشاد فرمایا ہی کہ یہہ نزول اس قسم سے نہین بلکہ یہہ نزول
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ حکم سے اُنکے رب کے غرض یہہ ہی کہ تجلی واحد سب ملائکہ اور ارواح کو تابعداری مین لیکر
واسطے ایک کام کے کہ وہ حاصل ہونا ہیئت وحدانیہ کمالات مختلفۃ المقدار کا ہی نیچے لائی ہی بس یہہ شبہ
نازل ہونا ملائکہ اور ارواح کا سوا اس وقت کے اس طور پر ہی جیسے کوئی متصدی یا امیر بادشاہ کا کسی کے
گھر اپنے آشنائی کے سبب سے یا کسی تقریب کے سبب سے آوین اور نازل ہونا ملائکہ اور ارواح کا اس وقت مین
بلاشبہہ اس طور پر ہی کہ حکم سے بادشاہ کے یا ہمراہ بادشاہ کے اس شخص کے گھر جمع ہون بس جو کچھ کہ تفاوت
ان دونون حالتون مین ہی ظاہر اور روشن ہی مِنْ كُلِّ اَمْرٍ بیان سے ملائکہ اور ارواح کا ہی یعنے
ملائکہ ہر کام کے اور ارواح ہر کام کے کہ قرب اور کمال کے ساتھ متعلق ہی نزول فرماتے ہین ہر چند کہ سب لوگ
منزل علیہم یعنے جن پر نازل ہوئے ہین استعداد اس قرب اور کمال کی نہین رکھتے مین لیکن پیدا کرنا ہیئت وحدانیہ کا
اور پورا کرنا ناقصون کے نقصان کا منظور ہی اور جب اس شب مبارک کی عظمت کے بیان سے فارغ ہوئے
تو اب ایک خاصیت دوسری اُس شب کی خاصون مین سے بیان فرماتے ہین سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ
سلامتی ہی اس رات کو نفس اور شیطان کے شر سے کہ اکثر ملجا نا انکے شرون کا طاعتون کے رد ہو جانے کا سبب
ہوتا ہی سو اس رات کو نور تجلی کی حکمت سے اور حاضر ہونے ملائکہ اور ارواح کے سبب سے نفسانی عادتون کی تاثیر

اور شیطانی خطرات بالکلیہ دفع ہو جاتے ہین اور غروب آفتاب کے وقت سے صبح صادق کے نکلنے تک
بالکل ان آفتون سے امن اور اطمینان ہوتا ہی بخلاف اور راتون کے کہ اول ہی اُن مین شیطانون کے
پھیلنے کا وقت ہی اور اُنکے خطرے اور وسوسے عبادت اور بندگی کرنے والون کی خاطرون کو پریشان
کر دیتے ہین اسیواسطے اس ثلث مین فرض نماز مقرر فرمائی ہی اور دوسرے ثلث مین اکثر نیند غفلت کی اور برے برے
خیال اور پریشان خوابین نفسانی خواہش اور طبیعت کی عادت سے ظاہر ہوتی ہین اور خراب کرتے ہین اور دعا سے
اور حضوری کی لذت حاصل کرنے سے غافل کر دیتے ہین اور تیسرا حصہ یعنے پچھلی رات کہ ان دونو خرابیون سے
بچی ہوئی ہی سو تہجد اور جناب الٰہی مین التجا اور زاری اور دعا کے واسطے مقرر ہوئی ہی اب اس جگہہ پر جاننا چاہیئے
کہ عالمون کا اختلاف ہی اس بات مین کہ ملائکہ اور ارواح سے سب ملائکہ اور ارواحین مراد ہین جیسا کہ قرآنکی ظاہر
لفظ اسی پر دلالت کرتی ہی یا وہ ملائکہ اور ارواحین مراد ہین جو سدرۃ المنتہی مین رہتے ہین جیسا کہ بعضی
حدیثون مین مذکور ہی ہر طرح حضرت جبریل علیہ السلام کے نازل ہونے مین سبکا اتفاق ہی اور انکا مقام
سدرۃ المنتہی کے بیچ مین ہی اور اُنکے ہمراہ سب ملائکہ اور ارواحین نازل ہوتی ہین اور ہر عبادت کرنیوالے سے
حضرت جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہین اور اُنکے مصافحہ کرنے کا نشان یہہ ہی کہ عین عبادت کی مشغولی مین
بال بدن پر کھڑے ہو جاتے ہین اور دلمین رقت پیدا ہوتی ہی اور آنکھ سے آنسو نکل آتے ہین اور اس عبادت مین نہایت
لذت حاصل ہوتی ہی اور اس رات کے خواص سے ایک یہہ ہی کہ اس رات کو دعا قبول ہوتی ہی تو سبکو لازم
یہہ ہی کہ ایسی دعا اس رات کو مانگین جو سب بہتر ہوین کو دنیا اور آخرت کی شامل ہو اور حدیث صحیح مین
آیا ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مین شب قدر کو پاؤن تو کیا دعا
مانگون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ دعا مانگو اللّٰہم انک عفوٌ تحب العفو فاعف عنی یعنے یا اللہ تیرا نام عفو
ہی اور بخشنے کو تو دوست رکھتا ہی بخش دے مجھکو اپنے کرم سے اور حدیث مین یہہ بھی آیا ہی کہ من قام لیلۃ
القدر ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ یعنے جو شخص کہ زندہ رکھے شب قدر کو نماز اور عبادت سے
ایمان کے ساتھہ ثواب کی طلب کے واسطے تو اُسکے پچھلے گناہ سب بخش دیئے جاتے ہین اور بعضے عالمون نے
کہا ہی کہ سلام ھی حتی مطلع الفجر کے معنے یہ ہین کہ فرشتے اور روحین اس رات کو سب مسلمانون پر سلام کہتے ہین

اور صاحب کمالوں سے مصافحہ کرتے ہیں بس یہہ آیت ملاقات کی کیفیت کے بیان میں ہی نزول کے بیان کے بعد واللہ اعلم

سورۃ البینہ

یہہ سورت مکی ہی اور اسمین آٹھہ آیتین اور چورانوے کلمے اور تین سو چھیانوے حرف ہین اور بینہ لغت مین ظاہر اور روشن چیز کو کہتے ہین کہ اس چیز کے دیکھنے کے بعد حقیقت کام کی ظاہر ہو جاوے اور کچھہ شبہ اور شک اسمین باقی نرہے جیسے گواہ معتبر دعوے مین اور اس سورۃ کا نام بینہ اس واسطے رکھا ہی کہ یہہ سورت دلالت کرتی ہی اسبات پر کہ وجود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بخود اپنی نبوت پر ایک روشن بینہ ہی یہانتک کہ کچھہ احتیاج دوسری دلیل لانے کی نہین ہی اور جو شخص وضعون اور حالون اور افعالون اور اقوالون اور اخلاقون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بخوبی واقف اور خبردار ہو تو یقیناً سمجھہ لے کہ اس قسم کی مقدس ذات بے شبہ و شک لیاقت پیغمبری کی رکھتی ہی اور جھوٹہہ اور بناوٹ کا یہان ہرگز دخل نہین ہی تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یتیمی کے کہ باپ اور دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کی حالت مین گذر گئے تھے اور بھائی بند اور قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہل مرکب مین گرفتار تھے ستھرے آداب اور نیک اور پسندیدہ وضعون سے بالکل واقف تھے انکے درمیان آپکی ذات بابرکات کمال حسن اخلاق اور نہایت ادب کی رعایت کے ساتھہ ظاہر ہوئی اور باوجود اس بات کے کہ آپ امّی محض تھے بلکہ مکتب مین بیٹھے بھی نہ تھے مشکل علموں کی باریکیان واضح بیان سے ارشاد فرماتے تھے اور الفاظوں کو گویا وہ بھی معجزے تھے کمال فصاحت سے ادا کرتے تھے اور کبھی کوئی بات خلاف عقل اور مروت کے آپسے ظہور مین نہین آئی اور ملکی تدبیرین اور جنگ و صلح کے مقدمے اور سوا انکے ہر کام آپ کا حکمت کے قاعدے پر جاری تھا پھر باوجود نہونے تعلیم اور تعلم کے کمال کو اس مرتبے کے پہنچنا بغیر تائید غیبی کے اور بدون تعلیم الٰہی کے ممکن نہین ہی اور یہی معنے ہین پیغمبری کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ نتھے وے لوگ جو کافر ہوئے ہین اہل کتاب اور مشرکین سے جدا ہونے والے اپنی آئین اور وضع سے جب تک کہ نہ آوے انکے پاس

تمہید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس خود روشن دلیل پیغمبری کی ہی

س　ع　ماہا ادراع

کھلی نشانی حاصل اس آیت کا یہہ ہی کہ قبل مبعوث ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عرب کے ملک مین لوگ دو قسم کے تھے
ایک قسم تو مشرک تھے کہ بعضے اُنمین سے صابئین اور مجوس کی طرح سے روحانیت کو ستارون اور آگ کی پوجتے تھے
اور بعضون نے صلحا اور بزرگون کی صورتون کو معبود ٹھہرایا تھا اور انکو بہت مقرب درگاہ الہی کا سمجھ کر وسیلہ دین
اور دنیا کا سمجھتے تھے جیسے قریش اور دوسرے وہان کے جاہل لوگ اور دوسری قسم اہل کتاب کہ اپنے کو تابع کتاب
الہی کا جانتے تھے اور بعضے توریت اور زبور کو اپنا پیشوا اقرار دیتے تھے اور بعضے انجیل کو بھی مانتے تھے اور یہہ سب فرقے
قبیح بدعتون مین اور بری رسمون مین اور باطل اعتقادون مین ایسے جکڑے تھے اور مضبوط ہو گئے تھے کہ پند اور نصیحت اور وعظ
اور ارشاد انکے دلون مین اثر نہین کرتا تھا اور قائم کرنے دلائل عقلی کے اور سمجھانے سے قرآن اور حکمون کے ہرگز صلاحیت پر نہین آتے اور سب
یہی کہتے تھے کہ ہم اپنی قدیمی وضعون کو اور اپنے موروثی دینون کو ہرگز نچھوڑینگے جب تک کہ کوئی دلیل ظاہر اور کھلا
معجزہ نہ دیکھ لین اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعریف آسمانی کتابون مین جابجا دیکھی ہی اور اگلے انبیا ان
سے سنی ہی ظاہر ہون اور ہمکو ہمارے کامون پر آگاہی دیوین ہم اپنی وضع اور آئین ہرگز نچھوڑینگے اور یہہ حالت
انکی بعینہ ایسی تھی جیسے اس اُمت کے بعضے گمراہ فرقون کی اس زمانے مین ہی کہ ایک گروہ اپنے کو صوفی ٹھہرا کر بدعتون مین
پھنسے ہوئے ہین اور ایک طائفہ ملحدون کا اور ایک بے قیدون کا کہ آپکو تارک دنیا مقرر کیا ہی اور انسانیت کی
حد سے باہر نکل گئے ہین اور ایک گروہ نے اپنا نام شیعہ اہل بیت رکھا ہی اور باطل عقیدون مین گرفتار ہین اور کتنون نے
اپنے تئین علما کے زمرے مین قرار دیکر ٹھگی اور مکر شروع کیا ہی اور حیلے شرعی نکال کر ایک عالم کی راہ ماری ہی اور روایتین
نادر اور غریب جنکی کہین اصل نہین ہی اور بالکل مخالف اصول کے ہین دنیا کی طمع کے واسطے لوگون کو بتاتے ہین اور
راہ حق سے پھرتے ہین پھر ان سب طائفون کو اگر عقلی اور نقلی دلیلون سے سمجھایا جاوے کہ سیدھے محمدی رستے پر قائم ہو جاؤ
اور اپنی موروثی بدعتون کو چھوڑ دو تو ہرگز نہیں سنتے ہین اور ان سب گمراہ فرقون کا جواب مقابلے مین وعظ و نصیحت کے
ایک ہی ہے وہ یہہ ہی کہ ہم اس قدیم وضع اور آئین کو اپنے بغیر کوئی دلیل ظاہر کی اور بدون حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالی
عنہ کے ظاہر ہونے کے اور ان کے بیان شافی کے ہرگز نچھوڑینگے پس اسی حالت کی طرح یعنی جیسی اب ہی
قبل ظاہر ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم مین بھی تو حکمت الہی نے چاہا کہ ایک پیغمبر آوے کہ خود بھی ایک
ظاہر حجت ہو اور اسکا بیان شافی سبکو جہالت کے مرض سے نجات بخشے چنانچہ اسکا بیان فرماتے ہین کہ رسول من اللہ

ف [illegible] صلعم [illegible]

یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ اور نے ایک پیغمبر کہ پڑھے ورق پاک کہ اُنمین لکھا ہی مضبوط اور تفصیل
اس اجمال کی یہہ ہی کہ تین چیزین ارشاد اور نصیحت مین نہایت مرتبہ عالی رکھتی ہین پہلے یہہ کہ ایک شخص بھیجا ہوا خدا کا
ہووے اور معجزون کے دکھلانے اور انسانی کمالون کے جمع ہونے سے اُسکی رسالت خدا کی طرف سے ثابت ہو سو یہہ
بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین کامل ثابت تھی اسواسطے کہ رسالت کی شرطین اور انسانیت کے کمالات کی انتہا کو پہنچے
باوجود امی ہونے کی اپنین ظاہر نظر آتی تھیں دوسرا کلام اُترا ہوا غیب کا کہ معجزون کی نور اُسمین روشن ہون اور برکتین
اور نور اسکی تلاوت مین نیک لوگون کو نظر آوین اور کلام کے عیبون سے کہ ہزل اور کذب اور تناقض ہی پاک ہو
اور یہہ بات قرآن مجید مین کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود امی ہونیکے اسکو تلاوت فرماتے تھے ظاہر اور روشن ہی
تیسری یہہ بات کہ ایسی کتاب کہ اُسمین اگلی کتابین مندرج ہون اور مضمون اگلی اس کتاب کی مختصر عبارت مین لپٹتے ہون
اور وہ معنے اور مضمون کہ معلومۃ الصدق ہین یعنے سچے سمجھے ہوئے ہین اور واضح تقریرین دلنشین عبارتون مین
ادا کئی گئی ہون سو یہہ چیز بھی اس کلام مجید مین بطور موجود ہی بلکہ خلاصہ تمام اولین اور آخرین کا اُسمین صاف
صاف یا اشارۃً مذکور ہی اسیواسطے اس کلام شریف کے نازل ہونے کے وقت سے آج تک کہ بارہ سو برس سے
زیادہ گذرے ہین بڑے بڑے علما طرح طرح کے علمون کے زور سے اُسکی عبارتون اور معنون مین غور کرکے نکتے باریک
باریک اپنی استعداد اور حوصلے کے موافق نکالتے ہین ولنعم ما قیل و کل العلم فی القرآن لاکن تقاصر عنه
افهام الرجال یعنے سب علم موجود ہین قرآن مین لیکن قاصر ہوئے ہین اُسکے بوجھنے آدمیون کی آدر جب یہ تینون
چیزین ایک جا پر جمع ہون تو ارشاد اور ہدایت مین اعلی مرتبہ حاصل ہوتا ہی اب سزاوار یہہ بات تھی کہ سب مخالف
طائفے بعد مبعوث ہونے ایسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نازل ہونے ایسے کلام پاک کے اپنی وضع اور آئین کو
چھوڑ کر ایک رو اور ایک جہت ہو کر متابعت اس دین کی قبول کرتے اور کسی طرح کا اختلاف اور تفرقہ جائز نہ رکھتے
لیکن نفس اور شیطان کے غلبے کے سبب سے پھر بھی اختلاف اور تفرقے کے مرض مین گرفتار ہوئے ہین چنانچہ فرماتے
ہین وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ اور متفرق نہین ہوئے
جن لوگون کو ملی تھی کتاب یعنے یہود اور نصاری مگر بعد اسبات کے کہ آچکی اُنکو نشانی روشن یعنے حضرت
عیسی علیہ السلام کے وقت مین بھی یہودیون نے بُری بری بدعتین اور خراب اعتقاد اور ڈھونڈھی ڈھونڈھی باتین اور خبرین

بے اصل بناکر اور انکو حق تعالی کی طرف نسبت کرکے اس طرح شیطان کے پھیند میں گرفتار تھے جناب باری نے انکی ہدایت کے واسطے کھلے کھلے معجزون کے ساتھہ جیسے مُردون کا جلانا اور مادرزاد اندھون کا اچھا کرنا اور کوڑھیون کا تندرست کر دینا ہی حضرت عیسی علیہ السلام کو انکی طرف بھیجا اور ان لوگون نے حضرت عیسی علیہ السلام آنے کے بعد ایک بڑا اختلاف ڈال دیا یعنے ایک گروہ نے آپ کو نابعدار حضرت موسی علیہ السلام کا ٹھہرا کر حضرت عیسی علیہ السلام سے مخالفت شروع کی اور انکے قتل اور ایذا کے درپے ہوئے اور ایک گروہ نے اپنا لقب نصاری ٹھہرا کر اپنے زعم مین حضرت عیسی علیہ السلام کے دین کی مددگاری اختیار کی اور آپس مین مار کٹائی اور لوٹ پاٹ اور لعن طعن ہونے لگا اور قرنون تک اسی طور سے خون خرابی مین گذری اور مدعا اس آیت سے یہہ ہی کہ آنا پیغمبر کا اور نازل ہونا کتاب آلہی کا بغیر حضرت حق کی توفیق کے اور ارادے کے ہدایت اور اصلاح اور ارشاد کے واسطے کافی نہین ہونا چاہئے تھا کہ اسکو مستقل اسباب ہدایت کا گمان نکرنے اور اسیواسطے محققون نے کہا ہی کہ قرآن اور پیغمبر اچھی غذا کی مانند مین کہ تندرست بدن کو کمال قوت اور طبیعی اور حیوانی اور نفسانی کامون مین درستی پیدا کرتی ہی اور مریض کے واسطے وہی غذا امراض اور عارضون کی زیادتی کا سبب ہو جاتی ہی پس اول روح کے مزاج کی درستی مین کوشش کرنا چاہئے اور تعصب کی فاسد خلطون سے اور جہالت کی رسومات اور خیالات کی قیدون سے پاک صاف کرنا چاہئے بعد اسکے اس غذاے لطیف سے تقویت حاصل کرئیے اور یہہ بھی ہوسکتا ہی کہ اس آیت مین بیان اُس تفرقے اور اختلاف کا منظور ہو کہ بعد رسول ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوا اور وہ یہہ ہی کہ ایک طائفہ یہود اور نصارے کا انکار بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اُنکے تابعون سے قتال اور جدال کے واسطے اُٹھہ کھڑا ہوا اور دوسرے گروہ نے متابعت اختیار کی اور انکے دین کی تائید اور نصرت کے واسطے دل اور جان سے شریک ہوئے اور اس صورت مین اہل کتاب کے تفرقے کے ذکر پر اکتفا کرنا اور مشرکین کے تفرقے کا ذکر نکرنا اس واسطے ہی کہ یہہ بات کتاب والون سے جو اپنے کو عالم اور دانا کہتے تھے اور انبیاؤن کے چال ڈھال سے اور کتب آلہی کی شان سے خوب واقف اور آشنا تھے نہایت تعجب معلوم ہوتی بخلاف مشرکین کے کہ ان چیزون سے آگاہ نہ تھے اگر اختلاف کرین تو کچھہ دور نہین اور جب یہہ ماجرا مفصل بیان ہو چکا تو یہان گمان ایک شبہے کا تھا اسکو بھی دفع فرمایا اور تقریر اس شبہے کی یہہ ہی کہ ہر چند کہ معجزے

ظاہر

ظاہر اور علانیتین روشن حقیقت ہر ایک شخص کی گواہی دین لیکن جو یہہ شخص برخلاف پہلی شریعتون کے کہ اجماع
انبیا علیہم السلام کا اُسپر ہوچکا ہی امر و نہی کرے اور اُن شریعتون کو باطل کرے تو اُسکی بات مانی نہ چاہئے
اور اُن سب معجزون اور علاماتون کو اقبال دنیوی پر اتفاق پر یا استدراج پر قیاس کرنا چاہئے آور تقریر اس
شبہے کے دفع کرنے کی اس آیت مین ہی وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ
وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور حکم نہین ہوا انکو پیغمبر کی شریعت مین
مگر یہی کہ عبادت کرین اللہ کی خالص کرکے اُسکے واسطے دین کو پھر جو خصوصیت اور کیفیت کہ عبادتون مین یہہ پیغمبر
بیان کرتا ہی گو کہ پہلی شریعتون مین وہ خصوصیت اور کیفیت نہو لیکن یہہ سب توطیہ اور تمہید ہی اللہ تعالی کے
قرب حاصل کرنے کے واسطے اور اخلاص کی تاکید اور حجاب کے دور ہونے کے واسطے اُس ذات پاک سے آور یہہ کہ
حنیف ہو جاوین آور حنیف عرب کی زبان مین اُسکو کہتے ہین کہ اللہ تعالی کے غیر کی طرف توجہ نکرے اور ہر
کام مین اور ہر چیز مین اللہ تعالی کی طرف متوجہ رہے اور یہہ کہ قائم کرین نماز کو اور دیوین زکوۃ کو اگرچہ کیفیت
نماز کی اور زکواۃ کے ادا کرنیکی مختلف ہووے پھر بھی یہی دین اور مذہب مضبوط کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے
اب تک انبیا اور حکما اور علما اسیکی شرح اور تفصیل مین اپنی عمر کو صرف کیا ہی آور اس شبہے کے دفع کرنے کا حاصل
یہہ ہی کہ مقصود اصل اس شریعت کا اگلی شریعتون سے نہایت مطابق ہی اگرچہ خصوصیات اور کیفیات مین موافق
وقت اور حال کے تفاوت ہوا ہو لیکن حقیقت مین مقصود کا مطابق ہونا اصل کے ساتھ کفایت کرتا ہی
چنانچہ ہر فن اور ہر صنعت مین اسی قسم سے واقع ہی مثلا یونانی طب بقراط اور جالینوس کے زمانے سے بوعلی
ابن سینا اور محمد زکریا اور مسیحی کے زمانے تک ایک ہی طور پر رہی اس معنے کر کہ اصول جو مقصود یونانی
طبیبون کے ہین ہر زمانے مین محفوظ ہین اُنمین تغیر اور تبدل نہین ہوا چنانچہ سب کہتے ہین کہ مسہل نضج کے بعد
یعنے فاسد مادہ پک جانے کے بعد دینا چاہئے اور بحران کے روز مریض کو چھیڑنا نچاہئے اور مرض کو اُسکی ضد سے
دفع کرنا چاہئے اور صحت کو اُسکی جنس سے محافظت اور نگاہ رکھنا چاہئے اور علی ہذا القیاس اب جو شخص کہ
متاخرین یعنے پچھلے طبیبون کی کتابون کو دیکھے اور اُنکے مقصدون کے اصول کو مطابق اصول مقاصد متقدمین
کے بوجھے تو یقینی اُنکی طبابت کو دریافت کرلےگا کہ خصوصیات کیفیات زائدہ کی جو فی الجملہ اگلون کی طبابت سے تفاوت

رکھتی ہین اُنکی کتابون مین پائی جاتی ہین بلکہ اگر تامل اور غور کو قرار واقعی کام مین لاوے اور حکمت کی باریکیون کی رعایت کہ ان خصوصیتون مین واقع ہوئی ہی دیکھے تو ضرور متاخرین کی فضیلت کا قائل ہوگا موافق مضمون اس قول کے کہ الصناعات تتکامل بتلاحق الافکار یعنے صنعتین کامل ہوتی ہین ملنے سے فکرون کے اور جب حال اہل کتاب کے مخالفون کا بیان کیا گیا تو اب تفصیل ان دونون فرقون کی اُن کے درجون کے موافق جو عذاب انکے واسطے ثابت ہی ثواب سے یا عذاب سے بیان فرماتے ہین اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ مقرر جو لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرک آخرت کے حکم مین شریک ہین اور اہل کتاب کی بزرگی اور عقلمندی یہان کچھ کام نہین آتی اس واسطے کہ سب کے سب فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا دوزخ کی آگ مین ہونگے سدا رہینگے اسمین اور اگر یے لوگ یہہ کہین کہ ہم انسان ہین کی گروہ سے ہین اور انسان اشرف المخلوقات ہی اور کسی مخلوق کو سدا کا عذاب دنیا اور آخرت مین نہین ہی ہمکو کس واسطے دائمی عذاب مین گرفتار کرنا چاہئے اسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہی اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ وے لوگ ہی سب مخلوقات سے بدتر ہین اس واسطے کہ جب حکم الہی کا انکار کیا اور اسکے رسولون کے منکر ہوئے تو اپنے نفس کی خواہش کو اسکے حکمون پر غالب کر دیا اور یہہ قباحت اور خرابی کسی مخلوقات مین نہین ہی اسی واسطے سورہ فرقان مین فرمایا ہی اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ج ۱۹ ع ۲ یعنے نہین ہین یے کافر مگر جیسے چارپائے بلکہ اُن سے بھی بدتر اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مقرر جو لوگ کہ ایمان لائے سب پیغمبرون پر اپنے وقت کے پیغمبر تک اور کام کئے اچھے اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ وے لوگ وہی سب مخلوقات سے بہتر ہین اس واسطے کہ فرشتون سے بھی بڑھ گئے ہین اور ہر زمانے مین اللہ تعالیٰ کی حکمت کو بوجھے ہین اور باوجود نفس کی خواہشون کی کشمکش کے جناب باری کے حکمون کو اسپر غالب کیا ہی اور وہم کی مخالفت کو دور کرکے عقل کو اسپر متعین کیا ہی کہ شک اور شبہے درمیان مین نہ آجاوین اور یہہ بات فرشتون مین نہین ہی کیونکہ وہ جزئی احکامون کو جانتے ہین اور وہم اور نفس نہین رکھتے ہین کہ عملون مین یا عقیدون مین اُنکے نقصان واقع ہو لیکن یہہ بات عام ملائکہ کی نسبت سے ہی اور جو خاص فرشتے ہین جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام سو اُنکا مرتبہ نہایت بلند ہی اور اُنکو کمال احتیاط حکمت الٰہی کے اسرارون پر غیر متناہی عالمون مین حاصل ہی اور بوجھ کامل رکھتے ہین

ہر چند کہ اُنمین نفس اور وہم کا ہونا ظاہر ہین اُنکے ثوابون کے نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہی لیکن جو بنی ادم کے عمل کرنے والون کا ثواب ایک شاخ ہی اُنکے فیضون کی شاخون سے اس واسطے یہہ زیادتی اُسکی برابر نہین ہوسکتی اور مولانا حافظ الدین نسفی کے عقیدہ مین یہہ عبارت واقع ہی وخواص بنی ادم وهم المرسلون افضل من جملة الملائكة وعوام بنی آدم وهم الاولياء والزهاد افضل من عوام الملائكة وخواص الملائكة افضل من عوام بنی ادم اور خاص لوگ بنی ادم کے یعنے رسول و انبیا افضل ہین خاص فرشتون سے اور عوام لوگ بنی آدم یعنے اولیاء اصلحا و زاہد لوگ افضل ہین عام فرشتون سے اور خاص فرشتے افضل ہین عام بنی آدم سے اور وہ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ المؤمن اکرم علی اللہ من بعض الملائكة الذين عنده یعنے بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ہی بعضے فرشتون سے جو اُسکی حضور مین ہین یہہ محمول ہی خاص ملایکہ کے ماسوا پر جَزَاۤؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ بدلا اُنکا اُنکے رب کے پاس باغ ہین سدا رہنے کو اس واسطے کہ اُنھون نے بھی مختلف طورون مین اور متفاوت شریعتون مین حق تعالیٰ کے امر و نہی کا اور اُسکی حکمتون کا لحاظ کرکے سدا اُسپر قایم رہے تھے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہین اُن باغون کے نیچے نہرین اس واسطے کہ اُنھون نے اپنی معرفتون اور عقایدون سے عملون کی نہرین اپنی جان اور جسم جاری کی تھین اور نور اُن عملون کے اُنکے خاندانی سلسلونمین اور اُنکی اولاد اور تابعون مین جاری رہا خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ہمیشہ رہنے والے ہین اُن بہشتونمین ابدالاباد تک اس واسطے اُنکے دلون مین بھی نیت حق پر قایم رہنے کی ابدالاباد تک بس گئی تھی گو کہ عمر تھوڑی پائی تھی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اللہ راضی ہوا اُنسے اس واسطے کہ اُنھون نے کسی طور سے کسی نیک شان مین انکار اُسکا نہ کیا وَرَضُوْا عَنْهُ اور وے بھی راضی ہوئے اُس سے اس واسطے کہ ایمان لانے سے شریعتون مختلفہ پر ثواب ان سب کا پایا اور اُنکی طبعت کا پیمانہ لبالب لبریز ہو گیا کہ گنجایش طلب کرنے کی نہ رہی ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ یہہ بیان واضح اُس شخص کے واسطے ہی کہ ڈرے اپنے پروردگار سے اور کسی طور مین انکار اُسکی حکمت کا یا اُسکی شان کا نکرے اور اس جناب پاک کے حکم کو اپنے خود سے اپنے نفس کی خواہشوں پر اور رسمون کی قیدون پر مقدم رکھے　اور اس سورت مین کافرون کے حال کے بیان مین اُن کی جزا کو مقدم فرمایا بعد اُسکے ارشاد

ہوا کہ اولئک ہم شر البریہ اور یہان پر فقط مومنین کی جزا پر اکتفا کی اور کافرون کی جزا کا ذکر نہ فرمایا اس واسطے کہ عاقل کو شر البریہ کے لفظ سے انجام اُنکے حال کا واضح ہو جاتا ہی اور یہہ بھی کہ مومنین کی جزا کے بیان کرنے سے کافرون کی جزا کی تفصیل دریافت کر لینا چاہئے ضدیت کے حکم سے والعاقل تکفیہ الاشارۃ بعے عاقل کو ایک اشارہ بس ہی بعد اسکے فرمایا اولئک ہم شر البریہ اور مومنین کے حال کے بیان مین اول فرمایا اولئک ہم خیر البریۃ بعد اسکے جزا کو ذکر کیا اور نکتہ تعبیر مین اس اسلوب کے یہہ ہی کہ کافرونے بد جزا پانے کے بعد منصب شر البریہ کا حاصل کیا اور ہین تو دنیا مین ہمکتنی مخلوقات سے اچھی طرح سے گذران کی ہی اور مسلمانون نے معرفت الٰہی کے دروازے کے کھلنے ہی اور نیک کامون سے اپنے نفس کو آراستہ کرنے کے سبب سے خیریت کا مرتبہ حاصل کیا ہی اور اُنکو جزاے خیر کا ملنا ایک شاخ ہی اُنکی خیریت کی شاخون سے اور یہان ایک اور شبہہ بھی آتا ہی کہ اضافت اسم تفضیل کی چاہتی ہی کہ مضاف الیہ کو ایک حصہ اصل صفت سے ہووے گو کہ موصوف اسم تفضیل کا اُسپر زائد ہوئے اور اس جاپر کہ صالح مومنین کو بہتر سب مخلوقات سے کہا ہی تو چاہئے کہ سب مخلوق فی الجملہ کچھ بہتری رکھتے ہوں حالانکہ کافر اور شیطانون نے بہتری کی صورت بھی نہین دیکھی ہی جواب اس شبہہ کا یہہ ہی کہ یہہ تقاضا اس وقت ہوتا ہی کہ اضافت اسم تفضیل کی مضاف الیہ پر زیادتی کے واسطے ہی اور اس جا پر مراد مطلق زیادتی ہی اور اضافت فقط توضیح کے واسطے ہی جیسا کہ یوسف احسن اخوتہ مین مقرر کیا ہی اور اس صورت مین اصل صفت کا وجود مضاف الیہ مین درکار نہین ہی واللہ اعلم

سورۂ زلزلت



یہہ سورت مکی ہی اسمین اٹھ آیتین اور ترپن کلمے اور ایک سو انچاس حرف ہین اور نزول اس سورت کا قیامت کے منکرون کے جواب مین ہی جو پوچھتے تھے کہ قیامت کب ہوگی اور تفسیرون مین مذکور ہی کہ پہر رات گئی تھی کہ یہہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونے کا بھی انتظار نہ کیا اسی وقت محل سرا سے باہر تشریف لائے اور لوگون کو سکھائی اور اس سورت مین ایک آیت ہی کہ گویا خلاصہ ہی تمام قرآن کا اور جامع ہی شریعت کے سب احکامون کو اور وہ اس سورہ کے اخیر کی آیت ہی

کہ دلالت کرتی ہی ہر عمل کی جزا پر بد ہو خواہ نیک اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ یہہ سورہ چوتھائی قرآن کے برابر ہی اور اس سورت کا نام زلزلت اس واسطے رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہی زلزلہ عظیم کے واقع ہونے پر قیامت کے دن اور سبب اس زلزلے کا تین چیزین ہین اول تو تجلی الٰہی کی بزرگی کہ زمین پر واقع ہوگی اور اس تجلی کے سبب سے اجزا زمین کے ٹوٹ پھوٹ کے بکھر جاوینگے جیسا کہ نمونہ اسکا کوہ طور پر واقع ہوا تھا قال اللہ تعالیٰ واشرقت الارض بنور ربہا وایضاً قال اللہ تعالیٰ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا دوسرے غضب الٰہی کا جوش مین آنا گنہگارون پر اور انتقام کی شان کا ظاہر ہونا مردون کے اٹھانے کی صورت پر اور یہہ بات بغیر زمین کے ہلانے اور جھڑجھڑانے کے تاکہ ہر مردے کے اجزا جدا جدا معلوم ہو جاوین ممکن نہین تیسرے آواز تند دوسرے نفخے کا کہ ہوا سے شدید کے جھونکون کا سبب ہوگی اور اس ہوا کا داخل ہونا بکمال شدت سے مسام اور مخرج مین زمین کے اور اسکے سبب سے زلزلے کا پیدا ہونا اور از بس کہ یہہ زلزلہ ایک عظیم واقعہ ہی حشر کے روز کے واقعون سے اور مقدمہ ہی جزا کے کارخانے کا تو سورت کا نام بھی یہی مقرر کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا جب وقت ہلائی جاوے زمین ایسا ہلانا کہ ممکن ہی اسی زمین کو اور ہلانے مین زمین کے کمال مبالغہ کیا جاویگا اس قدر کہ طاقت زمین کی تحمل اسکا کر سکے ہلائی جاویگی اور روئے زمین پر کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا جھاڑ باقی نرہیگا اور بلندیان اور پستیان سب برابر ہو جاوینگی اور زمین کی یہہ شکل بدل جاویگی اور یہہ معاملہ نفخ ثانی کے نزدیک ہوگا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا اور نکال ڈالیگی زمین بھاری بوجھ اپنے یعنے اس بڑی بھونچال کے سبب سے جو کچھ کہ زمین کے پیٹ مین ہی جیسے مُردے اور خزانے اور دفینے اور گتھلیان باہر پھینک دیگی اور مردون کے باہر نکل آنے کے سبب سے علاقہ کہ اروا حون کو زمین کے اندر سے تھا اس واسطے کہ اُن اروا حون کے جسمون کا ٹھکانا تھا ٹوٹ جاویگا وَقَالَ الْاِنْسَانُ اور کہیگا آدمی یعنے ارواحین آدمیون کی یا زندہ ہونے کے اور اس زلزلے کے آثار دیکھنے کے بعد کہیگا مَا لَهَا کیا ہو گیا ہی اِس زمین کو يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا اس دن باوجود زلزلے کی شدت کے اور نہایت بیتابی اور بیقراری کے



بولیگی زمین اپنی باتین یعنے بنی آدم کے کامون کو ظاہر کریگی اور کہیگی کہ فلانے شخص نے مجہپر نماز پڑہی تھی اور روزہ رکھا تھا اور نیک کام کئے تھے اور فلانے نے مجہپر ناحق خون کیا تھا اور زنا کیا تھا اور چوری کی تھی اور یہہ کہنا اس زمین کا دو حکمتون کے واسطے ہی ایک تو یہہ کہ لوگون پر گواہ ہو کہ ان لوگون کو انکار کی جگہہ نرہے اسیواسطے آسمان اور دن اور رات اور ستارے اور کتہ یادن اپنے سب اس روز گواہی دینگے اور اچھے برے کامون کو سبکے ظاہر کرینگے دوسرے یہہ کہ بدکار لوگ زمین کے بیان کرنے سے رسوا ہونگے اور نیک لوگون کی تعریف اور اچھائی ثابت ہوگی اس جاپر بعضے لوگون کے دل مین شبہ گذرتا ہی کہ زمین تو ایک جماد اور بے عقل ہی یہہ کیسی گواہی دیگی اور باتین کریگی سو سمجہنا اس شبہ کی یہہ ہی کہ مخلوقات مین سے ہر چیز ایک روح رکہتی ہی لیکن حیوانات کی روحین اپنے بدن کی تدبیر اور تصرف کا بھی علاقہ رکہتی ہین اور ہمیشہ تغذیہ اور تنمیہ یعنے کہانے مین اور بڑہنے مین اور جنبش اور حرکت مین مشغول ہین اور دوسری مخلوقات کی ارواح تدبیر اور تصرف کا علاقہ نہین رکہتی ہین اور جنبش کرنا اور حرکت اپنے اختیار سے دایمی نہین ہی اس سببسے انکی ارواح کا علاقہ عوام کی نظر سے پوشیدہ رہتا ہی اسپر بھی خرق عادت کے طور پر یے باتین کبھی کبھی انسے ظہور کرتی ہین چنانچہ صحیح حدیث مین تواتر کے ساتھ یہہ بات ثابت ہی جیسے باتین کرنا پتھرونکا اور درختون کا اور پکار کے رونا حنانا ستون کا اور پکارنا ایک پہار کا دوسرے پہار کو ھل مر بک احدٌ یذکر اللہ یعنے کیا گذرا ہی تجھپر کوئی شخص کہ اللہ کا ذکر کرتا ہو یے سب اسی قسم سے ہین اور قرآن مجید مین سب مخلوقات کی ارواح کا ہونا سورۂ یٰس مین مذکور ہی فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیٍٔ ج ۲۳ ع ۵ اور سورہ اسرا مین بھی مذکور ہی وان من شیٍٔ الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقہون تسبیحہم ج ۱۵ ع ۵ اور زمین کا اور نماز کی جگہہ کا رونا مسلمان کے مرنے پر حدیث مین ثابت ہی اور گواہی دینا زمین کا اور پتھر کا اور درخت کا اذان دینے والون کے واسطے تاکہ اذان مین آواز کو بلند کرین یہہ بھی سب ثابت ہی چنانچہ مولنا روم قدس اللہ سرہ اپنی مثنوی مین فرماتے ہین **ابیات** ہستی کوہ ہست مخفی از خرد ہستی بیچون خرد کی پی برد باد را بیچشم گر بینش نداد فرق چون می کرد اندر قوم عاد آتش نمرود را گر چشم نیست با خلیلش چون تبرحم کرد والیست گر نبودی نیل را آن نور دید از چہ کافر از مومن می گزید گر نکوہ و سنگ با دیدار شد پس چرا داود را او یار شد این زمین را گر نبودی چشم جان از چہ قارون را فرو خورد آنچنان

گر نبودے

ف شبہ

ف شبہ کا جواب

کر نمودی چشم دل خانہ را چون بدبدی ہجران فزانہ را در قیامت این زمین در نیک و بد کہ زما دیدہ گواہی ہا دہد آور جو
بیان فرمایا کہ زمین اُس دن لوگون کے عملون کو ظاہر کریگی اور نیک اور بد کامون پر گواہی دیگی اور اظہار اور
گواہی مین احتمال جھوٹھ کا بھی ہوتا ہی سو دفع کرنے کو اس احتمال کے ایک عبارت دوسری بھی ارشاد ہوئی بِاَنَّ رَبَّكَ
اَوْحٰى لَهَا یعنے یہہ بات کہا اس واسطے ہی کہ تیرے پروردگار نے حکم کیا ہی اُسکو یعنے یہہ اظہار کسی عداوت کے
واسطے نہین ہی کہ بنی آدم سے رکھتی ہو یا احتمال جھوٹھ کا اُسمین گنجایش رکھے اس واسطے کہ بنی آدم سب زمین کے
بچے ہین اور اپنے بچون سے عداوت ممکن نہین ہی اور نہ نفس کی خواہش سے ہی کیونکہ زمین نفس رکھتی ہی نہین ہی پس
معلوم ہوا کہ یہہ بات نہین ہی مگر حکم سے اللہ تعالیٰ کے اور جو چیز کہ مالک کے حکم سے ہوتی ہی اُسمین جھوٹھ کا دخل نہین
ہوتا اور جب اس قدر ظاہر ہو چکا کہ قیامت کے دن بنی آدم کے اعمال جو ایک دوسرے سے چھپاتے ہین زمین کے ظاہر کرنے سے
سب پر ظاہر ہو جاوینگے پھر نیکی کرنے والے سرخرو اور بدکار رسوا ہونگے تو اب بیان فرماتے ہین کہ اسیقدر پر اکتفا ہوگی
بلکہ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا اس روز آوینگے لوگ اپنی قبرون سے حشر کے میدان مین بہانت بہانت کے
ایک گروہ شرابیون کا ایک گروہ زانیون کا اور ایک گروہ ظالمون کا اور ایک گروہ چورون کا اور علیٰ ہذا
القیاس لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ کہ دکھائے جاوین انکے کام یعنے حشر گاہ مین ایک رسوائی بدکارون کو اور سرخروئی نیکو
کارون کو حاصل ہو اس طور پر کہ نامے انکے اعمالون کے کھولینگے اور میزان کھڑی کرینگے اور ہر نیک اور بد عمل انکا گواہون کے
سامنے پڑھینگے اور تولینگے پس اس وقت کماحقہ ظہور حاصل ہوگا چنانچہ تفصیل اُسکی ان دو آیتون مین ہی فَمَنْ يَّعْمَلْ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ پھر جو کوئی کریگا ذرے برابر نیکی دیکھیگا اُسکو یعنے صحیفۂ اعمال مین اور میزان مین اور ذرہ
دو معنون مین آتا ہی چھوٹی چیونٹی جو سرخ ہوتی ہی اور جو ریت مین چلتا ہی وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ
اور جو کوئی ذرے کے برابر بدی کریگا اُسکو بھی دیکھ لیگا اور یہان ایک شبہ خیال مین گذرتا ہی کہ کافرون کی نیکی
تو قابل جزا کے نہو گی پھر دیکھنا اُسکا کیا فائدہ رکھتا ہی جواب اُسکا یہہ ہی کہ کافر کی نیکی اگرچہ ہمیشہ کے عذاب سے
بالکل رہائی کا سبب نہین ہوتی لیکن اُسکی تاثیر سے عذاب کی تخفیف ہو جاویگی پس دیکھنا اُسکا البتہ فائدہ رکھتا ہی اور اسی
طرح سے بدی مومن کی اگرچہ معاف ہو گئی ہو پھر بھی تاثیر سے خالی نہین ہی اگرچہ درجے ہی مین نقصان ہو مگر وہ بدی کہ اُسسے
توبہ اور ندامت کی ہی سو وہ اعمال کے صحیفے سے نکل جاتی ہی اور کراماً کاتبین کو اور گواہون کو بھی بھول جاتی ہی

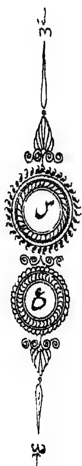
پس من یعمل کا لفظ اسکے سوائے واسطے مخصوص ہوگا یا یون کہا جاوے کہ جب توبہ اور ندامت اس بدی پر واقع ہوئی اور توبہ اور ندامت ایک نیکی ہی عمدہ نیکیون سے پس دیکھنا اس بدی کا یا دیکھنا توبہ اور ندامت کا اس بدی سے نقصان کا سبب نہوگا اسیواسطے توبہ کرنیوالون کے حقمین فرمایا ہی فاولئک یبدل اللہ سیأتھم حسنات یعنے بدیون کو توبہ کرنے والون کی انکے توبہ کے ضمن مین انکو دکھاویگا تو وے بدیان نیکی کی صورت پکڑینگی واللہ اعلم اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ ایک شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھکو قرآن سکھاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ اسکو قرآن سکھاؤ امیر المومنین نے اسکو سورۂ اذا زلزلت سکھائی جب اس آیت کو پہنچے تو وہ شخص بولا حسبی حسبی لا ابالی ان لا اسمع غیرھا یعنے یہی آیت مجھکو بس ہی پروا نہین رکھتا ہون کہ کچھ اور سیکھون یعنے اور سیکھنے کی اب حاجت نہین ہی امیر المومنین نے اس قصے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دَعْهُ فقد فَقُهَ الرجلُ یعنے چھوڑ دے اسکو کہ وہ مرد فقیہ اور دانا ہی اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ اس آیت سے دو شخصون مدینے کے رہنے والون سے عبرت پکڑی تھی ایک انمین سے وہ شخص تھا کہ صدقہ نہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مین زیادہ مقدور نہین رکھتا ہون اور تھوڑی چیز اللہ کے نام پر دینا مجھکو بے ادبی معلوم ہوتی ہی دوسرا وہ شخص تھا کہ چھوٹے چھوٹے گناہون کو خیال مین نہ لاتا تھا جیسے بیہودہ باتین اور بیجا نظر کرنا اور گمان کرتا تھا کہ ایسی باتون کی پکڑ نہو گی اُن دونون کے گمان کے رد کے واسطے یے دونون آیتین کافی ہوگئین ؛؛

سُورَۃُ العَادِیَات

یہہ سورت مکی ہی اور اسمین گیارہ آیتین اور چالیس ۴۰ کلمے اور ایک سو تریسٹھ ۱۶۳ حرف ہین اور عادیات عرب کی لغت مین دوڑتے گھوڑون کو کہتے ہین مشتق ہی عَدْوٌ سے جو دوڑنے کے معنون مین ہی اور اس سورۃ کا نام سورۂ عادیات اس واسطے رکھا ہی کہ غازیون کے گھوڑے غضب الٰہی کی سرعت کی صورت ہین کافرون کی ناشکری پر اور اللہ تعالی کے انتقام کا ظہور نافرمان برداروں پر دوڑتے گھوڑون کی طرح سے دنیا مین ہوتا ہی پس گویا کہ نمونہ ہی حشر اور نشر کا اسیواسطے آنے سے مخالف کی فوج کے اور شکست ہونے سے اپنی موافق فوج کے جو کچھ انقلاب

شہر اور ملک مین واقع ہوتا ہی کہ عزت دار لوگ ذلیل ہو جاتے ہین اور بردہ نشین بے بردہ اور مال اور متاع
اور زر اور زیور اور کپڑا اور لتا کہ سا لہا سال مین جمع کیا ہوتا ہی ایک آن مین برباد ہو جاتا ہی یہہ بھی گویا
قیامت کا نمونہ ظاہر ہو جاتا ہی اور جو یہہ حالت یاد دلانیوالی قیامت کی ہی تو اُس کی قسم کھائی ہی اور اِس
سورت کا نام بھی وہی ٹھہرایا اور اِس سورت کے نازل ہونے کا سبب مفسرون نے یہہ کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے منذر بن عمر انصاری کو ایک غول سوارون کا دیکر بنی کنانہ کے ایک قبیلے پر کہ اشد کافر تھے مقرر فرمایا
اور ارشاد کیا کہ فلانے روز صبح کے وقت اُن پر چھاپا مارنا اور خوب ارواقعی سزا پہنچانا اور فلانے روز یہان
پہنچنا اتفاقاً راہ مین ایک ندی ملی وہ اِس روز چڑھی تھی لشکر اُنکا لاچار ہو کر مقام کر دیا جب دوسرے
پانی کم ہو گیا تو لشکر اُتر گیا اور حکم کے بموجب صبح ہوتے ہوتے سب خون مارا اور قرار واقعی سزا دیکے لوٹ
مار کے صحیح اور سالم پھر آئے لیکن وعدے پر پہنچنے مین مقام کرنے کے سبب سے ایک روز کی تاخیر ہو گئی تو منافقون نے
یہہ افواہ اڑا دی کہ وہ لشکر سب تباہ ہو گیا اور ایک آدمی اُنمین کا نہ بچا جو آکر خبر دیتا مسلمانون کو اِس سبب سے نہایت
غم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہہ سورت نازل کی اور ذکر اُنکے گھوڑون کا اور اُنکے دشمنون کی جماعت مین گھس جانے کا اِس
سورت مین مذکور فرمایا کہ مسلمانون کو تسلی حاصل ہو لیکن اِس شان نزول مین ایک خدشہ ہی اِس واسطے کہ یہہ سورت
مکی ہی اور بھیجنا لشکر کا مدینے مین تھا اِس یہہ واقعہ اِسکا شان نزول نہین ہو سکتا اور اصح یہہ بات ہی کہ جناب
باری نے جو چاہا کہ اِس دین مین جہاد کی رسم مقرر فرما دے تو اُس رسم کا اشارہ اِس سورت مین منظور ہوا تاکہ
خوشخبری ہووے مسلمانون کو اِس بات کی کہ اُنکو طاقت جہاد کی اور گھوڑون اور فوج اور لشکر کی عنایت ہو گی کہ پورا بدلا
اللہ کے دشمنون سے لین اور اُنکی جمعیت کو بکھیر دین اور مال اور ملک اُنکا اپنے تصرف مین لاوین ؞؞

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا قسم ہی دوڑتے گھوڑون کی کہ دوڑنے کے وقت پیٹ مین سے آواز نکالتے ہین
اور جانورون کا قاعدہ ہی کہ بہت دوڑنے کے وقت پیٹ مین سے اُنکے آواز نکلتی ہی کہ ہندی لغت مین اُسکو
ہانپنا کہتے ہین فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا پھر قسم ہی اُن گھوڑون کی کہ آگ جھاڑتے ہین ٹھاپون سے یعنے

پہاڑ دیں اور پتھر ملی زمین میں اُنکے نعل جو پتھروں پر لگتے ہیں تو شعلے نکلتے ہیں جیسے چقماق جھاڑنے سے آگ اور نمود آگ کی رات کو زیادہ ہوتی ہی اور دن کو روشنی اُسکی بطور ہوا کی ہو اس قسم میں اشارہ ہوگا اسباب کی طرف کہ گھوڑے غازیون کے راتون کو دوڑینگے فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا پھر قسم ہی اُن گھوڑون کی کہ غارت کرتے ہیں صبح کے وقت یعنی راتون رات دوڑ کرکے صبح ہوتے کہ عین غفلت کا وقت ہی دشمن پر پہنچتے ہیں اور مال اور اسباب لوٹ لیتے ہیں فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا پھر اٹھائی صبح کے وقت اُن گھوڑون نے گرد اور یہہ معطوف اُس فعل پر ہی جو مغیرات سے بوجھا جاتا ہی یعنی اَغَرْنَ صُبْحًا اور وجہ عدول کی اسم فعل کی طرف یہہ ہی کہ اٹھنا غبار کا دشمن سے نزدیک ہونے کے وقت ہی بس ایک ساعت رہا اور گذر گیا برخلاف دشمنون کی لوٹ مار کے کہ یہہ ہمیشہ ہی اور قید غبار اُٹھانے کی صبح کے وقت اس واسطے ہی کہ تاب مارنے کی قوت اُن گھوڑون کی خوب ظاہر ہو اس واسطے کہ صبح کے وقت پچھلی رات کی سردی سے اور شبنم کی رطوبت سے زمین دب جاتی ہی پھر اس وقت غبار کا اٹھانا بڑے زور سے ہوتا ہی بخلاف آخر کے دن کے کہ آفتاب کی حرارت اور اسکی شعاع کی خشکی سے اجزا زمین کے ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور تھوڑی سی حرکت میں غبار اٹھ کھڑا ہو جاتا ہی اسی واسطے آندھیاں آخر دن کو بہت آتی ہیں فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا پھر گھس گئے وہ گھوڑے اُس وقت غول میں دشمنون کے اور انبوہ کو اُنکے بکھیر دیا اب یہاں پر سمجھ لیا چاہئے کہ قہر الٰہی کی صورت مقابلے میں لگا ہونیکے کمال مشابہت رکھتی ہی ان گھوڑون کی حرکت سے اس واسطے کہ شروع اُسکا متنوعہ ہونا غضب کا ہی جسکا نمونہ یہان پر گھوڑون کا دوڑنا ہی ہانپتے ہوئے جیسے غصّے کے وقت میں ہوتا ہی اور روشن کرنا آگ کا سمون سے نمونہ ہی دوزخ کے شعلے کا جو دوزخیون کے واسطے تیار کیا گیا ہی اور لوٹ مار نمونہ ہی دوزخ کے پیادون کے مارنے کا اور سانپ اور بچھوؤن کے کاٹنے کا اور پوست اور بدن اور گوشت اور جربیون کے جلنے کا اور اٹھانا غبار کا نمونہ ہی ناشکرون کی آنکھون پر پردہ ڈال دینے کا کہ رحمت الٰہی اُس پردے کے سبب سے پوشیدہ ہو جاویگی اور گھس جانا دشمنون کے غول میں نمونہ ہی غضب کی آگ کے گھس جانے کا دل اور جگر میں اور خراب کر دینا درستی کو مدن کی تو اس قہر الٰہی کے نمونے کی قسم کھائی اسپر کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ تحقیق آدمی اپنے رب کا البتہ ناشکر ہی یعنے اُسکی نعمتون کا کفران کرتا ہی اور یہہ کفران نعمت کئی طرح ہوتا ہی

الوقف لله الكريم

ہوتا ہی اول تو یہہ کہ نعمت کو نعمت دینے والے سے نہ سمجھے بلکہ اُسکو دوسرے کیطرف نسبت کرے جیسے اس زمانے کے اکثر لوگ کہتے ہین کہ ہمکو بیٹا پیر نے دیا یا ہمارا دکھ درد فلانے بزرگ نے کھو دیا دوسرے یہہ کہ اس نعمت سے وہ فائدہ جسکے واسطے وہ نعمت دی گئی ہی نہ اٹھاوے بلکہ اُسکی ضد یعنے برائی کماوے تیسرے یہہ کہ نعمت مین مشغول ہو جاوے اور منعم سے غافل اور اس قدر محبت نعمت کی اُسکے دل پر غالب ہو جاے کہ اُسمین غرق ہو جاوے اور نعمت دینے والے کو بھول جاوے جیسے دنیا دار لوگ کہ دُنیا کی محبت ایسی غالب ہو جاتی ہی کہ دن رات اُسی مین پھنسے رہتے ہین یہانتک کہ اُسکی محبت مین اللہ تعالی کے حکمون کو بھول جاتے ہین وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ اور مقرر آدمی اپنی ناشکری آپ گواہ ہی یعنے خود اقرار کرتا ہی کہ مین آپ ناشکر ہون اور یہہ اقرار عالم مین اس صورت سے واقع ہوتا ہی کہ ایک دوسرے کو کہتا ہی کہ فلانا شکر اس نعمت کا ادا نہین کرتا اور حال یہہ ہی کہ خود بھی شکر اس نعمت کا ادا نہین کرتا بس طعن کرنا اُسکا دوسرون پر بعینہ اپنی جان پر ہی وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ اور مقرر وہ محبت پر مال کی بہت سخت اور مضبوط ہی یعنے اس قدر دوستی مال کی اُسکے دل مین بھر گئی ہی کہ منعم کی دوستی کی اُسکے دلمین گنجایش نہین رہی اور اگر کوئی کہے کہ مین ناشکر نہین ہون اور مال کی محبت بھی میرے دل مین نہین ہی سو یہہ انکار اسکا اللہ تعالی کے آگے پیش نہین جاتا چنانچہ فرماتے ہین أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ کیا پھر نہین جانتا ہی جس وقت اٹھائے جاوینگے جو قبرون مین ہین یعنے مردے زندہ ہو جاوینگے اور جو کچھ کہ زمین مین ہی اُسکے اوپر آجاویگا اور ابتدا پوشیدہ چیزونکے ظاہر ہونے کی نمودار ہو جاویگی یہانتک کہ انتہا ظاہر ہونے پر اخلاق اور نیات اور چھپے ہوئے عقیدون کے پہنچیگی چنانچہ فرمایا ہی وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ اور ظاہر ہو جاویگا جو سینون مین ہی پھر اخلاق اور اعمال کو ظاہری صورت دیکر آگے لاوینگے کہ تمام خلق کو ایک دوسرے کے دلون کے چھپے ہوئے بھید معلوم ہو جاوین اور اس وقت ہر شخص معلوم کر لیگا کہ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ تحقیق پروردگار اُنکا اُنکے حال پر اس روز البتہ خبردار ہی اور انکار اُسکے حضور پیش نہین جاتا اور ہر چند کہ اللہ تعالی کا علم ہر وقت بندونکے ظاہر اور باطن پر محیط ہی لیکن اس روز اُسکا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جاویگا اور انکار کی جاگہہ نرہیگی اور یہہ جملہ یعنے ان ربهم افلا یعلم کے مفعول کے محل مین واقع ہوا ہی لیکن سبب اس لام کے جو لخبیر مین لائے ہین لفظ مین عمل نہ کیا اور نہین تو اِنّ کے ہمزہ کو فتح سے پڑھتے اور اُسکو

نحوی تعلیق بلام کہتے ہین اور افعال قلوب کے خصایص سے ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لکنود کے معنے پوچھے فرمایا کہ جو شخص تنہا کھاوے اور غلام کو مارے اور اپنے عیال کو بھوکا رکھے

تمہید

سُوْرَۃُ الْقَارِعَةِ

یہہ سورت مکی ہی اسمین آٹھ آیتین اور چھتیس[٣٦] کلمے اور ڈیڑھ سو[١٥٠] حرف ہین اور اسکا نام سورہ قارعہ اس واسطے رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہی ایک سخت حادثے پر جو قیامت کے دن واقع ہوگا اور دلون کو بڑی کوفت پہنچاویگا اور اس حادثے کی تاثیر سے بھاری جسم ہلکے پڑجاوینگے اور سخت جسم ریزہ ریزہ ہو جاوینگے اور ملادت اور جمادت انکے اجزا اُن سے نکل جاویگی لیکن بسبب کسی چیز کے بوجھ جو اس چیز کے قائم رہنے کا اپنی جگہہ پر سبب واقع ہوا ہی باقی نرہیگا اور یہہ سختی کہ اُسکے اجزا کے جمع ہونے کا باعث ہی تجرب بوجھ اور سبکی اور جمع ہونا اور بکھرنا کہ دنیا کے قاعدے موافق تھا درہم برہم ہو گیا بسبب بوجھ اور سبکی اور جمع ہونا اور بکھرنا اس عالم مین ایک اور ہی طرح سے ظہور کریگا پھر بوجھ بہشت کی درجات کی بلندی کا باعث ہو جاویگا اور سبکی دوزخ کی تہ مین گرنے کا سبب برخلاف اسکے جو دنیا مین مقرر ہی کہ بوجھ نیچے ہونے کا سبب ہوتا ہی اور سبکی بلندی کا سبب ہی اور اس قسم کے انقلاب عظیم سے ڈرانا بڑا مقصد ہی قرآن کے مقصدون

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

س　ع

اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ کھڑکھڑانی کیا ہی وہ کھڑکھڑانی یعنے قیامت کہ دلون کو ایک بڑا صدمہ پہنچا دیگی اور بلند کو پست اور پست کو بلند کر دیگی حقیقت اُسکی کیا ہی اور یہہ انقلاب اسمین کس سبب سے ہوگا وَمَا اَدْرٰىکَ مَا الْقَارِعَةُ اور کیا جانتا ہی تو کہ کیا حقیقت ہی اُس کھڑکھڑانے حادثے کی اور جو پہچاننا ہر چیز کا اُسکے اسباب پہچاننے پر موقوف ہی اور اسباب قیامت کے قائم ہونے کے کہ عمدہ اُنکا قہر الٰہی کی تجلی ہی تمام عالم پر بالکل حقیقۃً کسی بشر کو معلوم نہین ہی اسیواسطے اُسکے بیان کے مقام پر اُسکی بعضی تاثیرون پر اکتفا فرما کے ارشاد کرتے ہین یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ وہ حادثہ اس دن ہوگا جس دن ہو جاوینگے لوگ جیسے پتنگے بکھرے ہوئے کہ ہر ایک ایک طرف کو چلا جاتا ہی اور یہہ تشبیہ چار

وجہوں سے مرکب ہی اوّل ذلت دوسری حرکت کا ضعف تیسری حرکت کی بے انتظامی کہ کبھی تیز اور کبھی دھیمی ہوتی ہی چوتھی معین نہونا حرکت کی طرف کا کبھی آگے کبھی پیچھے کبھی داہنے کبھی بائین طرف ہوتی ہی اور یہان سمجھہ لینا چاہیے کہ ثقل جسم مین دو قسم کا ہوتا ہی اول قسم کہ اعلیٰ اور ادنیٰ ہی سو وہ ثقل ہی جو وقار اور تمکین اور مضبوطی کے سبب سے ہوتا ہی اور یہہ بات اُن جسموں کے ساتھ خاص ہی کہ روح کامل کا تعلق اُنکے ساتھ ہوا ہی اسی واسطے جن اور انس کا ثقلین نام رکھا ہی اور جو حادثہ کہ روح مین تاثیر عظیم کرتا ہی اور اسکو حیران کر دیتا ہی تو اِس ثقل کو دور کر دیتا ہی اسی واسطے بڑے بڑے وقار اور تمکین والون سے خوف اور اضطراب کے وقت بے اختیار مین حرکتین سُبک اور ہلکی ہونے لگتی ہین اِس واسطے کہ اُنکی روح حادثے کی دہشت کے سبب سے جسم کی محافظت سے عاجز ہو جاتی ہی اور اسکا رنگ اڑا دے اور خواہشین اُسکی حرکتون کی بے انتظامی کا سبب ہو جاتی ہین اور اِس آیت مین اسی ثقل کے انقلاب کا بیان ہی اور دوسری قسم کو عوام الناس بھی جانتے ہین ثقل طبیعی ہی کہ سخت جسمون مین اُنکے اجزا کی کثافت اور اجتماع کے سبب سے ہوتا ہی اور اِس قسم کے ثقل مین پہاڑ ضرب المثل ہین اور اِس قسم کے انقلاب کو دوسری آیت مین بیان فرمایا ہی وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ اور ہو جاوینگے پہاڑ جیسے رنگی اون دُہنکی ہوئی کسی رنگ کی کہ دھنیا اسکو اپنی دھنکی سے دھنک کر پھاہا پھاہا کر کے اڑا دے حاصل کلام کا یہہ ہی کہ تاثیر اِس حادثے کی بڑے سخت جسمون مین کہ پہاڑ ہین اِس حد کو پہنچیگی کہ اجزا اُنکے سب علیحدہ علیحدہ ہو کے اور اپنے مکانون سے حرکت کر کے ہوا مین پراگندہ اور منتشر ہو جاوینگے اور انکو رنگین اون اِس واسطے بیان فرمایا ہی کہ رنگین اون بہت کمزور اور ہلکی ہوتی ہی اُس اون سے جو رنگی نہین گئی اور رنگون کا اختلاف اِس واسطے تشبیہ مین مذکور ہوا ہی کہ پہاڑون کے رنگ طرح طرح کے ہین بعضے سفید جیسے مرمر اور بعضے سُرخ پھر اُنمین بھی درجے ہین جیسے سنگ سرخ اور سنگ باشی اور بعضے سیاہ وہ بھی اسی طرح سے ہین جیسے سنگ موسی اور سنگ خارا اور بعضے سبزی کی طرف مائل ہین پھر جب یہہ سارے پتھر بکھر کے ہوا سے اُڑ جاوینگے تو اُن کے رنگون کے اختلاف کے سبب سے ایک چیز بوقلمون یعنے رنگ برنگ ہوا مین نظر آنے لگے گی اور جب اُس حادثے کی تاثیر اجمال کے طور پر بیان فرمائی تو اب تفصیل اُس اجمال کی ارشاد ہوتی ہی فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ پھر مقرر جو شخص کہ بھاری ہوئین تولین اسکی اور یہہ بوجھ پوشیدہ ثقالت کے سبب سے ہی کہ اُن عملون مین چھپی ہوئی تھی اور دنیا مین ظاہر نہتھی سو

اُس روز ظاہر ہو گی آور حقیقت اُس بوجھ کی اُن اعمالون کی نو قیت ہی اللہ تعالی کے نزدیک اور اسی ثقل کے سبب سے اعمالون کا محفوظ رہنا اور ٹھہرنا اعمال نامون مین بندیکے صورت پکڑتا ہی آور یہہ بھی ہی کہ ہر نیک عمل دُنیا مین اِنسان کے نفس پر شاق اور ثقیل ہوتا ہی اور بندہ تحمل اُسکے ثقل اور مشقت کا حکم آلہی کے فرمان برداری کے واسطے کرتا ہی سو یہہ ثقل بھی اس روز ظاہر ہو جا دیگا اور اسکے سبب سے بندیکو ترقی حاصل ہو گی چنانچہ بیان فرمایا ہی فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ پس وہ بندہ من مانتے عیش مین ہو گا وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ اور مگر جو شخص کہ ہلکی ہوئین تولین اُسکی آور یہہ سُبکی اس سبب سے ہی کہ وہ اعمال اللہ تعالی کے نزدیک کچھ قدر نہین رکھتے تھے اور جو نفس کی خواہش کے موافق تھے تو نفس پر بھی شاق اور گران نہوتے تھے پھر قیامت کے دن یہہ سبکی اشیا کا سبب ہو گی کہ وہ اعمال محفوظ نرہین گے بلکہ برہم درہم اور ضایع ہو جاینگے آور اس شخص کے واسطے ذلت اور چاہ ظلمات مین گرنے کا سبب ہونگے چنانچہ بیان فرماتے ہین فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ پس ما اُسکی نیچے کا طبقہ دوزخ کا ہی اور ما اس واسطے فرمایا کہ بچیکو بے تکلف اور طبیعی کامون کی حاجت کے وقت رجوع ما کی طرف ہوتی ہی اور جو اُس روز تکلف اور بناوت کہ دُنیا مین بے ایمان لوگ کرتے تھے بالکل جاتا رہیگا تو بے اختیار اُس دوزخ کے طبقے کی طرف رجوع کرینگے گویا اسکی ولی محبت اور خواہش اسکی طرف رکھتے تھے اور وہ طبقہ ما کی طرح سے اپنی طرف اُنکو کھینچ لیگا اور جا دیگا وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہی وہ ہادیہ یعنے جو عذاب کہ اس طبقے مین ہی کچھ آدمی کی سمجھ مین آ نہین سکتا آور ہا ے ساکن کہ ما ہیہ کے آخر مین ہی سو وقف کے واسطے ہی اور اُسکو عرب کی لغت مین سکتے کی ہے بولتے ہین ورنہ اصل کلمہ ما ہی ہی بغیر ہے کے نَارٌ حَامِيَةٌ ایک آگ ہی نہایت گرم یعنے جس طبقے کا نام ہادیہ ہی اُسکی گرمی کے بیان مین سوا اس قدر کے ممکن نہین ہی کہ ایک آگ نہایت گرم ہی کہ مقابلے مین اُسکے اور آگون کو گرم کہنا نہ چاہئے آور دوسرے طبقون کو دوزخ کے اُسکے روبرو گرم بولنا نہ چاہئے

اعاذنا اللہ منہا ومن سائر وجوہ العذاب پناہ دے ہم کو اللہ تعالی اس سے اور سب پیارے جیون عذاب کے

سورۃ التکاثر



یہہ سورت مکی ہی اسمین آٹھ [8] آیتین اور اٹھایئس [28] کلمے ہین اور ایک سو تیس [130] حرف ہین آور اس سورت سے کے

نازل ہونے کا سبب یہہ ہی کہ قریش مین دو گروہ تھے ایک بنو عبد مناف کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُنمین پیدا ہوئے تھے اور دوسرے بنو سہم کہ عاص بن وایل سہمی سرگروہ اِن جماعت کا تھا ایک روز آپسمین تفاخر اور بڑائیان کرنے لگے اور ہر ایک کہنے لگا کہ ازروے مال کے اور عمدہ کامون کے اور شادیون اور ضیافتون کے اور نام اور مرتبون کے ہم تمسے زیادہ ہین اور یہہ بڑائی بڑہتے بڑہتے اِستقدر پہونچی کہ آدمی کس کے زیادہ ہین جب بنو عبد مناف نے اپنے لوگون کو گنا تو بنو سہم سے زیادہ ہوئے تب بنو سہم نے کہا کہ ہمارے لوگ لڑائیون مین بہت مارے گئے ہین سو زندے اور مُردے ملاکے شمار کرو جب اس طور سے گنا تو بنو سہم زیادہ ہوئے اور اس مقدمہ مین مُردون کی تحقیق کے واسطے قبرستان کو گئے اور قبرونکو شمار کیا اللہ تعالیٰ نے اُنکی اس جہالت کے اور غفلت کلّی کے بیان مین جو اُن لوگون سے ضروری چیز دین مین واقع ہوئی تھی یہہ سورت نازل فرمائی اور اس سورت کا نام سورۂ تکاثر اس واسطے رکھا ہی کہ اس سورت مین تکاثر کی برائی مذکور ہی اور بیان اُسکا یہہ ہی کہ تکاثر سے ایسا ڈرا چاہئے جیسا کہ قیامت سے اس واسطے کہ تکاثر ایک بڑا حجاب ہی بندے کے اور اُسکے مطلوب کے درمیان مین اور جو حجاب ہی اُسکے پیچھے عذاب ہی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ غفلت مین رکھا تم کو بہتایت نے اور تکاثر کے معنے زیادتی کا طلب کرنا ہی اور آدمی کی عادت ہی کہ اپنی آخر عمر مین مال کی اور اولاد کی اور نوکر چاکرون کی اور خویش و اقربا کی زیادتی چاہتا ہی تاکہ اُنکے سبب سے اُسکے نام اور مرتبے کا سلسلہ منقطع ہو جاوے اور یہہ بات اُسکو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اور اُسکے اسمون اور صفتون اور فعلون کے تامل کرنے سے اور جو اُسپر واجب ہی اللہ تعالیٰ کے اور آدمیون کے اور اپنے نفس کے حقوق سے غافل کر دیتا ہی اور اس غفلت کے سبب سے صرف کرنے سے اُن نعمتون کے وے نعمتین اس چیز کے واسطے بنی ہین محروم رہتا ہی پس تکاثر گویا آدمی کو آدمیت سے نکال دیتا ہی اور حیوانات کے مرتبے مین داخل کر دیتا ہی پھر یہہ غفلت اگر ارشاد سے کسی مرشد کے اور تنبیہ سے کسی بزرگ کی جلد دفع ہو گئی تو پھر آدمیت کی حد مین آگیا حق راہ چلنے کی استعداد پیدا کی اور اگر اسی غفلت مین سدا رہا اور ہرگز نہ چونکا اور اسی حالت مین مرگیا تو بڑا ٹوٹا کمایا اور اُسکی مثال ایسی ہوئی جیسے ایک شخص کو کچھ پونجی دیکر بازار کو بھیجا کہ سوداگری کرے اور کچھ نفع کما دے اور یہہ شخص بازار کو گیا اور جب

شراب پی اور بیہوش ہوگیا اور پونجی کھو بیٹھا یہان تک کہ شام کے وقت اسکا تھا کہ اسکے گھر پہونچا دیا اب نہ تو پونجی اسکے ہاتھ مین ہی نہ نفع معاذ اللہ من ذلک اور اسی حالت کی طرف اشارہ ہی اس کلمے مین حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہان تک کہ جا دیکھین تمنے قبرین یعنے اسی شغل مین تھے اور ہرگز خبردار نہوئے جب تک کہ گورستان کو نہ پہنچے کَلَّا بات یون نہین ہی جیسے تمنے سمجھی ہی یعنے تمنے گمان کیا ہی کہ بعد موت کے اگر کمال ہی تو یہی ہی کہ بہت سی دولت اور کاروباری بیٹے اور اقربا جان نثار تمھارے بعد تمھارے نام کو قایم رکھین اور حال یہہ ہی کہ بعد موت کے ایک اور ہی چہرہ شکل آویگی کہ یہہ چیزین اسکے مقابلے مین بے حقیقت محض ہو جاوینگی ؎ حاصل دنیا زکہن تا بنو چون گذرنده است نیرزد بجو اور ہر عاقل کو ظاہر معلوم ہی کہ مال اور فرزند اور مردے اور قرابت سب فانی ہیں اور جو چیز کہ فانی ہی قابل فخر کرنے کے نہین ہی سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ آخر جان لوگے یعنے بعد مرنے کے تمکو معلوم ہو جاوے گا کہ وے سب چیزین جن مین تمنے اپنی عمر گذرانی سب تمھارے واسطے مضر اور مخل تھین اس واسطے وے سب نعمت ابدی کے فوت ہونے کا سبب اور قہر الٰہی کی طرف کھینچ لیجانے کا باعث ہوئین ثُمَّ کَلَّا پھر بھی ہم کہے دیتے ہین کہ بات یون نہین ہی جس طرح سے کہ تم اعتقاد رکھتے ہو سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ آخر سمجھ لوگے بعث اور حشر اور نشر کے اور دوزخ اور اسکے سختیون کے دیکھنے کے بعد کہ جو کچھ تم نے کیا سب ضرر اور خلل پہنچانیوالا تھا تو اول جاننا برزخ مین ہی اور دوسرا قیامت کے دن کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ پھر مکرر بات یون نہین ہی اگر جانو تم جاننا جسمین کچھ شک اور شبہ نہو اور بعضے حجاب ظلمانی تم سے کھل جاوین تو البتہ جان لوگے کہ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ البتہ دیکھوگے دوزخ کو بعد موت کے برزخ مین گرم ہواؤن کے چلنے سے اور عذاب کی صورت دیکھنے سے اور مارنے سے آگ کے گرزون کے ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ پھر البتہ دیکھوگے تم اس دوزخ کو یقین کا دیکھنا کہ احتمال شبہ کا اور غلبہ خیال کا اور دریافت کی غلطی کا اسمین نہوگا اور یہہ دیکھنا قیامت کے روز ہوگا کہ دوزخیون کو اسکے کنارے پر کھڑا کرینگے اور ور اور سختیان وہان کی انکو دکھا دینگے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ پھر البتہ سوال کئے جاوگے تم ان نعمتون سے جو دنیا مین تمکو دی تھین اور ان سب نے تمکو نیکی کمانے سے غفلت مین ڈالا اور سوال نعمتون سے تین طرح پر ہوگا اول یہہ کہ اس نعمت کو تمنے کس طور سے کمایا حلال وجہ سے یا حرام سے دوسرا یہہ کہ ان نعمتون کو کہان صرف کیا

اللہ تعالی کی رضامندی مین یا نارضامندی مین تیسرا یہہ کہ اس نعمت کے شکر کے بدلے مین تم نے کیا کیا اور اس جاے یہہ سمجھا چاہئے کہ جو حق تعالی نے بندے کو زیادہ قدر ضرورت سے دیا ہی کہ معاش اور زندگی بندے کی اسپر موقوف نہین ہی سب اسی قسم سے ہی کہ اُسے سوال کیا جاویگا اور کوئی بندہ اُسے خالی نہین گو کہ مفلس اور فقیر ہو اسیواسطے کہا ہی کہ ٹھنڈا پانی اور گرم روٹی اور ٹھنڈھی چھانون اور نیند کی لذت اور تندرستی اور اسلام اور قرآن اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور تخفیف شریعت کی یے سب نعمتین ہین کہ ہر اہل اسلام غنی سے فقیر تک اُنمین شریک ہین اور قدر اُنکی نہین جانتے اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد اُن نعمتون سے جو پوچھی جاوینگی تین چیزین ہین صحت اور جوانی اور امن اور کوئی شخص اپنی عمر مین ان تین چیزون سے خالی نہین رہتا ہی گو ہمیشہ اُنسے فائدہ مند نہو اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ ایک پیغمبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کونسی نعمت مجھکو دنیا مین ملی ہی کہ اُسے سوال کیا جاؤنگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوتیان اور ٹھنڈا پانی اور سایہ اور یہہ بھی حدیث مین آیا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین ابوبکر صدیق اور امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب اور دوسرے یار رضی اللہ تعالی عنہم ابو الہیثم کے گھر مہمان گئے تھے گرم روٹیان کھجورون کے ساتھ کھائین اور ٹھنڈھا پانی پیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ وہ نعمت ہی کہ جس سے سوال کئے جاؤگے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب



سورۃ العصر

یہہ سورت مکی ہی اور اسمین تین آیتین اور چودہ کلمے ہین اور اتھہتر حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب یہہ ہی کہ کلدہ بن اسید کہ اسکو ابو الاسدین بھی کہتے تھے ایک کافر تھا کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رض سے ایام جاہلیت مین ہم صحبت تھا سو آپکے اسلام لانے کے بعد ایک روز اُنسے ملا اور بولا کہ ای ابوبکر ہمیشہ عقلمندی اور ہوشیاری سے تجارتون اور سوداگریون مین نفع اٹھاتے تھے اب تمکو کیا ہو گیا کہ ایکبارگی ایسے ٹوٹے مین پڑ گئے کہ باپ دادے کے دین کو چھوڑ دیا اور لات اور عزی کی عبادت سے محروم رہے اور اُنکی شفاعت سے ناامید ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُس نادان کے جواب مین فرمایا کہ جو شخص حق کو قبول کرتا ہی اور نیک کام اختیار کرتا ہی وہ ٹوٹے مین نہین پڑتا

حق تعالی نے اس گفتگو کے بیان مین اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی بات کی خوبی مین یہہ سورت نازل
فرمائی اور اس سورہ کا نام سورۂ عصر اس واسطے رکھا ہی کہ اسکے شروع مین عصر کی قسم کھائی ہی اور عصر کے دو
معنے ہین ایک تو زمانہ کہ انسان کی عمر بھی اسمین سے ہی اور عمر انسان کی ایک چیز ہی نہایت نفیس اور ایک پونجی
ہی بہت عزیز کہ دینی اور دنیوی کمالات اسکے سبب سے حاصل ہوتے ہین اور اسلیے راس المال اور پونجی کی مانند ہی لیکن
اسمین عیب ہی تو اتنا ہی ہی کہ خود بخود کم ہوتی چلی جاتی ہی سو اگر اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور احوال نیک
حاصل کرنے مین صرف ہوے تو ایک عمر ابدی اور لذت سرمدی حاصل کی اور اگر اسکے عکس مین گنوائی تو ظاہر بات ہی
کہ نقصان اور خسارت اور ذلت اسکے آگے رکھی ہی پس انسان کو کہ اس عالم مین بھیجا ہی اور پونجی اور راس المال کی جگہہ
اسکو عمر دی ہی سو وہ برف بیچنے والے کی مانند ہی کہ اسکی تجارت کی پونجی خود بخود گھلتی چلی جاتی ہی اگر اسکے بدلے
کوئی عزیز چیز حاصل کر لی تو بہتر ہوا نہین تو خسارہ سر دست موجود ہی اور حواس تجارت اور سوداگری مین ایک عجیب
اور غریب بات ہی تو اسکی قسم کھائی ہی دوسرے پچھلا دن کہ نماز عصر کا وقت ہی اور وہی بیع اور نقصان کے
ظاہر ہونے کا وقت ہی اس واسطے کہ ہر شخص روزی کی فکر مین صبح سے اپنے اپنے دھندے مین مشغول ہوتا ہی اور سیکڑون
حیلے اور ہزارون مکر اور فریب روزی کے پیدا کرنے کے واسطے کرتا ہی پھر جب دن آخر ہوا تو وہ سب تدبیرین اور
حیلے تمام ہوئے اور انتہا کو پہنچے پھر اس وقت ہر شخص اپنے کام سے فراغت کرتا ہی اور ہر سوداگر اپنی دوکان اٹھا کر
گھر جانے کا ارادہ کرتا ہی سو اس عرصے مین اگر کچھ کما لیا تو واہ واہ نہین تو نقصان اور کھاٹے مین پڑا اور جو یہہ وقت
ٹوٹا ظاہر ہونے کا تھا تو اس وقت کی قسم یاد فرمائی بلکہ اگر آدمی فکر کرے تو دینی اور دنیوی سودا اور زیان کے
ظاہر ہونے کا وقت بھی یہی ہی اس واسطے کہ اعمال دن رات کے تمام ہو چکے اور جو جو چیزین کمانے کی تھین کما چکے
اب روزنامچے دیکھنے کا وقت ہی کہ کیا گیا اور کیا رہا پس یہہ وقت بزرگی رکھتا ہی دنیا کے طالبون مین بھی اور آخرت کے طالبون مین
بھی اور لائق ہی اسبات کے کہ اسکی قسم کھاوین اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ جسکی عصر کی نماز قضا ہو گئی تو ایسا ہوا
کہ گویا اسکا گھر بار برباد ہو گیا اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد عصر سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا عصر ہی کہ
انکے پیغمبر ہونے کے سبب سے بازار سودا اور زیان کا گرم ہو گیا جسنے کہ اطاعت اور تابعداری انکی کی تو سود حاصل کیا
کہ ابد الآباد تک باقی ہی اور جسنے کہ نافرمانی انکی کی تو ایسے ٹوٹے مین پڑا کہ اسکی حد اور نہایت نہین ہی پس

وہ وقت

وہ وقت انوار الٰہی کی کثرت سے اور علوم نامتناہی کے فیضان سے اور نیز دیکھ ہونے ملنے کے اور بخش دینے مین گنہگارون کے بہی عظمت اور بزرگی رکھتا ہی کہ آدمی کی پیدایش کے وقت ایک ساعت مین عشر عشیر اسکا ظاہر نہین ہوا اور نہو گا اور کیا خوب کہا ہی کسی شاعر نے سے خوش وقتی کہ مردم آدمی بشار دیدند　عجیب است این زمان گر سایۂ دم شود پیدا یعنے کیا اچھا زمانہ تھا کہ لوگون نے آدمی بے سایہ کو دیکھا اور مراد آدمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی نادر ہی یہہ زمانہ جو سایہ آدمی کا ظاہر ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْعَصْرِ قسم ہی زمانے کی کہ انسان کی عمر بھی اُسی مین داخل ہی جو اسکی پونجی کی مانند ہی اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور نیک حالات کے حاصل کرنے مین یا قسم ہی نماز عصر کے وقت کی کہ سود اور زیان کے ظہور کا وقت ہی رات دن کے عملون مین یا قسم ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عصر کی کہ زمانہ نور نبوت کے ظہور کا اور وقت ولایتونکی شاخین پھوٹنے کا ہی اور اسوقت مین جو کوئی اس نور سے منور ہوا تو ہمیشہ کا نفع اور فائدہ حاصل کیا اور جو کوئی اس نور سے محروم رہا تو بالکل نقصان اور سدا کا ٹوٹا اسکو نصیب ہوا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ مقرر آدمی ایک طرح کے ٹوٹے مین ہی اسواسطے کہ راس المال اسکا کہ عمر ہی دم بدم کم ہوتی جاتی ہی اور سبب قرب الٰہی کی تحصیل کا اور رضامندی اور ثواب اسکا ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہی اور اگر وہی عمر گناہوں کے اور شہوتون فانی کے شغل مین گذاری جو حق تعالی کی درگاہ سے دور کرنیوالین اور اسکے غضب اور عذاب کو اپنی طرف کھینچنے والی ہین تو ٹوٹے پر ٹوٹا کمایا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر جو لوگ کہ ایمان لائے یعنے اپنی عمر سے فائدہ کمایا اس واسطے کہ ایمان بھی ایک طرح کی معرفت ہی اور وہ سعادت ابدی کا فائدہ دینے والا اور قرب الٰہی اور ملائکہ کے ملنے کا سبب ہی وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کئے اچھے اس واسطے کہ نیک اعمال کے سبب سے اخلاق پسندیدہ انکو حاصل ہوئے اور احوال سنیہ اور مقامات عالیہ دنیا مین اور درجے بلند آخرت میں انکو نصیب ہوئے بس فائدے پر فائدہ انکو حاصل ہوا اور یہہ سب مرتبے کمال کے ہین اور اگر ان سب باتون کے ساتھ تکمیل اور ارشاد اور تعلیم کا بھی رتبہ حاصل کیا تو دونا سود کمایا چنانچہ اس آیت میں تکمیل کے مرتبے کی طرف اشارت فرماتے ہین وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور وصیت کرتے ہین آپس مین ایک دوسرے کو درست اعتقادون کی اور بھلے کامون کی اور نیک خلقونکی وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور وصیت کرتے ہین آپس مین ایک دوسرے کو سہارنے کی یعنے نفس کو روکنے کی خواہشون سے اور گھبرانا

طاعتوں کی مشقتوں پر اور بڑے روک رکھنا رضا اور تسلیم پر سختی اور تکلیف کے غلبے کے وقت میں اور یہ تینوں قسمیں صبر کی تمام طاعتوں کو گھیرے ہوئے ہیں اور سب گناہوں اور شہوتوں سے روکنے والی ہیں اور ان دونوں لفظوں کے لانے میں یعنی حق اور صبر کے اشارہ اسباب کی طرف ہے کہ مرتبہ ارشاد اور تکمیل کا روحانی طبابت کے مانند ہے اور طبابت میں دو چیزیں ضرور ہیں اول دوا کی تجویز دوسرے پرہیز کرانا بس تواصوا بالحق دوا کی طرف اشارہ ہے اور تواصوا بالصبر کنایت ہے پرہیز سے بغیر ان دونوں امر عظیم کے صحت روحانی کا حاصل ہونا محال ہے اور جب یہہ دونوں باتیں سرانجام کو پہنچیں تو طبابت روحانی کا کام درست ہو گیا اور ارشاد اور تکمیل کا کارخانہ جم گیا اور جو فائدہ اور منفعت کہ اس کارخانے میں حاصل ہوتا ہے اندازے حساب کے اور احاطے سے قیاس کے باہر ہے اس واسطے کہ جو شخص صاحب ارشاد یعنی مرشد کی وصیت کے موافق عمل کرتا ہے تو ثواب اسکے عمل کا اس بتلانے والے کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جاتا ہے اور یہہ سلسلہ قیامت کے دن تک تمام نہو گا اسی واسطے صحابہ کرام کا ثواب کہ انکی ارشاد اور تکمیل کے سبب سے تمام امت صلاحیت کی راہ چلتے ہیں اور اسی طرح بڑے مجتہد کہ انکے مذہبوں پر لوگ قیامت کے دن تک چلے جاویںگے اور اسیطرح طریقت کے خانوادے والے کہ انکی وصیتوں سے طالب اور مرید دنیا کی زندگی بھر نیک عمل کئے جاتے ہیں اور قرب کے مرتبوں کو پہنچتے ہیں کوئی ثواب اسکے برابر نہیں ہو سکتا اور یہہ مرتبہ کمال منفعت کا ہے کہ تھوڑی سی عمر میں ثواب قرنوں اور زمانوں کا حاصل ہوا اگرچہ کہ وصیت کا لفظ عرف میں خاص اس چیز کے واسطے ہے کہ مرنے کے بعد اسکے واسطے فرماتے ہیں لیکن قرآن کے عرف میں تاکیدی امر کو جابجا وصیت فرمایا ہے قال اللہ **وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا** اور وصیت کی ہم نے آدمی کو اپنے ماں باپ سے نیکی کرنے کی اور اس لفظ کے لانے میں اس مقام پر ایک نکتہ ہے نہایت باریک اور وہ یہہ ہے کہ ارشاد اور تکمیل کے مرتبے کا حاصل بعد فنا ہو جانے نفس کے اور دوسرے لطیفوں کے ہے اور فانی میت کا حکم رکھتا ہے تو جو کچھ وہ فرماوے گویا وصیت ہے کہ بعد مرنے کے فرمائی ہے

سورة الهمزة



یہہ سورت مکی ہے اور اسمیں نو آیتیں اور تینتیس ۳۳ کلمے اور چھیانوے ۹۶ حرف ہیں اور اسکے نازل ہونے کا سبب یہہ ہے کہ تین شخص کافروں میں سے ایک تو عاص بن وائل سہمی اور دوسرا ولید بن مغیرہ مخزومی اور

اخنس بن شریق ثقفی ہر مجلس میں بدگوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانون کی کرتے تھے اور اُن پر طعن اور تشنیع کرتے تھے اور بعضا اُنہین سے جیسے اخنس بن شریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی تکرار اور بحث بیفائدہ کیا کرتا تھا سو اُنکے حق مین یہہ سورت نازل ہوئی اور اِس سورت کا نام سورۂ ہمزہ اِس واسطے رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہی اِس بات پر کہ جو کوئی کسی کی آبرو لیتا ہی اور لوگون کا عیب ڈھونڈھتا ہی تو وہ شخص خرابی اور عذاب کے سزاوار ہوتا ہی پھر جو شخص کہ خدا تعالیٰ کی ہتک حرمت کرے اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن مجید کی تکذیب اور اُسکے احکامون سے فساد کرے تو اُسکا کیا حال ہوتا ہی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ خرابی ہی ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی آن دونو لفظون کو کئی وجہ سے نظر کی ہی اول تو یہہ کہ اِن دونون لفظون کے ایک معنے ہین پس تکرار فقط تاکید کے واسطے ہی اور اِسبات کی طرف اشارہ ہی کہ وہ شخص اُس بُرے فعل کا معتاد ہی اور بار بار اُس سے واقع ہوتا ہی چنانچہ صیغہ فعلہ کا اِسی بات پر دلالت کرتا ہی دوسرے یہہ کہ ہمزہ اُس شخص کو کہتے ہین کہ روبرو برا کہے اور لمزہ اُسکو کہتے ہین کہ پیٹھ پیچھے برا کہے تیسرا یہہ کہ ہمزہ وہ ہی کہ ہاتھ اور سر اور آنکھ اور بھون سے اشارہ لوگون کی حقارت کا کرے اور لمزہ وہ شخص ہی کہ زبان سے ان باتون کو کہے غرض ہر طور سے یہ دونون لفظ شنو مین ایک دوسرے کے قریب ہین اور مدعا تکرار تاکید ہی کہ لوگون کی ذلت اور بے آبروئی نکرے اور اِس کام سے بچے اور اکثر یہہ عمل بد طعن کے طور پر نسب مین یا شکل مین یا افعال مین ظہور کرتا ہی پھر جو اِس قسم کے لوگ خلق اللہ کے عیب بیان کرنے مین سب کے سامنے اور اُنکے ایذا دینے مین مبالغہ کرتے ہین تو حق تعالیٰ نے بھی عذاب دائمی کے طور پر اُنکے واسطے وعدہ فرمایا ہی جیسا کہ لفظ ویل کا اُس سے خبر دیتا ہی اِس واسطے کہ زبان عرب مین ویل عبارت ہی بلاوت شدید سے جو دائمی ہو اور سمجھ لیا چاہیے کہ اصل اِس خلق بد کی طلب کرنا فخر کا ہی لوگون پر اور منشا اُسکا اکثر اوقات مین مال کی کثرت ہی اِس واسطے کہ بہت سے لوگون کو مال بغیر لیاقت کے ہاتھ آجاتا ہی تو جانتے ہین کہ اِس مال کے سبب سے اورون سے اچھے اور بڑے ہین نہین سمجھتے کہ وجہ بڑائی اور بزرگی کی کچھ مال ہی پر منحصر نہین ہی بلکہ عمدہ نسب اور خوبصورتی اور عمل نیک اور اخلاق پسندیدہ

اسی قسم میں سے ہیں تو اس واسطے دنیا دار لوگ اپنا فخر اور بڑائی ثابت کرنے کو اپنے ہم چشموں پر طعن شروع
کرتے ہیں تاکہ اپنی بڑائی اور بزرگی ثابت کریں اسیواسطے ہمزہ اور لمزہ کو اس صفت کے ساتھ موصوف فرمایا ہی
اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ جسنے جمع کیا ہی بہت سا مال اور گن گن کے رکھا ہی اسکو اور گن گن رکھنے کے
بیان میں اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ جمع کرنا مال کا خرچ کرنے اور بخشش کرنے کے واسطے نہین ہی بلکہ بخل
کرتا ہی اور بار بار اسکو گنتا ہی کہ کچھ اسمیں سے کم نہو جاوے تو حرص اور بخل کی صفتین دونون اسمین جمع ہوئین
تھیں اس قسم کے لوگون سے اگر بخل کی وجہ پوچھی جاتی ہی تو کہتے ہین کہ ہمنے مال کو زمانے کے نشیب اور فراز کے واسطے
رکھا ہی اسیواسطے انکے حق مین یہہ عبارت ارشاد فرمائی اَیَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ گمان کرتا ہی کہ مال
اسکا ہمیشہ رکھے گا اسکو دنیا مین یعنے موت کے اسباب کو اس سے دور کردیگا کَلَّا یون نہین ہی جیسا وہ سمجھتا ہی
اسواسطے کہ عالم کی پیدایش کی ابتدا سے مالدار ہوتے آئے ہین لیکن موت کا اسباب کوئی اپنے اوپر سے دفع نہین کرسکا
بلکہ مال کی کثرت ہونا بخل کے ساتھ قیامت کے عذاب کی شدت کا سبب ہی چنانچہ فرمایا ہی لَیُنْۢبَذَنَّ
البتہ پھینکا جاویگا یہہ شخص کہ بدخلقی اور شوخ زبانی اور حرص اور بخل کو اپنے مین جمع کر رکھا ہی فِی الْحُطَمَةِ
توڑنے والی آگ مین کہ عادت اسکی روندنا اور توڑنا ہی اور یہہ آگ توڑنے والی جزاے وفاق ہی یعنے اس شخص کی
پوری سزا ہی اس واسطے پہلے تسلط اور غلبہ آگ کا صورت پر ہی کہ جلنے کے بعد نہایت خراب ہو جاتی ہی بعد اسکے
نوبت گوشت اور پوست کو پہنچتی ہی بعد اسکے ہڈیان توڑنے کی نوبت نہ ذات اسکی قایم رہیگی اور نہ حسن اور جمال پھر
جو مال کہ نتیجا اسکا یہہ ہو اسکو سدا رہنے کا اسباب سمجھنا کمال نادانی ہی اور جو اس قدر تاثیر آگ کی کہ حطمہ کے
لفظ میں مذکور ہوئی مشترک ہی آتش کوکبی اور آتش عنصری اور آتش مزاجی مین کہ بندہ کے اندر ہوتی ہی اور
تاثیر اس وعدہ دی گئی آگ کی ان سب سے زیادہ اور بڑھکے ہی تو اس آگ کا احوال ظاہر ہونے کو اور تھوڑا سا اسکے اعمال کے
بیان کرنے کو سوال اور جواب کے طور پر ایک اور عبارت فرمائی ہی وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ اور تو کیا جانتا
ہی باوجود اس بات کے کہ علم کے انتہا کو پہنچ چکا ہی کہ کیا ہی وہ توڑنے والی یعنے وہ آگ عاقلون کی اور
حکیموں کی توجہ سے بہت دور ہی اس واسطے کہ انکے نزدیک حرارت تین قسم سے زیادہ نہین ہوتی ایک تو عنصری ہی
جیسے آگ کی گرمی یا کوکبی ہی جیسے آفتاب کی گرمی یا مزاجی ہی جیسے تپ کی یا حرکت کی گرمی اور یہہ آگ

اسباب کے طفیل سے نہیں ہی کہ کسی کے قیاس مین آجاوے بلکہ نَارُ اللّٰهِ یہہ خدائی آگ ہی یعنی اُسکے غصہ اور قہر کی ہی الْمُوْقَدَةُ کہ سلگائی گئی ہی بندون کے گناہ اور بے ادبیون سے الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ وہ آگ ہی کہ جھانک لیتی ہی دلون کو اور حقیقت اس کلام کی یہہ ہی کہ جو آگ کہ عالم مین ہی اول اُسکی تاثیر بدن پر ہوتی ہی بعد اسکے اُن چیزون کو جو بدن کے اندر ہین درجہ بدرجہ جلاتی ہی یہان تک کہ اخلاط اور ارواح اور اعضاء اصلیہ تک پہنچتی ہی اور یہہ آگ قہر الٰہی کی الٹی ہی کہ اول نفس ناطقہ کو صدمہ پہنچاتی ہی اور وہان سے دل کو کہ درد کے حق مین سب اعضا سے نازک ہی اور تھوڑے سے درد مین پریشان ہوجاتا ہی دکھ دیتی ہی پھر جو غلبہ اس آگ کا پہلے دل پر ہو گا تو رنج اور دکھ دینے مین بھی بڑے درجے کو ہو گی اور اس عالم مین جو آگ کہ اُس آگ سے مشابہہ ہی سو وہ تپ کی آگ ہی ہرچند کہ گرمی اسکی یعنی تپ کے پہلے خلطون کو اور روحون کو اور اصلی اعضا کو پہنچتی ہی لیکن دکھ جو پہلے پہنچتا ہی سو دل ہی کو پہنچتا ہی اور دل سے تمام اعضا کو اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ اَلْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ یعنی تپ دوزخ کی بھاپ ہی اور یہہ بھی وارد ہوا ہی کہ اَلْحُمّٰی حَظُّ الْمُؤْمِنِ مِنَ النَّارِ یعنی تپ حصہ ہی مسلمان کا دوزخ کی آگ سے لیکن یہہ تپ کی آگ اس موعود آگ سے دو راہ سے کم ہی اول تو یہہ کہ نفس ناطقہ بین کہ مجرّاتون سے ہی چندان اثر نہین کرتی ہی دوسرے یہہ کہ بخارات اس تپ کی آگ کے اور جوش اس گرمی کا بدن کی مسامون کی راہ سے نکل جاتا ہی اور پسینہ نکل آتا ہی سو وہ تخفیف کا سبب بڑا ہی بخلاف آتش موعود کے کہ حال اسکا یہہ ہی اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ مقرر یہہ آگ اُنپر بند کی گئی ہی یعنی اُسکے اعضاؤن کے اندر بند کی گئی ہی کہ گرم سانس اندر سے باہر نہ آوے اور باہر کی ٹھنڈی سانس اندر نہ جاوے اس لئے کہ اسمین بھی البتہ تھوڑی تسکین ہوتی ہی اور جو بعضے وقت ہاتھ پاؤن مارنے سے اور بدن کو تپنے مین دیوار اور زمین سے کچھ مسام کھلتے ہین اور ایک گونہ تخفیف ہوتی ہی سو اسکو بھی اُنسے سلب کرلیا ہی اور فرمایا ہی کہ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ یعنے وے سب لٹکتے ہونگے لمبے ستونون مین اور رسیون سے باندھ کے جکڑ دئے جاوینگے تاکہ ہاتھ پاؤن نہ ہلاوین اور گرمی انکے اندر کی کسی طورسے کم نہو اور بعضے تفسیر والون نے یون نقل کیا ہی کہ دوزخ کی آگ کو سرپوش کرکے اوپر سے اُن سرپوشون کے آگ کے ستون لمبے لمبے ڈال دینگے کہ کسی طور سے ہوا کا جانا اسکے اندر ممکن نہو واللہ اعلم

سورۃ الفیل



یہہ سورت مکی ہی اسمین پانچ آیتین اور تیئیس کلمے اور ننانوے حرف ہین اور اس سورے کا نام سورۂ فیل اسواسطے رکھا ہی کہ اسمین اصحاب فیل کا قصہ مذکور ہی اور یہہ قصہ اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کی علامتون سے ایک علامت ہی کہ دلالت کرتا ہی اسبابرکہ چھوٹے سے چھوٹے قہر الٰہی کے اسباب کو بڑے سے بڑا جانور جو ہاتھی ہی تحمل نکرسکا تو اسکے قہر کے بڑے بڑے اسبابون کو کون تحمل کرسکیگا اور اسباب پربہی دلالت کرتا ہی کہ اسکے گھر کی بیحرمتی کرنا اس درجے کو قہر کا سبب ہوا تو اسکے دین اور اسکے پیغمبر کی ہتک حرمت کیا کچھ کریگی اور یہہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے قریب ہوا تھا بس گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ارہاصات یعنی علامات اس قصے کو اس صورت مین یاد دلایا ہی تاکہ اس سے عبرت پکڑین اور ہتک حرمت مین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جلدی برکت سے عالم غیب سے تائید الٰہی انکی مدد کے واسطے پہنچی بس قدر نکرین اور اس قصے کے واقع ہونے کا سبب یہہ تھا کہ ابرہہ نام ایک حبشی نجاشی کی طرف سے جو تمام حبشے کے ملک کا بادشاہ تھا یمن کا صوبہ ہوکر آیا اور یمن کے لوگون کو دیکھا کہ حج کے موسم مین ہر اطراف اور جوانب سے نذر اور نیازین لیکر مکہ معظمہ کو جاتے ہین پوچھا کہ یہہ لوگ کیا ارادہ رکھتے ہین اور کہان کو جاتے ہین لوگون نے سارا احوال بیان کیا تو نخوت اور سرکشی نے کفر کی اس مردود کے دلمین جوش مارا اور حکم کیا کہ اس گھر کے مقابلے مین اس شہر مین بھی ایک گھر تیار کرو پھر صنعاء مین کہ یمن کے ملک کا پایۂ تخت ہی اچھے خوشرنگ پتھرون کا ایک کلیسا بنایا اور اسکا قلیس نام رکھا اور اسکے در و دیوار کو زر اور جواہر سے مرصع اور مزین کیا اور بتون کو اچھے اچھے لباس پہناکر خوب زر و زیور سے آراستہ کرکے اس گھر مین بٹھلایا اور عطر اور گلاب اسکے در و دیوار پر چھڑکایا اور انگیٹھیان عود اور عنبر کی روشن کروائین اور گرداگرد اسکے مکانات بہت عمدہ مسافرون کے واسطے تیار کئے اور اپنے تمام ملکون مین حکم کردیا کہ سب لوگ اس گھر کے طواف کے واسطے حاضر ہوا کرین یہہ بات قریشون پر اور سب مکے معظمہ کے رہنے والون پر شاق گذری اسی عرصے مین ایک شخص بنی کنانہ کی قوم کا یمن مین جاکر بادشاہ سے ملکر اس گھر کی فراشی اور جاروب کشی کی خدمت پر معین ہوا جب چند روز گذرے تو بے تکلف ہر وقت آنے جانے لگا

ایک رات اس گھر مین جابجا پاخانہ پھر کر بھاگ گیا صبح کو جو لوگ اس پاک گھر کے طواف کے واسطے آئے اور یہہ معاملہ دیکھا تو الٹے پھرے اور یہہ خبر بادشاہ کو پہنچائی اُسنے حکم کیا کہ اسکو تحقیق کرو کہ یہہ کام کسنے کیا ہے آخر ثابت ہوا کہ یہہ کام اس مکے کے رہنے والے نے کیا ہے اسبات سے وہ مردود نہایت غضب ہوا اور چاہا کہ اسکی عوض مین مکہ معظمہ کی ہتک حرمت کرے وہ اسی خیال مین تھا کہ ایک اور نیا شگوفہ کھلا کہ ایک قافلہ حرم کے رہنے والون کا اُس گھر کے متصل شب باش ہوا صبح کو چلنے کے وقت آگ جلائی تھی کہ کوئی خبرگیری نہ ہوئی تو نظر آجاوے اتفاقا اس وقت ہوا تیز چلنی شروع ہوئی اور آگ اڑ کر اُس گھر کے چھت اور سامان میں جا لگی اور تمام فرش فروش اور زیور اور جواہر اس گھر کا سب جل گیا اور در دیوار اور نقش و نگار دھوئین سے سب خاک سیاہ ہو گئے قافلے والونے جو یہہ معاملہ دیکھا ڈر کر بھاگ گئے بادشاہ نے پھر حکم کیا کہ اسبات کو تحقیق کرو کہ یہہ حرکت کس سبب ہوئی ہے جب اس بات کی خوب چھان بین ہوئی تو آخر کو معلوم ہوا کہ یہہ حرکت بھی مکے والون سے ہوئی ہے یہہ بات سنکر بادشاہ کمال غصے مین آیا اور بہت سی فوج اور بارہ ہاتھی کہ انمین ایک کا نام محمود تھا نہایت قد و قامت مین بڑا اور قوی تھا اور سب ہاتھیون سے آگے آگے چلا کرتا تھا ساتھ لے کر خانۂ کعبہ کے توڑنے کو چلا پھر راہ مین جو شہر اور جو قوم کہ ملتی تھی تو اُس شہر اور قوم کے لوگ عاجزی اور زاری کرتے تھے کہ اس گھر کو نہ چھیڑ اور جو تجھکو چاہئے بدلے مین اسکے ہم سے لے اس مردود نے ہرگز قبول نکیا یہان تک کہ مکۂ معظمہ کے متصل پہنچا اور مکے والے یہہ خبر سنکر اپنے لڑکے بالے مال اسباب لے کر پہاڑون پر چلے گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب تنہا مکۂ معظمہ مین رہ گئے تھے جب یہہ حال دیکھا تو وہ بھی حیران اور پریشان ہو کر مدد غیبی کے منتظر تھے کہ یکایک سبز چڑیان جدہ کی طرف سے کہ دریاے شور کا بندر ہے اور مکہ معظمہ سے مغرب کی جانب کو واقع ہے غول غول جمع ہو کر ابرہہ کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئین اور ہر ہر چڑیا کے پاس اُن چڑیون مین سے تین تین کنکریان تھین مسور سے بڑی اور چنے سے چھوٹی ایک تو چونچ مین اور دو دو پنجون مین پھر جب برابر اس لشکر کے پہنچین تو اُن کنکریون کو ڈالنا شروع کیا اور خاصیت اُن کنکریون کی یہہ تھی کہ جسکے سر پر لگتی تھی تو اُسکے پاخانے کی راہ سے نکل جاتی تھی اور اندر اسکا سب جلا دیتی تھی اور یہہ حادثہ وادی محسر مین ہوا تھا جو مکہ معظمہ سے کچھ کوس پر عرفات کے راستے مین ہے اور اس حالت مین وہ لشکر اسی جنگل مین تھا اور بڑا ہاتھی اُسکا جسکا نام محمود تھا اس جنگل مین گھٹنے ٹیک دیتے تھے اور ٹھٹھک رہا تھا اور ہرگز قدم آگے نرکھتا تھا اور دوسرے ہاتھی بھی ٹھٹھک رہے تھے اور جب ہاتھیون کو یمن کی طرف لے چلتے تھے تو جلد جلد چلتے تھے

اور جب کعبہ شریف کی طرف کو ہانکتے تھے تو گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتے تھے اور قدم آگے نہ رکھتے تھے بادشاہ نے فیلبانوں کو دھمکی دی اور غصہ کیا کہ یہہ سب تمہاری شرارت ہی تم چاہتے ہو کہ یہہ اس گھر کا معتقد ہو جاوے کہ جن ایسی باتوں پر اعتقاد نہیں رکھتا یہہ تو اسی گفتگو میں تھا کہ چڑیوں کے غول آپہنچے اور تمام لشکر کو ہاتھیوں سمیت غضب الٰہی کا پائمال کر ڈالا اور مال و متاع کہ انکے پاس تھا سب اسی جنگل میں پڑا رہ گیا مکے کے لوگوں نے جو پہاڑوں پر بھاگ گئے تھے تباہی اور خرابی انکی دیکھی تو ایک بارگی اُترکر لوٹنا شروع کردیا اور خوب دولت دنیا اور اسباب جمع کرلیا اور قریشوں میں جو دولت تھی تو وہی دولت تھی اور وہ کنکریاں نبوت کے وقت تک بلکہ بعد اسکے بھی لوگوں کے گھروں میں عبرت کے واسطے لوگوں نے رکھ چھوڑی تھیں اور صحابہ میں بہت لوگوں نے وہ کنکریاں دیکھی تھیں اور ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قصے کے پچپن روز کے بعد ہوئی سو اس سورت میں اس قصے کا بیان کرتے ہیں قریشوں کو نصیحت دینے کو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ کیا نہیں دیکھا تونے کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں سے یعنے اس لشکر سے جو کعبۃ اللہ کے ڈھانے کو آگے آگے ہاتھی لایا تھا اور دیکھنے کی لفظ میں اسبات کی طرف اشارہ ہی کہ جو بات تواتر سے ثابت ہوتی ہی تو وہ دیکھنے کا حکم رکھتی ہی اسواسطے کہ اسمیں ہرگز شک نہیں ہوتی اور ربک کی لفظ میں اشارہ یہہ ہی کہ یہہ واقعہ عظیمہ تیری نبوت کا پایہ تھا اور اس کرشمے کے ظاہر کرنے سے تیری پیغمبری کا اثبات منظور ہی گویا کہ ربوبیت الٰہی جو تیری طرف مصروف ہی اس مدد غیبی کو اسمان سے لائی ہی اور یہی سبب ہی کہ جب تونے لشکر ہمراہ لیکر مکے کی فتح کا ارادہ کیا تو کوئی مانع اور مزاحم غیب سے پیش نہ آیا اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ کیا نہیں کردیا انکا داؤ غلط اور بیکار یعنے بیت اللہ کے مقابلے میں جو دوسرا گھر بنایا تھا اور رعیت پر حکم کیا تھا کہ سب آکر اس گھر کا طواف کیا کریں سو یہہ ایک بڑی تدبیر تھی بیت اللہ کی حرمت کھونے کی سو وہ سب برباد ہوگئی بلکہ ذلت پر ذلت ہوتی چلی گئی ہرچند کہ عاقلوں کو محنت طویل کے ضایع ہونے سے بہت عبرت اور نصیحت حاصل ہوتی ہی لیکن اس گروہ کے واسطے اس قدر پر اکتفا نہوا بلکہ ایک عذاب آسمانی دور کا انکو نصیب ہوا چنانچہ فرماتے ہیں وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ اور بھیجے اُنپر طَيْرًا اَبَابِيْلَ اُڑنے جانور غول کے غول آہآبابیل کا لفظ اصل لغت میں

جوق جوق کے معنوں مین ہی اور اسکا واحد مستعمل نہین ہی لیکن عباس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکا واحد ابّیل یا ابّول یا ابّالہ ہی اور عرف مین ابابیل ان جانوروں مشہور کو کہتے ہین اور غیبی جانور جو سنگریزے لیکر آئے تھے اسی صورت کے تھے اور جو اصحاب فیل بڑے بڑے جانوروں کو کہ ہاتھی ہی خانہ کعبہ کے گرانے کو لائے تھے تو اُنکے مقابلے میں ایک ادنیٰ ضعیف جانور کو چھوٹے سے چھوٹا اسباب کہ کنکریاں ہین دیکر انپر بھیجا تاکہ لوگ معلوم کرلین کہ تائید الٰہی کے سبب سے ضعیف مخلوق بڑی قوی مخلوق کو زیر کرتی ہی اور بغیر اُسکی مدد کے بڑی زبردست مخلوق سے کچھ نہین ہوسکتا تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ مارتے تھے وہ جانور اُن لشکر والوں کو پتھروں سے جو کنکر کی قسم کے تھے اور سجیل معرب ہی سنگ گل کا یعنے وہ مٹی کہ پک کر پتھر کی طرح ہو جاوے جسکو ہندی زبان مین کھنگر کہتے ہین اور غول کے غول لانے مین ان چڑیوں کے ایک حکمت تھی یعنے جب پتھر مارنا شروع ہو گا تو لوگ ہر طرف بھاگین گے تو جانور بھی غول کے غول چاہئے کہ ہر طرف کے بھاگنے والوں کا کام تمام کرین اور تاثیر ان کنکریوں کی جو کچھ کہ انکے بدنوں پر ظاہر ہوئی تھی بیان اسکا اس آیت مین ہی کہ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ پھر کر ڈالا اُن لشکر والوں کو جیسے گھاس کھائی ہوئی یعنے گھاس جو جانور کھا کے آخور چھوڑ دیتے ہین اور یہہ اشارہ ہی اعضا کے ٹوٹ پھوٹ جانے کی طرف یعنے شکل اور صورت اور بدن سب بگڑ گیا اور یہہ تاثیر بھی خوارق عادات سے ہی گویا کہ ان پتھروں مین یہہ کچھ زہر تھا کہ بدن پر لگتے ہی سارا بدن چکنا چور ہو جاتا تھا اور یبوست اور خشکی سرایت کر جاتی تھی اور جوڑ بند سارے اکھڑ بکھڑ جاتے تھے اور یہہ قصہ عذاب الٰہی کا ایک نمونہ تھا اور کئی خرق عادات کو شامل تھا اول تو اتنک رہنا ہاتھیوں کا کہ بیٹھ بیٹھ جاتے تھے پر ایک قدم آگے نہ رکھ سکتے تھے دوسرا چڑیوں کا آنا اس کثرت اور ہجوم کے ساتھ دریاے شور کی طرف سے کہ ظاہر مین پرندوں کی بود و باش کی جا نہین ہی اور بعد اس واقعہ کے بھی پھر اُن چڑیوں کو کسی نے نہین دیکھا تیسرا یہہ کہ اُن کنکریوں کا لانا کہ کہین انکا ٹھکانا معلوم نہین ہی چوتھا یہہ کہ کیا کچھ تاثیر قوی اُن کنکریوں مین رکھی تھی واللہ اعلم بالصواب



سورۃ القریش

یہہ سورت مکی ہی اسمین چار آیتین اور سترہ کلمے اور تہتر حرف ہین اور قریش نام ہی ایک قبیلے کا حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر اصحاب کبار بھی اسی قبیلے سے تھے اور یہہ
قبیلہ رہنے والا مکہ معظمہ کا ہی اور بنا اللہ کی اور چاہ زمزم کی خدمت ہمیشہ سے انہی کو سپرد ہی اسواسطے رہنے والے
اور رئیس یمن اور شام کے اور دوسرے عرب کے شہرون کے بیت اللہ کی حرمت کے سبب سے اس قبیلے کو معظم اور مکرم جانتے تھے
اور جہان بیچ جاتے تھے نذرا ور نیاز اور ہدیا ن اور قربانیان انکو ملتی تھین اور تجارت کا مال کہ انکے ساتھ
ہوتا تھا کوئی اسکا محصول نہ لیتا تھا اور چور اور قطاع الطریق بھی خانہ کعبہ کے ادب سے انسے تعرض نکرتے تھے اور
ہمیشہ اس قبیلے کی عادت تھی کہ سردی کے دنون مین یمن کی طرف کہ گرم ملک ہی جاتے تھے اور طرح طرح کے فائدے
تجارت کے اٹھاتے تھے بلا نذرین اور نیازین بھی لاتے تھے اور گرمی کے موسم مین اسی طرح شام کو جاتے تھے اور ہمیشہ
اسطرح سے سفر کیا کرتے تھے اور دولت دنیا بہت سی کما لاتے تھے اور اسی وسیلے سے مکہ معظمہ مین بخوبی تمام گذران
کرتے تھے اور باوجود اسکے کہ مکہ معظمہ کا شہر کوہستان اور ریگستان مین واقع ہی اور زمین وہانکی کمال خشک
ہی کہ زراعت اور درخت اسمین سرسبز نہین ہوتا حق تعالی اس سورہ مین ان نعمتون کو قریشون کو یاد دلاتا ہی اور فرماتا
ہی کہ اگر کوتہ نظری کرو اور باری تعالی کی ذات پاک کی عمدہ کمالاتون کو اور اسکی بے انتہا نعمتون کو کہ عرش سے
فرش تک لبالب ہین نہ جانو تو اس بڑی نعمت کو جو خانہ کعبہ کی برکت سے تمہارے حق مین امداد فرمائی ہی خود بخود
سمجھ لو اور ادا کرنے مین اسکے شکر کے بموجب عبادتکے قیام کرو اور اسی واسطے اس سورت کا نام سورۂ قریش
رکھا ہی کہ اس سورت مین خاص قریشون کے احسان کا ذکر ہی اور حقیقت مین قریشون پر احسان کرنا تمام عالم پر
احسان ہی اور انسے عبادت کی طلب کرنا گویا تمام بنی آدم سے عبادت کی طلب ہی اور یہہ بنا انکا متبوعیت
مین مانند قرآن مجید کے ہی بہ نسبت دوسری کتابون کے تفصیل اور اجمال کی بیہہ ہی کہ جب اللہ تعالی کا ارادہ عالم کی
اصلاح اور شرک اور کفر کے دفع کرنے کے واسطے متعلق ہوا اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام کے واسطے
اختیار فرمایا سو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر ارادہ اور لوازمات اسرار دیکھے اور علم اور معرفتین
کہ اس مہم عظیم سے تعلق رکھتی تھین القا ہوئین پس لازم ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جاری کرنے مین اس مہم کے
استعانت اپنے قبیلے کی طرف کرین اس واسطے کہ قبیلہ آدمی کا اخلاق اور اوصاف کے پہچاننے مین دوسرون
پر نسبت پیش قدمی رکھتا ہی اور جو اطلاع کہ اس شخص کے احوال پر انکو ہوتی ہی دوسرون کو نہین ہوتی ہی اور

بہہ بھی ہی کہ فکر کی قوت اور ذہن کی صفائی اور استعداد کی نزدیکی اور رحمت داعیہ کی قرابت والون مین زیادہ ہوتی ہی غیرون کی نسبت سے بس گویا کہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعد مشرف ہونے کے شرف اسلام سے ساری اُمت کے بہ نسبت حکم پیغمبر کا رکھتے ہین اور اُمتون کی نسبت سے اسی واسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ تعلموا من قریش ولا تعلموها یعنے سیکھو قریش سے اور نہ سکھاؤ اُنکو اور یہہ بھی فرمایا ہی کہ الناس تبع فی ھذا الشان بقریش یعنے سب آدمی اس باتمین تابع ہین قریش کے اسیواسطے قرآن مجید انہی کی زبان مین نازل ہوا تا کہ دے موافق اپنے پیدائشی سلیقے کے اسکی باریکیون کو سمجھین اور دوسرے لوگون کو بتاوین بس معنے نبوت کے سب قریشو مین پراگندہ اور منتشر ہین اور ازل الآزال مین مقدر تھا کہ ریاست دین کی اور سلطنت اسلام کی ابتداے ہجرت سے چھہ سو چھپن سال کے آخر تک قریش مین رہیگی بعد اسکے چنگیزی ترکون کے ہاتھہ سے خراب ہوگی اور ترک مسلط ہونگے چنانچہ جون کا لفظ اسبات پر دلالت کرتا ہی یعنے اس لفظ سے تاریخ بوجھی جاتی ہی یہہ بات ہی آدمیون مین پیدائشی کہ دین اور مذہب مین اکثر تابع رئیس کے ہوتے ہین بس مقتضا حکمت کا یہی تھا کہ اول انکی اصلاح کے واسطے کوشش کی جاوے تا کہ اور لوگ چار و ناچار انکی درستی سے درست ہو جاوین کے اور سبب اس سورے کے نازل ہونے کا اسی تقریر سے واضح ہوتا ہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ یہان پر لام قسمیہ ہی جیسے لله لا یوخر الاجل مین اللہ کی قسم ہی کہ وقت نہ ٹلیگا یعنے قسم قریش کے الفت دینے کی اور قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہین کہ تیرھوین دادا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہین اس واسطے کہ آنحضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کے ہین اور جو شخص کہ نضر بن کنانہ کی اولاد مین ہی وہ قریش مین داخل ہی اور اسکو قریشی کہتے ہین اور قریش لغت مین نام ہی ایک جانور کا دریائی جانورون مین سے کہ سب جانورون کو پکڑکے کھا جاتا ہی اور سب پر غالب ہی اور اولاد نضر بن کنانہ کی گردش زمانہ کے سبب مکے کے سبب سے متفرق ہوکر تمام ملکون مین بکھر گئے تھے قصی کہ پانچوین دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین انہون نے ادھر

ادھر سے بلاکر پھر مکۂ معظمہ میں بسایا اسیواسطے قصی کو مجمع کہتے ہیں اور اس قبیلے کو کہ اور قبیلوں سے زبان کی
فصاحت میں اور شجاعت اور سخاوت اور ہمت کی بلندی میں اور نسب کی صحت میں غالب تھا اُس جانور کے نام پر نام
رکھا اِیۡلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ خوگر ہونا انکا سفر میں جاڑون کے اور گرمی کے کہ یمن اور شام کی طرف
انکو اتفاق پڑتا تھا اور اس قسم کے کھانے میں اسبابا کی طرف اشارہ ہی کہ اس ضمن میں حق تعالی کی تدبیر عجیب انکی
معاش کی فراخی کے واسطے جلوہ گر ہوئی ہی اور اس سبب الاسبابا کی کمال حکمت پر دلالت کرتی ہی اسواسطے
کہ جس شہر کے رہنے والے گرد نواح سے اس شہر کی اپنی معاش پیدا نہ کر سکیں زمین کی قحط نالی اور کوہستان کی پر
سنگ لاخی اور ہوا کی خشکی کے سبب سے تو کچھہ عجب نہین کہ وہ شہر ویران ہو جاوے اور لوگ وہان کے تلاش معاش کے
واسطے ملک ور ملک بہہ جاوین پھر آبادی اس شہر کی اس عجائب تدبیر کے ساتھہ محفوظ رکھی کہ وہان ایک گھر
اپنے نام کا تعمیر فرمایا اور لوگون کے دلون میں اُس گھر کی عظمت ڈال دی اور اُس گھر کے
مجاورون کو جاڑون کے اور گرمیون کے سفر کے واسطے مائل کیا کہ ہر ملک اور ضلع سے مناسب موسم کے مال و اسبابا
کماکر اس شہر میں لاوین اور انکے رہنے کا سبب اس بقعۃ الخیر سے منقطع نہو جاوے اور یہہ بات بھی ہی کہ ہمیشہ
سفر میں رہنا ملال خاطر کا سبب ہی خصوصا عین سردی اور شدت گرمی میں لیکن اس قبیلے کو اصلا اس تکلیف کا رنج
نہوتا تھا بس گویا خرق عادت ہو گیا اور اسبابات کے لائق ہوا کہ اسکی قسم کھائی جاوے اور یہہ بھی ہی کہ
خوگر ہونا انکا سردی اور گرمی کے سفر میں بعد نبی ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا سبب ہوا
کہ چھوڑنا وطن کا ہجرت میں اُنپر شاق نہوا بعد اُسکے جہاد کے واسطے دور دور دوسرے ملکون پر جانا
انکو آسان معلوم ہوتا تھا اسیواسطے مدینۂ منورہ سے کابل تک اور قسطنطنیہ اور اندلس تک متفرق ہو کر دین حق کو پھیلایا
اور یہہ بھی ہی کہ اس ہمیشہ کے سفر میں لوگون کی خصلتون اور عادتون کا تجربہ بھی کماحقہ ہو گیا تھا پھر جسوقت کہ
دینی اور دنیوی ریاست انکے ہاتھہ میں آئی تو یہہ بات خوب مفید پڑی اسیواسطے تھوڑے سے عرصے میں رواج
ہونا دین و ایمان کا اور شہرون اور ملکون کا فتح کرنا انکے ہاتھہ سے بہت آسانی سے سرانجام پایا تو یہہ عادت
سفر کی انکے حق میں ایک عجیب نعمت اور ایک عظیم دولت تھی کہ دونون جہان کی سعادت اور دین و دنیا کی ریاست
اسکے سبب سے حاصل کی ہرچند کہ سرگردانی اور صحرانوردی کی صورت پر ہو اور جب اس نعمت کو باوجود اس عظمت کے

کر رکھی تھی انکو یاد دلایا تو حق کے شکرانے مین عبادت طلب فرماتے ہین فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ یعنی چاہیے
کہ عبادت کرین قریش اس گھر کے صاحب کی اس واسطے کہ عظمت اور بزرگی انکی لوگون کے دلون مین اور انکی معاش کی فراخی
اور انکا بیغم ہونا دشمنون سے یہہ سب اسی گھر کی مجاوری اور آستانے کی دربانی کی برکت سے ہی پھر جب دوسرے
لوگ اس مکان سعادت نشان کے خادمون سے اس طور کی تعظیم اور تکریم سے پیش آوین تو ان خادمون کو لازم ہی
کہ اس گھر کے صاحب کی کمال درجے کی تعظیم اور تکریم کرین اسیواسطے رب هذا البيت کا لفظ اس مقام پر لاتے ہین
گویا اشارہ کرتے ہین کہ اگر ازراہ کوتہ نظری کے ربوبیت حق تعالی کی تمھاری نظرون سے محجوب ہی لیکن عظمت
اور بزرگی تو اس گھر کی ظاہر اور کھلی ہی اور اگر جناب الہی کو اس گھر کا صاحب سمجھ کر عبادت کرو تو بھی سزاوار
ہی الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ جسنے کھانا دیا ہی انکو بھوک سے یعنے رہنے کی جاگہہ انکی زمین بے کھیتی کے
اور جنگل بغیر گھاس کا ہی سو تو قابل اسکے تھا کہ رہنے والے وہان کے بھوک سے مرجاوین اگر تدبیر الہی آباد
کرنے کو بیت اللہ کے جلوہ گر ہوتی تو لوگون کو وہان کی رونق کا تکرار لمنا مشکل پڑتا وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ
اور امن دیا انکو ڈر سے باوجود اسبات کے کہ عرب کے قبیلون مین قتل اور لوٹ اور بندی اس قدر مروج تھی
جسکی حد و نہایت نتھی لیکن بیت اللہ کے گرد اگرد حرم شریف کی حد تک کہ بعضی طرف دس کوس ہی اور بعضی
طرف چھ کوس اور کسی طرف سے تین کوس ہی ہرگز تعرض اور مزاحمت نہ کرتے تھے بلکہ اگر کوئی کسیکے باپ یا بیٹے کو
مار کر حرم مین جا بیٹھتا تھا تو اسکا پیچھا نکرتے تھے اور بعضون نے لکھا ہی کہ ان سب امنون کے سوا ایک امن اور ہی
کہ حرم کے رہنے والے کو جذام کا مرض ہرگز نہین ہوتا چنانچہ یہہ بات مدت دراز سے تجربے مین آئی ہی واللہ اعلم

سورہ الماعون

یہہ سورت مکی ہی اسمین چھہ [۶] آیتین اور پچیس [۲۵] کلمے اور سوا سو [۱۲۵] حرف ہین اور اس سورت کو سورۃ الماعون کہتے ہین
اس واسطے کہ منع کرنا ماعون کا جو احسان کا ادنی مرتبہ ہی سبب ہی حجاب کا اور باعث ہی عتاب کا پھر
جو حق کہ اپنے اوپر واجب ہین خواہ حق اللہ ہون خواہ حق العباد انکے ادا نکرنے سے ڈرا چاہیے اور ڈرانا ان
کامون سے عین مقصد ہی قران کا اور نصف اس سورت کا کافرون کے حق مین ہی اور نصف منافقون کے

حق مین آور اسکے نازل ہونے کا سبب یہہ ہی کہ ابو جہل مردود کی یہہ عادت تھی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تھا تو اسکے پاس آکر بیٹھتا اور کہتا کہ اپنے یتیموں کو مجھکو سپرد کر اور انکا حصہ میرے پاس امانت رکھہ کہ مین خبرگیری اور خدمت گذاری انکی بخوبی ادا کرونگا اور دوسرے وارث انپر زیادتی نکر سکینگے پھر جب انکا مال اپنے قبضے مین کر لیتا تو یتیمون کو اپنے دروازے سے ہانک دیتا پھر وے بیچارے ننگے بھوکے دربدر گلی کوچون مین روتے ہوئے مارے مارے پھرتے اسیطرح سے ایک یتیم ننگے سر ذلت کا مارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس ملعون کی فریاد کرنے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس یتیم کی رعایت کے واسطے اس ملعون کے پاس تشریف لے گئے اور اسکو پرسش سے قیامت کے دن کی ڈرایا اس ملعون نے مقابلے مین اس وعظ اور نصیحت کے جزا کے روز کا جھٹلانا اور انکار کرنا شروع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوکر دولت خانے کو تشریف لائے پھر یہہ سورت نازل ہوئی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ



اَرَاَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ کیا دیکھا تو نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو جو جھٹلاتا ہی اور جھوٹھ سمجھتا ہی دین کو یعنے ملت کو یا جزا کو اور دین ان دونو معنون مین آیا ہی اور یہان دونون معنے ہوسکتے ہین ؛ اسواسطے کہ ظلم کرنا یتیمون اور بیکسون پر اور رحم نکرنا فقیرون اور محتاجون پر ملت کے جھٹلانے کی علامت ہی اور جابجا دین مین تاکید اسی بات کی ہی اور جزا کے باور نکرنے کی بھی علامت ہی اسواسطے کہ جو شخص جزا کا معتقد ہی اور اسکو سچ جانتا ہی وہ خدا سے ڈرتا ہی اور جو خدا سے ڈرتا ہی وہ یہہ کام نہین کرتا اور اس قسم سے خطاب کرنے مین اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ اگر کوئی چاہے کہ دین کی تکذیب کرنے والون کو علامت سے دریافت کرے تو چاہئے کہ ان علامتون کو خیال کرے فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ پھر وہ جھٹلانیوالا دین کا وہ شخص ہی کہ زور سے دھکیلتا ہی یتیم کو یعنے سینہ زوری سے یتیم کا حق کھاتا ہی اور یتیم سب ضعیفون سے ضعیف ہی اور جو شخص کہ معتقد جزا کا ہی سو اپنے خاص مال سے لوگون کے ساتھہ احسان کرتا ہی خصوصا ضعیفون پر علی الخصوص یتیمون پر کہ اسباب ضعف کا انمین کماحقہ موجود ہوتا ہی اسواسطے کہ خوردسال بھی ہوتے ہین اور قوت کسب کی اور معاش کی تلاش کی نہین رکھتے اور حیلہ اور تدبیر نہین جانتے اور کوئی وارث اور والی بھی نہین رکھتے کہ انکا جان

پوچھے اور کام سنوارے سوا اگر احسان نکرے اور کچھ سلوک نہ کرسکے پھر حق تلفی سے تو البتہ باز رہے اور بالفرض اگر حق تلفی بھی کرے تو ایسے کی کرے کہ قوت مقابلے کی رکھتا ہو نہ ضعیف کی خصوصاً بے کس یتیم کی کہ جناب الٰہی کے سوائے کوئی فریاد کا پہنچنے والا نہیں رکھتا پس جو شخص کہ اس قسم کے مسکین اور ضعیف پر بدھڑک ظلم کرتا ہے تو یقین ہے کہ خدا سے نہیں ڈرتا اور اعتقاد عملوں کی جزا کا نہیں رکھتا پھر بعد اس علامت کے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے ہانکنے کی علت اس ملعون کو کمال بخل اور محبت مال کی ہے یہاں تک کہ **وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ** اور تاکید نہیں کرتا کسی کو کھانا کھلانے پر فقیر کے یہہ اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ اپنے مال سے فقیروں کو دینا تو کیا ممکن ہے دوسروں سے بھی کھانا کھلانا فقیروں کو روا نہیں رکھتا پس بخل اس شخص کا نہایت پہنچا ہے اور معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا بخل اور مال کے محبت کے سبب سے ہے نہ اس یتیم کی مصلحت اور اسکے مال کی کفایت کے واسطے اور جب معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا اور کھانا نہ دینا فقیروں کو باوجود اسبات کے کہ یہ دونوں عمل دین کے ترے مزنوں سے نہیں ہیں تو بھی دین کی تکذیب کی علامت ہوئے پھر جو لوگ کہ بڑے کاموں میں دین کے جیسے نماز اور زکوٰۃ ہے بخل کرتے ہیں اور خلل ڈالتے ہیں انکا حال تو اور بھی خراب ہے اور انکا جھٹلانا دین کو زیادہ تر ظاہر ہوگا اسی واسطے فرمایا ہے **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ** پھر خرابی ہے اُن نمازیوں کی یعنی جو لوگ کہ مکلف نماز کے ہیں اور نماز ایک عمل ہے فرق کرنے والا اسلام اور کفر میں **الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ** وہ نمازی کہ جو اپنی نماز کی حقیقت سے غافل ہیں یہہ نہیں جانتے کہ نماز کس لئے بنائی گئی ہے اور مقصود نماز سے کیا ہے وا آرو بروے لوگوں کے نماز پڑھنا اور پیٹھ پیچھے لوگوں کے نہ پڑھنا اور اسی طرح فرصت کے وقت نماز کو یاد رکھنا اور کچھ دنیا کے کام میں ہوئے تو بھلا دینا اور بعضے ارکانوں کو حضوری سے ادا کرنا اور بعضے ارکانوں میں وسوسوں اور خیالات میں چلے جانا یہ سب آدمیاں ان سے ظاہر ہوتیں اس واسطے کہ حقیقت نماز کی مراقبہ حق کا ہے بطریقے تعظیم کے ظاہر اور کام میں رکھنا حواس اور قوی اور جوارح اور اعضا کا یعنے اللہ تعالیٰ کی طرف دل اور جان اور سب جوڑ بند کو عاجزی سے متوجہ کر دینا اور یہہ بات ان تفرقوں کی گنجایش نہیں رکھتی یعنے دل کو ماسوی اللہ کی طرف لگانے سے اس طرح کی جمعیت حاصل نہیں ہوتی **الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ** وے لوگ وہ ہیں کہ سب عبادتوں اور طاعتوں میں اپنی نمود کرتے ہیں یعنے فقط اپنی نماز ہی کو برباد نہیں کیا بلکہ تمام اعمالوں کو اپنے بسبب ریا اور سمعہ کے حبط کر ڈالتے ہیں یعنے کیا کیا برابر ہو جاتا ہے اور ریا ایک شاخ ہے شرک کی چھپی ہوئی بلکہ شرک سے بھی بری ہے دو وجہ سے اول تو یہہ کہ ریا والا لوگوں کو خدا سے زیادہ عزیز رکھتا ہے دوسری یہہ کہ شرک محض طاعت میں کرتا ہے کہ مقام توحید اور اخلاص کا ہے نہ استعانت اور

ف ریا شرک سے بھی زیادہ بری ہے

استمداد دین کہ دنیا کے کاموں سے متعلق ہیں پس وہ عفیف بن کفو کی سخت قسموں سے ہی اعاذنا اللہ منہ
وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیزوں سے اور تفسیر ماعون کے اختلاف ہی اکثر
صحابیوں اور تابعین سے روایت ہی کہ ماعون زکوۃ ہی اور ریا والا زکوۃ نہیں دیتا اس واسطے کہ واجب النفقہ جیسے جورو بچے
اور اقربا اور مہمان اور فقیر ویسے جو وہ ادا کرتا ہی تو فضیحتی کے خوف سے کہ اگر ادا نکریگا تو حاکم سے کہکے زبردستی لینگے
اسواسطے کہ یہ حق بندوں کے ہیں اور وے لوگوں کے سامنے محکمے میں طلب کرسکتے ہیں اور زکوۃ تو فقط خدا ہی کا
حق ہی پھر جو خدا سے نہیں ڈرتا ہی تو اسکو کا ہیکو ادا کریگا اور بعضوں نے کہا ہی کہ ماعون سے مانگے دینا گھر کا اسباب
مراد ہی جسکا دینا پڑوسیوں اور محتاجوں کو مروج ہی جیسے ہانڈی دیگچہ پیالہ کٹورا سوئی دھاگہ ڈول کلہاڑی پھاوڑا
اور اسی قسم کی اور چیزیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ماعون کیا چیز ہی فرمایا کہ آگ اور پانی اور نمک اور یہ بھی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی کو آگ دیتا ہی پھر جو کچھ اُسے پکتا ہی گویا کہ سب اُسنے دیا اور
نمک بھی اسیطرح سے ہی اور جو کوئی کسی کو پانی دیتا ایسی جگہ پر کہ وہاں پانی کا قحط ہو تو ایسا ہی کہ جیسے بردہ
آزاد کیا اور اگر ایسی جگہ پر دی کہ وہاں پانی نایاب ہو تو گویا مرے کو زندہ کیا ٭

سورۃ الکوثر



یہہ سورت مکی ہی اور اس میں تین آیتیں اور بارہ کلمے اور بیالیس حرف ہیں اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب
یہہ تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو صاحبزادے تھے قاسم اور عبد اللہ کہ ملقب تھے
طیب اور طاہر کے ساتھ اور یہہ دونو صاحبزادے بچپن میں پے در پے گذر گئے تو کافر بطور طعن کے کہنے لگے کہ
یہہ پیغمبر ابتر ہی یعنے نسل اُسکی منقطع ہوگئی بعد اسکے کوئی نہیں ہی کہ دین کو اُسکے برپا اور قایم رکھے کا قریب ہی
کہ اسکا دین جاتا رہیگا اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کی تسلی اور تشفی کے واسطے یہہ سورت
نازل فرمائی اور اس سورت کا نام سورۂ کوثر اس واسطے رکھا ہی کہ اسمین ذکر کوثر کا ہی اور وہ ذکر دلالت کرتا ہی
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال بزرگی اور مرتبے کی بلندی پر قیامت کے دن کہ سب اگلے اور پچھلے انبیا اور رسول
اس دن پیاس کی حالت میں اس حوض کے پانی کے محتاج ہونگے اور کوثر لغت میں بہت سی چیز کو کہتے ہیں مشتق ہی یعنے

نکلا ہی کثرت سے اور بہت اولاد کو بھی شامل ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہی اور اولاد کی دو
قسم ہیں ایک حقیقی اور دوسری مجازی سو اُن دونوں قسموں کی کثرت اسکا اس قدر ہی کہ کسی پیغمبر کو عشر عشیر یعنے سوان
حصہ بھی اسکا حاصل نہیں ہوا اور علم کثیر کو بھی شامل ہی سو کثرت علم کی بھی اس امت میں جو کچھ کہ ہی ظاہر ہی اسواسطے
کہ جو علم پہلوں کے جیسے یونانیوں اور فارسیوں اور ہندیوں کے تھے سب انکو پہنچے اور ان علموں کو اس امت کے عالموں نے
اس طرح ہر تحقیق اور صاف کردیا ہی کہ اُن علم والوں کو بھی میسر نہیں ہوا تھا اور سوا اُسکے اور علم نئے مثل نحو اور صرف
اور معانی اور بیان اور تفسیر اور حدیث اور اصول اور فقہ اور علم حقایق اور معارف کے جو اس امت کو عنایت الہی سے
ملے ہیں ہرگز اگلوں کو اسکی خبر بھی نہ تھی اور بہت عملوں اور خزانوں اور سلطنتوں کو بھی شامل ہی جو اس امت کو
اُسکے فضل اور کرم سے عنایت ہوئے ہیں لیکن کوثر کا لفظ عرف میں خاص نام ہی اُس حوض کا جو قیامت کے دن
حشر کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوگا اور حقیقت میں وہ حوض ایک نمونہ ہی خیر کثیر کا اور اُس
وسعت اور کشادگی کے کمال کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے مخصوص ہی اور اسی سبب سے کہا
ہی کہ قرآن اور جاننا اسکا کوثر ہی اور نماز پنجگانہ کو بھی کوثر کہا ہی اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو
بھی کوثر کہا ہی اور حقیقت الامر وہی ہی جو پہلے ذکر ہوچکا اور حوض مذکور میں بموجب احادیث صحیحہ کے پانی
آتا ہی ایک جنت کی نہر سے اور وہ نہر بھی خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی اور اُسکا نام بھی کوثر
ہی اور معراج کی رات کو وے سب نہریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دی ہیں جوڑا اُس نہر کا ایک مہینے کے
رستے کے برابر ہی اور کناروں پر اُسکے جیسے موتیوں کے اندر سے خالی کئے ہوئے کھڑے کئے ہیں اور آبخورے سونے اور چاندی کے
آسمان کے تاروں کی مانند اس نہر کے کناروں پر چنے ہیں اور گرداگرد اس نہر کے درخت اُگے ہیں جنکی جڑیں سنہری اور شاخیں زمرد کی
اور کنکر پتھر اُسکے موتی اور یاقوت ہیں اور مٹی اُسکی مشک سے زیادہ خوشبودار ہی اور پانی اسکا شہد سے میٹھا اور دودھ سے سفید
اور برف سے ٹھنڈا ہی جو کوئی ایک گھونٹ ایک بار اُسمیں سے پئے لذت اور مزا اسکا کبھی نہ بھولے اور نہ کبھی اُسکو پیاس لگے

ان علموں کا بیان ہے جو اس امت کو خاص ہیں



بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ مقرر دیا ہمنے تجھکو حوض کوثر کے دینے کی نسبت پہلے سے اپنی طرف فرمائی اسواسطے

که مخاطب بعمر بلند قدر تھے اور انکی نظر بخشش اور نعمت پر نہین پڑتی انکا منظور نظر منعم اور بخشنے والے کی ذات پاک کے سوا اور کچھ
نہین اسی لئے تاکید کے واسطے پھر اعطینا مین منعم کو مکرر مذکور کیا گویا اشارہ اسبات کی طرف ہی که ہر چند نظر تیری بہت بلند ہی
ان چیزون کی طرف خیال نہین ہی لیکن جو ہماری دی ہوئی ہی تو واجب التعظیم ہی فَصَلِّ لِرَبِّكَ پھر نماز پڑھ اپنے پروردگار کے
واسطے ایسی بڑی نعمت کے شکرانے مین اگرچہ شکر کے مقام جو عبادت کرے مقبول ہی لیکن یہہ نماز ایسی عبادت ہی که
دنیا مین نمونہ کوثر کا ہی یعنے مناجات پروردگار کی اسمین شہد سے زیادہ میٹھی ہی اور انوار غیبیہ که اسمین چمکتے ہین دودھ سے
زیادہ سفید ہین اور وہ یقین که اُس سے حاصل ہوتا ہی برف سے بھی زیادہ سرد اور جو لطف اور دل کی چین نماز پڑھنے والے کے
نازل ہوتے ہین مسکہ سے بھی زیادہ نرم ہی اور حسن اور ادب که اُسکو گھیرے ہوئے ہین اور زندگی معنوی کی سرسبزی کی ان سے ہی
مانند درختون زمرد کے ہین اور ذکر اور تسبیحین که ہر رکن مین مقرر ہین مانند چاندی سونے کے برتنون کے ہین که محبت الٰہی کی شراب
گھونٹ گھونٹ انسے باطن مین جاتی ہی اور شوق کی پیاس کو تسکین بخشتی ہی اور اس جگہہ لربک فرمایا لنا نہ فرمایا
تاکه اسبات کی طرف اشارہ ہووے که شکر که مناسب مرتبہ بزرگی اس ذات پاک کے ہی کسی بشر سے ادا نہین ہو سکتا
اور انتہا ہر بشر کے شکر کی یہہ ہی که مقابل مرتبہ ربوبیت اللہ تعالی کے ہو نسبت اس شخص کے اور جو کوثر کو عوض
فرزندون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا ہی تو لازم ہوا که ایک اور شکر فرزند دینے کے شکرانے کے
قسم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کرین اسواسطے فرمایا که وَانْحَرْ یعنے قربانی کر جب اور لوگ فرزند
عطا ہونے کے بعد عقیقہ کو قربانی کرتے ہین اور حقیقت نحر اور ذبح کی یہہ ہی که شکر الٰہی کے مقام مین مال اور جاہ کا
اور دوسری مرغوب چیزون کا خرچ کرنا معمول سب آدمیون کا ہی لیکن جان دینا دستور نہین ہی اسیواسطے اس
شریعت مین جان دینے کی عوض مین ذبح کرنا جانور کا مقرر ہوا ہی تو ظاہر مین مال دینے کی صورت اور حقیقت مین جان دینے کی ہوئی
اور یہہ بھی سمجھ لیا چاہئے که آپکو یا اپنے بیٹے کو یا اپنے غلام کو ذبح کرنا اس شریعت مین جائز نہین ہی اسواسطے که جان آدمی کی
کسی کی ملک نہین ہوتی سوائے خدا کے اسیواسطے مارڈالنا غلام اور لونڈی کا روا نہین ہی ملکیت آدمی کی آدمی پر صرف
ملک اور منافع اور کمائی پر اُسکے ہوتی ہی پھر جس آدمی سے اُسکی لونڈی یا غلام کی جان طلب کرے تو اُس حکم کی
تابعداری سواے اسکے که جان کسی جانور کی جو خاص اُسکا پالا ہوا ہو یا کسی اور آدمی کا دیجاوے اور علاج نہین ہی
اور یہی ایک نکتہ اور بھید ہی اسبات مین که قربانی سواے چار قسم جانور کے کسی اور پر درست نہین ہی ایک

ف جان آدمی کی سوائے حق تعالی کے کسی کی ملک نہین ہوتی

اونٹ دوسری گائے تیسرے بھیڑ چوتھے بکری کہ حقیقت مین نفع لینا آدمی کا انہی چار قسم سے ہی جیسے گھی دودھ دہی سوار ہونا بوجھ لادنا کھیتی کرنا نسل کو پالنا بخلاف دوسرے جنگلی جانورون اور درندون کے کہ یہہ بات انمین نہین پائی جاتی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ بے شک دشمن تیرا وہی ہی بیچھا کٹا اور لفظ ابتر کا عرب کی اصطلاح اور محاورہ مین اس شخص کے حق مین بولتے ہین کہ نسل اسکی باقی نرہے اور ذکر خیر اسکا جاری نہو اور اس آیت مین اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ نسل ظاہری اور باطنی تمہاری قیامت تک باقی رہے گی اور تمہاری امت منبرون اور منارون پر چڑھکے تمہارا نام اللہ تعالی کے نام کے ساتھ پکارا کرینگے اور پانچو وقت نمازون اور دعاؤن کے تمہر درود بھیجا کرینگے، اور تمہاری محبت مین جان بازیان کرینگے اور ہزارون عاشق تمہارے نام کو اپنا طریقہ کرکے ہرسال تمہاری قبر کی زیارت کو دوڑینگے تو بس ذکر خیر تمہارا اس قدر جاری رہیگا اور دشمن تمہارا ایسا گمنام ہوگا کہ کوئی نام بھی اسکا نہ لیگا مگر لعنت اور پھٹکار کے ساتھ تو حقیقت مین ابتر اور بیچھا کٹا دشمن ہی تمہارا ہی



سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ

یہہ سورت مکی ہی اسمین چھ آیتین اور چھبیس کلمے اور ننانوے حرف ہین اور اسکے نازل ہونے کا سبب یہہ ہی کہ قریش کے کافرون مین سے ایک جماعت نے جیسے ابوجہل اور عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ اور اسود بن عبد یغوث اور اسود بن عبد المطلب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی پیغام بھیجا کہ تم ہمارے معبودون کی تابعداری کرو اور برا نہ کہو اور اللہ تعالی کی درگاہ مین انکی شفاعت کا اقرار کرو تو ہم بھی تمہارے معبود کی بزرگی کے قائل ہون اور اسکی عبادت کرین حق تعالی نے انکے اسبات کے جواب مین یہہ سورت بھیجی اور اس سورت کو سورۂ کافرون اس واسطے کہتے ہین کہ اس سورت کے مضمون مین کمال جدائی ہی مسلمانون اور کافرون میں عبادت کے مقدمے مین جس واسطے سب پیدا کیے گئے ہین



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کہہ تو اے محمد کہ اے کافرو اور مراد کافرون سے وے لوگ ہین کہ جو کفر ہی کی حالت مین مرگئے اس واسطے کہ جو شخص آخر کو ایمان لایا عند اللہ کافر نہین ہی گو کہ ظاہر مین لوگون کی نظر مین کافر معلوم ہوتا ہی

لَآ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ نہین پوجتا ہون مین اس چیز کو جسکو تم پوجتے ہو اس واسطے کہ معبود تمھارا پتھر ہی یا درخت یا پانی یا آگ یا ستارہ یا شیطان یا فرشتہ یا روح کسی بزرگ کی اور ان سب چیزون کو مین لائق عبادت کے نہین جانتا ہون اور اگر تم انکو معبود ٹھہراتے ہو اس اعتقاد سے کہ وے چیزین معبود حقیقی کے مشابہ ہین یا معبود حقیقی اُن مین سما گیا ہی یا ایک ہو گیا ہی تو حقیقت مین عبادت تمھاری نہین ہوتی مگر اس چیز کی طرف جو معبود نہین ہی وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ اور نہ تم پوجتے ہو اُس چیز کو جسکو مین پوجتا ہون بسبب ہر چند کہ تم اپنے معبودون کو صفات الٰہی کا مظہر جانکر پرستش کرتے ہو لیکن صفات الٰہی کا ظہور مخلوقات مین موافق انکی استعداد کی فراخی کے ہی اور کوئی مخلوق اسقدر کی لیاقت نہین رکھتی ہی کہ صفات الٰہی کماحقہ اسمین ظہور فرماوین والا وہ مخلوق مخلوق نہوگی اور اگر تم اُن مظہرون مین کمال ظہور کا اعتقاد رکھتے ہو تو حقیقت مین اُس اعتقاد سے صفات الٰہی مین نقصان لازم آتا ہی تو کسی طور سے ذات الٰہی معبود تمھاری نہین ہی وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ اور نہ مین پوجنے والا ہون اُس چیز کو جسکو تم نے پوجا ہی یعنے اگر مین عبادت کرتا ہون اسمائے الٰہیہ کو اور تم عبادت کرتے ہو صورتون کو اسمون کی اور اعلیٰ کی عبادت کرنے سے ادنیٰ کی عبادت لازم نہین ہو جاتی وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ اور نہ تم پوجنے والے ہو اُس چیز کو جسکو مین پوجتا ہون اس واسطے کہ عبادت تمھاری فقط صورتون کو ہی اسمون کی اور میری عبادت اُن اسمون کی حقیقت کی طرف رجوع ہونے والی ہی لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ تمکو تمھارا دین جسمین مظہر مشتبہ ہو گیا ہی ظاہر سے اور صورت مشتبہ ہو گئی ہی حقیقت سے وَلِىَ دِيۡنِ ۞ اور میرے واسطے میرا دین جسمین کسی طرح کا التباس اور اشتباہ نہین ہی پس یہ دونون دین نہ اصول مین مشارکت رکھتے ہین نہ فروع مین اور نہ تماثل کی صورت مین اور اس مضمون کو دو جاے پر مکرر لانا محض اسی واسطے ہی کہ مشرکین دو قسم کے ہین ایک قسم تو وہ ہین کہ اپنے معبودون کو صفات الٰہی کے کمال کا مظہر اعتقاد کرتے ہین اور انکی عبادت کو خدا کی عبادت جانتے ہین اور دوسری قسم وہ لوگ ہین کہ غرض انکی اسمائے الٰہی کی عبادت ہی لیکن صورتون کے پردے مین اور اہل حق کے نزدیک یہ دونون مردود ہین سو ان دونون فرقون کی نفی کے واسطے اس عبارت کو مکرر لائے ہین اور بعضون نے حال اور استقبال پر جو لا اعبد و لا انا عابد کے لفظ سے مفہوم ہوتا ہی حمل کیا ہی اور ایک طائفہ نے حال اور ماضی کی نفی پر کافرون کی طرف سے جو ما تعبدون و ما

عبادتم کے لفظ سے معلوم ہوتا ہی حمل کیا ہی والکل محتمل یعنے ان سب معنون کا احتمال ہو سکتا ہے
اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو کوئی اس سورے کو پڑھے تو گو یا چوتھائی قرآن پڑھا اور تفسیر کو اسی مین
لایا ہی کہ اس سورت کو اور سورۂ اخلاص کو مقشقشتین کہتے ہین اور جو کوئی کہ اس سورت کو اور سورۂ اخلاص کو پڑھیگا
تو کفر اور نفاق سے پاک رہے گا اور مسنون ہی کہ فجر کی سنت کی اول رکعت مین اس سورت کو پڑھے اور دوسری مین
قل ہو اللہ احد کو اور مشہور یہہ بات ہی کہ یہہ سورہ منسوخ ہی قتال کی آیت سے لیکن تحقیق یہہ ہی کہ منسوخ نہین ہے
اس واسطے کہ اس سورت کا مضمون مسلمانون اور کافرون کے دین کی کمال جدائی اور فرق کے بیان مین ہی نہ یہہ کہ کافرونسے
بالکل تعرض نکرنا بلکہ مسلمانون کے دین مین جہاد اور قتال بھی داخل ہی پس منسوخ ہونا اسکا قتال کی آیت سے کسی وجہ ثابت نہین ہوتا



سُورَۃ النَّصر

یہہ سورت مدنی ہی اور اس سورت کو سورۂ فتح بھی کہتے ہین اسمین تین آیتین اور انیس ۱۹ کلمے اور نواسی ۸۹ حرف مین
اور اس سورت کو سورۂ تودیعہ بھی کہتے ہین اس واسطے کہ اس سورت کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات کے نزدیک ہونیسے خبر دیتا ہی اور امت کے رخصت کرنے کا حکم ہی اور اس سورت کا مضمون یہہ ہی کہ جب
انبیاؤن سے وہ کام جو دنیا مین انکے ہونے پر موقوف تھا سرانجام پا چکا تو چار و ناچار انکو رجوع الی اللہ
اور داخل ہونا عالم ارواح مین ضرور ہوا اس واسطے کہ یہہ عالم فانی بھرا ہوا دکھ دردون کا اور نقصانون کا ہی
رہنے کی جا اس قسم کے ارواح مقدسہ کی نہین ہی فقط ضروری کامون کی تدبیر کے واسطے انکو اس ناقص گھر مین نازل کرتے
ہین اور ضرورت کے قدر انکو یہان رکھتے ہین اب معلوم کیا چاہئے کہ وجود ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس
دنیا مین کون کون سے ضروری کامون کے واسطے تھا اور وہ ضروری کام کب سرانجام کو پہنچے تفصیل اس اجمال کی
یہہ ہی کہ سچے دین مین خلل ڈالنے والی اور سیدھی راہ سے بہکانے والی چار چیزین ہین اول نفس دوسرے شیطان
تیسرے کفار جو شوکت اور حکومت رکھتے ہون چوتھے منافق بدباطن کہ چھپے چھپے لوگون کے دلونمین شبہے ڈالتے ہین
اور اگلے انبیا نفس اور شیطان کے شر اور وسوسے کو دفع کرنے کے واسطے مبعوث ہوتے تھے اس واسطے کہ شر
ان دونون کا سب شرون کی جڑ ہی اور کفار اور منافق بھی تابعدار ان دونون کے ہین اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے مبعوث کرنے مین اِن چارون چیزون کا دفع کرنا علحدہ علحدہ منظور ہوا اسیواسطے نوع کشتی اور جہاد اور ملک
گیری اور مفسدون اور باغیون اور تمّاردون کی تنبیہ کا طریقہ اور حدون اور تعزیرون کا جاری کرنا مدکارون پر اُنکے
دین کی اصل مین داخل ہوا ہی اور اس شریعت کی صورت بادشاہت کی صورت ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابتدائے بعثت سے درجہ بدرجہ نبوت کو ترقی دیکر خلافت کبری کی انتہا کو پہنچایا اور جب اس کام سے
فارغ ہوئے تو انکو اپنے حضور مین بلوایا اور تیس برس تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا زمانہ
تھا چار یارون نے کہ اس امت کے افضل تھے قاعدے خلافت کے جاری کرکے ایک دستور العمل پچھلون کے واسطے چھوڑ گئے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ جب آئی مدد اللہ کی یعنے کافرون پر شمشیر اور سنان کے استعمال سے یعنے جہاد کے حکم سے
اور منافقون اور بدعتیون پر حجت اور دلیل قائم کرنے سے اور نفس پر ذکر کے غلبہ اور اسکی کثرت سے اور شیطان پر
پرہیزگاری کے لازم پکڑنے سے وَالۡفَتۡحُ اور آئی فتح ملکے کی اور دوسرے کفر کے مکانون کی اور تو تنہا بتخانون کا اور
کھلنا علمون کے مشکلات کا اور باطنی احوال کا اور فتح کا ذکر کرنا نصرت کے بعد اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ فتح ہر مرتبے
مین فرع اور تابع نصرت کے ہی پس فتح شہرون کی اور بتخانون کی کفار پر نصرت پانے کے تابع ہی اور فتح علوم کی دفع ہونے
شبہون سے منافقون اور بدمذہبون پر نصرت پانیکے تابع ہی اور فتح احوال سنیہ کی اور مقامات علیہ کی تابع ہی نصرت پانے سے
نفس اور شیطان پر پس نصرت اشارہ ہی اوائل اور بیچ کے مرتبے کی طرف اور فتح اشارہ ہی انتہا اور کمال کے مرتبے کی
طرف گویا وہ حرکت کہ نقصان سے کمال کی طرف شروع ہوئی تھی انتہا کو پہنچی اور اسی واسطے فرمایا ہی وَرَاَيۡتَ
النَّاسَ اور دیکھے گا تو لوگون کو یعنے عرب کو اس واسطے کہ اول نبی ہونا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا انہی کی طرف تھا اور جب
وہ اس دین مین داخل ہو چکینگے تو دوسرون کو بزور شمشیر اور حجت اور برہان کی قوت سے اور نفس و شیطان کے فریبون کے
دفع کرنے سے اس دین مین داخل کرینگے اور نہیں تو داخل ہونا انکا ناقص ہو يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ داخل
ہوتے ہین دین مین اللہ کے یعنے اس دین مین جسمین شرک اور بدعت اور نفاق اور فجور کا دخل نہین ہی بلکہ حق سے باطل کی
طرف میلان بھی مطلق نہو گا اَفۡوَاجًا گروہ کے گروہ اور قبیلے کے قبیلے ہر چند کہ شروع نبوت سے لوگ اس دین مین

داخل ہوتے تھے لیکن ایک ایک دو دو اور تفصیل ان تینون باتون کی اس صورت سے ظہور مین آئی کہ ہجرت سے
ایک برس کے بعد قوت لڑنے بھڑنے کی پہنچی اور انصار جان بازی مین مشغول ہوئے تو وہ زمانہ نصرت کے ظہور کا تھا اور
مکے کی فتح کے بعد بڑے بڑے ملک اور شہر کفار کے لینا شروع ہو گیا اور نوین دسوین سال مین خلق کا رجوع ہونا
اور پے در پے آنا اسلام مین گروہون اور قبیلون کا ظاہر ہوا چنانچہ بنی اسد اور بنی فزارہ اور بنی کنانہ اور بنی مرہ اور
بنی ہلال اور بنی ام نجیب اور دارم اور دوسرے تمیم کے بطون کا اور عبد القیس کے قبیلے اور بنو طی اور یمن کے اور شام کے
اور عراق کے لوگ اطراف اور جوانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہنچے اور انمین سے بعضون نے
نفس اور شیطان کے جہاد پر اور بعضون نے کفار اور منافقون سے جہاد کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے
کمر باندھی اور تیار ہو گئے اور چار یار کبار ابتدائے نبوت سے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مین اور
خدا کی راہ کے رفیق اور مشورہ دینے مین اور مددگاری مین ہر مقدمے کی دل اور جان سے حاضر تھے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے طور اور وضع ابتدائے نبوت سے انتہائے خلافت تک کا حقہ دریافت کئے تھے پس اس حال مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود شریف کی ضرورت نرہی تھی اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نزدیک اجل آپہنچی
اور انکو مامور دوسری چیز کی طرف فرمایا یعنے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ پھر پاکی بول اپنے رب کی تعریف کے ساتھ
اور یہہ اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ عارف کو بعد سیر اور سلوک تنزیہہ اور تحمید کی انتہا کی ایک اور راہ کھولتے ہین
اور اسکی حقیقت منفرد اور یکتا ہونا عارف کا ہی اس کمال کے ساتھ جو اسکو نصیب ہوا ہی اور کوئی شخص
اس کمال مین شریک اسکا نہین ہی وَاسْتَغْفِرْهُ اور گناہ بخشوا اس سے اور یہہ اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ جب عارف
تکمیل کے مرتبے کو پہنچا اور ہر طرح کے لوگ اسکے تابع ہوئے اور انکی استعدادین نقصان اور کمال مین بہت تفاوت
رکھتی ہین تو اسکو ضرور چاہئے کہ ناقصون کی تکمیل کے واسطے طلب بخشش کی کرے کہ وہ سب استعداد اصلیہ کے نقصان
کے اسکی اتباع کے سبب سے قیامت کے دن اسکی کمال استقلالی کی طرف کھنچ جاوین اور یہی حقیقت ہی شفاعت کی
اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا مقرر وہ ہر بخشنے والا ہی ناقصون کے حق مین اور تکمیل رحمت کی فرماتا ہی پس اسمین بعید نہین
ہی کہ تیرے تابعدارون کو تیرے طفیل کامل سے کامل کرے اور یہہ سورت سب سورتون سے پچھلی ہی اسکے بعد کوئی
سورت نازل نہین ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نازل ہونے کے بعد ہمیشہ یہہ دعا زبان پر جاری رکھتے تھے

سبحانک اللہم بحمدک اللہم اغفرلی آور یہہ بھی منقول ہی کہ آپکے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب یہہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو روئے لوگون نے پوچھا کہ آپ کیون روئے فرمایا کہ مین اس سورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنتا ہون ط



سورۃ تبت

یہہ سورت مکی ہی اسمین پانچ آیتین اور تیئیس کلمے اور اکیاسی حرف ہین اور اسکے نازل ہونے کا سبب یہہ تھا کہ جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین کی نازل ہوئی یعنے ڈرا اپنے نزدیک کے ناتے والون کو خدا کے عذاب سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر کوہ صفا پر گئے اور ہر ایک کو اپنے نزدیک کے ناتے والون سے آواز دیا جب جمع ہوئے تو بعد اسکے فرمایا کہ اگر مین کوئی بات جو عقل مین نہ آتی ہو تمسے کہون تو تم یقین کروگے مثلاً مین کہون کہ ایک بڑا لشکر تمھارے لوٹنے کو اس پہاڑ کے پیچھے کھڑا ہی تم یقین کروگے سب کہنے لگے ہان فرمایا کہ مین تمکو ڈراتا ہون خدا کے اس عذاب سے کہ اگر اطاعت میری نکروگے اور قرآن شریف پر ایمان نہ لاؤگے تو تمپر آویگا ابو لہب کہ اسکا نام عبد العزیٰ تھا اور وہ سوتیلا چچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا سخت کلمے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین کہے اور بولا کہ تو نے اسیواسطے ہمکو بلایا اور جمع کیا ہلاکت باد ترا جیسے ہندی مین کہتے ہین تو غارت ہو جبکہ یہہ سورت جواس اس خبیث کے نازل ہوئی آور اس سورت مین اس خبیث کو کنیت کے ساتھہ یاد فرمایا ہی باوجود اس بات کے کہ کنیت عرب کے نزدیک صیغہ تعظیم کا ہی دو طور سے اول تو یہہ کہ نام اسکا عبد العزیٰ تھا اور یہہ نام شرک کا ہی اور اہل توحید کے نزدیک یہہ نام نہایت مکروہ ہی دوسرے یہہ کہ اسکی کنیت اسکے دوزخی ہونے پر دلالت کرتی ہی اسواسطے کہ لہب آگ کے شعلے کو کہتے ہین ہرچند کہ اسکے باپ نے اسکے چہرہ کی چمک کے سبب سے جو آگ کے شعلے کی مانند تھی یہہ کنیت مقرر کی تھی لیکن حقیقت مین اسکے دوزخی ہونے کا سبب ہوئی اور جورو ابو لہب کی ام جمیلہ کہ ابو سفیان کی بہن تھی وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین نہایت کوشش کرتی تھی یہان تک کہ ببول کے کانٹے اور دوسرے کٹیلے درختون کے گٹھے جنگل سے لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ مین رات کو بکھیر دیتی تھی کہ صبح کو نماز کے واسطے جو مسجد الحرام کو تشریف لیجاوین تو انکے پاؤن مین چبھین

آخر اسی کام مین مرگئی کہتے ہین کہ ایک روز گٹھہ کانٹون کا سر پر رکھا تھا اور اسکی رسی اپنے گلے مین جو لپیٹ لی تھی تھا کا وہ گٹھا سر سے ڈھلک پڑا اور وہ رسی اسکے گلے مین پھنس گئی آخر اسی حالت مین گلا گھٹنے سے مر گئی اور دوزخ کا کندہ ہوئی اور اسطرح سے ابولہب بھی آخر عمر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت عداوت رکھتا تھا یہان تک کہ بارہا مارنے کو بلکہ شہید کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قصد کیا لیکن حافظ حقیقی کی حمایت سے ہمیشہ اس خبیث کے شر سے محفوظ رہے چنانچہ سیر او تواریخون مین مذکور ہی اور دو صاحبزادیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ اسکے دو بیٹون سے کہ انکا نام عتبہ اور عتیبہ تھا منسوب تھین ابولہب نے اپنے دونون بیٹون سے کہا کہ اگر میری رضامندی چاہتے ہو تو اسکی بیٹی سے ہاتھ اٹھا لو نہین تو زندگی بھر تمہارا منہہ نہ دیکھونگا اسکا بڑا بیٹا جسکا نام عتبہ تھا یہہ بات سنکر چپ رہا اور دوسرا بیٹا جسکا نام عتیبہ تھا کمال بیحیائی سے اس مجلس سے اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین آکر بولا کہ مین نے تمہاری بیٹی کو طلاق دی اور کچھ دوسری نالائق باتین بھی بکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بار خدایا ایک کتا اپنے کتون مین سے اسپر مقرر کر دے آخر کو اسکو شام کے سفر مین شیر نے پھاڑ کھایا اور اس سورت کا مضمون یہہ ہے کہ ابولہب اگرچہ نسب اور مال اور جاہ اور ثروت اور ریاست کے سبب سے دنیا کی بڑی شرافت رکھتا تھا لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور دین حق کے انکار کے سبب سے ہلاکت ابدی اور دونو جہان کی روسیاہی اسکو نصیب ہوئی پس ہر شخص کو چاہئے کہ ان چیزون پر یعنے حسب اور نسب اور مال اور جاہ پر مغرور نہو اور رسم و راہ اللہ کی درگاہ کے مقربون سے درست کرے یعنے انبیا و دین کے انکار سے توبہ کرے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ کو اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بعد نازل ہونے اس سورت کے فرمایا کہ لا املک لکم من اللہ شیئا یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ تم آپ اللہ تعالی سے اپنا معاملہ درست کر رکھو مین دہان تمہارے واسطے کچھ نہین کر سکتا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ ہلاک ہوگئے دونو ہاتھ ابولہب کے اب سمجھ لینا چاہئے کہ انسان کے نفس مین دو قوتین ہین

ایک قوت علمی اور دوسری قوت عملی قوت علمی وہ ہی جسسے جانتا ہی اور بوجھتا ہی اور قوت عملی وہ ہی
کہ جسکے سبب سے نیک و بد کام اُسسے صادر ہوتے ہین سو دونوں ہاتھ سے اشارہ ان دونون قوتون کی طرف
ہی یعنے ہلاک ہو گیا اُسکا عمل اور اعتقاد اور یہہ بھی ہوسکتا ہی کہ دونوں ہاتھوں سے نیک اور بد عمل مراد ہون
اور بد عملوں کی ہلاکی تو ظاہر ہی ہی کہ برا پھل لائے ہین اور نیک عمل کی ہلاکی یہہ ہی کہ کفر کے سبب سے نیک پھل نلایا
بلکہ بے فائدہ گیا اور بعضون نے ظاہر اور باطن کے عملوں پر قیاس کیا ہی اور بعضون نے قوی اور ضعیف جانب پر
حمل کیا ہی اور یہہ سب ہو سکتے ہین وَتَبَّ اور ہلاک ہو گیا وہ آپ یعنے اس خبیث کے اعضاؤن اور عملونکی
ہلاکی اور خرابی اسکی ذات کی ہلاکی کا اور اسکے جوہر نفس کے فساد کی خرابی کا سبب ہوی یہان تک کہ کوئی
سبب اُسکی درستی کا باقی نرہا مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ کچھ کام نہ آیا اسکو مال اسکا اور جو کمایا جیسے
نام اور جاہ اور اولاد اور نوکر چاکر اور دوست اور آشنا اور یہہ بھی ہو سکتا ہی کہ مال سے مال موروثی مراد لیا
جائے اور ماکسب سے اپنا کمایا ہوا مال جیسا کہ بعضون نے کہا ہی اور بعضون نے فرزند مراد لئے ہین اب آپکے مال اور مکسوبات کا
بیان فرماتے ہین کہ یے چیزین دنیا مین اسکو البتہ کچھ نفع کر سکتی ہین لیکن آخرت مین جو بڑی احتیاج کی جا ہی اور سدا
رہنے کا گھر ہرگز نفع نہ کرینگی اس واسطے کہ سَيَصْلٰى نَارًا اب پڑیگا آگ مین یعنے مرنیکے ساتھ ہی اسکو آگ مین
ڈالینگے اور انتظار قیامت کے آنیکا اُسکے واسطے نکرینگے بخلاف اور کافرونکے ذَاتَ لَهَبٍ بڑے شعلے والی مین
اس واسطے کہ کفر اسکا اوروں کے کفر سے بہت زیادہ ہی اس سبب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتے مین بہت
قریب تھا یعنے چچا تھا سو نیک اور خصلتون کی نیکوئی اور بات کی سچائی اور امانتداری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین
بچپن سے پائی جاتی تھی بخوبی واقف تھا پھر باوجود ان سب باتون کے نہایت دشمنی اور عداوت آپ سے رکھتا تھا
اور اسکے عذاب کے زیادہ ہونے کے اسباب مین سے ایک یہہ ہی کہ اسکی محبوبہ کو اسکے روبرو جلادینگے اسیواسطے فرمایا ہی
وَّامْرَاَتُهٗ اور جورو اسکی یعنے جسطرح اسکی عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جورو کے سبب سے
زیادہ ہوئی تھی اسی طرح عذاب بھی اسکا عورت کے عذاب دیکھنے سے زیادہ ہوگا حَمَّالَةَ الْحَطَبِ یعنے مراد لینا ہوین
وہ عورت جو ایندھن اٹھاتی ہی یعنے دوزخ مین بدلا اسکا جو دنیا مین کرتی تھی یعنے کانٹون کے گٹھے لا کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ مین بکھیرتی تھی فِيْ جِيْدِهَا اس عورت کی گردن مین جو زر اور جواہر پہننے کی جگہہ ہی

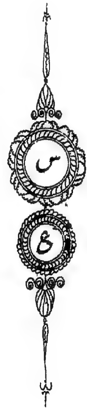
حَبْلٌ رسی ہی مِنْ مَسَدٍ کھجور کی چھال کی جو خوب بٹی ہوئی ہو اور خاصیت اس رسی کی یہہ ہی کہ جب
پسینے سے بھیگتی ہی تو اینٹھتی ہی اور گلا گھونٹ ڈالتی ہی اور موافق اس کلام کے جو اسکی شان مین
آیا ہی اسی طور سے وہ مری واللہ اعلم اور اس سورۃ مین اشارہ ہی اسبابا کی طرف کہ مال کا کمانا مردون کا
کام ہی اور انکے ذمے پر ہی اور گھر کی خدمت یہانتک جمع کرنا کھانے پکانے کے اسبابکا جیسے ایندھن وغیرہ عورتون کا کام ہی اور انکا ذمہ ہی

سورۃ الاخلاص



یہہ سورت مکی ہی اسمین چار آیتین اور پندرہ کلمے اور سینتالیس حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہہ تھا
کہ کافرون کے سردارون کے ایک گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آکر سوال کیا کہ تم ہمارے خداؤن کو
تو برا کہتے ہو اور انکی عاجزی اور ناتوانی بیان کرتے ہو اور طرح طرح کے عیب انمین بتاتے ہو بھلا کہو تو تمہارا خدا
کیا صفت رکھتا ہی اور کس چیز سے پیدا ہوا ہی اور اس سے کیا چیز پیدا ہوتی ہی اصل اور فرع اسکی کیا ہی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا پھر جبریل علیہ السلام یہہ سورت لائے اور بعضی روایتون مین یون بھی آیا ہی کہ
کافرون کے سوال مین یہہ بھی تھا کہ کیا چیز ہی اور کیا کھاتا ہی اور کیا پیتا ہی اور اسکو خدائی کس سے میراث
ملی ہی اور اسکی میراث کون لیگا اور مشیر اور مددگار اسکا خدائی کے کارخانے مین کون ہی اور اس سورت کو سورۂ
اخلاص کہتے ہین اس واسطے کہ یہہ سورت مسلمانون کے دلون کو حق کی معرفت کے واسطے خالص کرتی ہی اور اسکی
ذات اور صفات کی دریافت کے واسطے اور اس جگہہ پر جاننا چاہئے کہ آدمی کی معرفت کی انتہا حق تعالی کی حقیقت
اور کنہ کے دریافت مین یہہ ہی کہ اسکی ذات پاک کے خواصون کو جو اس ذات کو لازم ہین دریافت کرلے اور بس
اس واسطے کہ اللہ تعالی کی ذات مقدس بسیط ہی یعنے جز اور ٹکڑے اسمین پائے نہین جاتے اور کسی علت کی معلول بھی
نہین ہی یعنے اسکے وجود کا کوئی سبب نہین ہی اور ہر چیز کے دریافت کرنے کا طریقہ عالم مین چار طور پر
منحصر ہی یعنے چار علتین اسکے واسطے ضرور ہین پہلے اس چیز کے مادہ کا دریافت کرنا یعنے اصل اسکی کیا ہی دوسرے
اسکی صورت کا دریافت کرنا کہ کس طرح کی ہی تیسرے اسکی علت کا دریافت کرنا چوتھے اسکی غرض کا معلوم کرنا
کہ یہہ چیز کس کام کی ہی سو پہلے تینون طریقے یہان پر ہو نہین سکتے اسکا بیان یہہ ہی کہ جیسے کسی شخص نے

تخت کی حقیقت سے سوال کیا تو اسکا جواب چار طور سے ہوسکتا ہی یعنے اُسکے جواب مین چار چیزین بیان کی جاوینگی اول اُسکے مادہ کو بیان کرینگے کہ لکڑی کے تختون اور لوہیکی میخون سے بنا ہی اسکو علت مادی کہتے ہین دوسرے صورت اُسکی بیان کرینگے کہ چوکھٹی ہی یا لنبی ہی اور اسکو علت صوری کہتے ہین تیسرے اُسکے بنانیوالے کو بیان کرینگے کہ نجار نے بنایا ہی اسکو علت فاعلی کہتے ہین چوتھے اسکی غرض کو بیان کرینگے کہ یہہ چیز بیٹھنے کے واسطے بنی ہی اور اسکو علت غائی کہتے ہین سو حق تعالی کی جناب مین پہلے تینون طریقے ممکن نہین ہین تو ضرور ہوا کہ چوتھے پر اکتفا کی جاوے لیکن جناب الہی کی بالیون کا بیان کرنا ضرور ہوا تاکہ پوری تمیز اور جدائی حاصل ہووے تب اللہ کا لفظ تمام غرضون کو شامل ہی جو عالم کی نسبت سے اُسکی ذات پاک سے خیال کی جاتی ہین جیسے خالقیت اور رازقیت اور داد و دہش اور معبود ہونا اور سوائے اُسکے اسیواسطے اللہ کے لفظ کو سرنامہ اس سورت کا کیا تو گویا یہہ بات فرمائی کہ صفت اسکی یہہ ہی کہ معبود اور پیدا کرنیوالا اور بنانیوالا اور رزق دینے والا اور زندہ کرنیوالا اور مارنیوالا ہی اور سب عالم کے ضروریات اسیسے پائے گئے ہین اور آخر تک اسی سے تعلق رکھینگے اور جو یہہ بات عوام کے خیال مین علیحدہ علیحدہ مشترک تھی تو سلبیہ صفتون کا ملانا اسکے ساتھ ضرور ہوا تاکہ وہ اشتراک وہمی بھی دور ہوجاوے اور توحید خالص حاصل ہووے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ کہہ تو ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم هُوَ اللّٰهُ وہ جسکو تم پوچھتے ہو اللہ کی ذات ہی جو سب کمال کی صفتون کو جامع ہی اور جو کچھ عالم مین دیکھا یا سنا جاتا ہی سب اُسیکی حیات اور علم اور ارادے اور قدرت اور کلام اور سمع اور بصر سے ہی اور سوائے اسکے جو جواہر اور اعراض پائے جاتے ہین سب اُسیکے وجود سے ہین اَحَدٌ یگانہ ہی جو نہ شریک رکھتا ہی نہ جزء یعنے نہ جزء عقلی نہ خارجی نہ بالفعل نہ تحلیلی اور اُسکے کمال بسیط ہونے کی طرف اشارہ ہی جو احد کا لفظ لائے ہین اس واسطے کہ واحد کا لفظ شریک عددی کی نفی مین اکثر بولا جاتا ہی نہ اجزا کی نفی مین جیسا کہ کہتے ہین زید انسان واحد ہی اگرچہ ہاتھ پیر آنکھ ناک کان اور سوائے اُسکے بہت اجزا رکھتا ہی اسی سبب سے اسکو احد نہین کہتے ہین تب احد وہ ہی کہ کسی طرح سے قسمت اور بانٹ اُسمین ہو نسکے اور یہہ بات خاص اسی ذات پاک مین پائی جاتی ہی اور کسی مین نہین پائی جاتی اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ کی لفظ کو پھر مکرر لائے تاکہ استغنا کی طرف اشارہ ہو کہ

باوجود اس صرف بسیط اور مجرد احدیت کے اسکو ہم کمال کی صفتیں ثابت کرتے ہین اس واسطے کہ اسکا صمد ہونا انہی نہ
صفتون کو تقاضا کرتا ہی اور صمد کے معنے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہین کہ صمد وہ ہی جو کسی کا
محتاج نہو اور سب اسکے محتاج ہون اور وجود کا سلسلہ بغیر ایسی ایک ذات کے جو صمد کی صفت سے موصوف ہو
قائم نہین رہ سکتا اس واسطے کہ عالم مین بالکل احتیاج دیکھی جاتی ہی اور جب ہر چیز دوسرے کی محتاج ہوئی تو ضرور
ہوا کہ ایک ذات ایسی ہو کہ سبکی احتیاج اسکی طرف منتہی ہوا اور وہ محتاج کسی کی نہو اور اگر ایسا نہو تو احتیاج کا
سلسلہ منقطع نہو تو حقیقت مین اس ذات پاک کی خواصون مین سے دو چیزین یہان ذکر کی گئی ہین ایک احد ہونا
دوسرے صمد ہونا اور باقی صفتین انہی دونون صفتون سے نکلی ہین لَمْ يَلِدْ نہ جنتا ہی اسواسطے کہ اگر کسی چیز کو جنے
تو حقیقت مین وہ چیز اسکی شریک ہو جاوے اور جب شریک ہوئی تو اسکے بے پروائی حاصل ہوئی اور جب اسے بے
پروائی ہوئی تو وہ صمد نرہا وَلَمْ يُولَدْ اور نہ جنا گیا ہی کسی سے اس واسطے کہ اگر کسی سے جنا گیا ہوتا تو اسکا محتاج
ہوتا اور جب محتاج ہوتا تو صمد نہوتا اور جب صمد ہوا تو وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ بھی صفت اسکی ہوگی یعنے
اور نہیں ہی اسکے واسطے کوئی برابری والا اس واسطے کہ اگر اسکا کوئی ہمسر ہوتا تو وے دونون ایک چیز مین شریک
ہوتے اور دوسری چیز مین دونون علیحدہ علیحدہ خاص ہوتے تو اسکی ذات پاک یگانہ نہوتی بعضے علمانے کہا ہی
کہ کبھی شرکت عدد مین ہوتی ہی تو اسکی احد کی لفظ سے نفی فرمائی اور کبھی شرکت مرتبے اور منصب مین ہوتی ہی تو اسکی
صمد کی لفظ سے نفی فرمائی اور کبھی شرکت نسب مین ہوتی ہی تو اسکی لم یلد ولم یولد سے نفی فرمائی اور کبھی شرکت کام اور تاثیر مین ہوتی ہی
تو اسکی لم یکن لہ کفوا احد سے نفی فرمائی اور اسی سبب سے اس سورت کو سورۂ اخلاص کہتے ہین اور یہہ بھی کہا ہی کہ باطل مذہب والے دنیا مین پانچ
فرقے ہین پہلا فرقہ دہریہ کا جو کہتے ہین کہ اس عالم کا کوئی پیدا کرنے والا نہین ہی کسی طرح سے یہہ اسباب جمع ہوکے یہہ کارخانہ بن گیا ہی سو مسلمان
آدمی نے جس وقت ہُوَ کی لفظ کو اپنی زبان سے نکالا تو اس باطل عقیدے سے اسکو جدائی اور بیزاری حاصل ہوئی دوسرا
فرقہ فلاسفہ کا جو کہتے ہین کہ عالم کا پیدا کرنے والا تو ایک ہی مگر کوئی صفت نہین رکھتا یعنے جو تاثیرین کہ عالم مین
پائی جاتی ہین وے کسی سبب سے ہین نہ اس ذات واحد سے اور حقیقت مین ہندؤن کا مذہب بھی یہی ہی اور جب
مسلمان آدمی نے اللہ کی لفظ کو جو سب کمال کی صفتون کی جامعیت پر دلالت کرتی ہی منہہ سے نکالا تو اس فرقے کے
عقیدے سے خلاصی حاصل ہوئی تیسرا فرقہ ثنویہ کا جو کہتے ہین کہ سب عالم کا پیدا کرنے والا ایک نہین ہو سکتا ہی

ف باطل مذہب والون کا بیان

اسکو کوئی پیدا کرنیوالے چاہئے اور جب مسلمان آدمی نے احد کی لفظ کو اللہ تعالی کی صفتوں سے جانا تو اس
شک سے نجات پائی چوتھا فرقہ گمراہوں کا اہل کتاب جیسے یہود اور نصاری اعتقاد رکھتے ہیں کہ عالم کا
پیدا کرنے والا دوسری مخلوقات کی طرح سے جورو اور اولاد بھی رکھتا ہی چنانچہ حضرت عزیر اور حضرت عیسی
علیہما السلام کو حق تعالی کے بیٹے اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو جورو کہتے ہیں اور جب مسلمان آدمی نے لم یلد و
لم یولد کہا تو اس عقیدے سے بالکل پاک ہوا اور اسی قسم سے ہیں وے تشبیہیں جو یہود اور نصاری نے باری تعالی کی
جناب میں ایجاد کی ہیں اور اس جناب پاک کو دوسری مخلوقات کی طرح سے چیزوں کا محتاج جانتے
ہیں سو ان تشبیہوں کے رد کے واسطے صمد کی لفظ جو تمام احتیاج کی نفی پر دلالت کرتی ہی کافی ہی پانچواں
فرقہ مجوسیوں کا جو کہتے ہیں کہ عالم کے دو خالق ہیں ایک کا نام یزدان اور جتنی اچھی چیزیں ہیں سب اسکی
پیدا کی ہوئیں ہیں اور دوسرے کا نام اہرمن اور اسکو قوت تاثیر میں یزدان کی برابر جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
جتنی چیزیں تاریک اور ایذا دینے والی ہیں اور سب بدیاں اور برائیاں اسکی پیدا کی ہوئی ہیں اور ہمیشہ یزدان کے
لشکر اور اہرمن کے لشکر سے جھگڑا اور قصہ رہتا ہی سو کبھی یزدان غالب ہو جاتا ہی اور اسکا حکم جاری ہوتا ہی
تو عالم میں بھلائیاں غالب ہوتی ہیں اور کبھی اہرمن کا لشکر زور کرتا ہی تو عالم میں برائیاں پھیلتی اور ترقی ہیں سو اس
عقیدے کے رد کے واسطے لم یکن لہ کفوا احد کو آخر سورت میں لائے اور یہہ بھی کہا ہی کہ آدمی مرکب ہی نفسی اور عقلی اور قلبی
اور روحی اور سری لطیفوں سے اور نفس کی معرفت کی انتہا یہہ ہی کہ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد کو دریافت کرے
اسواسطے کہ نفس جس چیز کو شہویہ یا غضبیہ قوت سے حاصل کرتا ہی تو ان دونوں حالتوں سے خالی نہیں ہوتی یعنے یا
کسی چیز سے وہ پیدا ہوتی ہی یا عالم میں کوئی دوسری چیز اسکے برابر موجود ہی اور چونکہ پروردگار کو سب موجودات سے
اعلی اور برتر جانتے ہیں تو لا چار ان صفتوں کی اس سے نفی کرتے ہیں اور اس سے برتر عقل کا مرتبہ ہی اور اسکی
معرفت کی انتہا مضمون اللہ الصمد کا ہی یعنے اللہ ایسی چیز ہی کہ احتیاج کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہی
اور وہ محتاج دوسرے کا نہیں ہوتا اس واسطے کہ اسباب اور مسببات کا علم عقل کو دیا ہی سو عقل ہر چیز کو ایک سبب کا
محتاج جانتی ہی اور اس سبب کو دوسرے سبب کا اور یہی سبب ہی کہ دین و دنیا کی تدبیریں کرنا جو عقل کا کام ہی
سو وے تدبیریں اسباب کے ملاحظے پر موقوف ہیں پس آدمی کی عقل کی دریافت کی انتہا اس ذات پاک کی حقیقت میں

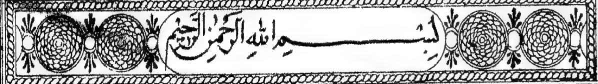
اسی قدر ہی کہ وہ ذات پاک عالم اسباب اور مسببات سے بلند اور برتر ہی اور دل کی شان یہہ ہی کہ کسی
مشہور حالون سے ایک حال مین مستغرق رہے جیسے محبت اور خوف اور امید اور اعتماد اور دل کی معرفت کی انتہا
احدیت کا مرتبہ ہی اور روح کہ عالم امر سے آئی ہی اور نفخت فیہ من روحی کی خلعت سے سرفراز ہوئی ہی اسکی معرفت کی
انتہا اپنی اصل کی طرف کھینچ لیجانا ہی اور اسم ذات کے یعنے اللہ کے ذکر سے اُنس اور راحت پانا اور بھید جسکا
مرتبہ روح سے اوپر ہی سواے ہویت مستقلہ کے نہین جانتا ہی اور اُس کا علم وجود کی خصوصیت کے دریافت مین
منحصر ہی اسواسطے اس سورت مین وہ معرفت جو تمام لطایف انسانی سے متعلق ہی ارشاد فرمائی ہی
تاکہ ہر لطیفہ اس معرفت سے بہرہ یاب ہو اور یہہ بھی کہا ہی کہ کلمہ ہو کا عاشقون اور والہون کے واسطے ہی کہ اُس
ذات پاک کے ملاحظے مین اس درجے کو مستغرق ہوگئے ہین کہ سوا اس قدرت کے ہو کے اُنکے سامنے کچھ نہین رہا
ہی اور کلمہ اللہ کا عارفون کے نصیب ہی جو سب اسمون اور صفتون مین اسکو پہچانتے ہین اور ہر مرتبے کے حکمون کو
جدا جدا جانتے ہین اور احد کا لفظ حصہ دوسرے اولیاء اللہ کا ہی جو اس ذات واحد کو ہر کثرت مین اسی وحدت کی
صفت سے ملاحظہ کرتے ہین اور لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد کے معنے عام مسلمانون کے نصیب ہین کہ عقلی
اور نقلی دلیلون کی قوت سے اُس مرتبے تک پہنچتے ہین اور جب ان سب معنون کو کوئی شخص جمع کرے تب پورا موحد
ہو اور جاننا چاہئے کہ اس سورت کو حدیث شریف مین ثلث یعنے تہائی قرآن فرمایا ہی اور ایسا مقرر ہوا ہی کہ اس
سورت کو جو کوئی پڑھے تو گویا تہائی قرآن اُسنے پڑھا سو اس فضیلت کی وجہ یہہ ہی کہ قرآن کا مقصد تین چیز سے
باہر نہین ہی یا اللہ تعالی کی ذات کی معرفت کا بیان ہی یا وصول کے طریق کی معرفت کا بیان ہی کتابون کے نازل
کرنے سے اور پیغمبرون کے بھیجنے سے اور شریعتون کے بیان کرنے سے یا اُس حال کا بیان ہی جو جنت یا دوزخ
مین پہنچنے کے بعد حاصل ہوگی اور یہہ سورت ایک قسم کے بیان مین ان تینون قسمون سے جو اشرف اور اول قسم
ہی کافی ہی چنانچہ اسکی توضیح اوپر ہو چکی واللہ اعلم

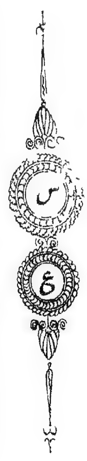
سورۃ الفلق

یہہ سورت مدنی ہی اسمین پانچ آیتین اور تئیس کلمے اور تہتر حرف ہین اور فلق لغت مین صبح کی سفیدی کو کہتے ہین جو



رات کی اندھیری کو پھاڑ کے ظاہر ہوتی ہی اور رات کی تاریکی سے صبح کا ظاہر ہونا ایک نمونہ ہی وجود کے ظاہر
ہونے کا نیستی کے پردے سے اسواسطے کہ نیستی کی حالت مین کچھ تمیز اور تشخیص نہین ہی اور سب عالم پوشیدہ ہی اور
جب وجود کے نور نے ظہور کیا تو ہر چیز معین اور مشخص ہو گئے اور ہر چیز کے نشان اور حکم اسپر مرتب ہونے
لگے اور یہہ حالت بعینہ صبح کے نور ظاہر ہونے کی حالت ہی کہ اُسکے سبب سے سب چیزین جدا جدا معلوم ہوتی
ہین اور حس اور حرکت عالم مین ظاہر ہوتی ہی اور رات کی تاریکی نیستی کا نمونہ ہی اور جو برائی یا بدی عالم مین
پائی جاتی ہی وہ حقیقت مین وجود عدم کے ساتھ مختلط ہونے کے سبب سے ہوتی ہی تو سب برائیان عدم کے
ساتھ منسوب ہین اور وجود کا نور ان برائیون کا دفع کرنے والا ہی اور جو یہہ سورت سب برائیون سے
پناہ مانگنے کے واسطے نازل ہوئی ہی تو ابتدا مین اس سورت کے نور کے ظہور سے اشارہ ہونا ضرور ہوا اور
اس سورت کی اضافت اس نور کی طرف کر کے سورۂ فلق نام رکھا ہی اور یہان پر ایک نکتہ بہت لطیف اور باریک
ہی وہ یہہ ہی کہ اس سورت مین ایک ہی صفت سے اللہ تعالی کی جو رب الفلق ہی تعوذ واقع ہوا ہی تین
چیزون کی برائیون سے ایک تاریکی دوسرا سحر تیسرا حسد اور سورۂ ناس مین ایک چیز کی برائی سے یعنے
شیطان کے وسواس سے حق تعالی کی تین صفتون سے کہ رب الناس اور ملک الناس اور اله الناس مین تعوذ
واقع ہی سو یہہ اس لئے ہی تا کہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ دین کی حفاظت مقدم ہی جان اور بدن کی حفاظت
سے اسواسطے کہ وسواس شیطانی دین کا خراب کرنیوالا ہی اور وے تینون چیزین یعنے تاریکی اور سحر
اور حسد جان اور بدن کو ضرر پہنچانیوالیان واللہ اعلم





قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہہ اے پناہ لینے والے کہ پناہ لیتا ہون مین فلق کے پروردگار کی اور فلق لغت مین
صبح کے معنون مین ہی اور حقیقت مین اس چیز کو کہتے ہین جو پھٹے اور اُسمین سے دوسری چیز نکل آوے
اور عجیب اور غریب نشانیان اس نکلی ہوئی چیز سے ظاہر ہون جیسے غلے کا دانہ اور کھجور کی گٹھلی اور درخت کا
بیج یا جیسے پتھر اور زمین کہ اُن سے پانی نکلتا ہی یا جیسے باپ کی پیٹھ اور ماں کا پیٹ سو ان سب چیزون کو

فلق کا لفظ شامل ہی اور فلق کی تخصیص اس جا پر اس واسطے ہی کہ مخلوقات کی برائی اکثر انکی اصلی خباثت کے
سبب سے ہوتی ہی اور جو ربوبیت اللہ تعالیٰ کی اصل اور فرع دونوں پر محیط ہی تو شر کے دفع ہونے کے
واسطے التجا اصل کی طرف ضروری پڑی چنانچہ اگر کوئی شخص کسی نوکر سے کچھ خوف اور خطرہ رکھتا ہی تو ضرور
اسکے آقا کی طرف رجوع کرتا ہی اور اگر اس سے بھی کچھ ایذا کا کھٹکا ہوتا ہی تو اس آقا کے آقا کی طرف رجوع کرتا ہی یہانتک کہ وہ آقائی کا
سلسلہ تمام ہو جاوے اور یہہ سلسلہ تمام نہین ہوتا مگر رب کے پاس سو اس واسطے پہلے ہی سے التجا کی تعلیم رب ہی کی طرف سے فرمائی تاکہ جھگڑا
چک جاوے مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ برائی سے اس چیز کی جو پیدا کی ہی یہان پر معلوم کیا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات تین
قسم کی ہین ایک تو وہ جس مین خیر غالب ہی اور شر مغلوب بلکہ معدوم جیسے مقرب فرشتے اور انبیاء
علیہم السلام اور اولیاء کرام دوسری قسم وہ ہین کہ جن میں برائی غالب ہی اور بھلائی مغلوب ہی یا معدوم
جیسے شیطان اور دوسرے موذی آدمیوں سے ہوں یا جنوں سے اور درندے اور چوپائے اور کیڑے مکوڑے
جیسے سانپ اور بچھو تیسری قسم وہ ہیں جن میں خیر اور شر دونوں موجود ہیں پھر کبھی کسی کے واسطے شر ہو جاتے
ہیں اور کبھی کسی کے حق میں خیر جیسے دنیا کا مال اور جورو بچے یا دوسرے اسباب بلکہ اخلاق اور علوم اور حسب اور نسب
اور دوسری صفتیں اور نسبتیں بھی یہی حکم رکھتی ہین پس شر ما خلق سے خیر کی دونوں قسموں مین وہ بدی مراد ہی
جو انمین موجود ہی اور قسم اول کی نسبت سے جو مطلق بدی نہین رکھتی ہی باعتبار نزدیک ہو جانے دوسری
چیزوں کے ہی جیسے عبادت کا شر ریا اور سمعہ ہی اور ایمان کا شر نفاق اور مرتد ہو جانا ہی اور انبیا علیہم
السلام کا شر انکو جھٹلانا اور انکی فرمانبرداری میں قصور کرنا ہی اور اولیاء اللہ کا شر انکے انوار صحبت سے
محروم رہنا اور نہ پانا ہی اور علی ہذا القیاس اسی واسطے کہا ہی شر الخیر تاخیرہ وشر العمل الصالح تقصیرہ یعنے
خیر کی برائی اسمین ڈھیل کرنا ہی اور دیر لگانا اور نیک عمل کی برائی اسمین قصور کرنا ہی اور اس قسم کے شر کی
نسبت نیک کی طرف کرنا جائز ہی چنانچہ عرف مین مشہور ہی کہ پھول کا شر کانٹا ہی اور خزانے کا
شر سانپ ہی اور خوبصورتی کا شر بدخوئی ہی اور بعضے مفسروں نے کہا ہی کہ شر ما خلق سے بدترین مخلوقات
مراد ہی یعنے شیطان اور جو منشا تمام شروں کا وہی شیطان ہی تو خاص اسی سے پہلے پناہ مانگی وَمِنْ
شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ اور شر سے اندھیری کے جب گھر آوے اور ہجوم کرے آپ سمجھ لیا چاہیے کہ

اندھیری کبھی حسی ہوتی ہی یعنے ظاہر مین نظر پڑتی ہی اور کبھی معنوی سو جو نظر آوے اور رات کی اندھیری ہی کہ اُسمین
بہت سی برائیان ظاہر ہوتی ہین اول تو پھیل پڑنا جنات کے شیطانون کا ہی کہ اندھیری کی مناسبت کے سبب سے
کھُلے مین آتی ہین اور جگنؤنکی طرح اپنے اپنے مکانون سے نکل کے لوگون کو ایذا دیتی ہین اسیواسطے حدیث شریف
مین آیا ہی کہ جب رات آوے تو اپنے بچون کو باہر نکلنے نہ دو کہ وہ شیطانون کے منتشر ہونے کا وقت ہی دوسرے
درندے جانورون کا نکل پڑنا اور موذی کیڑون کا بلون سے باہر آنے کا وقت ہی جیسے سانپ اور بچھو تیسرے
چورون کا پھیل پڑنا لوگون کے گھربار لوٹنے کو چوتھے جادوگرون اور طلسم والون کی قوت کا وقت ہی کہ
آفتاب کے نور قاہرہ کے سبب سے انکے عملون کو تاثیر کم کرتے ہین پانچوان فسق اور فجور والون کا مشغول ہونا گناہون مین
اور معنوی اندھیری بھی کئی قسم کی ہی پران سب مین بڑھ کے وہم کی اندھیری ہی جو عقل کے نور پر غالب آتی ہی اور
اشیا کی حقیقتون کو نظر سے چھپا دیتی ہی اور اسیکی شاخون سے کفر کی اندھیری ہی اور گناہون کی اندھیری اور
بُرے اخلاقون کی اندھیری اور بری صحبتون کی اندھیری ہی سو اس آیت مین ان سب تاریکیون سے پناہ واقع ہوئی
ہی وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ اور بدی سے پھونکنے والیون کی گانٹھون مین یعنے نفوس خبیثہ کے
شر سے جو شیطانون کے نام جپنے سے اور اُنکے کلمون سے توسل کرکے جانون مین اور بدنون مین تاثیر کرتے ہین اور یہی
معنے ہین سحر کے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ اور بدی سے حسد کرنے والے کی جب اپنے حسد کو ظاہر کرے
اور اسکے موافق عمل مین لاوے اور یہہ قید اس واسطے ہی کہ حاسد جب تک کہ اپنے حسد کو چھپاتا ہی تو اُس
غیر کا ضرر اسکی طرف پہنچتا نہین ہی اور یہین سے معلوم ہوا کہ حسد سب برائیون سے زیادہ برا ہی اور حقیقت مین
جو شر کہ تمام عالم مین پیدا ہوتا ہی سو یا ارادے اور اختیار والون سے ظہور مین آتا ہی جیسے لوٹ قتل ظلم
تاوان لینا اور سحر اور سوا اسکے یا غیر ذوی الارادہ اور اختیار کی طبیعتون سے جیسے غرق ہونا پانی مین اور
جلنا آگ مین اور سوا اسکے اور سب بدیون سے بڑی بدی اختیار اور ارادے والون کی ہی اور جڑ ان سب
برائیون کی حسد ہی اسیواسطے کہا ہی کہ اول گناہ جو آسمان مین واقع ہوا ابلیس کا حسد تھا حضرت آدم علیہ السلام سے اور
اول گناہ جو زمین پر صادر ہوا سو قابیل کا حسد تھا ہابیل سے باقی رہے یہان پر دو سوال اول تو یہہ کہ جب پہلے تمام
شرون سے مخلوقات کے پناہ مانگی گئی تو پس جادوگرون اور حاسدون اور تاریکیون کے تفصیل کرنے کی

حاجت

حاجت نہی تھی پھر کس واسطے ان تین چیزون کا خاص ذکر فرمایا جواب اسکا یہہ ہی کہ ان تینون گروہون کا
شر پوشیدہ اور چھپا ہوتا ہی بخلاف دوسرے مخلوقات کے شر کے کہ وہ ظاہر اور کھلا ہوتا ہی اور یہہ بات
ظاہر ہی کہ پوشیدہ شر بہت سخت ہوتا ہی کھلے شر سے اس واسطے پناہ مانگنا اُسے خاص کرکے ضرور ہوا اور دوسرا
یہہ کہ غاسق اور حاسد کو کس واسطے نکرہ لائے ہین اور نفاثات کو کس واسطے لام تعریف سے معرف کیا جواب اسکا یہہ
ہی کہ لام تعریف کا استغراق کے واسطے ہی اور جادوگر بالکل شر ہین کیونکہ سحر فی نفسہ گناہ کبیرہ ہی گو کہ اُسے
شر کو دفع کرنا یا بھلائی کرنا منظور ہو اسیواسطے حربی کافرون کو جادو سے مارنا اور عورت کی طرف اسکے خاوند کے
دل کو پھیرنا جادو سے درست ہین اور ہر غاسق اور ہر حاسد شر نہین ہی کیونکہ بہت سی راتین خیر سے گذرتی
ہین اور حسد ظالمون اور کافرون کا برا نہین ہی تو حاسد اور غاسق محل استغراق کا نتھا اور تنکیر مناسب معلوم ہوئی

سُورَۃُ النَّاس

یہہ سورت مدنی ہی اسمین چھہ آیتین اور بیس کلمے اور اسّی حرف ہین اور اس سورت کو سورۂ ناس اسواسطے خطاب دیا
ہی کہ حقیقت الٰہیہ اور کونیہ جو ناس کے ساتھ تعلق رکھتی ہین اسمین مذکور ہین بسم اللہ الرحمن الرحیم ذکر اللہ کا اس
واسطے ہی کہ اسما اور صفات اور افعال ذات باری کے انسان مین روشن ہین اور رحمن اس لئے لائے ہین
تاکہ نور وجود کے فیضان کے نزول کے بعد اس کی تکمیل کی طرف اشارہ ہو اور رحیم اس واسطے لائے ہین تاکہ جو بدی
کہ انسان مین ہی یا اُس سے ظاہر ہوتی ہی اس سے محافظت کی طرف اشارہ ہو اور ان دونو سورتون کے نازل ہونیکا
سبب یہہ ہی کہ لبید بن عاصم یہودی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اُسکے جادو کے سبب سے بیمار ہو گئے تھے اور بعضے وقت ایسا جانتے تھے کہ مین نے یہہ کام کیا ہی حالانکہ
کیا نہوتا تھا جب اس عارضے کو چھ مہینے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات خواب مین دکھلایا کہ
دو فرشتے آئے ایک تو سرھانے اور دوسرا پاینتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھا اور آپس مین پوچھنے لگے ایک بولا
کہ اس رسول کو کیا بیماری ہی دوسرے نے کہا کہ انپر جادو کیا ہی پھر اس نے پوچھا کہ کس نے ان پر جادو کیا ہی دوسرے نے
کہا کہ لبید بن عاصم نے انکا بال انکی کنگھی سے لیا ہی اور انکی کنگھی کے دندانون مین کمان کے چلے سے گیارہ گرہین

ستانی ہیں اور اسکو کھجور کے پھول کے غلاف میں لپیٹ کر بیر ذروان میں پتھر کے نیچے دبا دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو اُٹھے تو اس کوئے کی طرف تشریف فرما ہوئے دو شخصوں کو اپنے یاروں میں سے اُس کوئے میں اُتارا کہ پتھر کے نیچے سے اسکو نکال لائے اور جبرئیل علیہ السلام یہ دونوں سورتیں لیکر نازل ہوئے ان دونوں میں گیارہ آیتیں ہیں پھر جب آپ ایک آیت پڑھکر گرہ پر پھونکتے تھے تو وہ گرہ کھل جاتی تھی اسیطرح سب گرہیں کھل گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحت کلی حاصل ہوئی اور معوذتین پر قرآن شریف کے تمام ہونے کا نکتہ یہہ ہے کہ جب نعمت تمام ہوتی ہے اور کمال کو پہنچتی ہے تو دشمن کے حسد اور فریب کے سوا کوئی خوف نہیں رہتا اس واسطے یہہ مقام استعاذے کا تھا اور اس سورت میں استعاذہ شیطان کے شر سے خاص تین ناموں کے ساتھ فرمایا ہے رب اور ملک اور اِلٰہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ شیطان کا داخل ہونا آدمی کے دل میں تین طرف سے ہے شہوت اور غضب اور باطل عقیدہ جسکو ہوا بھی کہتے ہیں تو رب کا نام شہوت کے شر کے دفع ہونے کے واسطے ہے اور ملک کا نام غضب کے شر سے دفع ہونے کے واسطے ہے اور اِلٰہ کا نام ہوا کے شر کے دفع ہونے کے واسطے ہے تو گویا یوں ارشاد ہوا کہ اگر شیطان تجکو شہوت کی راہ سے وسوسہ ڈالے تو ربوبیت کو پروردگار کی نظر کر اور اگر غضب کی راہ سے پیش آوے تو بادشاہت اور عدل اور بدلا لینے کو اسکے یاد کر اور اگر ہوا کی راہ سے ستاوے تو الوہیت کے مرتبے کی طرف التجا کر ❊

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ کہہ اے کہنے والے اگر شیطان کے شر سے پناہ چاہتا ہے تو اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پناہ لیتا ہوں میں آدمیوں کے پروردگار کی ہر چند کہ اللہ تعالی کی پرورش سب مخلوقات کو شامل ہے لیکن جو تربیت کہ آدمیوں پر واقع ہے دوسری کسی مخلوقات پر نہیں ہوتی اس واسطے کہ انسان کا وجود تمام عالم کا نمونہ ہے تو گویا وہ ایک مختصر ہے حضرت الٰہیہ اور خلاصہ عالم کا جمع کرنیوالا اسکی تفصیل یہہ ہے کہ وجود اور حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور شنوائی اور بینائی اور گویائی یے سب حضرت الوہیت کی صفتوں کا پرتو ہے اور حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست یے سب اربع عناصر کے بدلے ہیں اور وجود میں مرکب ہونے کے سبب سے معادن یعنے کھانوں کے ساتھ نسبت

رکھتا ہی اور غذا اور بڑھنے مین درخت اور جھاڑ کے مشابہ ہی اور حرکت مین اور خیال اور وہم کرنے مین اور
لذت اور رنج پانے مین حیوان کی مانند ہی اور حیوان کی ہر قسم سے مشابہت رکھتا ہی جیسے غصہ اور جرأت کے وقتین
درندے اور پھاڑنے والے سے مشابہت پیدا کرتا ہی اور شہوت اور حرص کے وقتین چارپائے چرنے والے کی مانند ہوتا
ہی اور مکر اور فریب اور حیلے اور اچھانے اور نیکبختون کے خراب کرنے مین شیطان کی مانند ہی اور معرفت اور بندگی
اور پاکی مین فرشتے مقرب کی مثل ہی اور حکمتون کے جمع ہونے مین لوح محفوظ کی مانند ہی اور چیزون کی صورتین شاگردون
اور مریدون کے دلون مین جو اسکی تاثیر کے سبب ثابت ہو جاتی ہین اور قرار پکڑتی ہین اسلیے مین قلم اعلی کی مانند ہی حاصل
کلام کا یہہ ہی کہ آدمی کی ابتدا اور انتہا کی تفاوت کو دیکھا چاہیے یعنے اسکے نطفے کی حالت کو دیکھے کہ کس طرح کی
نکمی چیز ہی پھر اسکو بعد بلوغ کے پھر ولایت اور نبوت کے مرتبے کو یہان تک کہ رسالت کے خاتمیت کے مرتبے کو لحاظ
کیا چاہیے جو اسکو نصیب ہوا ہی اور ان دونون ادنی اور اعلی مرتبون کو غور کرنا اور پھر اللہ تعالی کی ربوبیت
اور پرورش کو تماشا کرنا چاہیے کہ کیا تھا اور کیا کر دیا مَلِكِ النَّاسِ آدمیون کے بادشاہ کی اس صفت کے بیان مین اشارہ ہی
اسبات کی طرف کہ آدمیون کو روح مدبر یعنے تدبیر کرنیوالی عنایت ہوتی ہی اور قوتین دریافت کرنیوالیون اور
حرکت کرنیوالیون مین اس روح کو تصرف اور دخل دیا ہی سو روح آدمی کے بدن کے عالم مین بادشاہ مطلق ہی اور
سب بدن اسکا ملک آباد کے مانند ہی اور قوتین مدرکہ اور محرکہ اس بادشاہ کی فوج اور سپاہ کی مانند ہین سو یہہ
سب ایک کارخانہ ہی حق تعالی کی بادشاہت کے کارخانون مین سے اِلٰهِ النَّاسِ آدمیون کے معبود کی یہہ
صفت اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ آدمیون کو حق تعالی کی معرفت کا اور اسکی عبادتون کا اور اسکی نزدیکی
حاصل کرنے کا شوق اصل پیدایش مین امانت رکھا ہی سو اسی پیدایشی شوق کے سبب ہر گروہ آدمیون کا
اس کام کی تلاش اور جستجو مین سرگردان اور پریشان ہی اور یہہ شوق اور گرفتاری تمام خلق کی ایک کرشمہ ہی
اسکی معبودیت کے کرشمون سے اور بعضے مفسرون نے ان تینون صفتون کی تفصیل مین اور اس ترتیب سے ذکر کرنے مین
بیان ایسا کیا ہی کہ آدمی بچپن کی حالت مین اپنے پرورش کرنے والے کے سوا دوسرے کو نہین پہچانتا ہی اور بھوک
پیاس کے وقتین اُسی کی طرف التجا کرتا ہی اور اگر کسی چیز سے ڈرتا ہی تو اُسی کی طرف بھاگتا ہی اسواسطے
لڑکا اُس وقتین ماباپ کو پکارتا ہی اور انہی سے فریاد کرتا ہی اور جب جوان عاقل ہوتا ہی اور دیکھتا ہی کہ

ماباپ بھی میری طرح پادشاہ اور امیر کے محتاج ہین اور بادشاہ اور امیر سے روزی طلب کرتے ہین اور
بلا کے دفع کرنے مین پادشاہ یا امیر کی طرف التجا لیجاتے ہین لاچار اُسکے بھی دل مین یہی بات بیٹھ جاتی
ہی کہ جو کچھ ہی بادشاہ اور امیر ہی اُنکی نزدیکی وجود کے کارخانے کی انتظام کا سبب ہی بس اس حالت مین اسکو بادشاہ
اور امیر ہی پر اعتماد ہوتا ہی اور جب اس حالت سے بھی آگے بڑھا اور دیکھا کہ بادشاہ اور امیر بھی بعضی چیزون پر کچھ اختیار
نہین رکھتے بلکہ عالم غیب کی طرف التجا کرتے ہین اور ادھر سے اپنے مطلب کے جاری ہونے اور اپنے مقصد کے حاصل ہونے مین مدد
طلب کرتے ہین سب نوع انسے یقین ہوتا ہی کہ بادشاہ اور امیر بھی میری طرح دوسرے کے محتاج ہین تو معلوم ہوا کہ دنیا کا کارخانہ
دوسرے سے تعلق رکھتا ہی جسکو اله کہتے ہین سو ان تینون صفتون کا لانا یعنے رب اور ملک اور اله کا اسی طرف
اشارہ ہی کہ اگر بندہ بچے کا سا مزاج رکھتا ہی اور سوا ربوبیت اور پرورش کے کچھ اور نہین جانتا تو مین یہہ بھی صفت
رکھتا ہون اسکو چاہیے کہ میری ہی طرف التجا کرے کہ مین رب الناس ہون اور میری ربوبیت اور پرورش عام ہی سب
بنی آدم کو شامل بخلاف ماباپ کے کہ انکی پرورش اپنے بچون کے واسطے خاص ہی اور اگر اس حد کی عقل بلوغت کے حد کو پہنچی
ہی اور بادشاہ اور امیر کو مالک سب کام کا جانتا ہی تو یہہ بھی صفت مجھ مین جیسی چاہیے ویسی پائی جاتی ہی
اس واسطے کہ سلطنت میری سب آدمیون پر بلکہ تمام دنیا پر ہی اور اگر تجربے سے معلوم کر لیا ہی کہ ماباپ اور بادشاہ
اور امیر دوسرے کے محتاج ہین جسکو اله کہتے ہین اور دن رات اُسی کو جپا کرتے ہین تو اس صفت سے بھی مین موصوف
ہون حاصل مطلب یہہ ہی کہ ہر وقت اور ہر حال مین اُسی کی جناب پاک مین التجا لیجایا چاہیے اور بیچ کے سببون اور
وسیلون پر اعتماد کرکے نہ ٹھہرا چاہیے ٭ کسی سے بر آوے نہ کچھ کام جان ٭ جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان ٭ پھر سے تو
تم ہی ہو اور تم لگ ہی ہر دو در جیسے کاگ جہاج سوجھے اور نہ ٹھور مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ خیال سے فاسد اثر کے اور آئین اعوذ سے متعلق
ہی یعنے پناہ لیتا ہون مین فاسد خیالات کی بدی سے اور فاسد خیال کئی طرح سے نقصان پہنچاتے ہین پہلے مزاج کے فاسد کرنے سے
دوسرے نفس کی تدبیر مین تیسرے معرفت مین چوتھے عبادت مین پانچوین حق تعالی کی نزدیکی کے سببون مین اور آدمی کو ابتدا عمر سے
انتہا تک یہی کام درپیش ہین اور جب ان کامون مین خلل پڑا تو عمر اسکی برباد گئی الْخَنَّاسِ اُسکے جو بھاگتا ہی
اور یہہ وسواس کی صفت ہی اُسکے صاحب کے اعتبار سے اس واسطے کہ شیطان کی پیدایشی یہہ بات ہی
کہ حق تعالی کے ذکر اور قرآن شریف کی تلاوت اور فرشتون کے سامنے سے بھاگتا ہی اور اس صفت کا لانا

اس واسطے ہی کہ شیطان مردود سے بچنا بہت مشکل ہی اور اسکی بدی سے محفوظ رہنا سوائے اسکے کہ رب الناس کی جناب مین
التجا کیجائے دوسری صورت ممکن نہین ہی اسواسطے کہ جو دشمن سامنے ہو کے مقابلہ کرتا ہی اُسکا دفع کرنا آسان ہی
برخلاف اس دشمن کے جو سامنے نہو اور ہمیشہ چھپی دشمنی مین لگا ہو سو اس دشمن سے بر وقت اور ہر آن بچنا لازم ہوا
اور یہہ بات بہت مشکل ہی اسیواسطے بادشاہوں اور حاکموں پر اُن کا دفع کرنا جو سامنے ہو کر صف جنگ
لڑتے ہین بہت آسان ہی ٹھگون اور چورون کے دفع کرنے سے اس واسطے کہ یہ لوگ قابو پاکر اپنا کام کرتے
ہیں اور بھاگ جاتے ہین اسی سبب سے انکا تدارک اور انتظام مشکل پڑ جاتا ہی مگر اس کھلے اور چھپے جانے والے پر یہہ
سب آسان ہی الَّذِیْ یُوَسْوِسُ یہہ دوسری صفت ہی وسواس کی یعنے وہ فاسد خیال ڈالنے والا جو بڑے
بُرے وسوسے دل مین ڈالتا ہی فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ آدمیون کے سینون مین سینے کی تخصیص کی وجہ یہہ ہی کہ اس جگہہ
نفس ناطقہ کے آثار حیوانیت سے مخلوط ہو کے فساد کا طور جلد قبول کر لیتے ہین برخلاف دوسرے اعضا کے
اس واسطے کہ جگر مین بڑے خطرون کی جگہہ نہین ہی بعض ناطقہ نفس نباتی سے اپنا کام لیتا ہی اور دماغ مین اگرچہ
فساد ہو سکتا ہی اس طرح پر کہ قوت وہمیہ غلبہ کر کے قوت کو تشویش مین ڈالتی ہی لیکن اکثر اسکا فساد نفس
حیوانیہ کے آثار بلند ہونے سے ہوتا ہی چنانچہ اس حکمت کے جاننے والون پر پوشیدہ نہین ہی مِنَ الْجِنَّةِ یہہ
وسواس کا بیان ہی یعنے فاسد خیال دل مین ڈالنے والا اغواہ جن کی قسم سے ہو جیسے شیطان کہ جانب کے غلبے کے
سبب سے پیدائشی تاریکی انہین گھسی ہوئی ہی اور فاسد مشورے اور انتظام کے بگاڑنے والی تدبیرین انکی طبیعت کو بعضے وجوہ سے لازم
ہین اور آتشی مزاج ہونے اور اسکی لطافت کے سبب سے گھس جانا ان جسمون کا انکی حیوانی روحون مین بہت
جلد اور سہل ہوتا ہی اور جو وسوسے کہ ان فاسد تدبیرون اور باطل رایون کے اٹھانے والے ہین وہ انسانی روحون سے
مخلوط ہوتے ہین اور انکا اثر روحون کو پہنچتا ہی اور وہ روحین ان تدبیرون اور رایون کو اٹھانے والی ہوتی ہین اور انکے
سبب سے بدنین حرکت اور سکون ظاہر کرتے ہین اور گناہ اُن سے ظاہر ہوتے ہین اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم یعنے تحقیق شیطان خون کی طرح آدمی کی رگ اور پٹھون مین
دوڑتا ہی اعاذنا اللہ منہ اور شیطان کے وسوسون کی حد اور نہایت نہین ہی اکثر شیطان بدی اور فسق
اور فجور کی طرف بلاتا ہی اور اگر کبھی بھولے سے طاعت اور نیکی کی طرف رغبت دلاتا ہی تو اُسکا نیکی کی

طرف ملانا دو حال سے خالی نہین ہی نہ یا تو بڑی طاعت سے جسکا ثواب بہت ہی پھیر کے چھوٹی طاعت کی طرف جسکا ثواب بہت تھوڑا ہی رغبت دلاتا ہی جیسے عیادت کی یعنے بیمار کے دیکھنے کی رغبت دلاکر نماز کو چھوڑا دے یا تھوڑی سی نیکی کو بڑی بدی کا سبب کر دیتا ہی جیسے ایک ٹکڑا روٹی کا فقیر کو دینا اور اسپر احسان رکھنا اور اُسے ہنسی اور مسخری کرنا اب یہان پر تھوڑے شیطانی وسوسے جو آدمیوں کے دلون کو اکثر خراب کرتے ہین بیان کئے جاتے ہین چنانچہ انہی شیطانی وسوسون سے ایک یہہ بات ہی کہ عوام لوگون کے دلونمین وے باتین جو انکی بوجھ اور دریافت سے باہر ہین ڈالتا ہی جیسے ذات اور صفات الٰہی کی تحقیق کا اور نبوت کے بھیدون کا اور آخرت کے کامون کا خطرہ اور جبر اور اختیار کے مسئلے کی تحقیق اور قضا اور قدر کے بھید اور صحابہ کے آپسکی لڑائی جھگڑے مین حق بات کی تفتیش کرنا یعنے حق کسکی طرف ہی یہ سب شیطانی وسوسے ہین تاکہ رفتہ رفتہ عین تحقیق مین اُن حقیقتون کا انکار کر بیٹھین اسواسطے کہ اِن باتون کی حقیقت وے لوگ بوجھ نہین سکتے اور بعضون کے دلونمین واہی شبہے ڈالتا ہی جیسے بزرگون سے شفاعت کی امید رکھنا اور تھوڑی سی طاعت پر بڑے ثواب کی امید رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی بخشش عام پر غرہ کرنا اور اُسکے عذاب سے نڈر رہنا اور بعضون کے دلونمین اسکا عکس ڈالتا ہی یعنے اللہ تعالیٰ کے کرم اور بخشش اور ثواب سے بالکل ناامید ہونا اور بت پرستون کو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی سے فریب دیتا ہی کہ اسمین اللہ تعالیٰ کی نزدیکی ہی اور دیو اور پری اور جنات کی عبادت چھوڑنے مین دنیا کے نقصان سے خوف دلاتا ہی اور دلمین ڈالتا ہی کہ اگر انکی طرف نہ جھکوگے اور اُنسے التجا نکروگے تو تمھاری اولاد مر جائیگی یا مال مین نقصان ہو جائیگا اور نماز پڑھنے والون کو پہلے ریا اور دکھلانا انکی نیت مین ملاتا ہی پھر رکعتون اور رکنون کے شمار کو بھلاتا ہی اور بعضون کو نیت کے اچھا جاننے مین اور قرأت کو راگ سے پڑھنے مین اور حرفون کو مخرج سے نکالنے مین گرفتار کرتا ہی اور زکوۃ کے دینے مین فقیر ہو جانے سے ڈراتا ہی اور کبھی زکوۃ دی بھی تو ریا اور سمعہ اور تکبر سے اور فقیر پر احسان رکھنے سے اُسکے ثواب کو باطل کر دیتا ہی اور حرام چیز دینے مین مال خرچ کرنے کو نیک اور اچھا دکھاتا ہی اور ایسا خیال مین ڈالتا ہی کہ شہوت اور جاہ مین جو لذت ہی وہ کسی مین نہین ہی اور غصے کے وقت ایسا دلمین ڈالتا ہی کہ اگر تو غصہ نکریگا تو تو عاجز اور ذلیل ہو جائیگا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت مین اگر کسی طرح کی محنت یا مشقت ہوئی تو اسکو دونا گنا کر کے دکھاتا ہی اور بتون کی عبادت کرنے مین بڑی

ف شیطان کے وسوسون کے تفصیل کا بیان

بری مشقتین کافرون کو آسان اور سہل دکھاتا ہی اور اللہ تعالی کی راہ مین مرنے کو حرام اور برا دکھاتا ہی
اور یہان ہر جان کی محافظت کا خیال اُنکے دلوبین ڈالتا ہی اور کافرون کو اپنی جان و بنابیون کے واسطے اور
بیٹے اور خاوند کی محبت مین جلنا آسان دکھاتا ہی اور اسپر اُبھارا کرتا ہی اور کسی کو اپنی عورت جو بصورت
زیور لباس سے آراستہ جو حلال وجہ سے موجود ہی اسکی طرف سے دل کو اسکے پھیرتا ہی اور بداصل بدخلق
نجس ناپاک عورتون سے زنا کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہی اور امیرون کو لوگون کے مال زبردستی لینے کی طرف
حرص دلاتا ہی باوجود اسکے کہ انکے پاس مال اور اسباب بہت سا موجود ہوتا ہی اور انکو آدمی کو مار ڈالنا تھوڑے سے
قصور کرنے مین آسان دکھاتا ہی اب جاننا چاہئے کہ جو کچھ شیطان کے وسوسون سے مذکور ہوا ہی ایک نمونہ
ہی اسکے فریبون سے اور اگر اسکے سب فساد اور برائیون کی شرح کی جاوے تو ایک بڑا دفتر چاہئے لیکن
ان سب کی علاج تین چیزین ہین پہلی یہہ کہ اسکے مکر اور حیلون کو پہچاننا اسواسطے کہ جب کسی کو معلوم ہوا کہ یہہ عمل
شیطانی ہی تو اسکا زور گھٹ جاتا ہی اور اسکی برائی کم ہو جاتی ہی جیسے چور کہ جب گھر والون کو جاگتا
پاتا ہی تو بھاگتا ہی اور جیسے مکار فریبی آدمی کہ جب کسی کو جانتا ہی کہ یہہ میرے مکر اور فریب سے خوب واقف
تو اُس سے نا اُمید ہوتا ہی دوسری یہہ کہ اُسکے وسوسون کو سہل جاننا اور اسکی طرف ہرگز التفات نکرنا
اس صورت مین بھی اُسکا شر کم ہو جاتا ہی جیسے کُتا بھونکتا ہوا کہ جسقدر اسکی طرف التفات کیجئے بھونکنا اسکا
زیادہ ہوگا اور اگر کچھ بھی نہ بولئے تو آپ ہی آپ چپ رہے گا تیسرے یہہ کہ ذکر قلبی اور زبانی پر ہمیشگی کرنا اور
بری صفتون سے جیسے شہوت اور غضب ہی اپنے دل کو پاک رکھنا اس واسطے کہ شہوت اور غضب کے غلبہ کی
حالت مین ذکر کا اثر دل کے کنارون کی طرف بھاگ جاتا ہی اور شیطانی وسواس بیچ دل مین آجاتا ہی
اور اپنا کام کر جاتا ہی وَالنَّاسِ اور خواہ وہ وسواس ڈالنے والا لوگون کی قوت متخیلہ ہو جو فاسد اعتقاد
اور شہوت اور غضب کے غلبے سے چھوٹتے خیال تمام روحون اور قوتون مین بکھیر کے بگاڑنیوالا طبیعت یا نفس کی
تدبیر کا یا عبادت اور تقرب کے سببونمین سستی کا یا معرفت مین خطا کا سبب پڑتا ہی اب سمجھ لیا چاہئے کہ ناس کا
لفظ اس سورت مین پانچ جاگہ پر واقع ہوا ہی لیکن لباب والے نے اپنی تفسیر مین کہا ہی کہ حقیقت مین بیچ تکرار نہین ہی
اسی واسطے کہ پہلی جاگہ پر ناس سے لڑکے مراد ہین اور تربیت کا ذکر جو پرورش کے معنون مین ہی اُنکے حال کے مناسب ہی

اور دوسرے مقام پر جوان مراد ہین اور ملک کا لفظ جو قہر اور سیاست کی طرف اشارہ کرتا ہی اُنکے حال کے بہت مناسب معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ شہوانیہ اور غضبیہ قوت انکے اندر کمال کو پہنچی ہی اس واسطے قہر اور سیاست اُنکی شان کے مناسب ہی اور تیسرے مقام پر بوڑھے مراد ہین اس واسطے کہ الٰہ کا لفظ جو طاعت اور عبادت پر مبنی ہی انکے حال کے بہت مناسب ہی اور چوتھے مقام پر صُلحا مراد ہین کیونکہ اکثر شیطان نیکون کے بگاڑنے پر کمر باندھتا ہی اور اُن کے سینوں میں وسواس ڈالتا ہی اور پانچویں مقام پر مفسد اور شیاطین مراد ہین جنکا کام بہکانا اور وسوسہ ڈالنا ہی اور بعضے مفسرون نے یون بھی کہا ہی کہ ناس کے لفظ کو اس سورہ مین پانچ مرتبے اس واسطے لائے ہین کہ پانچ کا عدد عددی طبیعت کی راہ سے بھی شرافت رکھتا ہی اور معدودکی روش سے بھی سو اسکی شرافت عددی طبیعت کی جہت سے اس واسطے ہی کہ وہ عدد دائر ہی اور دائر کے یہ معنے ہین کہ جب اسکو اسکی ذات مین ضرب کرین اور حاصل ضرب کو پھر انہین ضرب کرین اسی طرح جہان تک چاہین لیکن ہر صورت مین پانچ اصلی اُسکے موجود رہین اور اس عدد کے اخیر مین اپنے تئین ظاہر کرتے رہین جیسے پچیس اور ایک سو پچیس اور علی ہذا القیاس اور وہ شرافت جو معدود کی راہ سے ہی سو اسواسطے ہی کہ ظہور حضرت حق کا مراتب کلیہ مین کہ اُنکو حضرات خمس کہتے ہین پانچ مین ہی اور خلاصہ تمام ہیداِیش کا کہ انسان ہی اُسکی بھی انتہا پانچ اعضا پر ہی دو ہاتھ اور دو پاؤں اور ایک سر اور ہر ہر ہاتھ اور ہر ہر پاؤن مین بھی پانچ پانچ انگلیان ہین اور سر جو اگلا ہر کی جانب سے علاقہ رکھتا ہی تو اُسکا ظاہر حواس خمسہ ظاہری سے اور اسکا باطن دوسری پانچ حسّون کی طرف منتہی ہوتا ہی آور بعضے محققون نے یہہ بھی لکھا ہی کہ قرآن کی ابتدا بے کے لفظ سے ہی اور انتہا سین کے لفظ پر بس یہہ اسبات کی طرف اشارہ ہی کہ قرآن مجید دونون جہان مین بس ہی چنانچہ حکیم سنائی نے کہا ہی

ادل و آخر قرآن زچہ با آمد و سین	یعنی اندر رہ دین رہبر تو قرآن بس

الحمد للہ کہ تفسیر فتح العزیز جو تصنیف کی ہوئی خاتم المحدثین سلطان المفسرین مقبول بارگاہ ایزد منان حضرت مولانا حافظ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی تھی اُسکا ترجمہ ہندستانی زبان مین شہر بمبئی مین ہوا اور ستائیسوین[۲۷] تاریخ شہر رمضان المبارک کی سنہ ۱۲۶۱ ہجریہ کو مطبع محمدی مین چھپکر اختتام کو پہنچا اللہ تعالی چھپوانے والے اور ترجمہ کرنیوالے اور لکھنے والے کو اپنے کرم و فضل سے توفیق خیر کی عنایت فرماوے آمین یارب العالمین

تصحیح الاغلاط ترجمہ تفسیر فتح العزیز سپارہ عم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٢	١٣	اوتاد	اوتادا	ایضا	٩	انبی	اسی	٥١	١٧	حرب	جدب
٤	١٩	سامھنے	سامنے	١٥	٤	اوردسری	اوردوسری	ایضا	١٩	ایا	آیا ہی
ایضا	٢١	سان	بیان	١٨	٣	زیاتی	زیادتی	٥٣	٢	اس	ایت
٥	١٨	جبر	خبر	ایضا	٧	ہووی	ہوے	٥٧	١٨	حاتاہی	جاتاہی
٧	٣	اس	اُس	٢٠	١٢	مجبون	محبوبون	٦١	٨	جلٹ	جلت
٨	١٤	معاونت	مُعاونت	٢٣	١٤	روجیہ	روحیت	٦٢	١٢	زرذ	زرد
ایضا	٢٠	نہوتا	نہین ہوتا	٢٤	٢١	جواُسکے	جواُسکے بھاگے	٦٣	٢١	سامھے	سامنے
ایضا	٢١	یہہ	یے	٢٥	١٤	جائیگی	جائیگی	٦٤	٩	تقیر	تفسیر
٩	٦	بڑے	بڑے	٢٧	١١	لناسا	لباسا	٦٥	٢١	عاٹے	عاطے
ایضا	١٣	ناتین	جیرین	٢٩	٨	اس	اُس	٦٦	٤	سب	سبب
			ہوگا اور	٣١	٣	جھگڑاور	جھگڑا اور	٦٧	١٤	عرحان	عرفان
ایضا	٧	ان	اُن	٣٧	٢٠	تعاقب کی مثال	تعاقب امثال کی طرح	٦٨	٨	رکھہ راہی	ریجھہ رہاہی
ایضا	٩	ہین	ہونگے	٣٨	١٥	نہین سکتی	نہین ہوسکتی	٦٩	٢	دُرنگی	رونگی
١١	١١	تو	اور	٣٩	٢	وہ سب	ووسب	ایضا	٢٠	کسی کے	کسی کو
ایضا	١٣	تا	ہا	٤٣	٢١	سوااُسکے	اورسوااُسکے	٧٠	١٠	وہ	وسے
ایضا	١٥	رکھی	رکھنا	٤٤	١	جوجوضرور	جوجوحکم ضرور	ایضا	١٢	وہ	وسے
ایضا	١٣	تا	تاکہ	٤٥	١٣	جاتی ہین	جاتی تھین	٧٢	١٠	جاناہے	جاناچاہئے
١٢	١٤	نعمت والا	نعمت والے	ایضا	١٨	عصاہوانہ سہا	عصاہوانہ پیدا	٧٣	١٨	کرتے	کرنے
ایضا	ایضا	عذاب والا	عذاب والے	٤٦	٣	کہ دراناازندگانی	کہ درانازندگانی	٧٥	١	بچادیتی ہی	بچاکردیتی ہی
ایضا	٥	لازم آتی ہی	لازم ہو	ایضا	١٠	دولون	دونون	٧٧	١٩	گوبر	گوہر
١٣	٢	ہونگے	ہوگی	٥٠	١٥	آسمان کی	آسمان کے	٨١	٤	عرض	غرض
ایضا	ایضا	اورایک	اورہرایک	ایضا	١٧	آسمان ہین کے	آسمان سے	٨٢	٢	باربرس	بازپرس
ایضا	٤	چنے	چُنتے	٥١	٨	پانیون کو	ماؤ پانیون کے	٨٤	٧	اتی	راتنی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	۱۴	جانونم	جانوتم	۴۳۲	۱۷	معلے کے	معلے کے	۴۴۰	۱۱	یہاں	وہاں
۴۲۴	۷	[illegible]	ناپجکے	۴۴۰	۱۰	جھلاہی	جھلاّ ماہی	۴۴۰	۱۶	بیدع	بدع
۴۵[illegible]	[illegible]	نفحت	نفخت	۴۵۸	۸	ظرور	ضرور	۴۶۰	۱۴	چنتے	[illegible]

تمام ہوا

اللہم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منہم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منہم

حمد بعد کہ یہہ کتاب مستطاب یعنے تفسیر فتح العزیز کا ترجمہ ہندوستانی زبان میں جناب فیضماب چشمہ جود و سخا منبع فضل و

عطا محسن غربا و شرفا جناب نا خدا محمد علی صاحب بن محمد حسین صاحب روگھے دام اقبالہ کے حکم کے بموجب

محمد حسین بن منشی محمد سلیم اور عبد الملک بن مولوی محمد صادق مرحوم نے مطبع محمدی میں چھپایا اور کئی نسخہ اس

کتاب کے جناب نا خدا صاحب ممدوح نے لیکر مدد وقف کئے تاکہ شوقین علم دین کے بسبب نہ ہونے قیمت کے اس علم سے محروم

نہ رہیں اور بعضے ذی مقدور کہ وقفی کتاب لینے سے احتراز رکھتے ہیں انکے شوق کے لحاظ سے کتنے نسخے اور چھاپے

ہیں تاکہ وے لوگ بھی اس علم جلیل القدر سے کہ اکثر فائدہ مند ہوں اور فرق ان دونوں میں ظاہر ہے

کہ جسکے پیشانی پر وقف لکھا ہے وہ وقفی ہے اور جس پر نہیں وہ نہیں آور حتے المقدور

اس کتاب کے اغلاط کی تصحیح میں کوشش کی گئی لیکن پھر بھی اگر کوئی غلطی بمقتضاے

بشریت کے رہ گئی ہو اور کسی کو وقت مطالعہ کے معلوم ہو تو اسکو

بنا دیں اور اس عاجز کو معذور رکھیں ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

وھو ارحم الراحمین

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا و

نبینا و شفیعنا و مولینا محمد و آلہ و صحبہ

وسلم تسلیما دایما مبارکا کثیرا

کثیرا